کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول [illegible]

ایضاً [illegible]

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت [illegible]

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ ۱۲؍

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا آغاز و قدما کا دور صفحہ ۲۵۰ سے ؍

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین صفحہ ۲۳۰ ۸؍

(حصہ دوم و چہارم زیر طبع ہین)

شعر العجم [illegible]

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ۸؍

سفرنامہ [illegible]

دیوان [illegible]

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، [illegible] ۱۲؍

مکاتیب شبلی مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے جلد اول ؍

ایضاً جلد دوم ؍

رسائل شبلی، مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ قیمت عہ؍

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین واسطے ۲؍

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲؍

مثنوی صبح امید، اردو ۴؍

نوحۂ اسحاق، مولانا کا اپنے بھائی کی وفات پر پُردرد مرثیہ

دیوان شبلی عہ؍

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴؍

تفسیر سورۂ قیامہ ۴؍

تفسیر سورۂ والشمس ۴؍

تفسیر سورۂ والکفرون ۴؍

تفسیر سورۂ والعصر ۴؍

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر پکے دلائل اور پُرزور رسالہ ۱۰؍

اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵؍

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲؍

خرد نامہ منظوم خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸؍

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم مین ۲؍

دیوان الفیض، ہندوستان کے مایۂ ناز استاد ادب مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحہ ۸۰ قیمت عہ؍

جلد پنجم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ھ مطابق جنوری سنہ ۲۰ء | عدد اول

مضامین

تصنیفات علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم ... للعہ
ایضاً حصہ دوم طبع اول ... للعہ
الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ... ے
الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ ۱۲
شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا
آغاز و قدما کا دور صفحہ ۲۵۰ سے
ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین صفحہ ۲۳۰ ۱۲
(حصہ دوم اور چہارم زیر طبع ہین)
شعر العجم حصہ پنجم ۱۴
الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن
اسلامی پر عربی مین ریویو ۰
سفرنامہ مصر و شام ۵
موازنہ انیس و دبیر ۱۲
مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات
اور انکے جوابات ... ۱۲
مکاتیب شبلی، مولانائے مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو
علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات
کا خزانہ ہے جلد اول ۱۲
ایضاً جلد دوم ۱۲
رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا
مجموعہ قیمت ۱۲
قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین
مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا
طبع رنگین وا شعلے ۲
مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲
مثنوی صبح امید، اردو ۴
نوحۂ اسحاق، مولانا کا اپنے بھائی کی وفات پر پُر درد مرثیہ ۱
دیوان شبلی ۱۲

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴
تفسیر سورۂ قیامہ 〃 〃 ۴
تفسیر سورۂ والشمس 〃 ۴
تفسیر سورۂ والکفرون 〃 ۴
تفسیر سورۂ والعصر 〃 ۴
الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل
کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل
اور مبسوط رسالہ ۱۰
اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵
دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲
خرد نامہ منظوم خاص فارسی زبان میں شال سلیمان کا
ترجمہ ۸
تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم مین ۲
دیوان الفیض، ہندوستان کے ایک نامور استاد ادب
مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی
کلام صفحہ ۲۰۰ قیمت ۱۲

مجلد پنجم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ھ مطابق جنوری سنہ ۲۴ء | عدد اول

مضامین

۷۸۶

شذرات

سٹر گیا نندرونا تہہ چکرورتی کا شمار اسوقت ہندوستان کے مشہور ترین ماہرین تعلیم مین ہوتا ہے انکی ساری عمر صیغہ تعلیم مین بسر ہوئی ہے، مدتون وہ کالج کے پروفیسر اور ہائی اسکولون کے اسپکٹر رہچکے ہین (الہ آباد یونیورسٹی کے بہت پرانے فیلو اور بنارس ہندو یونیورسٹی کورٹ کے ممبر ہین) اور اب کچھ عرصہ سے لکھنؤ یونیورسٹی کے وایس چانسلر ہین، ان کے قلم کا ایک مضمون عثمانیہ یونیورسٹی پر جنوری کے ماڈرن ریویو مین شایع ہوا ہے، جسکی تلخیص آیندہ نمبر مین ناظرین معارف کے پیشکش ہوگی، فاضل موصوف نے بعض نکتہ چینیون کے باوجود، بہ حیثیت مجموعی یونیورسٹی مذکور کے تخیل اور طریق کار کی بہت کافی داد دی ہے، اور اسے برٹش انڈیا کی یونیورسٹیون کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کیا ہے، یونیورسٹی کے تخیل کے بلند، بہتر و قابل تقلید ہونے مین کس کافر کو شک ہوسکتا ہے، لیکن یونیورسٹی کے طریق کار سے کیا خود موجودہ کارکنون کی بھی قوت ایمانی مطمئن ہے؟ دنیا پر طاؤس کے حسن وخوشنمائی کی مداحی مین بالکل حق بجانب ہے لیکن خود طاؤس کی کیفیت نفسی، اپنے پیرون پر نظر کرنے کے بعد کیا ہوجاتی ہے، اردو کے ظریف ناصح نے حال ہی مین کہا ہے،

نہ بھول اسپہ کہ یہ ادر وہ تجھے اچھا سمجھتا ہے
تو اپنے دل مین اپنے آپکو کیسا سمجھتا ہے

بات پر بات یاد آتی ہے، اُردو یونیورسٹی کے ذکر پر ذہن انجمن اُردو کی جانب منتقل ہوتا ہے، دسمبر کا آخری ہفتہ ملک کے جملہ قوائے علمی کے لئے میدان مظاہرہ ہوتا ہے جسمین قوم کی زندہ آبادی کا بچہ بچہ ہمت، اقدام، وعمل کے اسلحہ سے کمر بستہ نظر آتا ہے، لیکن اُردو کا لشکر شاید اپنے خیال مین فتح کامل حاصل کرچکا ہے، اسکے سپاہیون نے ہتھیار کھول کر رکھدیئے ہین، اور اسکے افسر خواب راحت کا لطف لے رہے ہین، سنہ۱۱ء مین بدایون سے ایک پرزور آواز آل انڈیا اُردو کانفرنس کی تحریک قیام کیلئے اُٹھی تھی، لیکن جس تیزی کے ساتھ یہ آواز اُٹھی تھی اسی سرعت کے ساتھ اس زمین مین مدفون ہوگئی جو مزارات شہداء کے لئے مشہور رہے سنہ۱۶ء مین بزرگان لکھنؤ نے اس نقارہ پر اس زور سے چوب لگائی کہ علیگڈہ، بنارس، پٹنہ و اورنگ آباد تک کے در و دیوار جنبش مین آگئے، لیکن کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی ساحرِ قیصر باغ کے جرس کاروان کی صداے بازگشت تھی، اسی کے سال دو سال بعد یہ برق اُفق دہلی پر چمکی لیکن معاً نظر آگیا کہ اسکا مقصد زائرین حرم ادبیات کو روشنی پہنچانا نہین بلکہ اُنکی نگاہون کو خیرہ کردینا تھا، خیر یہ تاریخ تو اُردو کانفرنس کی تھی جو ابتدا ہی سے ایک تفریح و تفنن کی چیز تھی، البتہ انجمن ترقی اُردو ایسی مجلس تھی جو اپنی بساط کے موافق فی الجملہ قابل قدر خدمات انجام دے رہی تھی، لیکن اب دو ایک برس سے اسکے بھی کہین اجلاس منعقد ہونے کی خبر نہین آتی، اگر اُسکے اجلاس اب بند ہوگئے تو یہ مطلق حیرت انگیز نہین، حیرت اسپر ہے کہ اتنے عرصہ تک کیونکر ہوتے رہے! جس چراغ کا تیل بالکل ختم ہوچکا ہے، وہ اگر کچھ دیر جھلملاتی ہوئی روشنی دیتا رہے تو اسپر حیرت ہوسکتی ہے، لیکن اگر وہ فوراً بُجھ جائے تو کسی کو بھی تعجب نہ ہوگا -

---

ایک سرکاری اطلاع نامہ کے مطابق اپریل سنہ۲۰ء سے مارچ سنہ۲۱ء تک برٹش ہندوستان مین (یعنی ریاستون کے رقبہ کو مستثنیٰ کرکے) موٹر کی قسم کی سواریان ۴۵۹۹۳ کی تعداد مین درج رجسٹر ہوئین، ان مین ۳۱۹۳۴ موٹرین تہین، ۱۱۳۹۹ موٹر سائکلین تہین، اور ۲۶۶۰ بہاری موٹر گاڑیان تہین،

اس سال نئی موٹر کارون کی درآمد کی تعداد ۲۲۴۳۲ ۱۵ رہی جنکی مجموعی قیمت تخمیناً آٹھہ کرور ہوتی ہے !

ہندوستان کے مختلف صوبون نے اس کارخیر مین حسب ذیل نمایان حصہ لیا :-

بمبئی	۱۰۲۸۸	موٹرین
بنگال	۷۴۸۲	//
برہما	۳۲۴۰	//
صوبۂ متحدہ	۲۶۷۵	//

تمدن جدید کے آیات کمال کا سرعنوان تو شاید موٹرون ہی کو رکہنا چاہیئے لیکن ان کا دائرہ امرا، و خوشحال طبقہ تک محدود ہے، کائنات شائستگی کے آفتاب و ماہتاب دو اور عزیز ہستیان ہین، جنکے دائرۂ اطلاق مین متوسط الحال افراد بلکہ غربا تک بھی آجاتے ہین یعنی شراب و سگرٹ، اعداد ذیل انکے حلقۂ فیض کے حدود پیش نظر کردینگے :-

	۱۹۱۸-۱۹ء	۱۹۱۹-۲۰ء	۱۹۲۰-۲۱ء
شراب	۴۳ ۵ لاکہہ گیلن	۵۴ لاکہہ گیلن	½۷ ۵ لاکہہ گیلن
سگرٹ	//	۲۰ لاکہہ پونڈ	۶۰ لاکہہ پونڈ

یہ اعداد وزن کے لحاظ سے تھے، اب ایک نظر انکی قیمتون پر بھی ہو :-

	۱۹۱۹-۲۰ء	۱۹۲۰-۲۱ء
قیمت اسپرٹ (شراب کی صرف ایک نوع)	۲ کرور روپیہ	½۳ کرور روپیہ
قیمت سگرٹ	۱ کرور ½ ۶۸ لاکہہ	۲ کرور ½ ۵۸ لاکہہ

افسوس ہے، سرکاری اعداد مین اسکی تفصیل درج نہین کہ ہندوستان کی مختلف قومون مین

کس کس نے کس حد تک ان جذبہائے گران مایہ کی قدر دانی مین حصہ لیا، ورنہ نظر آجاتا کہ جس شریعت نے شراب نوشی کو عمل شیطانی قرار دیا ہے جس ملت کے اکابر نے شراب کو ام الخبائث کا لقب دیا ہے، جس مذہب نے اپنے پیرؤن کے سامنے کفایت وسادگی کا نصب العین رکھا ہے، اور جس کتاب آسمانی نے تکلفات دینوی کو " متاع غرور، اور لہو ولعب سے تعبیر کیا ہے، اسکے نام لینے والے کس حدتک اپنے ضمیر کو اپنے نفس پر حاکم رکھنے والے ہین، لیکن عام مشاہدات کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ بازار تعیش کے اس کاروبار مین اس دریا دل قوم کا نمایان حصہ نہ ہوگا؟ یہی قوم آج باوجود اپنی انتہائی عیش پرستی، تن پروری درشت اعمالی کے، حق وصداقت، غیرت وحمیت، ایثار وللہیت، صدق و روحانیت، عزم وحقانیت کا نام لیکر اٹھی ہے کہ صنمکدۂ کائنات کو پھر ایک بار کاشانۂ خلیل بنا دے، اسکے دعوٗن کی لاج رکھنا محض ستار عیوب وقادر کل کے ہاتھ ہے، ورنہ اپنے اعمال اور اسباب ظاہری تو ایسے ہین کہ غیر تو غیر خود اپنون کو بعض دفعہ اس جسارت پر حیرت ہو جاتی ہے اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے،

ہے آرزو کہ ابروے پُرخم کو دیکھئے
اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی جسکی بابت امیدین یہ دلائی گئی تہین کہ وہ قرطبہ اور بغداد کی جانشین ہوگی، بالآخر جب وجود مین آگئی تو اسکا سب سے پہلا کارنمایان دنیا کے سامنے یہ پیش ہوتا ہے کہ ۱۲- فروری کو شاہزادہ ولیعہد بہادر مسلم یونیورسٹی کی سرزمین کو اپنے ورود سے مشرف کرینگے، یونیورسٹی انہین ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری دیگی، اور انکے ساتھ چار اور صاحبون کو بھی ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری عطا ہوگی، یہ قابل رشک اصحاب اربعہ کون ہین؟ گورنر صوبہ متحدہ، ممبر تعلیمات حکومت ہند، مہاراجہ صاحب گوالیار،

اور نواب صاحب رامپور، اس سے قطع نظر کرکے کہ مسلم یونیورسٹی کی یہ انگریز نوازی موجودہ مسلم جذبات کے کہانتک موافق ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن خوش نصیب اصحاب اربعہ پر یہ اعزاز کی بارش ہونے والی ہے وہ واقعتہً اس اعزاز سے کچھ بھی مناسبت رکھتے ہین ؟ اس سوال کا جواب آج مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد آسانی سے ٹال سکتے ہین، لیکن ایک وقت آنے والا ہے جب یہ سوال اس آسانی سے نہ ٹل سکیگا، اور جب دنیا کی ہر امانت کی طرح اس امانت کا بھی حساب دینے پر مجبور ہونا پڑیگا، بہتر ہوگا اسوقت کے لئے کوئی معقول جواب ابھی سے سوچ رکھا جائے۔

یونیورسٹیون کی غرض یہ ہوتی ہے کہ علم واخلاق کی روایات کو زندہ رکھا جائے، اور اُنکی زندگی کو ترقی دیجاتی رہے، آنریری ڈگری انتہائی اعزاز ہے جو کوئی یونیورسٹی اپنے اصل مقاصد کے لحاظ سے کسی فرد کو دیسکتی ہے، باقی اگر کسی دولتمند نے باوجود علم واخلاق سے معرا ہونے کے یونیورسٹی کی مالی مدد کی ہے تو اس احسان کے اعتراف کے لئے یونیورسٹی کے پاس اور بہت سی صورتین ہین، مثلاً یہ کہ اسے یونیورسٹی کا رکٹر منتخب کردیا جائے، اسکے نام پر کوئی عمارت یونیورسٹی مین تعمیر کرادیجائے وقس علی ہذا۔ لیکن اعزازی ڈگری کے استحقاق کا معیار تمامتر علمی امتیاز وبلندی اخلاق پر ہے، مسلم یونیورسٹی کے آنریری ڈگری پانے والے اصحاب نے اگر اس حیثیت سے اپنی اہلیت کا کوئی ثبوت دیا ہے تو اُسے یقیناً علی گڈھ کے وائس چانسلر یا خزانچی صاحب کے دفتر کی کسی آہنی الماری مین بہت ہی مضبوط قفل ڈال کر چھپا دیا گیا ہے۔

دنیا کی دوسری یونیورسٹیون مین آنریری ڈگریان جس درجہ کے کاملین فنون واساتذۂ علوم کو ملتی رہتی ہین، اُسکی توضیح کے لئے یورپ وامریکہ سے مثالین تلاش کرکے لانے کی حاجت نہین،

خود ہندوستان مین علی گڈھ سے چند قدم پر بنارس اور ذرا اور آگے بڑھ کر کلکتہ ہے، ولیعہد بہادر کا درود ان دونون جگہون مین بھی ہوا، آخران یونیورسٹیون نے اس موقع پر کیا کیا ؟ بنارس کی ہندو یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی آنریری ڈگری دی مگر کسکو ؟ سر لبسنٹ کو، جنکے ہاتھون ہندو کالج کی بنیاد پڑی تھی جنکی ایک عمر ہندو علوم وفنون کی ترویج واشاعت مین بسر ہو چکی ہے، اور جنکی علمی و دماغی قابلیت کا اعتراف ملک کے نہین، دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہو چکا ہے، کلکتہ کی سرکاری یونیورسٹی نے متعدد اشخاص کو ڈاکٹر کی آنریری ڈگریان دین، مگر یہ کون لوگ تھے ؟ یہ وہ تھے جو اپنی عمرین، فلسفہ، سائنس، تاریخ وادب کی خدمتگذاری مین صرف کر چکے ہین، جنکا نام علمی دنیا مین بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور جنکی عزت وتعظیم کرنا خود علم وفن کی عزت وتعظیم کرنا ہے، مسلمانون مین بیشک قحط الرجال ہے لیکن کیا یہ قحط اسقدر سخت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو اپنے اخوان طریقت مین چند افراد بھی اس پایہ کے نظر نہ آئے ؟ ان لوگون سے قطع نظر کیجیے جنکی سیاسیات مسلم یونیورسٹی کے نزدیک قابل نفرت ہے، تو بھی کیا اہلِ موالات مین ایک متنفس بھی اس پایہ کا نہین نکل سکتا ؟ سید امیر علی کی خدمات تاریخ ومذہب، عماد الملک سید حسین بلگرامی کا علم وفضل وتعلق علی گڈھ، ڈاکٹر اقبال کی فلسفیانہ وادبی عظمت، جسٹس عبدالرحیم کی قانونی وسعتِ نظر، مولوی عبدالحلیم شرر کی خدمات زبان وادب، شاید یہ تمام قربانیان مسلم یونیورسٹی کی درگاہ مین ناقابل قبول ہین!

خیر عزت تو جسکی ہے، صرف اُسی کی ہے، (ولہ الکبریاء فی السموٰت والارض) اور اسی رب العزت کی رحمت کے طفیل مین پیمبرون اور پھر عام مومنین کی ہے، وللّٰہِ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لایعلمون۔ (منافقون - ع ۱) اُسکو کسی یونیورسٹی کی اعزازی ڈگریان گھٹا بڑھا نہین سکتین، اُسکا تعلق تو صرف ایمان واعمال صالحہ سے ہے، البتہ نا اہلون کو زبردستی

علم یا حکومت کا لباس پہنا دینا، بالآخر خود انہین کے حق مین اور ساری قوم کے حق مین مضر ہوتا ہی، مولانا رومی نے کیا خوب تمثیل دی ہے، کہ نااہل کو عالم یا حاکم بنا دینا رہزن کے ہاتھ مین تلوار دیدینا ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر ہے،

بدگہر را علم و فن آموختن　　دادن تیغ بدستِ راہزن

تیغ دادن درکف زنگیِ مست　　بہ کہ آید علم ناکس را بدست

علم و مال و منصب وجاہ و قران　　فتنہ آمد درکفِ بدگوہران

پس غزا زین فرض شد بر مومنان　　تا ستانند ازکفِ مجنون سنان

قوم کے نادان دوست اسی غزا و جہاد کے وقت کو اپنے اعمال سے قریب بلا رہے ہین ۔

مقالات

مرزا غالب کا ایک فرنگی شاگرد

آزاد فرانسیسی

از مولوی عبد الماجد بی اے

پچھلے نمبر کے شذرات مین اُردو کے چند فرنگی شاعرون کا جو مختصر تذکرہ آگیا تہا، ناظرین کرام نے اس سے دلچسپی کا اظہار کیا، اور بعض احباب کو یہ داستان خوشگوار اور پر لطف معلوم ہوئی، ان حضرات کی ضیافت ذوق کے لئے ایک فرنگی شاعر کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

الگزنڈر بیدرلی، ایک فرانسیسی خاندان کے رکن تھے[1]، ولادت غالباً ہندوستان ہی مین ہوئی تھی، سال ولادت تقریباً ۱۸۲۹ء تہا، اٹھارہ سال کی عمر سے اُردو شاعری کا شوق پیدا ہوا، مشورہ سخن کے لئے کلام کو نواب زین العابدین خان عارف[2] (شاگرد و عزیز مرزا نوشہ) اور خود غالب کی خدمت مین بھیجنا شروع کیا، ان حضرات کا فیض توجہ بے اثر نہین رہ سکتا تہا، کچھ عرصہ مین اچھی خاصی مشق ہوگئی، اور کلام مین فی الجملہ پختگی آگئی، جو ایک غیر قوم کے فرد کے لئے بہت بڑی بات ہے، عمر نے وفا نہ کی، ۳۲ سال کی عمر مین ۷۔ جولائی ۱۸۶۱ء کو انتقال کیا، تاہم اتنے ہی عرصہ مین کلام کا مجموعہ اسقدر ہوگیا تہا کہ معمولی ضخامت کا دیوان تیار ہوجاتا، چنانچہ مرحوم کے برادر کلان طاس بیدرلی نے دو برس کے بعد

[1] تذکرۂ خمخانۂ جاوید، جلد اول،

[2] یہ وہی عارف ہین جنکی جوان مرگی پر غالب نے وہ مرثیہ کہا ہے جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

ہان ای فلک پیر جوان تہا ابھی عارف ۔ کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور۔ (یہ مرثیہ مطبوعہ دیوان غالب (اردو) مین درج ہے)

اس دیوان کو شائع کرایا،

تخلص آزاد کرتے تھے، اسلئے دیوان بھی دیوان آزاد کے نام سے موسوم ہے، ضخامت ۱۰۵ صفحہ ہے، مطبع احمدی آگرہ سے ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء مین شائع ہوا، اب بازار مین نایاب ہے، میرے پیش نظر کتبخانۂ سرکاری رامپور کا نسخہ ہے،

ابتدا مین دو دیباچے ہین، پہلا دیباچہ فارسی مین منشی شوکت علی ساکن شاہپور ضلع فتحپور کا ہے جنکا طرز بیان تقریظ نگارون کے عام دستور کے مطابق کافی شاعرانہ ہے، اور بعض بیانات مبالغہ سے خالی نہین، یہ صاحب حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہین:-

"فتاے ہنرمند وگوہر ذکا پیوند خداوند عقل و تمیز، صاحب فراست دہر دلعزیز، مستعد ازلی الگزنڈر ہیدرلی، کہ ذہن و ذکا را در غلقش خمیر بود، وسعادت و مروت درضمیرش جا پذیر، در سن سیزدہ سالگی بشنیدن اشعار استاذہ متقدمین و متاخرین طبع وقادش در تحصیل کمالش توجہ نمود، گاہ گاہ ہنگام فرصت بمطالعۂ تصانیف اوستادان پرداختہ، و با محتشم الدولہ امیر الملک محمد اسد اللہ خان بہادر سہراب جنگ غالب تخلص و نواب زین العابدین خان تخلص بہ عارف کہ ہر دو حضرات از اکابر امرا و والا دودمان دہلی بودند بذریعۂ مراسلات و مکاتبات استمداد سخن داشتہ"۔

آگے چل کر اسی دیباچہ مین یہ ذکر ہے کہ ہیدرلی صاحب کو طب مین بھی ید طولی حاصل تھا، مریض عموماً انکے علاج سے شفایاب ہوتے تھے، مزاج مین سخاوت و فیاضی حد سے بڑھی ہوئی تھی، دوائین بلاقیمت تقسیم کرتے، اور دوسرے طریقون سے بھی غربا کی دستگیری کرتے رہتے، خود عسرت سے بسر کرتے، لیکن قرض لیکر دوسرون کی حاجت روائی کرتے، ریاست الور مین توپخانہ کے کپتان مقرر ہوکر گئے، اسی سال وفات پائی۔

دوسرا دیباچہ جو اردو مین ہے، آزاد کے بڑے بھائی طامس ہیدرلی کے قلم سے نکلا ہے جو

ریاست بہرت پور مین ڈپٹی کلکٹر تھے، یہ دیباچہ ذیل مین تمام وکمال درج کیا جاتا ہے، آج سے ۶۰ سال قبل کی ایک فرانسیسی شخص کی اُردو نثر کا نمونہ بجائے خود ایک یادگار رشتے ہے،

نیازمند درگاہ ولم یزلی طامس ہیدرلی ابن مسٹر جیمس ہیدرلی مرحوم بیان کرتا ہے، اور اپنا راز دل صاحبدلون پر یون عیان کرتا ہے کہ میرا حقیقی چھوٹا بہائی کپتان الگزنڈر ہیدرلی جوان سعادتمند شیرین زبان دانش پیوند ابتداے عمر مین شعر وسخن کا مایل ہوا، اور چند روز مین جیسا چاہیے مایۂ سخنوری ومعنی گستری اسکو حاصل ہوا، کیونکہ بہ طبیعت درّاک تھی، فکر چالاک تھی، جو کچھ دل سے زبان تک اور زبان سے قلم تک آیا، اُس نے گلہاے معنی کا ایک تختۂ خوشرنگ دکہایا، رفتہ رفتہ اسکے کلام کی وہ صورت ہوئی کہ ہم فنون کو رشک ہوا، اور دانشمندون کو حیرت ہوئی نواب زین العابدین خان دہلی کے امیرزادہ عالی خاندان جو عارف تخلص کرتے تھے اور جناب نجم الدولہ اسداللہ خان بہادر غالب کے شاگرد تھے، وہ اسکے استاد تھے، اور اس نوجوان کو اپنے استاد اور اپنے استاد کے استاد کے انداز پیش نظر تھے، اور اکثر انکے اشعار یاد تھے، ہنوز برادر موصوف بہت کچھ کہنے نہ پایا تہا، بلکہ مین کہہ سکتا ہون کہ جو کچھ اسکے دل مین تہا ابھی اُسکی زبان پر نہ آیا تہا کہ ناگاہ وقت ناگزیر آپہنچا، اور اس سعادتمند ازل کو پیغام اجل کا آپہنچا، چونکہ سرکار الور مین عہدۂ کپتانی پر مامور تہا، دنیا سے سفر کرتے وقت میری نظر سے دور تہا، ایسا لیئق ہونہار بہائی جس نے کل دو اوپر تیس برس کی عمر پائی، ساتوین جولائی ۱۸۶۱ء کو کام تمام ہوا، اس غم کا جسقدر بیان کیجئے اس سے سواہے جو اپنا حال بنا ہے، اور جسقدر غم کیا جائے بجاہی، ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد، افسوس نہ فریاد مین فائدہ دیکہا نہ رونے مین تاثیر پائی، بہت روئے پیٹے آخر صبر کرتے بن آئی، اشعار اس مرحوم کے جو پریشان جابجا پڑے پائے گویا سونے مین زمرد اور یاقوت کے نگینے جڑے پائے، خیال آیا کہ جواہر کو بکہرا پڑا نہ رہنے دیجئے، اور ان سب اشعار کو ردیف وار جمع کر کے

دیوان مرتب کیجئے، تاکہ جو کوئی دیکھے وہ کہے کہ اگرچہ اس شخص کی تھوڑی زندگی تھی گر واہ اس قلیل مدت مین کیا گہر افشانی تھی، نہین نہین یہ بات نہین ہے مجھکو یہ یقین ہے کہ یہ جو کاغذ پر سیاہی سے لکھے گئے ہین، سوا اسکے اشعار اسکے ماتم مین سیہ پوش ہوے ہین، الٰہی یہ مجموعۂ اشعار مقبول طبع ہر سخنور ہو اور الگزنڈر ہیدر لی کی روح کو حضرت یسوع کے قدم مبارک مین مغفرت میسر ہو، تمام شد،

(صفحہ ۹-۱۱)

دیوان کی ابتدا "قصیدہ حمد و وحدت" سے ہوتی ہے، اسکے بعد "مسدس نعت مسیح" ہے، تیس صفحون مین مختلف اعزہ، احباب و والیان ریاست کی شان مین قصاید ہین، جنہین سے بعض اچھے خاصے طویل ہین، صفحہ ۴۶ سے صفحہ ۵۶ تک دیوان غزلیات ہے، باقی صفحہ ۵۷ تک متفرق قطعات مخمس، مرثیہ وغیرہ ہین،

حمد مین بالکل وہی رنگ ہے جو ایک مسلمان شاعر کا ہوتا ہے، توحید باری کی توصیف ہر شعر مین ہے، اور اس طرح پر طرح طرح کے شاعرانہ استدلالات کئے ہین،

مسدس نعت مسیحی اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اسکا رنگ بالکل وہی ہے جو مسلمان شعرا کا نعت محمدی مین ہوتا ہے، وہی ذوق و شوق، وہی تضرع و الحاح، اور وہی وابستگی و اعتماد شفاعت، ایک بند ملاحظہ ہو:-

تیری رحمت حامیٔ رزقِ گدایان یا مسیح　　　تیری بخشش تاج بخشِ تاجداران یا مسیح

تیری شفقت ہر کس و ناکس کی خواہان یا مسیح　　　ہے تجھی سے نیک و بد کی مشکل آسان یا مسیح

ساقیٔ کونین و شاہِ دوجہان تو ہی تو ہے

یا مسیحا چارہ سازِ عاصیان تو ہی تو ہے

(امید ہے اردو کے زباندان حضرات زبان کی خامیون پر گرفت کرنے سے پیشتر یہ یاد کر لینگے کہ شاعر ایک غیر ملک اور غیر قوم کا شخص ہے، جسکی مادری زبان کو اردو سے کوئی مناسبت نہین)

ایک اور بند اسی سلسلہ کا :-

خسروا از بسکہ ہین میری خطائین بیحساب عاصیانِ دہر مین اصلا نہین میرا جواب

قابل دوزخ ہون مین اور لائقِ قہر و عتاب عین نصفت ہی جہانتک مجھپہ ہون رنج و عذاب

اور کچھ چارہ نظر آتا نہین اپنا سب مجھے

تیری الفت پر توکل ہی شفاعت کا مجھے

ایک مخمس مین مرزا غالب کی غزل "تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے" کی تضمین کی ہے، پہلا بند یہ ہے :-

بلا سے مین نہ ہی خاک بھی عدو کیا ہے تمہین اسی کی قسم اسکی آبرو کیا ہے

زبان شوخ بیان کا یہ حسن خو کیا ہے ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

آخری بند یہ ہے :-

کہا جو مین نے کہ غالب نظر نہین آتا نیاز آپکی خدمت مین اب نہین لاتا

تو بولے بھید کہ آزاد تو نہین پاتا ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہی اتراتا

وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

ایک اور مخمس مین ناسخ کی مشہور غزل "مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا" کی بھی تضمین کی ہے۔

اپنے استاد نواب زین العابدین خان عارف کا طویل مرثیہ کہا ہے جسمین بعض اشعار خوب نکالے ہین، نمونہ کے لئے چند شعر ملاحظہ ہون :-

ای اہل دید دیکھلو آنکھون سے کیا ہی آج مین کیا کہون کہ دہر مین کیا ہو رہا ہی آج

یان بعد مرگ حشر کا رکھتے تھے انتظار وسر پہ جیتے جی ہی قیامت بپا ہی آج

مُردے عجب ہی کہ نہ اٹھیں جی کے قبر سے ہم بانگ صور، نالۂ اہلِ عزا ہے آج

ماتم سے کیون نہ دہر مین پڑجائے زلزلہ تشہیرِ بے ثباتی ارض و سما ہے آج

پھر ہوگا شور خلق مین طوفانِ نوح کا اے اہل گریہ، گریۂ جوشِ بکا ہے آج

اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت وہ غم مین ہمکو چھوڑ کے تنہا چلا ہے، آج

اے جانِ زار جانے مین یہ دیر حیف حیف کچھ بھی سرِ وفا تجھے اے بیوفا ہے آج

غزلین اکثر غالب کی زمینون مین کہی ہین، لیکن حتی الامکان صفائے بیان اور سلاست روانی و شستگیٔ زبان کا سررشتہ ہاتھ سے نہین جانے دیا ہے، کہین کہین مضمون بھی بہت لطیف پیدا کیا ہے، بعض اشعار حسن تعلیل کا اعلیٰ نمونہ ہین۔

غالب کی مشہور غزل "جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا" پر آزاد نے بھی غزل کہی ہے ؎

مین نہ دشت مین کبھی سوے بیابان نکلا وان سے دلچسپ مرا خانۂ ویران نکلا

واعظون سے جو سُنا کرتے تھے جنت کا بیان جبکہ تحقیق کیا کوچۂ جانان نکلا

اُسکی جا آج درِ یار پہ بیٹھا ہے رقیب خاک خوش ہو وین جو کل یار کا دربان نکلا

وہ رخِ ہوش رُبا دیکھ کے کب ہوش رہا وصل مین بھی تو نہ دل کا کوئی ارمان نکلا

اشعار ذیل ایک بہتر شاعر اور اہل زبان کے لئے بھی باعثِ فخر ہو سکتے ہین،

شکلِ قاصد نظر نہین آتی نہین آتی خبر نہین آتی

وہ بلا کونسی ہے صحرا مین جو کبھو میرے گھر نہین آتی

ایک طویل غزل کا اقتباس یہ ہے،

خوش ہون مشکل سے کوئی کام جو آسان ہوتا دورِ افلاک کا شرمندۂ احسان ہوتا

اب تو تا حشر نہین ہے کوئی مرنے کا سبب تھا مرے حق مین جو ہونا شب ہجران ہوتا

اہل جنت سے مری روز لڑائی رہتی
خُلد بالغرض اگر کوچۂ جانان ہوتا

ہم بھی مجنون کی طرح خاک اڑاتے پھرتے
ہوتے ویران اگر گھر نہ بیابان ہوتا

دیکھتے وہ کبھی آئینہ کے دھوکے مین گر
مین جو بیتاب ہوا کاشکے حیران ہوتا

کس سے بہلائین سگِ یار کو عریانی مین
آج کام آتا وہ آزاد جو دربان ہوتا

تیسرا شعر غالباً غالب کے اس شعر کو پیش نظر رکھکر کہا گیا ہے،

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

ایک اور غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون:۔

تقدیر پہ شاکر رہے راضی برضا ہم
اب کس کی شکایت کرین اور کسکا گلا ہم

ست حسن پہ بھولو کہ دکھا دینگے یہ تم کو
کرتا ہے وفا حسن کہ کرتے ہین وفا ہم

مشہور ہو سر حلقۂ اربابِ جفا تم
معروف ہین منجملۂ اصحابِ وفا ہم

ہین شمع عصمت انجمنِ دہر مین آزاد
سرگرم رہِ وادیٔ تسلیم فنا ہم

دوسرا شعر ایک عجیب عاشقانہ تیور کے ساتھ کہا گیا ہے،

غالب ہی کی زمین مین ذیل کے دو شعر سُننے کے قابل ہین،

ندے جو بوسۂ گیسو نہ دے جواب تو دے
بلا سے جو تجھے دینا ہو دے شتاب تو دے

حقیقتِ دلِ خون گشتہ سر بسر ہو عیان
ذرا وہ طرّۂ پُرخم کو پیچ و تاب تو دے

متانت وسنجیدگی جو اکثر دہلی والون کا حصہ ہے، آزاد کے ہان بھی بدرجۂ اتم موجود ہے، وصل کے بے پردہ مضامین، سوقیانہ محاورہ، ہوس پرستی، اور مبتذل الفاظ وتراکیب سے ایک بڑی حد تک ان کا کلام بالکل پاک ہے، وہ عاشق ہین مگر شریف عاشق، وہ معشوق رکھتے ہین مگر ان کا معشوق زن بازاری نہین، وہ اپنی شخصیت کے لحاظ سے مغربی ہین، مگر انکی شاعری مین شرق کی بلند پایہ

عاشقانہ شاعری کی جھلک پوری طرح موجود ہے، اسکا کچھ اندازہ ان کے منقولہ بالا کلام سے ہوا ہوگا، اور مزید ثبوت آیندہ اشعار سے ملیگا:۔

ہے، مگر یہ نہین ظاہر کہ کہان زخم پنہان ہے کہ یہ مسکنِ جان
دل وہ دل ہی کہ سدا غم سے گداز چشم وہ چشم کہ خونابہ فشان
سیکڑون دین ہے کتنا سستا ایک ساغر ہے بہائے ایمان
ہم نے اس شوخ کو دل مین رکھا جب نہ پایا کوئی خلوت کا مکان
طبع کو صرفِ دعا کر آزاد ہو چکا حال حقیقت کا بیان

مومن خان کی ایک مشہور غزل ہے، جسکا مطلع ہے،

دل بستگی سی ہے کسی زلفِ دوتا کے ساتھ پالا پڑا ہے ہمکو خدا کس بلا کے ساتھ

اس غزل پر دہلی کے متعدد شاعرون نے غزلین کہی ہین جنمین سالک و انور کی غزلین اپنی اپنی جگہ پر بہت خوب ہین، مرزا غالب کی بھی غزل دیوان ناظم (نواب یوسف علیخان ناظم والئ رامپور) مین ملیگی، آزاد نے بھی اس زمین مین طبع آزمائی کی ہے، بعض اشعار کی داد نہ دینا ظلم ہوگا،

اُڑتا ہے جسم زار ہمارا ہوا کے ساتھ چلتے ہین تیرے کوچہ مین بادِ صبا کے ساتھ
بے اعتنائیون مین بھی کیا کیا نگاہ ہین ہین کج ادائیان نزی کس کس ادا کے ساتھ
جو ہین سو لبس یہی ہین مرے مشت استخوان ہو جا شریک اے سگِ جانان ہما کے ساتھ
گویا مرا نوشتۂ تقدیر ہو گیا وہ ربطِ ہی جبین کو ترے نقش پا کے ساتھ
ہین جانتا ہون جان سے تم کو عزیز تر الفت ہوئی ہی جب، تو ہوئی بیوفا کے ساتھ
عشق بتان مین وہم سے ہون اپنی بدگمان کیا ورنہ دشمنی مجھے خلق خدا کے ساتھ

غالب کی اس غزل پر "تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوقِ نظر ملے" آزاد نے ایک دو غزلہ کہا ہے جسکے چند شعر یہ ہین:۔

قانع ہون اسپہ عشق مین جو خشک و زر ملے کہانے کو داغ پینے کو خون جگر ملے

بے درد ہو نصیب مرے مدعی کو دل بے داغ دشمنون کو ہمارے جگر ملے

حاصل زبس خلاف تمنا ہے کام دل جب ہووے زہر کی ہمین خواہش شکر ملے

آزاد کسکا شیخ و برہمن نہ ان سے پوچھ ہے سعت، دین جاکے بھی وہ بت اگر ملے

افسوس خاک تک نہ ہمین بہر سر ملے وہ لوگ بھی ہین جنکو اڑانے کو زر ملے

بس ہو گیا یقین کہ یہی راہ یار ہے دل جا بجا پڑے جو سر رہگذر ملے

پھرتا ہی تو تو خلق کی آنکھون مین رات دن روے زمین پہ کسکو ترا رہگذر ملے

آزاد ہم تو آج گذر جائین جان سے کوئے صنم مین جا پے مدفن اگر ملے

اسمین شبہہ نہین کہ دیوان آزاد مین الفاظ و تراکیب کی غلطیان جا بجا ملتی ہین مثلاً "اے ناصحا" "اے مسیحا" وغیرہ، اور اکثر مقامات پر بندش بھی سست نظر آتی ہے، با این ہمہ اس لحاظ سے کہ یہ ایک مغربی شخص کا کلام ہے جسکو جوان مرگی کے باعث مشاقی کا بھی موقع حاصل نہ ہوسکا، دیوان آزاد کو بحیثیت مجموعی بہت غنیمت بلکہ قابل قدر سمجھنا چاہیئے۔

اُردو کے مغربی شاعرون مین ایک اور "صاحب" کا دیوان میری نظر سے گذرا ہے، اسکا نام دیوان شور تھا، اصل نام سٹر جارج پیس تھا، غالباً میرٹھ مین قیام رہتا تھا، دیوان دو حصون مین ہے پہلے حصہ کی ضخامت کا خیال نہین، دوسرا حصہ ۲۲۸ صفحے مین آیا ہے، اور مطبع مفتاح المطابع میرٹھ مین خود مصنف کی حسب فرمائش ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء مین شایع ہوا ہے، لیکن کلام بہت معمولی ہے۔

ابن الطفیل اور اسکا فلسفہ

(۲)

از مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

ابن الطفیل یا طفیل (ابوبکر محمد بن عبد الملک بن الطفیل القیسی) مضافات غرناطہ کے ایک مقام وادی آش مین پیدا ہوا، تاریخ و سن ولادت نامعلوم ہے، مورخین بارھوین صدی عیسوی کی ابتدا مین ولادت لکھتے ہین، اس نے اپنے وطن مین فلسفہ اور طب کی عمدہ تعلیم پائی، وہ اپنے وقت کا مشہور طبیب، ریاضی دان، فلسفی اور شاعر تھا، کہا جاتا ہے کہ ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن یہ بے اصل بات ہے، اسکی تردید خود اسکے کلام سے ہوتی ہے، امیر غرناطہ کا وہ کاتب ہوگیا تھا، بعد ازین سلسلۂ موحدین کے پہلے دو تاجدارون کے دربار مین اسکو رسوخ حاصل ہوا، اور ابو یعقوب یوسف کے عہد حکومت مین ۱۱۶۳ع مین وہ وزارت اور طبابت کے عہدہ تک پہنچا، تا آنکہ ۱۱۸۵ع مین مراکش مین وفات پائی۔[1]

یوسف اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، اور اسکو یہ حکم دے رکھا تھا کہ دور دور سے علما و فضلا کو جمع کرکے انکو مناصب اور عہدے عطا کرے، چنانچہ اس سلسلہ مین ابن رشد نے بھی اس کے

[1] انسائیکلوپیڈیا طبع اخیر جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۳ ابن الطفیل کا تذکرہ اسلامی لٹریچر مین کہین نہین ملتا، ابن خلکان، ابن ابی اصیبعہ، ابن العربی الملطی، قفطی، ابن صاعد اندلسی، فتح بن خاقان، اور مقری سب خاموش ہین، اور تعجب یہ ہے کہ آثار الادہار مین بھی جو متاخرترین تصنیف ہے کچھ نہین ہے، اور مشتبہات سے قطع نظر کرکے کم از کم اس لحاظ سے اسکا تذکرہ ضروری تھا کہ وہ وزیر اور شاعر تھا، ابن الابار اور عبد الواحد مراکشی کی کتابون تک میری دسترس نہین۔

ظل عاطفت مین علمی تربیت حاصل کی اور اسکی وساطت سے ابن رشد دربار مین آخری مناصب تک پہنچا، (یہ واقعات ابن رشد کی سوانحعمری مین بالتفصیل بیان ہوچکے ہین)

یہ مشہور ہے کہ ابن الطفیل ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن خود ابن الطفیل کا بیان ہے کہ مجھسے ابن باجہ کی ذاتی ملاقات نہ تھی، ہان اُسکی کتابون کا مطالعہ کیا کرتا تھا، (حوالہ ابن باجہ کی سوانحعمری مین گذرچکا ہی)

وہ فلسفہ مین گو ابن باجہ کے اس اصول کا پابند تھا کہ انسان کا عقلی کمال محض قوت نظری کے نشو و نما پر موقوف ہے، اور اس لحاظ سے اسکو بھی اسی فرقہ مین شمار کرنا چاہیئے جسمین ابن باجہ کا شمار ہے، لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ غزالی کی طرح عقلی فیصلون مین اُسکو بھی کچھ نقص نظر آنے لگا تھا، کیونکہ وہ جا بجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ عقلی فیصلے بھی گو صحیح ہوتے ہین اور مشاہدۂ ذوقی کے فیصلے سے مختلف نہین ہوتے، تاہم مشاہدۂ ذوقی سے انسان وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو عقل کو رکھ دھندے مین نہین دکھائی دیتا، لیکن مشکل یہ ہے کہ

> مشاہدۂ ذوقی سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے اسکو الفاظ کے قالب مین نہین ڈہال سکتے کیونکہ یہ پرشوکت و بلند معانی الفاظ کے جامہ مین آکر اس دنیا کے چلتے پھرتے اظلال و اشباح سے مشابہ ہوجاتے ہین، حالانکہ نفس حقیقت کے اعتبار سے اُنکو ان سے کوئی بھی تعلق نہین ہی یہی وجہ ہو کہ اکثر لوگ ادائے مطلب مین قاصر رہے، اور اکثرون نے اس راہ مین ٹھوکرین کھائی ہین[۲]

وہ مشاہدۂ ذوقی کو انسان کا آخری کمال سمجھتا ہے، لیکن باوجود اسکے عقل نظری کے احکام کو بھی غلط نہین سمجھتا بلکہ عقلی نشو و نما کو انسان کی تدریجی ترقی کی ایک ضروری کڑی خیال کرتا ہے، اس بنا پر اُسکا فلسفہ خالص مشائی فلسفہ نہین بلکہ اشراقیت اور مشائیت سے مل جل کر ایک نئی شکل ہے، یعنی اسکے فلسفہ کی بنا نہ مشائیہ کی طرح محض عقل نظری پر ہے، اور نہ اشراقیین اور صوفیہ کی طرح محض مشاہدۂ ذوقی پر

[۱] حی بن یقظان صفحہ ۵ [۲] ایضاً صفحہ ۶

بلکہ یہ ایک نیا فلسفہ ہے جسمین ابتداتو عقل نظری سے ہوتی ہے، لیکن آخری کمال کشف اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے،

فلسفہ مین اسکی بہترین تصنیف ایک فلسفیانہ قصہ ہے جسمین اس نے انسان کے ذہنی نشوونما کی تدریجی رفتار کو دکھایا ہے، اسکا عربی نام حی بن یقطان ہے، ایڈورڈ پوکاک نے پہلے پہل اسکی تصحیح کرکے خود تربیت یافتہ فلسفی کے نام سے ۱۶۷۱ء مین پھر ۱۷۰۰ء مین شایع کیا تھا، اسکے بعد فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ الجیریا سے ( ) نے ۱۹۰۰ء مین شایع کیا، اسکا ترجمہ فرانسیسی کے علاوہ انگریزی، جرمن، اسپینی، ڈچ اور اردو زبانون مین بھی ہوا ہے، چنانچہ ( ) نے ۱۷۰۸ء مین اسکا انگریزی ترجمہ شایع کیا، اور اسکے بعد دوسرا ایڈیشن بھی نکلا، اسپینی زبان مین اسکا ترجمہ سارا گوسا سے ۱۹۰۰ء مین ( ) نے شایع کیا،

اس رسالہ کے علاوہ اسکی دوسری تصنیف "اسرار الحکمۃ المشرقیہ" ہے، جو (بولاق) مصر مین ۱۸۸۲ء مین چھاپی گئی۔[1]

رسالہ حی بن یقطان کو عرب فلاسفہ کی دیگر تصنیفات مین جو خاص امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ گو زمانۂ حال کے دور ترقی مین تاریخی حیثیت کے سوا اور کوئی قدر و قیمت ان کتابون کی باقی نہین رہی، لیکن یہ رسالہ اپنے طرز نو اور مادۂ اجتہادی کی بدولت علمی دنیا مین ابتک قدر کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے اور گو رسالہ کے اصل نظریات تقویم پارینہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے، لیکن اسکا یہ حقیقی پہلو کہ انسان کی عقل کس طرح تدریجاً محسوسات سے معقولات کی جانب ترقی کرتی ہے، نہ صرف ذہنی تفریح کا مواد فراہم کرتا ہے بلکہ اس سے ایک حد تک دماغ کی فطری تربیت اور قوت مشاہدہ و نظر کے طریق نشوونما پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور اس بنا پر یہ افسانہ فلسفۂ تعلیم اور علم النفس کے نقطۂ نظر سے بھی

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۲ "ابن رشد"، رینان صفحہ ۶۰،

کافی اہمیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے علمی حلقون مین بیسیون پہلوؤن سے یہ رسالہ ابتک قابل مطالعہ خیال کیا جاتا ہے، خود ابن الطفیل رسالہ کا مقصد حسب ذیل پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے،

"فلسفہ کی تصنیفات کے مطالعہ سے مین نے تدریجاً عقلی ترقی کے منازل طے کئے، اور اب آخر مین اس حد پر پہنچا کہ کچھ کچھ مشاہدہ بھی ہونے لگا، لیکن یہ راہ اسقدر پرخطر ہے کہ اب بھی مین گمراہیون سے اپنے تئین مامون نہین خیال کرتا ہون، مین اس رسالہ مین ان تمام منازلِ ترقی کو یکے بعد دیگرے بیان کرونگا، جنکا طے کرنا انسان کے لئے لازمی ہے، میرے نزدیک یہ قطعاً ناممکن ہے کہ عقل نظری کے منازل کو چھوڑکر انسان ایک دم مشاہدہ کے رتبہ تک پہنچ سکتا ہے، اس بنا پر اگر مین ان کوائف کو بیان بھی کرون جو دوران مشاہدہ مین خود مجھپر طاری ہوتی رہین تو اول تو الفاظ کے ذریعہ سے انکو مین ادا نہین کرسکتا، دوسرے مبتدی کے لئے ناقابل فہم ہونے کے باعث اُن کا بیان کرنا بے سود ہے، ہان اگر عقل نظری کے منازل طے کرتا ہوا کوئی شخص ایک مدت تک صبر کے ساتھ کوشش کرتا رہے تو یقیناً اُسپر مشاہدہ کی کیفیات از خود طاری ہوسکتی ہین، لیکن اسکے لئے (جیسا کہ ابھی مین نے کہا) طویل جدوجہد، ریاضت ذہنی، صفاء النفس، اور فرط ذوق وشوق کی ضرورت ہے جو شاذونادر لوگون مین مجتمعاً پائی جاتی ہین[۱]"

غرض اس لحاظ سے کہ اس رسالہ مین انسان کی عقلی نشو ونما کی تصویر نہایت خوبی سے کھینچی گئی ہے یہ اس قابل ہے کہ دنیا کی تمام قومین اس سے ساوی حیثیت سے بہرہ اندوز ہوسکتی ہین، اسکے علاوہ پورا افسانہ چونکہ خود ایک فلسفیانہ نظریہ کی لطیف پیرایہ مین تشریح ہے، اسلئے فصاحت وبلاغت کی چاشنی کے ساتھ ہر ہر قدم پر اجتہاد فکری کی مثالین بھی بکثرت ملتی ہین،

دیگر فلاسفۂ اسلام کی طرح ابن الطفیل کا بھی بڑا مقصد علم اور مذہب مین تطبیق دینا ہو (دونون مین

---

[۱] حی بن یقظان صفحہ ۱۰،

صفائی کرانا ہے، لہذا جا بجا آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ مین ابن الطفیل بھی ابن سینا وغیرہ کی طرح اس عیب سے پاک نہین کہ آیات قرآنی کی بیجا تاویلون سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرلیتا ہے، اور صحیح و ضعیف حدیثون مین تمیز نہ کرنے کے باعث ہر طرح کے رطب و یابس احادیث سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے،

جہانتک خود اسکی تحریر سے پتہ چلتا ہے، اس افسانہ کے اختراع کا سہرا اسکے سر نہین بلکہ یہ ابن سینا کی کان فضیلت کا ایک گوہر بے بہا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"اگر تم حقیقت رسی چاہتے ہو تو حی بن یقظان اور ابسال و سلامان کا افسانہ سنو جو حقائق سے مالامال ہے اور جسکے اختراع کا فخر ابن سینا کو حاصل ہے[1]"

حاجی خلیفہ نے ابن سینا کی ایک تصنیف حی بن یقظان نامی کا تذکرہ کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اس نام کی ایک کتاب ابن الطفیل کی بھی یادگار ہے، ابو عبیدہ جوزجانی نے ابن سینا کی تصنیفات مین قصۂ ابسال و سلامان کا نام لیا ہے، غالباً یہ دونون کتابین ایک ہی ہین، تاہم قصۂ ابسال و سلامان کو ابن الطفیل کے قصہ حی بن یقظان سے کوئی مناسبت نہین، اور معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا سے ابن الطفیل نے کتابون کا نام صرف مستعار لیا ہے[2]۔

---

[1] حی بن یقظان صفحہ ۱۱، [2] ابن سینا کا یہ رسالہ نظر سے نہین گذرا، اور غالباً ناپید ہے، لیکن طوسی نے شرح اشارت مین پورا قصہ نقل کردیا ہے، جو بالاجمال ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:-

قدیم زمانہ مین ابسال و سلامان دو بھائی ایک وسیع مملکت کے بادشاہ تھے، سلامان بڑا تھا اور ابسال نے اسکے آغوش مین تربیت پائی تھی، ابسال جب بڑا ہوا تو حسن و جمال مین چاند کو شرمانے لگا، اور سلامان کی بیوی کا اسپر دل آگیا، چنانچہ ایک حیلہ سے اس نے وصل کی کوشش کی، لیکن ابسال کو چونکہ کوئی لگاؤ نہ تھا وہ اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے جنگ پر چلا گیا، سلامان کی بیوی تاک مین لگی تھی، اس نے جب دیکھا کہ (بقیہ برصفحۂ دیگر)

قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بحر ہند کے کسی غیر آباد جزیرے مین جہان شجر دلوان سے انسان کی نسل پیدا ہوتی ہے قدرت الٰہی سے ایک انسان نا حیوان حی بن یقظان تولد ہوا، سارے جزیرہ مین اسکی تربیت کا بظاہر کوئی سامان نہ تہا لیکن خدا نے محض اپنے فضل سے ایک ہرنی کو اسکی تربیت پر مامور کیا، یہ ہرنی اُسکو دودہ پلاتی، اور یہ بچہ ہرنی کے دوسرے بچون کے ساتھ دن بھر کہیلا کرتا تہا تاآنکہ یہ بڑا ہوا، اور پاؤن پاؤن چلنے لگا، اسکے سارے بدن پر بال تھے، یہ اپنے دوسرے ساتھیون کے دیکھا دیکھی چار ٹانگون کے بل چلتا تہا اور سیر و شکار مین مصروف رہتا تہا۔

(بسلسلۂ حاشیۂ صفحہ گذشتہ) میرا افسون کارگر نہین ہوتا تو افسران فوج کو درپردہ ملاکر ابسال کی فوج کو غارت کرانے کی کوشش کی، چنانچہ میدان مین فوجین ابسال کا ساتھ چھوڑ کر بہاگ کہڑی ہوئین، اور ابسال خود بھی بُری طرح زخمی ہوا، خدا کے کارخانے عجیب ہوتے ہین، ابسال ایک کفدست میدن مین پڑا کراہ رہا تہا، بدن زخمون سے چور چور تہا کہ ایک ہرنی اُسکو پیٹھ پر لاد کر اُٹھا لیگئی، کچھ دنون کے بعد جب وہ اس قابل ہوا کہ چل پھر سکے اور زخم مندمل ہوگئے تو گہر واپس آیا، یہان آکر جو دیکہا تو سارے کارخانے تتر بتر تھے، ملک دشمنون نے چھین لیا تہا، اور بہائی ایک گوشۂ تنہائی مین یاس و حرمان کی زندگی بسر کر رہا تہا، ابسال نے پہنچکر سلامان کو تسکین دی اور ایک لشکر جرار تیار کرکے دشمنون کو پامال کرنے گئی قسمت یاور تھی دن پھر گئے، اور مملکت واپس ملگئی، سلامان کی بیوی نے جو یہ دیکہا تو سخت پیچ و تاب کہانے لگی، اور توشہ خانہ کے کارندہ کو ملاکر ابسال کو زہر دلوادیا، ابسال کے مرنے کے بعد اب سلامان نے سب چھوڑ چھاڑ ایک گوشہ مین جا بیٹھا، اوران واقعات سے سخت متفکر تہا، اور اصلیت اُسکی سمجھہ مین نہین آتی تھی، لیکن خدا کے اُسکو قلب صاف عطا کیا تہا، چنانچہ اسکو الہام ہوا کہ یہ سب سازشین تیرے بیوی کی پیدا کردہ تہین وہ تیرے بہائی کی دشمن تھی، اور سازشون کا یہ سارا جال اُسی کا بچھایا ہوا تہا، یہ معلوم ہوتے ہی سلامان نے اپنی بیوی اور اسکے ساتھ کے تمام سازشیون کو قتل کرادیا۔"

یہ افسانہ نقل کرنے کے بعد طوسی اسکے رموز و اشارات کے حل کرنے من مصروف ہوگیا ہے (بقیہ بر صفحۂ دیگر)

ایک دفعہ اُسکو خیال پیدا ہوا کہ میرے اور ساتھیون کے جسم کی کہال نہایت سخت ہے اور اُن پر بڑے بڑے بالون کی روئیدگی ہوتی ہے جس سے وہ سردی اور گرمی کے اثر سے محفوظ رہتے ہین، لیکن میری کہال نہ انکی طرح سخت ہے، اور نہ اسپر اتنے گہنے بال ہین، اسکے علاوہ نامعلوم طریقہ پر اسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے اپنی ستر چھپانا چاہیئے، چنانچہ اب وہ ان فکرون مین مستغرق رہنے لگا کہ درختون کے پتون سے کسی طرح اپنی ضرورتین پوری کیجائین، اس نے یہ بھی دیکہا تہا کہ دوسرے جانورون کے دانت یا پنجے اس قسم کے ہوتے ہین کہ جانورون کو چیر پہاڑ کر اُن سے غذا حاصل کرنے یا درختون سے پتہ اُکہاڑنے وغیرہ مین اُنکو بڑی مدد ملتی ہے، لیکن مین ان تمام آلات وجوارح سے محروم ہون کہ اگر کوئی دشمن مجھپر حملہ کر بیٹھے تو مین ایک لمحہ اُسکے آگے ٹہر بھی نہین سکتا، عقل تیز فہمی اور تجارب پر عمل کرنے کا ملکہ راسخ تہا، اور حیوانات اپنی حالت پر قانع رہتے ہین، لیکن حی بن یقظان کے دل مین خلش تھی اس سے نچلا نہ بیٹھا جاتا تہا، اپنی ضرورتون کو خود پورا کرنے کا شوق دامنگیر تہا، اور جہان دیگر جاندار سالون اور برسون مین بڑہتے ہین، وہ لمحہ لمحہ اور گہڑی گہڑی مین بڑہتا تہا، اسپر مستزاد یہ کہ عقل کا آلہ ایسا اسکے

(بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) لیکن ابن الطفیل اور شیخ دونون کے قصون کو ملاکر دیکہنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہین، شیخ اس قصہ کے ذریعہ سے انسان کے قوای نفسانی کے انحطاط اور صفای باطن کے مدارج کو دکہانا چاہتا ہے، لیکن ابن الطفیل اسکے خلاف قوای نظریہ کے درجات کی تشریح کر رہا ہے، ایک کے پیش نظر انسان کی عملی حالت کے مراتب کی تشریح ہے، اور دوسرا انسان کے قوای ادراکیہ سے بحث کر رہا ہے، پہر کہان شیخ کے ابسال وسلامان اور کہان ابن الطفیل کے ابسال وسلامان، ابن الطفیل کا سلامان شریعت کا پابند اور التزام جماعت کی کوشش مین مصروف مبتلاے آلام اور ابسال اپنے وقت کا مباحث شیخ طریقت ہے ان دونون کے کیرکٹر کو شیخ کے ابسال وسلامان کے کیرکٹر سے کوئی نسبت ہی نہین، اس بنا پر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن الطفیل نے اپنے قصون کا مواد کہان سے اور کس حد تک ابن سینا سے اخذ کیا ہے، خود طوسی نے بھی غالباً ابن سینا کے اصل افسانہ کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اس نے سُنے سُنائے الفاظ مین قصہ کو نقل کر دیا ہے،

پاس تہا جو کسی کے پاس نہ تہا، چنانچہ اپنی صنعتگری طبع سے اس نے حیوانات کے اُن تمام آلات و جوارح کے جواب پیدا کئے، پتھر اور لوہے سے وہ ہتہیار کا کام لیتا، دن بھر انہیں اسلحہ سے شکار کرتا، اور کہاتا پیتا، درختوں کے پتوں کو نوچ کر ان سے اپنا لباس تیار کرتا، ان آلات و اسلحہ سے مزین ہوکر اب اسکی صورت و شکل ایسی ڈراونی ہوگئی کہ جنگلوں کے بہائم اور خونخوار جانور تک اس سے دہشت کہانے لگے،

اسی اثنا میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اُسکی آنکہوں نے کبھی نہ دیکہا تہا، یعنی اُسکی ماں یکایک مرگئی موت کا یہ پہلا سمان تہا جو اُسکی آنکہوں کے سامنے سے گذرا، ورنہ اس سے پہلے وہ قوت آزما مشاغل مین مصروف رہتا تہا، اور مظاہر قوت کے سوا اسکے ذہن مین یہ گمان بھی نہ گذرا تہا، کہ حیوان کے لئے کوئی بستر مرگ بھی ہے، اس حالت کو دیکہکر وہ ناچار رونے چلانے لگا، لیکن عقل نے نصیحت کی کہ رونا بیکار ہے، تدبیر سے کام لو اور ازالۂ علت کی کوشش کرو، تو شاید ماں کو اس حالت سے نجات ہو،

یہان سے اُسکا خیال اس مردہ جسم کی چیر پہاڑ اور تشریح کی جانب رجوع ہوا، وہ جانورون کو چیرنے پہاڑنے کا عادی تہا، یہ مشاقی اسوقت کام آئی اور اُس نے سارے جسم کو چیر چیر کر ایک ایک کونہ مین تلاش شروع کی کہ کونسا پرزہ بگڑ گیا ہے، معدہ، جگر، آنتین، پہیپہڑا، غرض ہر جانب ٹٹولا کہین کوئی بات نظر نہ آئی، تو یکایک قلب پر ہاتہہ پڑا اور دیکہا کہ یہ لنگر بےحس و حرکت ہے، اسکی حرکت کی حالت پہلے دیکہی نہ تھی، خیال گذرا کہ شاید اسکی تجویف کے اندر کچھ ہو، تجویفین جو کہولین تو وہ خالی نظر آئین، البتہ ایک دہوان سا اُڑتا ہوا نظر آیا، غرض بیچارے نے ہر طرف سراغ لگایا کہین سے گوہر مقصود ہاتہہ نہ آیا تو تہک کر بیٹھ رہا، لیکن اس واقعہ سے اُسکی طبیعت کی چالاکی جیسی جاتی رہی اور وہ دن بدن مجہول نظر آنے لگا، سیر و شکار کے مشاغل بھی رفتہ رفتہ کم ہوگئے، دیگر حیوانات پر جو اُسکا رعب بیٹھا ہوا تہا وہ بھی دن بدن زائل ہونے لگا، جسمانی کمزوریون کا یہ سبق روحانیت کا فتح باب تہا، اب دنیا سے اُسکی طبیعت ہٹ گئی، وہ زیادہ تر فکر و نظر مین محو و مستغرق رہنے لگا، باد و آب و آتش اور دیگر عنصریات پر

پہلے اسکی نظر پڑی، راز ہستی جب یہان بھی نہ کہلا تو افلاک اور ملاءاعلی کے نظم و ترتیب پر غور شروع کیا اور رفتہ رفتہ مادیات سے گذر کر روحانیت مین اُسکی عقل سرگرم گردش رہنے لگی، اسی حالت مین قدم لم کے مسلکا اُسپر انکشاف ہوا، خدا کی ذات و صفات کے متعلق اسکے معلومات مین وسعت پیدا ہوئی، لیکن باوجود اسکے اب بھی کسی بات پر تسکین نہوتی تھی، اور اُسکی عقل سراپا تحیر تھی، اتفاقاً ایک روز جبکہ وہ اپنے غار کی جگت پر بیٹھا راز ہستی کے کشف و انکشاف مین سرگردان و حیران تہا، اسپر ایک حالت بین النوم والیقظہ کی طاری ہوئی اُسکے ہوش اُڑ گئے، بصیرت پر سے پردے اُٹھگئے اور وہ ملاءاعلی کی سیر کرنے لگا، یہان اس نے وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نہین دکہائی دیا تہا، لیکن یہ حالت ایک لمحہ مین زائل ہوگئی، یہ نئی لذت شہود تھی جس سے وہ آشنا ہوا تہا، اب اُسکو ہردم اسی کیفیت کے طریان کا انتظار رہتا، اُسکو یہ معلوم نہ تہا کہ یہ کیفیت پھر کیسے طاری ہوسکتی ہے، بہت سوچتے سوچتے یہ پتہ لگا کہ اگر جسمانی شہوت سے بلکلیہ ہاتھ اُٹھا لیا جائے تو روحانیت مین ترقی ہوجانے کے باعث یہ کیفیت اکثر طاری ہونے لگیگی، اور کیا عجب ہے کہ اسی طرح اسمین ثبات و قیام بھی پیدا ہوجائے چنانچہ اُس نے عہد کرلیا کہ ہمیشہ روزے رکہونگا اور غار کے گوشۂ عافیت سے کبھی نہ نکلونگا، یہ عادت کچھ ہی دنون ڈالی تھی کہ یکایک آسمان کے دروازے اُسپر کہل گئے، اور زمین کے طبقات اُسپر روشن ہوگئے ہرطرف اُجالا ہی اُجالا تہا، ظلمت جہل کافور ہوگئی، اور ساری کائنات مشہود ہوکر اُسکی نگاہ کے سامنے پھرنے لگی،

جس جزیرہ مین وہ تنہا بسر کرتا تہا اُسکے قریب ایک دوسرا آباد جزیرہ اور تہا، جہان کے باشندے تہذیب و تمدن مین فائق اور شریعت الٓہی کے پابند و متبع تھے، وہان خدا کے دو نیک بندے ابسال و سلامان بھی رہتے تھے، ان مین سے ابسال کو عزلت گزینی پسند تھی، اور سلامان باہمی میل و جول اور نظام معاشرت کا طرفدار تہا، لیکن دونون کو نافرمانی کفر و عصیان سے قطعی نفرت تھی، اُنکی قوم روسیاہ تھی اور یہ دونون بہائی سمجہاتے سمجہاتے تنگ آگئے تھے، جب کوئی تدبیر بن نہ پڑی تو خیال

پیدا ہوا کہ کسی غیر آباد جزیرہ مین چل کر عبادت الٰہی مین لبسر کرنا چاہیئے، چنانچہ ایک کشتی مین سوار ہوکر اس جزیرے مین اُترے، جہان حی بن یقظان بود و باش رکہتا تہا، یہان اُترکر انھون نے دیکہا کہ ایک جنگل دور تک چلا گیا ہے، جہان نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد، یہ دیکہکر یہ لوگ گھبرا گئے، لیکن دور سے حی بن یقظان دوڑتا ہوا انکو نظر آیا، اسکی شکل عجیب و غریب تھی، اعضا آدمیون کے سے تھے، چارون ٹانگون کے بل دوڑ رہا تہا، رؤین تن اور بہائم صفت انسان ناخن بڑے بڑے بال گہنے اور لٹکتے ہوئے، یہ دیکھکر انکو اور خوف معلوم ہوا، ناچار بہاگے اور حی بن یقظان انکے پیچھے دوڑا، پہلے تو سمجھتے رہے کہ کوئی بلا ہے، لیکن جب ہر وقت کا آمنا سامنا ہوا تو دہشت کم ہونے لگی، اور ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے، اب رفتہ رفتہ انکو پتہ چلا کہ یہ حیوان نما انسان ہے، اور معرفت اور معلومات مین ہم سب سے آگے ہے، مشکل یہ تھی کہ حی بن یقظان کو انسان کی بولی نہ آتی تھی، ان دونون نے رفتہ رفتہ اُسے آدمی بنایا، اسکی شکل درست کی، بال مونڈے، نہلایا دہلایا، پہننے کے لئے کپڑے دیئے، غرض نک سک سے درست کرکے اُسکو تمدن کے آداب سکہائے، جسمانی و دماغی تربیت کے مراحل تو وہ پہلے ہی طے کر چکا تہا، تیز گامی، شہسواری اور شکار مین اسکا کوئی ہمسر نہ تہا، غور و فکر اور تدبیر و حکمت مین اپنا آپ ہی نظیر تہا، قوت مشاہدہ، حضور ذہن استغراق، و کشف صبر و تحمل وغیرہ مین بیمثل تہا، لہذا ان دونون بہائیون نے پوری قوت سے اُسکو شروع تمدن سکہلائے، اور اپنی زبان کے مشق کرانے کی کوشش کی جنکو اُس نے بہت جلد سیکھ لیا، اب تینون یکجا رہنے لگے، ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات تک نوبت پہنچی، ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوئی، پتہ لگا کہ تینون کے خیالات متحد ہین، حی بن یقظان فلسفی تہا، ابسال صوفی اور سلامان علوم ظواہر کا ماہر، اب تینون مین یہ مشورہ قرار پایا کہ ابسال و سلامان کے جزیرہ مین چل کر دعوت الی المعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دینا چاہیئے، چنانچہ ان تینون نے یہ سفر اختیار کیا، اور وہان جاکر لوگونکو راہ حق کی دعوت دینا شروع کی، لیکن انجام کار جب مایوس ہوئے تو اپنی پہلی قیام گاہ پر

پھر واپس آئے، اور بقیہ عمر عبادت الٰہی مین گذاردی، پھر نہ معلوم ہوا کہ ان تینون کا کیا حشر ہوا اور کب تک زندہ رہے[1]۔

[1] اس افسانہ کی پیچ پیچ کی کڑیون کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ یکسر دروس فلسفہ ہیں، آخر مین نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ فلسفہ و تصوف اور شریعت سب کا منبع ایک ہے، اور ایک کمل نظام تمدن کے لئے تینون کی یکسان ضرورت ہے، ابن الطفیل کے اس افسانہ کو ابن باجہ کے "گوشہ نشین" انسان کی نظری دنیا سے کسقدر شابہت ہے،

مسئلہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلسٍ واحدٍ

(۱)

ازمولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دارالمصنفین

(۱) انسان کے لئے اسکی ازدواجی زندگی مین کبھی ایسے اوقات بھی آتے ہین، جب زن وشو کی قطعی جدائی ضروری ہوجاتی ہے، لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے مواقع بہت اہم نازک اور اسلئے سخت قابل احتیاط ہوتے ہین، مذاہب عالم جنکا اصلی ومشترک مقصد انسان کی دینی و دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے، اُنھون نے اس بارہ مین مختلف راہین اختیار کی ہین، موجودہ دین مسیحی مین طلاق ایک معمولی درجہ کی چیز ہوکر رہ گئی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج اُسکے پیرو اسکی کثرت وعموم سے گھبرا اُٹھے ہین، دوسری طرف اس دنیا مین ایسے مذاہب بھی موجود ہین جنمین طلاق مطلقاً حرام ہے، اس بناپر ایک مرد جسکی زندگی اُسکی شریک زندگی بیوی کی ناموافقت مزاج وحالات سے اسکے لئے عذاب الیم ہوگئی ہو اور وہ دل سے چاہتا ہو کہ اس مصیبت سے نجات پائے، لیکن محض اسلئے اسکو تادم مرگ اسمین مبتلا رہنا پڑتا ہے کہ اسکے مذہب نے کسی حالت مین بھی اس سے چھوٹنے کی اجازت نہین دی۔ اسلام دین فطرت ہے اسلئے وہ اس افراط وتفریط سے بالکل علٰحدہ ہے، اس مسئلہ مین اسکی راہ ان دونون کے بیچ بیچ مین ہے، جسکی نسبت یہ علانیہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاہراہ ہے جسپر چل کر انسان اپنے دامن حیات کو ناخوشگواریون اور رازنیون کے خار زار سے ہر طرح محفوظ ومصئون رکھہ سکتا ہے،

(۲) طلاق کی نسبت اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان ناگزیر حالات مین جب زن وشو کی تلخکام

زندگی تفریق و جدائی کے سوا اور کسی طرح بھی خوشگوار بن ہی نہین سکتی ہو، تو اُسوقت طلاق کے جواز سے کام لیکر زندگی کی کلفتون کو دور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس نازک حالت کے سوا اور حالات کے لئے اسکی تعلیم یہ ہے کہ الطلاق ابغض المباحات (طلاق ایک مکروہ ترین امر جائز ہے) اسلام کی اس تعلیم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی نظر ایک نہایت دقیق نکتہ تک پہنچی ہے یعنی یہ کہ طلاق کو مطلقاً ناجائز ٹھہرانا جسقدر مضر نتائج پیدا کر سکتا ہے، اسی قدر بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی برے نتائج اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز قرار دینے سے بھی پیدا ہو سکتے ہین، یہ وہ لطیف نکتہ ہے جس تک دوسرے ارباب مذاہب کی نظرین جنھون نے اُسکو مطلقاً ناجائز قرار دیا یا اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز ٹھہرایا سیکڑون اور ہزارون برس کے بعد پہنچی ہین، بانی اسلام نے اپنی اسی نکتہ رسی کی بنا پر اس مسئلہ مین بہت سی قیود اور شرطین لگائین اور اس بارہ مین اپنے پیروؤن پر بہت سی مفید پابندیان اور اہم ذمہ داریان عاید کی ہین،

(۳) یہان پر مسئلۂ طلاق کے پوری تفصیل و تشریح مقصود نہین، بلکہ اسکی ایک خاص صورت کی توضیح مقصود ہے، وہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی خاص حالت کے زیر اثر ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین پے درپے یہ جملہ تین مرتبہ اپنی بیوی سے کہدیا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو کیا وہ بیوی اسپر حرام ہوجائیگی، اور یہ طلاق طلاق بائن ہو گی؟ اصل اور غیر مختلط احکام شریعت کے لحاظ سے تو یہ سوال نہایت سہل اور صاف تھا، لیکن ائمہ و مجتہدین کے تخالف اقوال اور پھر متاخرین علما کے متشددانہ اختلاف رائے نے اس مسئلہ کو خاص طور پر پیچیدہ کر دیا ہے، اسلئے مین اس موقع پر تقریباً دونون قسم کی رائین اور ان کے دلائل لکھکر دلائل کی قوت کو نمایان کرونگا تاکہ جو پیچیدگیان واقع ہوگئی ہین وہ رفع ہوسکین اور اصل مسئلہ واضح ہو، اس قسم کے واقعات جو اتفاق سے کبھی کبھی پیش آجاتے ہین وہ لوگون کی ناواقفیت یا ایک ناصحیح مذہبی تخیل کی بنا پر افسوسناک صورت اختیار کرلیتے ہین،

یہ ایک نہایت شدید دینی ضرورت ہے کہ اُسکا حتی الامکان انسداد کیا جائے ۔

اسلام مین اصل شے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم ہے، اسکے بعد اقوال و اعمال صحابۂ کرام اور اُن کے بعد ائمہ و علمائے دین کے فتوی اور رائین، خوش قسمتی سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے متعلق ان تمام چیزون مین تصریحات ملتی ہین، ہم بہ ترتیب درجہ بدرجہ اس موقع پر ان تمام تصریحات کو جمع کردیتا ہون، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ معلوم ہو چکا کہ اسلام کی نظر مین ازدواجی زندگی ایک نہایت نازک آبگینہ ہے، جسکے محافظت کے فرائض نہایت اہم ہین، اِسلئے ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آبگینہ کو چور چور کردینے والی شے طلاق پر عمل پیرا ہونے کے لئے انسان کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور اسکے تمام نتائج پر غور و فکر کرلینے کا موقع دیا جانا چاہیئے، قرآن مجید کا غور و تدبر بھی ہمین اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ اللہ تعالے نے اس مسئلہ مین تعجیل اور زود پسندی کی بالکل اجازت نہین دی، سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق مین اس مسئلہ کے تمام تفصیلی احکام مندرج ہین، قرآن مجید مین طلاق کی جو صورت بتائی گئی ہے وہ یہ کہ پوری مدت طلاق زمانۂ عدت، یا تین طہر یا تین حیض کا زمانہ ہے، اس مدت مین بہ تفریق طلاق دینا چاہیئے، دو مرتبہ طلاق دے چکنے تک مرد کو رجعت کا حق حاصل رہتا ہے، یعنی اسکے بعد بھی اگر وہ اپنی بیوی کو زوجیت مین رکھنا پسند کرے تو رکھ سکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ طلاق دیدینے کے بعد وہ اسپر اُسوقت تک کے لئے حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ دوسرا شخص اس مطلقہ عورت سے نکاح کرکے اُسکو طلاق نہ دیدے، یا خود وہ شخص مر نہ جائے، سورۂ طلاق مین ہے،

یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ،	اے نبی، تم مسلمان جب عورتون کو طلاق دو تو اُنکو اُنکی عدت کے زمانہ مین طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو،

. . . .

لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف،

تم نہین جانتے شاید اللہ اسکے بعد کوئی اچھی حالت پیدا پیدا کردے، پس جب عورتین اپنی عدت کے خاتمہ کو پہنچ جائین تو یا تو انہین حسن سلوک کے ساتھ رکھو یا اچھی طرح رخصت کردو،

سورۂ بقرہ مین ہے،

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء ....

اور جن عورتون کو طلاق دیجائے وہ اپنے آپکو تین طہر کی مدت تک روکے رکھین ....

وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا،

اور اس مدت مین انکے شوہر انکے واپس لینے کے دوسرون سے زیادہ حقدار ہین اگر وہ صلاح کی راہ اختیار کرلین

یہ آیتین اس بات کا غیر مشتبہ ثبوت ہین کہ اللہ تعالے نے ایک مسلمان کے لئے طلاق کی صحیح صورت یہی تجویز کی ہے کہ وہ تین طہر یا تین حیض کی مدت مین بتدریج ایک ایک طلاق دے اور اس اثنا مین تیسری طلاق سے پہلے اگر وہ رجعت کرلینا چاہے تو اپنی بیوی کا سب سے زیادہ مستحق وہی طلاق دینے والا شوہر ہے، طلاق کی اس طویل مدت مین تقسیم و تفریق اسی لئے ہے کہ اس مدت مین فریقین کو آیندہ واقعات و حالات اور طلاق کے نتائج پر غور کرلینے اور انکو اچھی طرح سمجھہ لینے کا کافی موقع ملے، طلاق کی اسی صورت کو اللہ تعالے نے سورۂ بقرہ کی ایک دوسری آیت مین اور زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے،

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ......

طلاق دو مرتبہ ہے اسکے بعد یا تو حسن سلوک کے ساتھ رکھنا ہے یا خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردینا ....

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد

پس اگر تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو وہ اسکے لئے اسوقت

حتی تنکح زوجا غیرہ، — تک حرام ہے جبتک اس سے دوسرا شخص شادی کر چکے،

سورۂ طلاق والی آیت مین "واحصوا العدۃ" کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیتین طوالت کی وجہ سے لکھی نہین گئین، اُنکے احکام یہ ہین کہ اس مدت مین عورتون کو بغیر کسی سخت ضرورت شرعی کے گھر سے نکلنے نہ دو، اور سورۂ بقرہ کی اس دوسری آیت مین باحسان کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیات کے احکام یہ ہین کہ جو کچھ تم نے اُنکو دیا ہے اُسکو واپس لے لینا تمھارے لئے جائز نہین، ان احکام کے بعد دونون سورتون کی بقیہ آیات محذوفہ مین یہ مشترک حکم ہے کہ یہ عدت مین طلاق دینا، عدت کا شمار کرنا، عورتون کو اس زمانہ مین گھر سے نکلنے نہ دینا" یا دوسری آیت کے مطابق جو کچھ انکو دیا ہے اُسکو واپس نہ لینا" اللہ تعالےٰ کی قائم کی ہوئی حدود ہین جن سے تجاوز کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہین، اور جو شخص تجاوز کریگا وہ اپنے نفس پر ظلم کریگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت مین بتدریج طلاق دینا اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد ہے جس سے تجاوز کرنیوالا ظالم ہے۔

انہی آیات قرآنی کی بنا پر ائمہ وعلماے امت مین سے حضرت امام احمد کا قول ہے،

تدبرت القرآن فاذا کل طلاق فیہ	مین نے قرآن مجید مین بہت کچھ غور وفکر کیا اسمین مدخولہ
فہو الطلاق الرجعی یعنی طلاق المدخول	سے متعلق جتنی طلاقین پائین، ان مین سے ہر طلاق رجعی ہے
بہا غیر قولہ تعالی (فان طلقہا فلا	الّا یہ اس آیت کی طلاق مستثنیٰ ہے (پس اگر اس نے تیسری
تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ)	مرتبہ طلاق دیدی تو وہ عورت اسکے لئے اسوقت تک حرام ہے
(فتاوی ابن تیمیہ)	جبتک دوسرا شخص اس سے شادی نہ کر چکے)

آیات قرآنی کی ان تصریحات کے سلسلہ مین حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ طلاق کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم کا واضح ارشاد کتب صحاح، سنن اور مسانید سب مین مندرج ہے،

ان ابن عمر طلق امرأته وھی حائض	ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دی، حضرت
فذکر عمر ذلک لرسول اللہ صلعم	عمرؓ نے اس واقعہ کا رسول اللہ صلعم سے تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا
فقال مُرہ فلیراجعھا حتی تحیض ثم	اسے کہو کہ رجعت کرلین یہانتک کہ وہ پھر حائض ہو اور پھر
تطھر ثم تحیض ثم تطھر ان شاء امسکھا	پاک ہو اور پھر حائض ہو اور پھر پاک ہو، اسکے بعد انکو اختیار ہے
وان شاء طلقھا قبل ان یمسھا فتلک	چاہین وہ اسکو اپنی زوجیت مین رکھین یا اسکو چھونے سے پہلے
العدۃ التی امر اللہ ان یطلق	اسکو طلاق دیدین، اسلئے کہ یہی وہ عدت ہے جسمین عورتونکو
فیھا النساء،	طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے ہمین حکم دیا ہے،

حدیث کا شان نزول اگرچہ واقعہ طلاق حائض ہے، لیکن اسمین رسول اللہ صلعم نے طلاق دینے کی جو صورت تفصیل سے بیان فرمائی ہے، میرا اصلی مقصود وہی تفصیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی آیتون سے طلاق کی جو صورت ظاہر ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم سے اسکی یہ نہایت غیر مشتبہ تفسیر و تشریح ہے اور یہی وہ طلاق ہے جسکو طلاق سنّی (یعنی مسنون طریقہ طلاق) کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ جتنی صورتین ہین سب طلاق بدعت مین داخل ہین، حضرت ابن عمر کا یہی واقعہ ایک اور روایت مین ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے،

بلغ ذلک رسول اللہ صلعم فقال	یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عمر
یا ابن عمر ما ھکذا امرک اللہ تعالیٰ	تمکو اللہ تعالیٰ نے اسطرح حکم نہین دیا، تم نے سنت مین
انک اخطأت السنۃ والسنۃ ان تستقبل	غلطی کی، سنت یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو اور ہر طہر مین
الطھر فتطلق لکل قرء (نیل الاوطار)	ایک طلاق دو،

اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے کہ

کان ابن عباس یروی انما الطلاق عند کل طھر (زاد المعاد)	ابن عباس روایت کرتے ہین کہ طلاق ہر طہر کے زمانہ مین ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زن و شو کی تفریق کو شریعت اسلامیہ نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ اس رشتہ کا ٹوٹنا بجز مخصوص حالات کے بالکل جائز نہین رکھتی، اسلئے طلاق ایک ایسی جائز شے ہے جس سے عموماً بچنا چاہیئے، البتہ جب کبھی ناقابل برداشت اور زندگی کو تلخ و ناخوشگوار بنا دینے والے حالات پیدا ہو جائین تو پھر ایسی حالت مین بتدریج آیندہ کے تمام حالات اور اُنکے نتائج پر غور و فکر کر لینے کے بعد وہ اپنے پیرو کو اسپر عمل پیرا ہونے کی اجازت دیتی ہے، زن و شو کے انقطاع تعلقات کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین سحر کی مذمت بیان فرمائی تو اُسکا سب سے مکروہ ترین اثر یہ ظاہر کیا کہ

ویتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ

اور ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے ہین جسکے ذریعہ سے زن و شو مین تفرقہ پیدا کر دیتے ہین،

ایک روایت مین حضرت جابرؓ سے مروی ہے،

عن النبی صلعم ان ابلیس ینصب عرشہ علی البحر ویبعث سرایاہ فاقربھم الیہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ فیاتیہ الشیطان فیقول مازلت بہ حتی فعل کذا، حتی یاتیہ الشیطان فیقول مازلت بہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ فیدنیہ منہ ویقول انت انت ویلتزمہ،

نبی صلعم سے روایت ہو کہ ابلیس پانی پر تخت بچھا کر اپنی ذریات کو ہر طرف بھیجتا ہے، ان شیاطین مین سے از روے قدر و منزلت ابلیس سے قریب تر وہ شیطان ہوتا ہو جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہو، ابلیس کے پاس ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہو کہ مین فلان شخص کے پیچھے پڑا اور اس نے فلان کام کیا اسی طرح ایک اور شیطان آتا ہو اور کہتا ہو کہ مین نے فلان شخص کا پیچھا اسوقت تک کیا جب اسمین اور اسکی بیوی مین جدائی پیدا ہو گئی، پس ابلیس اُسکو اپنے قریب کر لیتا ہو اور اُسکو اپنے سے چمٹا کر یہ کہتا ہے کہ تو تو ہے،

ایک اور حدیث صحیح مین ہے،

عن النبی صلعم انہ قال ایما امرأۃ سألت زوجھا الطلاق من غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ

نبی صلعم سے مروی ہو کہ جس عورت نے بغیر کسی سبب کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی اُسپر جنت کی خوشبو حرام ہے،

پہلی حدیث مین تفریق زوجین کی فتنۂ عظیم سے تعبیر اور دوسری روایت مین بغیر کسی سبب کے طلاق خواہ عورت پر جنت کی حرمت، شریعت کی نگاہ مین طلاق کی اہمیت و استکراہ کو اچھی طرح ظاہر کرتی ہے،

تصریحات احادیث نبوی

اب ان تصریحات کے بعد اصل مسئلہ کے متعلق روایات صحیحہ کی بنیاد پر یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اس بارہ مین اپنی جہالت و بیخبری سے جلدی کی اور ایک ہی مجلس مین مسلسل تین طلاقین دیدین تو آخر کیا ہو؟ روایات کا تتبع یہ ظاہر کرتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کی دو صورتین ہین، ایک یہ کہ ایک ہی لفظ مین تین طلاقین جمع کیجا ئین، مثلاً یہ کہ مین نے تمکو تین طلاقین دین، یا یہ کہ تین طلاقین ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین یکے بعد دیگرے دیجائین، گو یہ دونون صورتین قرآن مجید کے اصل منشا کے بالکل خلاف ہین، کیونکہ اس سے تو تین طلاقون کی تین طہر مین تقسیم و تفریق مستفاد ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم کو اجماع طلاق ثلثہ کے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ غضبناک ہوئے، سنن نسائی وغیرہ کی روایت ہے،

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلعم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات جمیعاً فقام غضبان فقال ایلعب بکتاب اللہ و انا بین اظھرکم

محمود بن لبید سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم کو ایک ایسے شخص کی خبر دیگئی جس نے تین طلاقین ایک ساتھ اپنی بیوی کو دین آپ یہ سن کر غصہ مین کھڑے ہوگئے، اور یہ فرمایا کہ میری موجودگی مین خدا کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے

حتی قام رجل فقال یا رسول الله الا اقتله،

یہانتک کہ ایک شخص مجلس سے اٹھا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا مین اسکو قتل نہ کر ڈالون۔

لیکن بہرحال اگر اسکے خلاف کبھی کسی سے عمل ہو جائے تو ناگزیر طور پر یہ بحث پیدا ہوتی ہی کہ اس صورت مین حکم و فیصلہ کیا ہوگا؟ اسمین تو اکثرون کا اتفاق ہے کہ تین طلاقون کا ایک لفظ مین جمع کرنا حرام ہے، لیکن اختلاف اسمین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت کی یہ تصریح ملتی ہے کہ ایسی حالت مین طلاق واقع تو ہوگی لیکن صرف ایک طلاق رجعی ہوگی ابوجعفر احمد بن محمد مغیث نے اپنی کتاب (المقنع فی اصول الوثائق وبیان مافی ذلک من الدقایق)) مین لکھا ہی

وطلاق البدعة ان یطلقها ثلاثا فی کلمة واحدة فان فعل لزمه الطلاق ثم اختلف اہل العلم بعد اجماعهم علی انه مطلق کم یلزمه من الطلاق فقال علی بن ابی طالب وابن مسعود رضی الله عنهما یلزمه طلقة واحدة وکذا قال ابن عباس رضی الله عنه (فتاوی ابن تیمیہ)

اور طلاق بدعت یہ ہی کہ کلمۂ واحد مین تین طلاقین دیجائین پس اگر ایسا کسی نے کیا تو طلاق یقیناً واقع ہوگی البتہ ارباب علم نے وقوع طلاق پر اجماع کے بعد اسمین اختلاف کیا ہے کتنی طلاقین واقع ہونگی؟ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ نے کہا ہی کہ ایک طلاق پڑیگی اور ایسا ہی حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے۔

اسی طرح مجلس واحد مین جمع تطلیقات ثلاثہ بھی طلاق رجعی کا حکم رکھتا ہے، اس بارہ مین صحیح و محفوظ روایتین حسب ذیل ہین،

حدثنا سعید بن ابراهیم حدثنا ابی عن ابن اسحق حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمه مولی ابن عباس قال طلق رکانه بن عبد یزید اخو المطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا قال فسأله رسول الله صلعم

سعید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی۔۔۔ عکرمہ مولی ابن عباسؓ مروی ہو کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقین یک جلسہ دین اور اس واقعہ پر وہ بہت غمگین ہوئے، رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا تم نے کسطرح طلاق دی انھون نے کہا تین طلاقین دین، رسول اللہ صلعم نے

كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فقال في مجلس
واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت
قال فراجعها (مسند احمد بن حنبل)

قال ابوداؤد حدثنا احمد بن صالح ثنا
عبد الرزاق ابن ابي جريج قال اخبرني
بعض بني رافع مولى رسول الله صلعم عن
عكرمة عن ابن عباس قال طلق عبد يزيد
ابو ركانة واخوته ام ركانة ثلاثا ونكح امرأة
من مزينة فجاءت النبي صلعم فقالت ما يغني
عني الا كما تغني هذه الشعرة لشعرة اخذتها من راسها
ففرق بيني وبينه فاخذت النبي صلعم حمية
فدعا بركانة واخوته ثم قال لجلسائه الا
ترون ان فلانا يشبه منه كذا وكذا من
عبد يزيد وفلانا منه كذا وكذا قالوا نعم
قال النبي صلعم لعبد يزيد طلقها ففعل ثم قال
راجع امرأتك ام ركانة واخوته فقال اني طلقتها
ثلاثا يا رسول الله قال قد علمت راجعها وتلى
يا ايها النبي اذا طلقتم النساء
فطلقوهن لعدتهن ،

پوچھا کیا بیک جلسہ؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ تو ایک
طلاق ہے، پس اگر چاہو تو رجعت کرلو، راوی کہتا ہے اسکے
بعد رکانہ نے رجعت کرلی،

ابوداؤد نے کہا ... عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت
کرتے ہیں کہ رکانہ اور اسکے بھائیوں کے باپ عبد یزید نے
ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں اور قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے
شادی کرلی، وہ عورت رسول اللہ صلعم کے پاس آئی اور ایک
بال اپنے سر سے توڑ کر یہ کہا کہ عبد یزید میری اتنی ضرورت
بھی پوری نہیں کرسکتے جتنی کہ یہ بال کرسکتا ہے اسلئے
مجھ میں اور اُن میں آپ تفریق کرا دیجئے یہ سن کر رسول اللہ
صلعم کو غیرت آئی اور آپ نے رکانہ اور اسکے بھائیوں کو
بلواکر حاضرین مجلس سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ لوگ عبد یزید سے
فلاں فلاں چیزوں میں مشابہ نہیں ہیں، لوگوں نے کہا ہاں
یا رسول اللہ صلعم، پھر رسول اللہ صلعم نے عبد یزید سے کہا کہ
اسکو طلاق دیدو اور اپنی بیوی ام رکانہ سے رجعت کرلو
عبد یزید نے کہا میں نے اسکو تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا
ہاں میں جانتا ہوں رجعت کرلو، یہ فرما کر حسب ذیل آیت
تلاوت فرمائی، "اے نبی تم مسلمان جب عورتوں کو طلاق دیا کرو
تو انکی عدت کے زمانہ میں طلاق دو۔"

اس روایت مین اگرچہ فی مجلس واحد کی تصریح نہین، لیکن آنحضرت صلعم کا آیت یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء (الخ) تلاوت فرمانا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد تھی، ورنہ رسول اللہ صلعم ہرگز یہ آیت اس موقع پر تلاوت نہ فرماتے، کیونکہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کے بغیر یہ آیت بالکل بے جوڑ سی ہو جاتی ہے،

لیکن ان روایتون سے زیادہ صاف اور واضح صحیح مسلم اور ابوداؤد کی یہ روایتین ہین۔

عن طاؤس عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلعم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرا کان لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم

وفی روایة ان ابا الصهباء قال لابن عباس هات من هناتک الم یکن طلاق الثلاث علی عهد رسول الله صلعم وابی بکر واحدة قال قد کان ذلک فلما کان فی عهد عمر تتابع الناس فی الطلاق فامضاه علیهم واجازه،

طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم اور عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم رکھتی تھین لیکن کثرت طلاق کی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ لوگون نے اس معاملہ مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی اور آسانی تھی پس مین اگر اسکو نافذ کر دون تو بہتر ہے اسکے بعد سے اسکو نافذ کر دیا۔

ایک روایت مین ہے کہ ابوالصہبا نے حضرت ابن عباس سے کہا جو کچھ آپکو معلوم ہو اُسکو بیان کیجئے کیا تین طلاقین رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ مین ایک نہ تھین حضرت ابن عباس نے کہا ہان ایسا ہی تھا لیکن جب عمر بن الخطاب کے زمانہ مین لوگون نے کثرت سے تین طلاقین دینا شروع کین تو انھون نے انکو نافذ کر دیا

یہ روائتین نہایت تصریح سے ہمین یہ بتاتی ہین کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق، اور عہد خلافت عمر کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر تین طلاقین جو بیک جلسہ و بیک وقت دیجاتی تھین ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تھین، اور شوہر کو حق رجعت حاصل رہتا تھا، وان ہذا لھو الحق المبین۔

(باقی)

مولانا جامی کے خط پر ایک نظر

از مولوی محمد محفوظ الحق صاحب بی، اے

معارف کے اکتوبر نمبر مین مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے خط کی عکسی تصویر اور اسکے ساتھ پروفیسر شیخ عبد القادر ایم، اے کی دلچسپ تحریر بھی نظر سے گذری، لیکن وہ مضمون چونکہ بہت مختصر ہے اور اسمین بعض فروگذاشتین بھی ہین، اسلئے یہ چند سطرین لکھ رہا ہون کہ ناظرین معارف کی بعض غلط فہمیان جو اسکے پڑھنے سے پیدا ہوگئی ہین دور ہوجائین اور ساتھ ہی وہ باتین بھی جنکا فاضل مضمون نگار نے اختصار کے سبب سے ذکر نہین کیا سلسلۂ بیان مین آجائین۔

پروفیسر عبد القادر صاحب نے پروفیسر براؤن کی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد صفحہ ۵۰۹ سے حسب ذیل بیان نقل کیا ہے، کہ "مولانا جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ان کے کلیات کا ایک نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، اور جسکا مفصل ذکر فاضل مستشرق بیرن وکٹر روزن نے اپنی ایک ضخیم تالیف مین کیا ہے، جسمین مولانا کے خط کی عکسی تصویر ۱۸۸۶ء مین شایع کی ہے جسکی یہ نقل ہے"۔ اس اقتباس سے جو ضرورت سے زیادہ مختصر اور بظاہر ترجمہ معلوم ہوتا ہے، بہت کچھ اشتباہ ہوسکتا ہے، اصل یہ ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ (موجودہ پٹروگراڈ، پایہ تخت روس) مین مشرقی زبانون کی کتابون کا ایک نادر ذخیرہ ہے جسمین قلمی فارسی کتابون کی بھی ایک کافی تعداد ہے، مشہور مستشرق ڈاکٹر روزن نے ان قلمی (فارسی) کتابون کی ایک فہرست تیار کی ہے، جسکا ایک نسخہ کلکتہ کی امپریل لائبریری مین ہے، اور وہ اسوقت میرے پیش نظر ہے، افسوس ہے کہ مین اس فہرست کی (جرمن) زبان سے نابلد ہون اسلئے اسکا اقتباس پیش کرنے سے مجبور ہون، بہر کیف! ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مذکورہ بالا کتاب

کسی موضوع خاص پر کوئی "ضخیم تالیف" نہین بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ کے مشرقی کتبخانہ کی قلمی فارسی کتابون کی فہرست ہے، اسکے اخیر مین مولانا جامی کے خط کا عکس لیتھو مین چھاپکر لگایا گیا ہے، اور اسی کا فوٹو پروفیسر براؤن نے اپنی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد مین شائع کیا ہے۔

پروفیسر براؤن کا بیان ہے کہ مولانا جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا اُنکے کلیات کا نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، لیکن یہ غلط ہے، سینٹ پیٹرسبرگ مین مولانا جامی کے کلیات نہین، بلکہ ہفت اورنگ (یعنی سلسلۃ الذہب، سلامان وابسال، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، یوسف زلیخا، لیلیٰ المجنون، اور خرد نامہ اسکندری) کا قلمی نسخہ خود مولف کے ہاتھہ کا لکھا ہوا البتہ موجود ہے، اور اُسکا مفصل ذکر ڈاکٹر روزن کی فہرست (صفحہ ۲۱۵ تا ۲۵۹) مین موجود ہے، خبر نہین کہ پروفیسر براؤن جیسے فاضل مستشرق سے ایسی غلطی کسطرح ہوئی، اور ہفت اورنگ کو اُنھون نے جامی کا کلیات کیونکر سمجھہ لیا۔

خیر! یہ تو ہوئی اس نسخہ کی کیفیت جو ہندوستان سے ہزارون میل دور ہے، لیکن اب اس غیر معروف نسخہ کی کیفیت سُنیئے جسکی شہرت گو یورپ تک پہنچ چکی ہے، اور وہان کے بعض علمی رسائل مین اسکا ذکر بھی آچکا ہے، لیکن افسوس ہے کہ خود اس ملک کے رہنے والون کو اُسکے متعلق بہت کم معلوم ہے، پروفیسر عبدالقادر صاحب کو اس نسخہ کا پتہ جس تقریب سے ملا اسکی کیفیت وہ یون بیان کرتے ہین کہ "آج سے چھہ سال پیشتر جب خاکسار سید سلیمان صاحب نفع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی خدمت مین بانکی پور حاضر ہوا تھا اور اُن کے ہمراہ وہان کے فخر مشرق خدابخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی سیر کی تو اسمین ایک نسخہ سلسلۃ الذہب کے دفتر اول کا نظر سے گذرا جسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتھہ سے لکھی ہے"۔ افسوس ہے کہ اس جگہ پروفیسر صاحب موصوف کو سہو ہوا ہے، بانکی پور والا مذکورہ صدر نسخہ نستعلیق نہین بلکہ نسخ

مین ہے، اور اسمین سلسلۃ الذہب، دفتر اول ہنین جو صرف ۱۵۷ صفحات پر ختم ہوجاتا ہے بلکہ اسکے بقیہ ۲۳۵ صفحات پر مولانا جامی کی تمام وہ نظمین ہین، جو اپنی زندگی کے پچاسوین سال ۸۶۷ھ مین اُنھون نے سلطان ابو سعید کے نام سعون کی تہین، اور ۸۸۴ھ مین جنکو انھون نے اپنے دیوان اول مین شامل کرلیا تہا، اور اب وہ غزلین قطعات اور (مختصر) مثنویان اُنکے مطبوعہ دیوان مین متفرق جگہون پر مل سکتی ہین، اسکے علاوہ پروفیسر صاحب موصوف کے اس بیان سے کہ اسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتہہ سے لکہی ہے، صاف پتہ چلتا ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف صرف اس تحریر کوجسکا فوٹو انھون نے معارف مین شایع کیا ہے، اورجسمین جامی علیہ الرحمہ نے خود اپنا نام لکہا ہے، ان کا خط سمجھتے ہین، اور پورے نسخہ یا اول صفحہ کی دوسری تحریرون کوکسی اور کا خط تصور کرتے ہین، لیکن یہ صحیح ہنین بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف اس شایع کردہ فوٹو کی تحریر بلکہ پورے نسخہ کی کتابت خود مولانا جامی کے ہاتہہ کی ہے۔

لیکن قبل اسکے کہ مین مولانا جامی کے خط کے متعلق کچھ کہون، یہان اسقدر بتادینا ضروری ہے کہ نسخہ مذکور ۲۴۶ اوراق یعنی ۴۹۲ صفحات پر ختم ہوا ہے، ہر صفحہ مین تقریباً ۲۵ سطرین ہین اسکا طول ۱۰ انچ اور عرض ۶ ½ انچ ہے، ہر صفحہ مین سرخ جدول ہے، پہلے صفحہ پر چند سطرین کسی نے لکہی ہین، اسکے بعد مولانا جامی کے ہاتہہ کی وہ تحریر ہے جسمین اُنھون نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت تحریر کی ہے، اور نیچے اپنا نام لکہا ہے، اسکے بعد مولانا سرّی مولانا نظام الدین بن شمس الدین خوافی اور مولانا صبوری کی تاریخین ہین جو اُنھون نے ضیاء الدین یوسف کی ولادت پر کہی تہین، دوسرے صفحہ سے سلسلۃ الذہب کا دفتر اول شروع ہوتا اور صفحہ ۱۵۰ پر ختم ہوتا ہے، اسکے بعد دیوان کا دیباچہ ہے اور پھر صفحہ ۱۶۱ سے غزلون، مثنویون، مرثیون، رباعیون اور تاریخون کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اور صفحہ ۴۵۲ کے نصف پر ختم ہوتا ہے، نسخہ بحالت موجودہ بالکل اچھا ہے صرف پہلے صفحہ کا نچلا حصہ

بھیگ گیا ہے، اسلئے اول صفحہ کی روشنائی ذرا پھیل گئی ہے، اسکے سوا نسخہ مذکور مین اور کوئی خرابی نہین،
یہ تو ہوئی نسخہ کی ظاہری صورت، اب اگر اسکے خط کو بغور دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسی اہل علم کے
ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، پھر یہ کہ خط کی شان کہے دیتی ہے کہ یہ تحریر نوین صدی ہجری یا اس سے قریبی زمانہ
کی ہے، اب اگر پہلے صفحہ کو (جسکا فوٹو معارف مین نکل چکا ہے) دیکھا جائے تو پہلی چند سطرون کو چھوڑ کر یہ
عبارت "ولادت فرزند ارجمند.... والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمن بن احمد الجامی عفی عنہ" یقیناً
مولانا جامی کی تحریر ہے، اور پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی یہی کہتے ہین، لیکن اگر نچلی تاریخون (اورخصوصاً
صح ہذا، ہمایون طلعتے پاکیزہ اخلاقی کہ خواہد شد) کو دیکھا جائے اور اسکے خط پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف
پتہ چل جائیگا کہ اگلی اور نچلی تحریرین دونون ایک ہی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین، اب اسی کے ساتھ ساتھ سلسلۃ الذہب
اور دیوان پر نظر ڈالی جائے اور اسکے خط اور انداز تحریر کو دیکھا جائے تو ہر شخص بے تامل کہدیگا کہ دونون
خط بالکل ایک، اور ایک ہی ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اسکے علاوہ اس نسخہ کو اگر سنٹ پیٹرسبرگ کے نسخہ سے
(جسکا عکس ڈاکٹر روزن کی فہرست مین ہے) ملائیے تو دونون مین کوئی فرق نظر نہ آئیگا، اسلئے اگر یہ مان لیا جائے
کہ سنٹ پیٹرسبرگ کا نسخہ (جسمین سلسلۃ الذہب دفتر ثانی کے خاتمہ پر جامی کی یہ تحریر ہے" راقم الکتاب
و ناظمہ ہو الفقیر عبدالرحمن الجامی عفی عنہ فی الحادی عشر من ذی الحجہ ۸۹۰ھ") خود جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے
اور یہ کہ پروفیسر عبدالقادر صاحب کے شایع کردہ فوٹو کی یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند....
والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمن بن احمد الجامی عفی عنہ" خود مولانا جامی نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہے تو اسکے
کہنے اور ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا کہ مذکورہ صدر نسخہ، موجودہ کتبخانہ مولوی خدابخش مرحوم خود
جامی علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، چنانچہ فہرست کتبخانہ مذکور مرتبہ خانصاحب مولوی عبدالمقتدر
(جلد دوم صفحہ ۱۷) مین بھی یہی تحریر ہے کہ" متذکرہ بالا نوٹ (یعنی ولادت فرزند ارجمند.... الخ)
تاریخون (از مولانا سری وغیرہ) اور خود نسخہ ہذا کا خط جامی کے اس خود نوشتہ نسخہ سے بالکل متحد دیکھا ہے

جسکا ذکر ڈاکٹر رودزن کی فہرست مین ہے اور جسکے اخیر مین مولف کے خط کا عکس بھی دیا گیا ہے)

اسکے علاوہ تصوف پر مولانا جامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک رسالہ دستیاب ہوا ہے جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین دیکھا جا سکتا ہے، سلسلۃ الذہب، اور اس نسخہ کے خط کو ملایا جائے تو دونون بالکل ایک نظر آئیگا، اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ پروفیسر عبدالقادر صاحب نے سلسلۃ الذہب اور دیوان جامی کے جس نسخہ سے فوٹو شایع کیا ہے، اسکے پہلے صفحہ کی صرف یہ تحریر "ولادت فرزند ارجمند... الخ" ہی جامی کے ہاتھ کی نہین لکھی ہوئی ہے بلکہ پورا نسخہ اُنکے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

یہ امر موجب مسرت ہے کہ بانکی پور کے کتبخانہ مین جامی کی تصنیفات کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، چنانچہ وہان یوسف زلیخا کا بھی ایک نایاب نسخہ ہے جو مشہور خوشنویس مولانا میر علی الکاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ یہ وہی قابل قدر نسخہ ہے جسکی قیمت خود جہانگیر کے زمانہ مین ہزار مہر لگائی جاتی تھی، اس نایاب نسخہ کو عبدالرحیم خان خانخانان نے (۲- محرم ۱۰۱۹ھ کو) جہانگیر کی خدمت مین (بمقام اکبرآباد) بھیجا تھا، چنانچہ مآثر جہانگیری کی عبارت ہے،

"در روز دوشنبہ دوم محرم سنہ ہزار و نوزدہ دار الخلافہ اکبرآباد بسایہ چتر آسمان پایہ آمائش پذیرفت، .... و درین روز یوسف زلیخائی بخط ملا میر علی مصور و مذہب کہ ہزار مہر قیمت داشت، سپہ سالار خانخانان بطریق پیشکش ارسال داشتہ بود معروض گردید..... الخ"

غالباً اس نسخہ کی شہرت کو سن کر مولانا اسلم جیراجپوری کو سہو ہوا اور مولانا جامی کے خط کو انھون نے اس نسخہ کے ساتھ منسوب کر دیا، اور پروفیسر عبدالقادر صاحب نے اس غلطی کا واقعی ازالہ کر دیا ہے۔

مولانا جامی کے خط پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے ایک جگہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے کہ نستعلیق خط جامی کے زمانہ تک علما، اور شعراء کے استعمال مین عام طور پر نہین آیا تھا" اور آگے چل کر انھون نے تحفۃ الصلوٰۃ کے ایک نسخ نسخہ کا ذکر کیا ہے، جو ۸۹۹ھ کا لکھا ہوا ہے، واقعہ یہ ہے کہ

اگر اس زمانہ کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے جو اب کمیاب کیا نایاب ہو چلی ہین تو صاف معلوم ہوگا کہ اس زمانہ یا اس سے پہلے کی اکثر فارسی کتابین نسخ مین لکھی جاتی تھین، چنانچہ کیمیائے سعادت کا جو قدیم نسخہ خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ خود امام غزالی علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسی طرح بابر کا جو ترکی دیوان رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین ہے اور جسپر بابر کے دستخط ہین وہ بھی نسخ مین ہے، پھر دیوان حافظ کا وہ نایاب نسخہ جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جس سے ہمایون، جہانگیر اور دیگر شاہان مغلیہ فالین نکالتے تھے، اسمین ہمایون کا حسب ذیل نوٹ خط نسخ مین لکھا ہوا ہے:۔

"از فالِ مصحف کہ برآمد از دیوان حافظ این قافیہ بیت آمد و چندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ چون فتح ولایات شرقی و مبارزان آن دیار بامر کردگار شود نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع آن تفاولات نیز کردہ شود بندہ دتو فیقہ، شب دوشنبہ بہ چہارم ذی الحجہ ۹۶۲ھ در شہر دین پناہ تحریر یافت، والسلام"

اسکے علاوہ تاریخ گزیدہ مولفہ حمد اللہ مستوفی کے نایاب قلمی نسخہ کا جو اعلیٰ ایڈیشن پروفیسر براؤن نے گب میموریل سیریز کے لئے فوٹو سے چھاپا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسکے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے سنہ کتابت (۸۵۰ھ) معلوم ہوتا ہے،

وقع الاتمام علی ید العبد الضعیف المحتاج الی رحمۃ اللہ الغنی زین العابدین بن محمد الکاتب الشیرازی عفا اللہ عنہما فی اوقت الاستوا سادس شہر رمضان المبارک سنہ سبعین وخمسین وثمانمائۃ۔

اسی طرح اگر اس عہد کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ سنہ ۹۰۰ھ کے قبل اور اسکے کچھ بعد تک خط نسخ کا عام طور پر رواج تھا، اور علماء وفضلاء اسکے بہت زمانہ بعد تک نسخ ہی لکھا کرتے تھے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس زمانہ کے کاتبون مین نستعلیق رواج پا چکا تھا، چنانچہ سنہ ۹۰۰ھ کے قبل کی بعض

نستعلیق کتابین بھی آجکل ملتی ہین، اور ان سے اس رواج کا پتہ چلتا ہے، گو خواجہ میر علی تبریزی سنہ ھ کے قریب خطِ نستعلیق کو ایجاد کر چکا تھا، لیکن اسکی ترویج مین اُسے خاطرخواہ کامیابی نہین ہوئی، عام طور پر یہی یقین کیا جاتا ہے کہ میر علی تبریزی موجد نستعلیق ہے، چنانچہ مولف تذکرہ خوشنویسان (غلام محمد ہفت قلمی) نے میر علی کے متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار کیا ہے کہ

"از نسخ و تعلیق خطِ ششم ابداع نمود کہ آن را نستعلیق گویند و آن تمام دورست و بیشتر ہم خط نستعلیق مے نوشتند ولیکن این مرو بزرگوار قواعد در خط نستعلیق مقرر نمودہ نزاکتے بہم رسانیدہ"

اسی طرح قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین مین مولانا سلطان علی مشہدی کے رسالہ منظومہ سے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہین، جن سے میر علی کے واضع نستعلیق ہونے کا ثبوت ملتا ہے :-

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی است — واضع الاصل خواجہ میر علی است

تا کہ بودست عالم و آدم — ہرگز این خط نبود در عالم

وضع فرمود او ز ذہن دقیق — از خطِ نسخ و ز خطِ تعلیق

نے کلکش ازان شکر ریز است — کاصلش از خاک پاک تبریز است

نکنی نفی او ز نادانی — بے ولایت نبودہ تا دانی

بد مفاخر مجمع الافضال — شیخ شیرین مقال شیخ کمال

آنکہ شعرش چو میوہ ہائے خجند — ہست شیرین تر از نبات و زقند

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ خواجہ میر علی معاصر مولانا کمال الدین خجندی ہے، اور مولانا کمال الدین کی وفات بقول مولفین نفحات (صفحہ ۷۰) حبیب السیر (جلد سوم صفحہ ۹۰) ہفت اقلیم (صفحہ ۷۶) مفتاح التواریخ (صفحہ ۱۵۹) اور ریاض الشعراء (صفحہ ۶۹۶) وغیرہ ۷۹۳ھ (مطابق ۱۳۹۱ء) مین واقع ہوئی، لیکن مولف مجالس العشاق نے انکی وفات ۸۰۳ھ مین بتائی ہے اور تذکرہ دولت شاہ (مطبوعہ یورپ

صفحہ ۳۵۳) مین انکی وفات ۹۰۲ھ مین لکھی ہے،

بہرکیف! مولانا کمال کا سن وفات جو بھی ہو لیکن اس سے یہ بات ضرور تیقن ہوتی ہے کہ خواجہ میر علی ۸۰۰ھ کے قریب زندہ تھے، اور مولانا جامی کی ولادت ۸۱۷ھ مین ہوئی، اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ جامی، میر علی اور اُنکے خط سے واقف ہوچکے ہونگے، لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً زمانہ کی روش اور علما، وفضلا کے انداز کے سبب انھون نے طرز قدیم کو ترک نہ کیا اور ہمیشہ نسخ ہی کو طرہ امتیاز سمجھا کئے، یہ روش اُنکے کچھ زمانہ بعد تک جاری رہی اور ۹۵۰ھ کے قبل تک نسخ کا رواج عام رہا، البتہ ۹۰۰ھ کے بعد نستعلیق خطوط عام طور پر ملتے ہین، لیکن اس سے قبل کی علما، کی نستعلیق تحریرین کمیاب کیا نایاب ہین۔

اس سلسلہ مین اس سوال کو بھی حل کرنا چاہیئے کہ سلسلۃ الذہب و دیوان جامی موجودہ کتبخانہ خدابخش مرحوم کا سن کتابت کیا ہی؟ مولانا ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت (۸۸۲ھ) کو دیکھکر عام طور پر یہی خیال ہوگا کہ مذکورہ صدر نسخہ کی کتابت ۸۸۲ھ یا ۸۸۳ھ مین ہوئی ہوگی، لیکن یہ خیال غلط ہی، سلسلۃ الذہب (دفتر دوم) کے خاتمہ کی تاریخ خود جامی نے اسطرح تحریر کی ہے:-

داشت جہدی دبیر چرخ برین	در رقم کردنِ حروف سنین
چون رقومش بصاد وضاد رسید	خامہ را حکم ایستاد رسید ۸۹۰ھ
ہم برین جامی این خجستہ کلام	ختم شد والسّلام والاکرام

جب دفتر دوم کا سال انصرام ۸۹۰ھ ہی تو دفتر اول بھی اسکے لگ بھگ لکھا گیا ہوگا، کیونکہ یہ بالکل بعید از قیاس ہی کہ جامی سلسلۃ الذہب کا دفتر اول کو ۸۸۲ھ مین لکھین اور دفتر ثانی کو ۸۹۰ھ مین تمام کرین، اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہی کہ مذکورہ صدر نسخہ بھی ۸۹۰ھ یا ۸۸۹ھ مین لکھا گیا ہوگا، اسلئے محض تاریخ ولادت ۸۸۲ھ کو دیکھکر یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مولانا جامی کی وہ تحریر اسی سن کی ہی، ان حالات کو پیش نظر رکھکر میرا خیال ہی کہ نسخہ سلسلۃ الذہب و دیوان اول موجودہ کتبخانہ خدابخش مرحوم کی کتابت ۸۸۹ھ یا ۸۹۰ھ مین ہوئی ہی، اور جبتک اسکی خلاف کوئی کافی ثبوت نہ ملے اس تاریخ کے ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا۔

افریقیہ مین دولت عبیدئین کی ابتدا

از

جناب محمد خلیل الرحمن صاحب ایم اے عثمانیہ یونیورسٹی

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شہادت کے بعد شیعان علی نے متواتر کوششین کین کہ کسی طرح سلطنت پر تسلط حاصل کرلین، چنانچہ جب بنوامیہ کے آخری زمانہ مین اہل بیت کی دعوت کا آغاز ہوا تو بنوعلی اور ان کے طرفدارون کو قوی اُمید تھی کہ سلطنت اُنکو ملجائیگی، مگر ۱۳۲ھ کے سیاسی انقلاب اور بنوعباس کے قیام نے انکی اُمیدون پر پانی پھیر دیا، اور اُنکو نئے سرے سے کوشش کرنی پڑی، حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ایک کے سوا شیعون کے تمام ائمہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد مین سے ہوئے، اور اگرچہ وقتاً فوقتاً ان امامون کے متعلق اختلاف رائے ہوتا رہا، مگر حضرت جعفر صادق تک ان مین کوئی بڑا اور قابل لحاظ اختلاف نہین ہوا، امام جعفر صادق نے ۱۴۸ھ مین وفات پائی، اور اُنکی وفات کے بعد شیعون کے دو ٹکڑے ہوگئے، ایک حصہ امام اسمعیل کو اپنا امام ماننے لگا، اور دوسرا موسیٰ کاظم کا پیرو ہوگیا۔ ۱۴۸ھ سے ۲۶۰ھ تک اس نئے اسماعیلی فرقہ نے کوئی خاص صورت علحدہ اختیار نہین کی تھی اور اُن مین اور دوسرے مخالف فرقہ مین صرف فرق یہ تہا کہ یہ سات امامون کو مانتے تھے، اور دوسرے اس سلسلہ کو یہان منقطع کرنے کے بجائے آگے جاری رکھنا چاہتے تھے، آخر ۲۶۰ھ مین عبداللہ بن میمون القداح ظاہر ہوا جس نے اُسکو ایک گمنام فرقہ کی حیثیت سے نکال کر سیاسی رنگ مین رنگ دیا، اس نے مختلف ممالک مین اپنے داعی بھیجے، اور آخر اسکا پوتا سعید بن حسین بن عبداللہ بن میمون ۲۹۶ھ مین اس قابل ہوا کہ اپنے دادا کے کام سے فائدہ اُٹھا کر افریقیہ پر قابض ہوجائے، اسی واقعہ کی

تاریخ اس مضمون کا موضوع ہے،

اسماعیلی فرقہ کے لوگون نے مختلف ممالک مین اپنے داعی روانہ کئے، مگر انکو ناکامی ہوئی، آخر آپس مین شورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ مغرب کے لوگون کو اہل بیت کی محبت کی دعوت دینے کے لئے ایک داعی اسطرف روانہ کیا جائے، چنانچہ انھون نے ایک صاحب فہم و فراست، فصیح و بلیغ، اور عالم و فاضل شخص یعنی ابوعبداللہ صنعانی کو اس کام کے لئے منتخب کیا، اور اتنا مال اسکے پاس جمع کیا کہ وہ اس سے کافی زاد راہ فراہم کرسکے، انتخاب کے بعد ابوعبداللہ مغرب جانے سے پہلے حج کے موسم مین مکہ گیا تاکہ وہان اس سال جو اہل مغرب حج کے قصد سے آئے ہون، ان سے ملے، ان کے اخلاق وعادات کا پتہ لگائے، مذہبی اعتقادات کے متعلق واقفیت حاصل کرے، اور حصول سلطنت کے لئے حیلہ و وسیلہ دریافت کرے، یہ شخص حج کے قصد سے نہین بلکہ موسم گذارنے کے لئے مکہ پہنچا، کیونکہ اسکے مذہب کے مطابق حج فرض نہ تھا، درحقیقت اس سفر اور تکلیف سے اسکا اصلی اور حقیقی مقصد یہ تھا کہ اپنی مراد کے حصول کے لئے اسباب پیدا کرے، چنانچہ وہان اسکو چند اہل مغرب دکھائی دیئے، وہ ان کے ساتھ رہنے لگا، اور آخر ان مین بالکل مل جل گیا، یہ لوگ تعداد مین تقریباً دس تھے، اور قبیلہ کتامہ سے تعلق رکھتے تھے، اور ان کا ایک رئیس ان کے ہمراہ تھا، ابوعبداللہ نے ان سے ان کے وطن کا حال دریافت کیا، اور پھر ان سے مذہب کے متعلق سوالات کئے، اسپر وہ خاموش رہتے، اور اس سے الگ رہنے لگے، یہ دیکھکر ابوعبداللہ نے مذہب کے متعلق بحث مباحثہ شروع کیا، اور معلوم کرلیا کہ مذہبی عقاید مین ان کا رئیس فرقہ اباضیہ کی طرف مائل ہے، یہ کمزوری مقام اسکے آیندہ منصوبون کی تکمیل کے لئے کافی تھا، چنانچہ اس نے اپنے علمی تبحر اور علم مناظرہ کی بہترین قابلیت سے ان پر ایسا اثر ڈالا کہ انکی عقل بالکل سلب ہوگئی، جب انکی واپسی کا زمانہ قریب آیا تو انھون نے ابوعبداللہ سے اسکا حال دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ مین عراق کا باشندہ ہون، سرکاری نوکر تھا مگر بعد مین مجھے احساس ہوا کہ یہ

ملازمت نیکی کا کام نہین، اسلئے مین اس سے دست کش ہوگیا، اور اس تلاش مین رہا کہ کسب حلال کی کوئی بہتر صورت میسر آجائے، آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ بچون کو قرآن شریف کی تعلیم دینے سے بہتر اور کوئی کسب حلال نہین، اسپر مین نے دریافت کرنا شروع کیا کہ اسکا بہترین موقع کہان مل سکیگا، لوگون نے اس بارہ مین مجھسے ملک مصر کا ذکر کیا، یہ سنکر اہل مغرب نے کہا کہ مصر ہمارے راستہ مین ہے، اسلئے ہم اسین سے گذرینگے، وہان تک تم بھی ہمارے ہم سفر ہوجاؤ، انھون نے اسپر اصرار کیا، آخر اس نے منظور کرلیا، اثنار راہ مین وہ ان سے ہمیشہ گفتگو کرتا، اور انکو اپنے مذہب کی طرف مائل کرتا اور آہستہ آہستہ انکو رام کرتا رہا، آخر یہ لوگ کچھ ایسے گرویدہ ہوگئے کہ اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے وطن چلے اور ان کے بچون کو تعلیم دے، مگر اس نے بُعد مسافت کا عذر کیا اور کہا کہ اگر مجھکو مصر مین ملازمت مل گئی اور میری حاجت پوری ہوگئی تو فبہا ورنہ مین تمہارے ساتھ قیروان تک چلونگا جب یہ لوگ مصر پہنچے تو وہ ان سے جدا ہوگیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ تلاش روزگار مین سرگردان ہے، لوگ دوبارہ اس سے ملے اور اسکا حال دریافت کیا، اس نے کہا کہ اس ملک مین میری خواہش پوری ہوتی نظر نہین آتی، ان لوگون نے پھر اسکو ساتھ چلنے کے لئے کہا اور اس نے منظور کرلیا، چنانچہ قیروان تک وہ برابر انکی صحبت مین رہے، یہان انہون نے پھر خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے ساتھ انکے وطن چلے، اور وہان انکی آرزو کے مطابق تعلیم اطفال اسکے سپرد کردیجائے، مگر اس نے کہا کہ میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے قیروان مین رہ کر اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کردن، اگر ناکامیاب ہوا تو تمہارے پاس چلا آؤنگا، ان اہل مغرب کا رئیس سب سے زیادہ اسکو ہمراہ رکھنے کا خواہشمند تھا، اور وہی سب سے بڑھ چڑھکر اسکی خاطر و مدارت کرتا تھا، چنانچہ اس نے اپنے مقام، مکان، اور قبیلہ کتامہ کا پورا پورا پتہ دیدیا۔

ابوعبداللہ نے چند روز قیروان مین قیام کرکے تمام قبائل کے حالات کا پتہ لگالیا اور اسکو یہ معلوم ہوگیا کہ تمام افریقیہ مین بلحاظ شوکت وقوت اور رسوخ کتامہ کا کوئی قبیلہ ہمسر نہین، یہ سب کچھ

معلوم کرکے وہ کتامہ کے مقدم الذکر رئیس کی طرف چلا، اور ایک سیاہ خچر پر سوار ہو کر مع چند ہمراہیوں کے اُدہر کا راستہ لیا، جب اس رئیس کے مقام تک پہنچا تو راستہ سے ذرا ہٹ گیا، اور ایک کہیت مین پہنچا جہان کتامہ کا ایک ادہیڑ آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھا ہوا تہا، اُس نے پاس آکر انکو سلام کیا وہ فوراً کھڑے ہوگئے، اور وہان ٹہرنا چاہا، ابو عبد اللہ نے اُنکی درخواست منظور کر لی چنانچہ انھون نے اُسے اپنے گہر مین اُتارا اور بڑی خاطر مدارات کی، ابو عبد اللہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے، اس نے کہا تمام، پھر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے، اس نے جواب دیا کہ معارک اس سے ابو عبد اللہ نے معلوم کیا کہ فال نیک ہے، ہمارا کام ضرور اتمام کو پہنچیگا مگر معرکون کے بعد پھر ابو عبد اللہ نے وہان سے رخصت ہونا چاہا، وہ روانہ ہو کر کتامہ پہنچا، اور ایک مسجد مین اُترا، یہان ایک بڈہا بچون کو پڑہا رہا تہا، وہ فوراً کھڑا ہوا اور داعی کو سلام کیا، ابو عبد اللہ اب تک اپنے سیاہ خچر پر ہی سوار تہا معلم نے اُسکو بڑے غور سے دیکہا جس سے ابو عبد اللہ کو شک گذرا وہ مسجد مین آیا اور معلم سے دریافت کیا کہ تم مجھکو اور میرے خچر کو بڑے غور سے کیون دیکہہ رہے تھے، معلم نے کہا کہ ہان اسکا ایک سبب ہے، زمانۂ قدیم مین کتامہ مین فلیق نام ایک کاہن تہا جس نے ان لوگون کے فتنہ و فساد کو دیکہکر کہا تہا کہ جب مشرق سے ایک شخص سیاہی مائل گھوڑے پر سوار آئیگا تو تم جنگ کو دیکہوگے، مین نے جب تمکو دیکہا تو مجھے وہ قول یاد آگیا، اس سے بھی ابو عبد اللہ نے نیک فال لی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکو وثوق اور اطمینان حاصل ہو گیا۔

ابو عبد اللہ داعی وہان سے چل کر کتامی رئیس کے پاس گیا، اور مسجد مین مقیم ہوا، یہان بھی ایک معلم بچون کو تعلیم دے رہا تہا، اور اسکے پاس رئیس قبیلہ کے بچے بھی تھے، جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا، تو رئیس مسجد مین آیا اور ابو عبد اللہ سے ملا، چنانچہ اُسی نے ظہر کی نماز پڑہائی، یہی عصر کے وقت ہوا، یہ حال دیکہکر معلم اپنی ذلت گوارا نہ کرسکا، اور مسجد کو چھوڑ کر چلا گیا، چنانچہ اب ابو عبد اللہ مسجد کا

امام اور بچون کا معلم ہوگیا، تعلیمی جد وجہد کی وجہ سے بچون کے ماں باپ اس سے خوش ہوئے اور چالیس دینار آپس مین جمع کئے، اور شیخ نے ان مین کچھ اضافہ کرکے ابوعبد اللہ کو دینے چاہے ابو عبد اللہ نے ایک ہتیلی مین سے پانچ سو دینار نکالکر شیخ کے سامنے ڈالدیئے اور کہا در اصل مین بچون کا معلم نہین ہون، اصل معاملہ سے مین تم کو اب آگاہ کرتا ہون اُسے غور سے سنو ہم لوگ اہلبیت کے انصار مین سے ہین، اور اے اہل کتامہ تم مین ایک روایت چلی آتی ہے کہ تم ہمارے انصار اور قیام سلطنت مین ہمارے مددگار رہوگے، اور یہ کہ اللہ تمہارے سبب سے دین کو غالب کریگا، اور اہل بیت کو عزت دیگا، ان مین ابھی ایک امام ظاہر ہوگا جسکے تم مددگار رہوگے، اور اسکے لئے اپنی جانین تک قربان کردوگے، تمہارے مدد سے ہی وہ تمام دنیا کو فتح کریگا، اور اس طرح تمہارا اجر کئی گنا ہوگا، اور دنیا اور آخرت کی بہترین چیزین تم کو میسر آئینگی، یہ سُن کر شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا مین اسکو منظور کرتا ہون، اور اسکے لئے اپنا مال وجان خرچ کرنے کے لئے تیار ہون، نہ صرف اپنا بلکہ اپنی تمام قوم کا بھی، مین تمہارا مطیع ہون اور جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اسکا حکم دو، ابوعبد اللہ نے کہا کہ اپنے نزدیک کے رشتہ دارون کو دعوت دو، اسی اثنا مین رمضان کا مہینہ آگیا، ابوعبد اللہ نے کہا کہ رمضان آگیا ہے، اور ہمارے مذہب مین تراویح جائز نہین، کیونکہ یہ عمر کی بدعت ہی نہ کہ سنت رسول اللہ، مین یہ کرونگا کہ نماز عشا مین کوئی لمبی سورت پڑہونگا، اور اسطرح یہ نماز تراویح کے بجاے ہوجائیگی، شیخ نے کہا کہ مین اس معاملہ مین تمہارا مطیع و فرمان بردار ہون جو کچھ جی چاہے کرو۔

جب اس نئی نماز اور بدلے ہوئے حالات کی اطلاع شیخ کے پڑوسیون اور اسکے بھائی کو ہوئی تو موخر الذکر اُسکے پاس آیا اور کہا کہ تم کو آخر کیا ہوگیا ہے، اس مشرقی شخص نے تمہارے مذہب کو فاسد اور دین کو تبدیل کردیا ہے مگر شیخ نے کہا کہ مین تم کو بھی دعوت دیتا ہون کہ تم بھی اس کام مین میرے شریک ہوجاؤ، یا اس شخص کی برائی میرے سامنے نہ کرو، جسکی نیکی علم وفضل دینداری

اور پرہیزگاری کو مین سنے ہر طرح آزما لیا ہے، یہ سُن کر اُسکا بھائی ناراض ہو کر چلا گیا اور شیخ تمام جماعت کو لیکر علٰحدہ ہو گیا، اُدہر ابوعبداللہ نے اپنی فضیلت کا ایسا سکہ بٹھایا کہ لوگ اُسکے گرویدہ ہو گئے، اور حد سے زیادہ اسکی تعظیم و تکریم کرنے لگے، شیخ نے استدعا کی کہ وہ ان مین اپنے مذہب کی تبلیغ کرے، چنانچہ ابوعبداللہ نے کہا کہ تم سب اہل بیت کے انصار ہو، اسکی تقریر کی حلاوت کی وجہ سے اُنکی عقلین بالکل سلب ہو گئین، اور آخرکار وہ سب کے سب اس تحریک مین شامل ہو گئے، اسکے بعد موقع پاکر شیخ نے اپنے بھائی کو قتل کرا دیا، اور جب لوگ تعزیت کے لئے آئے تو ان سے عہد لیا کہ وہ داعی کے مطیع و فرمان بردار رہین گے، اسطرح اس نے بتدریج ایک بڑی جماعت کو اکٹھا کر لیا اور یہ شیخ آیندہ سات سال تک برابر اپنی قوم کے ہمراہ انکی جنگون مین شریک رہا، جب اُسکی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بنی عم کو جمع کیا اور اُنہین وصیت کی کہ وہ ابوعبداللہ کا ساتھ نہ چھوڑین، اور اس بارہ مین کسی قسم کا اختلاف نہ کرین، اسی طرح اس نے ابوعبداللہ کو اپنے بیٹون کے بارہ مین وصیت کی،

اسطرح آہستہ آہستہ تمام اہل کتامہ داعی کے مطیع ہو گئے، اور اس قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبائل بھی اس تحریک مین شامل ہو گئے، اسپر اُس نے اُن کا ایک دیوان قائم کیا اور چھاؤنی کی بنا ڈالی، اس نے ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ تمکو اپنے لئے دعوت نہین دیتا بلکہ اہل بیت کے امام معصوم کی اطاعت و فرمان برداری کے لئے بلاتا ہون، اس امام معصوم کی صفات بیان کرنے مین ایسی ایسی کرامات بیان کین جو خلاف عقل ہین، مگر لوگ انکو صحیح مانتے تھے، وہ ان سے کہا کرتا تھا کہ وہی امام درحقیقت اس امر کا اصلی مالک ہے، اور جب وہ ظاہر ہو جائیگا تو مین ہٹ جاؤنگا، اور لطف یہ ہے کہ ابوعبداللہ نے امام کو اب تک خود نہین دیکھا تھا بلکہ شیعون سے صرف اسکے حالات سُنے تھے، اسلئے اسکا اعتقاد امام کے دیکھنے پر مبنی نہ تھا، جب تک بربریون کا کام بالکل پختہ نہین

ہوا، اور وہ امیر افریقیہ کو شکست دیکر ملک پر قابض ہنین ہوگیا، ابو عبداللہ نے امام کو ہنین دیکھا تھا۔

اسوقت خاندان بنو اغلب کا ایک فرمان روا ابراہیم بن اغلب حکمران تھا، اس سے قبل ہی سلطنت بنو اغلب مین مختلف انقلابات ظہور پذیر ہوچکے تھے، اور حکومت مین ضعف آگیا تھا، ابراہیم نے بادشاہ ہوکر کم وبیش چھ سات سال تک اپنے پیشرؤون کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی، مگر اسکے بعد اُس نے ظلم وستم آغاز کیا، اور اس ظلم وستم کی وجہ سے سلطنت کی رہی سہی طاقت کبھی زایل کردیا، ایک دوسرا غضب یہ کیا کہ جب ۲۸۰ھ مین اس نے اہل بلزمہ پر فتح پائی تو اُن کے کم وبیش ایک ہزار آدمیون کو پکڑ کر رقادہ لے آیا، اور یہان اس نے انکو اطمینان دلانے اور راحت پہنچانے کے بعد قتل کرادیا، یہی قتل عام دولت اغلبیہ کے زوال کا باعث ہوا، کیونکہ ان لوگون مین عربون اور ان لوگون کی اولاد شامل تھی جنھون نے افریقیہ کو فتح کیا تھا، اور بنو کتامہ کے حلیف تھے، اب توازن قائم نہ رہ سکا، اور جب کتامہ ابو عبداللہ سے مل گئے تو بنو اغلب کے افریقیہ مین قیام وبقا کی کوئی سبیل نہ رہی، اور ابو عبداللہ کے ہاتھ ایسا حربہ آگیا کہ جس سے بچنا بنو اغلب کے لئے بالکل ناممکن تھا، آخر اسطرح سلطنت کے جڑون کو کھوکھلا کرنے کے بعد ۲۸۹ھ مین ابراہیم نے وفات پائی، اور ابو العباس ابن ابراہیم باپ کی جگہ بادشاہ ہوا، مگر ۱۰ دن روز کی حکومت کے بعد اپنے غلامون کے ہاتھ سے قتل ہوا، اور بنو اغلب کا آخری تاجدار زیادۃ اللہ تخت پر بیٹھا، مگر یہ تخت نشینی بھی بغیر خون ریزی اور قتل کے عمل مین نہ آسکی، جس سے سلطنت اور بھی کمزور ہوگئی، ابو عبداللہ کتامہ پر پورا قبضہ حاصل کرچکا تھا اور زیادۃ اللہ بالکل بے دست وپا تھا۔

آخر ۲۹۲ھ مین افریقی اور ابو عبداللہ کی فوج مین سب سے پہلے مڈبھیڑ کبونہ کے مقام پر ہوئی، اُسکی تفصیل یہ ہے کہ زیادۃ اللہ کے سپہ سالار ابراہیم بن حبشی بن عمر تیمی نے لشکر کے ساتھ اسکی طرف کوچ کیا، ابو عبداللہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی کہ ابراہیم بن حبشی کے ہمراہ اکابر قوم،

شرفاے عرب اور موالی ہین اور اسکے علاوہ بہت سے سامان حرب سے سلح ہے، تو اسکو خوف پیدا ہوا، اور اُس نے کتامہ کو جمع کرنا شروع کیا، یہ تمام جمعیت بے قاعدہ اور بے ضابطہ تھی اور اُسکی صورت یہ ہوتی تھی کہ ابوعبداللہ قبائل کے مختلف رؤسا، کی طرف خط لکھا کرتا تھا اور وہ لوگ اپنے مطیع اور اُسکی طرف راغب لوگون کو جمع کر لیا کرتے تھے، ان خطون مین صرف یہ ہوتا تھا کہ فلان دن اور فلان موقع مقرر ہوا ہے، اُسکے سامنے ایک شخص پکارا کرتا تھا کہ پیچھے رہنا اور جنگ مین شرکت نہ کرنا حرام ہے" نتیجہ یہ تہا کہ کتامہ مین کوئی شخص بھی ایسا نہین رہا جو اسکے ساتھ نہ مل گیا ہو، اس طریقہ سے اس نے ایک لاتحصی اور لاتعد جماعت پیدا کر لی، اور وہ سب ابراہیم کے مقابلہ اور مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے، آخرکار کبونہ کے مقام پر مقابلہ ہوا جو صبح سے شام تک برابر جاری رہا، آخر ابراہیم کو شکست ہوئی، منہزم فوج کے خیال کو ترک کر کے کتامہ لوٹنے مین مشغول ہو گئے، اور بہت سے ہتھیار، زین، لگام، اور طرح طرح کا مال و اسباب اُن کے ہاتھ آیا، یہ سب سے پہلا مال غنیمت تہا جو ابوعبداللہ شیعی اور اُسکے اصحاب کو حاصل ہوا، چنانچہ اب اُنکو ریشمی کپڑے میسر آئے، مرصع تلوارین گردنون مین حمائل کین، اور سنہری اور روپہلی کام کے زین اور لگام لگا کر گھوڑون پر سوار ہوئے، انکے علاوہ ان کے پاس ہتھیارون کی افراط ہو گئی اور وہ لوگ شریف اور بزرگ بن گئے، اب اُنکی مرادین پوری ہوئین اور ساتھ ہی اُنکو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابوعبداللہ داعی نے فتح و ظفر کے جو کچھ وعدے ان سے کئے تھے، وہ سب برحق ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دل بڑھ گئے اور ادہر اہل افریقیہ زیادہ کمزور اور بے ہمت ہوتے گئے، اُن کے دلون مین بیچارگی اور بے مائگی کا خیال پیدا ہوا، ابوعبداللہ داعی نے فوراً عبیداللہ شیعی[1] کو جو اسوقت سلجماسہ مین تہا اس فتح کی

[1] عبیداللہ شیعی ۲۶۰ھ مین پیدا ہوا، ۲۸۹ھ مین سوداگر کے بہیس مین مصر آیا، ذی الحج ۲۹۶ھ مین سجلماسہ پہنچا، ربیع الآخر ۲۹۷ھ مین رقادہ مین اسکی بادشاہت کا اعلان ہوا، اور نصف ربیع الاول ۳۲۲ھ مین ۲۴ برس کی حکومت کے بعد وفات پائی،

اطلاع دی اور خفیہ طور پر کتامہ کی ایک جماعت کے ہاتھ اُسکے پاس بہت سامال بھیجدیا۔

۲۹۳ھ مین زیادۃ اللہ بن عبد اللہ بن اغلب نے ابو عبد اللہ داعی سے لڑنے کے لئے مدلج ابن زکریا، اور حامد بن سرورغال کی سرکردگی مین اربس کی جانب ایک لشکر روانہ کیا مگر ۱۰ جمادی الآخر کو یہ دونون زیادۃ اللہ کے مخالف ہو گئے، اور ۱۲ کو قیروان پہنچے، ایک جم غفیر نے شہر سے نکل کر اسکا مقابلہ کیا، اور ان دونون کو قتل کرڈالا، اسی اثنا مین ابو عبد اللہ کی چالون کی اطلاع خلیفہ عباسی مکتفی کو بھی مل چکی تھی، چنانچہ اس نے اہل افریقیہ کو زیادۃ اللہ کی مدد اور شیعی داعی کے خلاف جنگ کے لئے برانگیختہ کیا، زیادۃ اللہ خود اربس گیا اور بکثرت فوج جمع کی اور اور بہت سامال ومتاع ان مین تقسیم کیا، باغایہ کی طرف فوجین روانہ کین طبنہ کی حالت بھی مخدوش تھی، اسلئے وہان بھی فوج متعین کی، اور حکم دیا کہ کتامہ پر لگاتار چھاپے مارے جائین، خلیفہ اور زیادۃ اللہ کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا، آخر بارگاہ خلافت کا ایلچی زیادۃ اللہ اور اسکے ندیمون کی حالت دیکھکر نا اُمید واپس چلا گیا، ابو عبد اللہ داعی نے بلزمہ اور طبنہ پر غلبہ حاصل کرلیا، اور لوگون کی تالیف قلوب کے لئے تمام زیادہ وصول کیا ہوا محصول واپس کردیا، اس سے اسکو اور تقویت حاصل ہوئی کیونکہ عوام کو اب یہ اُمید ہوئی کہ ابو عبد اللہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کو پھر زندہ کریگا، نتیجہ یہ ہوا کہ گرد ونواح کا علاقہ امن وامان ہی سے اسکا مطیع ہو گیا، جب زیادۃ اللہ کو یہ معلوم ہوا تو اُسے سخت رنج ہوا، اور اس نے حکم دیا کہ مسجدون کے منارہ سے ابو عبد اللہ پر لعنت بھیجی جائے گر بیسود، اب عبد اللہ کی طاقت کا توڑنا ناممکن تھا۔

۲۹۴ھ مین ابراہیم بن حبشی بن عمر اپنی فوج کو لیکر اربس سے ابو عبد اللہ کی جنگ کیلئے طبنہ کی جانب روانہ ہوا، زیادۃ اللہ اسوقت تک اربس مین مقیم تھا، اب وہ رقادہ چلا گیا اور وہان خواہشات نفسانی مین منہمک ہو گیا، رات دن بدچلن، اور بدمعاش لوگون اور گویون کی

کی صحبت مین زندگی بسر کرنے لگا اور جب کبھی اسکو سلطنت کی تباہی و بربادی کا خیال آ بھی جاتا تہا تو اُسکے یہ ندیم اُسکو دوسری طرف متوجہ کر دیتے تھے، آخر شعبان مین ابوعبداللہ شیعی شہر باغایہ مین داخل ہوا، اور حالت ایسی نازک ہوگئی کہ زیادۃ اللہ کا رقادہ مین قیام ناممکن ہوگیا، آخر اپنے وزیر کے مشورہ سے اس نے رقادہ کو خیرباد کہکر مصر بہاگ جانے کا ارادہ کیا، مگر ابراہیم بن حبشی نے مخالفت کی اور اُسے بزرگون کے کارنامے یاد دلائے کہ کسطرح اس سے بھی بدتر حالت کو اُنھون نے رقادہ ہی مین مقیم رہ کر سنبہال لیا تہا، زیادۃ اللہ نے اسکی صلاح مان لی اور ٹھہر گیا، مگر اس قیام سے بگڑی حالت کو نہ سنوار سکا، آخر ۲۹۶ھ مین ابوعبداللہ شیعی کا لشکر قسطیلیہ تک پہنچگیا، اور زیادۃ اللہ کے سردار لشکر اپنی فوجون کو لیکر تُوزر کی طرف پسپا ہوئے، شیعی فوجون نے گرد و نواح کے علاقے مین پہیل کر سب کچھ جلا دیا، ابوعبداللہ نے پہلے سے اپنی فوج کو حکم دے رکھا تہا کہ قتل و غارت نہ کرین، اور مکانون مین مقیم رہین، اس حکم کی بدولت دو ماہ تک بالکل سکون رہا اور لوگون کو خیال ہوا کہ فتنہ دُور ہوگیا ہے، مگر اس حملہ نے سب کو چونکا دیا، اور زیادۃ اللہ مرعوب اور شہر کی طرف سے نااُمید ہوگیا، یہ حالت ہوئی کہ لوگون کی زبانین خوف و اضطراب سے بند ہوگئین، اور زیادۃ اللہ کے وزراء نے نمک حلال لوگون کی طرف سے اسے بدظن کرنا شروع کردیا۔

اسی سال ابوعبداللہ شیعی نے اربس پر حملہ کیا، اور ابراہیم بن ابوالاغلب کی فوجون سے اسکا مقابلہ ہوا، ابراہیم نے شکست کہائی، اور ۲ جمادی الآخر کو ابوعبداللہ بزور شمشیر شہر مین داخل ہوگیا، اور وہان خون کی ندیان بہادین،

جب اس واقعہ کی اطلاع زیادۃ اللہ کو ہوئی تو وہ سمجھ گیا کہ اب سلطنت اور حکومت دونون رخصت ہین، چنانچہ ۲۶۔ جمادی الثانی کو اس نے رخت سفر تیار کرنا شروع کیا اور طرابلس چلا گیا، صبح کو قصر امارت لوگون نے لوٹ کر تہ و بالا کرڈالا، اُدہر ابراہیم ابن ابوالاغلب اربس سے

پسپا ہوکر قیروان آیا، اور یہان اپنا سکہ بٹھانا چاہا، مگر لوگون نے کہا کہ بچاؤ کی صورت ممکن نہین، جب تمہارے پاس مال وزر، فوج ولشکر تھے اور تم کچھ نہ کرسکے تو اب کیا کرسکتے ہو۔

ابوعبداللہ نے جب زیادۃ اللہ کے فرار کی خبر سنی تو وہ قیروان کی طرف چلا، اور اپنے ایک افسر کو کچھ رسالے دیکر رقادہ روانہ کیا تاکہ اسپر قبضہ کرلے، اسی سال یعنی ۲۹۶ھ مین ابوعبداللہ قیروان مین داخل ہوا، اور وہان کا انتظام درست کرکے اپنے لشکر کو سجلماسہ کی جنگ کے لئے تیار کیا، یہان عبیداللہ شیعی اور اسکا بیٹا ابوالقاسم قید تھے، سجلماسہ کے راستہ مین تاہرت کو فتح کیا، اور ابوحمید دواس بن صولات لہیضی اور ابراہیم بن محمد یمانی کو وہان کا حاکم مقرر کیا اور خود سجلماسہ کی طرف چلا، ۶۔ ذی الحجہ ۲۹۶ھ کو وہان پہنچا، اور محاصرہ شروع کیا، سات تاریخ کو جنگ ہوئی اور اُسی دن اس نے شہر پر قبضہ کرلیا، عبیداللہ شیعی اور اُسکا بیٹا ابوالقاسم مریم بنت مدرار کے پاس قید تھے، اُنکو وہان سے نکالا گیا، جب ابوعبداللہ نے اُنکو دیکھا تو پاپیادہ ہوگیا، اور فرط مسرت سے اسکے آنسو نکل آئے، اُسے فازہ مین لایا گیا اور یہان اُس نے امور سلطنت اُسکے سپرد کردیئے، اور اپنے ہمراہیون سے کہا کہ یہ ہے میرا اور تمہارا آقا، اللہ تعالےٰ نے اُسکے بارہ مین اپنا وعدہ پورا کیا، اسکو اسکا حق عطا کیا، اور اُسے غالب کیا، اب عبیداللہ افریقیہ کا تنہا مالک تھا۔

منتخبات

فنِ صحافت

لندن یونیورسٹی مین طلبہ کے لئے جو اختیاری مضامین ہین، اُن مین ایک مضمون فن صحافت (جرنلزم) بھی ہے، کچھ روز ہوئے ٹائمس کے ایڈیٹر مسٹر اسٹیڈ نے اس فن کے اصول و شرائط پر یونیورسٹی مذکور کے سامنے لکچر دیا، جسکے اقتباسات ذیل غالباً دلچسپی سے پڑھے جائینگے:-

پریس کی قوت جسکا اسقدر شہرہ ہے، اسکا دار و مدار تمامتر اس امر پر ہے کہ فلان پرچہ فلان درجہ کا ہے، تجربہ کار اخبار نویس خود اپنے پرچہ کی قوت اور بعض اوقات اُسکی کمزوری کا اندازہ رکھتے ہین، لیکن یہ کوئی اخبار نویس قبل سے نہین بتا سکتا کہ اسکی کس تحریر کا پبلک پر کیا اثر ہوگا، صرف اتنا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی اخبار نویس نے کافی غور کے بعد، اور اپنی ضمیر و دیانت کے مطابق کوئی تحریر شایع کی ہے تو اُسکا اثر یقیناً ہوگا۔

اخبار کی ترتیب و تہذیب اور اُسکی طبع و اشاعت کی جزئیات سے واقفیت بھی ایک نومشق صحافی کو آگے چل کر بہت مدد دیگی، اکثر نوجوان اخبار نویسون کو اسکی عجلت ہوتی ہے کہ کسی پرچہ کی باگ اُن کے ہاتھ مین آتے ہی وہ راے عامہ کو اپنے قابو مین لے آئین، یہ خواہش بجائے خود ناجائز نہین، لیکن اسمین عجلت کرنے کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ جیسے کسی معمار کو بغیر بنیاد قائم کئے اور دیوارین اُٹھاے چھت تیار کرنے کی عجلت ہوجائے، معمارون کی طرح اخبار نویسون کا بھی اصل کام بنیادون سے شروع ہوتا ہے، برسون کی مشق و ریاضت کے بعد کہین جا کر کامیابی ممکن ہوتی ہے،

اور پھر ضرورت اسکی بھی ہے کہ تعلیم جسقدر گہری اور جسقدر وسیع حاصل کیجاسکے، کی جائے،

شارٹ ہینڈ، ٹائپ رائٹنگ (مختصر نویسی و ٹائپ نویسی) اور دوسری زبانون سے واقفیت بغیر اسکے کہ اپنی مادری زبان کو فراموش کیا جائے، تحریر مین طوالت و اطناب کا نہونا، مغز سخن تک پہنچ جانا، حوالون کی بڑی بڑی کتابون سے تیزی کے ساتھ کام نکال لینا، قوت استدلال رکھنا یہ سب اوصاف مفید اور معین ہونگے، لیکن محض ان خصوصیات کی جامعیت سے کوئی شخص اول درجہ کا صحافی نہین ہوسکتا، بہترین جرنلسٹ ہونے کے لئے ایک اور بھی شے لازمی ہے، اور وہ لازمی شے کیرکٹر (اخلاقی قوت) ہے، یعنی وہ قوت جو حق و باطل مین امتیاز اور بیخوفی کے ساتھ اظہار حق کرسکتی ہے، موجودہ تمدن مین یہ فن ایک پیشہ کی حیثیت ضرور رکھنے لگا ہے، اور لوگ اُسے محض ذریعۂ معاش و آلۂ تجارت سمجھنے لگے ہین، تاہم یہ ایک شریف فن ہے، جسکا مقصد اصلی خدمت خلق کرنا ہے جو لوگ اپنے اندر خدمت خلق کا کوئی ولولہ نہین پاتے اُنہین اس کوچہ مین قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے۔

اخبار نویسی کی زندگی بعض حیثیات سے کتے کی زندگی کے مشابہ ہوتی ہے، جو وقت انسانون کا آرام کے ساتھ سونے کا ہوتا ہے، اسوقت وہ جاگتا ہوتا ہے، اور اپنے کام مین مشغول ہوتا ہی اُسکے نہ کھانے کا کوئی وقت مقرر ہوتا ہے نہ سونے کا۔ بیشمار لوگون سے جو ہر مزاج اور ہر طبیعت کے ہوتے ہین، سابقہ پڑتا رہتا ہے، اور طرح طرح کی تکالیف جھیلنا پڑتی ہین، جن اشخاص کو راحت و آرام عزیز ہو، اُن کے لئے یہ صیغہ موزون نہین۔

اخبار ایسا ضرور ہونا چاہیئے جو اپنے مصارف اپنی ہی آمدنی سے چلا سکتا ہو، اگر خارجی مدد لیگی تو اخبار آزاد نہ رہ سکیگا، اور جو اخبار اپنی پالیسی مین آزاد نہو، وہ ملک و قوم کے لئے ایک خطرہ ہے۔

اخبار کو سب سے زیادہ عزیز اپنی آزادی ہونا چاہیئے، ایک آزاد اخبار سب کی نظرون مین کھٹکتا ہے، حکام اُسکی جانب سے بدگمان رہتے ہین، امرا اس سے بیزار رہتے ہین، مصاحبت پسند

دخوشامد دوست حلقہ اس سے ضد رکھتے ہین، انتہا پسند و انقلاب پسند گروہ اپنی طرف سے اسکا مخالف رہتا ہے، لیکن با این ہمہ امن عامہ اور ملک کے نظم و نظام کی برقراری مین جسقدر ہاتہہ ایک آزاد پریس کا ہوتا ہے، اسقدر نہ پارلیمنٹ کا ہوتا ہے نہ کلیسا کا، اور نہ جلسون اور تقریرون کا۔

لارڈ نارتہہ کلف (مالک اخبار ٹائمس) کا جو دور حاضر مین بہترین جرنلسٹ (صحافی) ہین، مقولہ ہے کہ ایجاز و اختصار جان صحافت ہے، ایک اچھا اخبار نویس قلم ہاتہہ مین لینے کے قبل ہی ذہن مین طے کرلیتا ہے کہ فلان مضمون کو فلان تعداد سے زاید الفاظ مین نہ ادا کیا جائیگا، ایک ایڈیٹر کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دہ وقت وہ ہوتا ہے، جب اسکے ماتحت بڑے بڑے طویل و عریض مضامین اسکے پاس لاتے ہین، اور اسے اُن مین کاٹ چھانٹ کرنا پڑتی ہے، جو نوجوان فن صحافت کو اختیار کرنا چاہتے ہین، لازم ہے کہ شروع ہی سے اپنی عادت ایجاز و اختصار کی ڈالین، اور طویل نویسی سے بچتے رہین۔

"خبرین" اور "رائین" دو بالکل مختلف چیزین ہین، اخبار کا مقصد اصلی ناظرین تک خبرون کا پہنچانا ہوتا ہے، اچھے اخبار نویس کو اس سے زیادہ بحث نہ ہونا چاہیئے کہ واقعات کی رفتار کہانتک اُسکی رائے کی پابند ہے، اُسے دیانت کے ساتھ خبرین اپنے خریدارون تک پہنچا دینا چاہیئے، البتہ خبرون کی اشاعت مین یہ احتیاط رہے کہ ان سے محض جلب منفعت مقصود نہو، بلکہ خدمت ملک مقصود ہو، یعنی ایسی خبرین، جن سے بعض رکیک جذبات کی تسکین ہوسکتی ہے، اور ان کے سوا کوئی فائدہ نہین ہوسکتا، انکی اشاعت سے احتراز چاہیئے۔

(ٹائمس ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

تلخیص و تبصرے

خودکشی پر اخلاقی نظر

مشہور ماہر سائنس سر آلیور لاج نے رسالہ فارٹ نائٹلی ریویو کی ایک تازہ اشاعت مین ایک مضمون "خودکشی پر ایک اخلاقی نظر" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ خودکشی کرنے والون کی برارت مین عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ انھون نے عارضی جوشِ جنون مین خودکشی کی ہے، لیکن اکثر صورتون مین خود یہ جوشِ جنون بعض خاص جذبات کی پرورش کرتے رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اسلئے اچھی طرح اخلاقی گرفت مین آجاتا ہے، اکثر صورتون مین بعض بہت ہی معمولی جسمی بیماریان یا ادنیٰ تکالیف انسان سے خودکشی کرالیتی ہین، اور ان صورتون مین اسکی ادنیٰ شکل جواز بھی نہین پیدا ہو سکتی، اپنی جان لیکر زندگی سے نجات پا جانے کا خیال ایسا ہی بے معنی ہے، جیسا کہ نقل مکانی ہے،

اپنی ہستی کو فنا کر دینے کا خیال گو دلکش معلوم ہو، لیکن یہ دلکشی جھوٹی ہے، اسلئے کہ ہستی کو فنا کر دینا ممکن ہی نہین، یہ عقیدہ اگر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوجائے کہ ہستی ایک مرتبہ وجود مین آجانے کے بعد ہمیشہ قائم رہتی ہے، تو معمولی تکالیف سے نجات پانے کے لئے کوئی شخص بھی موت کے نامعلوم دروازہ مین نہ کود سے"

سر آلیور لاج، باخبر ناظرین کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ماہر سائنس کے ساتھ ہی ایک عامل بھی ہین اور مردون کے ساتھ نامہ و پیام کے اعمال مین مشغول رہتے ہین، آگے چل کر وہ لکھتے ہین کہ مین نے بعض ایسی روحون سے بھی ملاقات کی ہے جنھون نے خودکشی کے ذریعہ سے اپنے اجسام خاکی کو چھوڑا تھا،

اس سلسلہ مین

"سب سے پہلی مثال میرے تجربہ مین ایک ہونہار ذہین نوجوان کی آئی ہے جو سائنس کا عالم تھا اور شب و روز سائنٹفک تجربات مین مشغول رہتا تھا، اسکا حوصلہ یہ تھا کہ کوئی بڑی ایجاد یا انکشاف کرکے وہ سائنس کے ممتاز اساتذہ مین شمار ہونے لگے، اور اُسکے لئے راتون کو بڑی دیر دیر تک اپنے دارالتجربہ کے اندر اختبارات مین مصروف رہا کرتا تھا، لیکن یہ آرزو کسی طرح بر نہ آئی، اور اس سے وہ خواہ مخواہ ملول و مایوس رہا کرتا تھا، حیات بعد الموت کا وہ قائل نہ تھا، اور نہ میرے علم مین وہ کچھ بھی مذہبی آدمی تھا، تاہم دل کا بہت ہی نیک تھا، اور مال و دولت کی طرف سے بالکل مستغنی، یاس و حزن نے رفتہ رفتہ اسپر اتنا غلبہ پایا کہ اس نے کئی بار خودکشی کا اقدام کیا، اور بالآخر اس مین کامیاب ہوگیا، لیکن مرنے کے بعد اُسپر کیا گذری؟ اس نے اپنے تئین اسیری مین پایا جس سے مقصود اسی کی طبیعت کی اصلاح تھی، مجھسے ملنے کے لئے اور اپنی حسب عادت خلوص و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے اُسے چند لمحون کے لئے رہائی حاصل ہوئی، لیکن معاً وہ پھر قید کردیا گیا، اور اسوقت سے مجھے اسکا حال نہ معلوم ہوسکا، مجھے یقین ہے کہ اب اسکی صلاح ہوگئی ہوگی، اور اسے اپنی پچھلی غلطیون کا احساس ہوگیا ہوگا، اُسپر رحمت و سلامتی ہو۔"

اسکے بعد سر آلیور لکھتے ہین کہ اُن سے بعض اور بھی ایسے مردون سے ملاقات ہوئی ہے جنھون نے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لی تھی، ان مین جن لوگون نے مصائب دنیوی سے بالکل تنگ و عاجز آکر خودکشی کی تھی، ان کے ساتھ نسبتہً ترحم آمیز سلوک کیا گیا، لیکن جن لوگون نے بلا کسی خاص وجہ کے خودکشی کرلی تھی، اُنھین عذاب شدید سے دوچار ہونا پڑا ہے، لیکن عذاب شدید ہو یا خفیف، ہر صورت مین اسکا مدعا اصلاح و تزکیۂ نفس ہی ہوتا ہے، اور جب یہ غرض پوری ہوجاتی ہے نجات حاصل ہوجاتی ہے کسی کو عذاب دوام و خلود حاصل نہین، اسلئے (بقول سر آلیور) بڑے سے بڑے بدکار کو بھی

"یاس کامل و قنوط کی کوئی وجہ ہو ہی نہین سکتی"

نوبل پرائز

جسوقت سے ٹیگور کو نوبل پرائز ملا ہے، ہندوستان کے لوگ بھی اس اجنبی اصطلاح سے کچھ کچھ واقف ہو چلے ہین، تاہم بالعموم ابھی اس لفظ کی اجنبیت دفع نہین ہوئی ہے، اور بہت سے لوگ اسکے صحیح مفہوم سے بالکل ناواقف ہین، ۳۰ - نومبر کو ڈاکٹر نیل رتن سرکار ڈی، ایس سی (پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی) نے اس عنوان پر ایک لکچر دیا، جسکے ضروری مطالب سے ناظرین معارف کو روشناس کیا جاتا ہے،

انیسوین صدی کے ربع آخر مین ملک سویڈن مین ایک نامور سائنس دان ڈاکٹر الفرڈ نوبل تھا، اسکا اصلی موضوع فن کیمیا تھا، اسمین وہ مجتہدانہ کمال رکھتا تھا، اور متعدد اہم اکتشافات اسی کی قابلیت ذہنی کا نتیجہ ہین، اسے غیر معمولی کمال بارود وغیرہ کی قسم کے آتشگیر مادون کے اکتشاف مین تھا، چنانچہ پکرک ایسڈ امونیم دی کرومیٹ، نائٹروجن آف ڈایڈ، نائٹرو گلیسرین وغیرہ سب اسی کی دریافت کی ہوئی چیزین ہین، اسکے کیمیاوی اختراعات مین سب سے زیادہ مقبولیت ڈائنا سیٹ کو ہوئی جس سے بڑی بڑی عماراتِ مستحکم و قلعہ جات چشم زدن مین بھک سے اڑا دیے جا سکتے ہین، اور پہاڑون کو کاٹکر جو راستہ بنائے جاتے ہین، وہ اسی شے کے ذریعہ سے، یورپ کے نظامات حربی نے اس ایجاد کی بیحد قدر کی، خصوصاً جنگ روس و جاپان کے زمانہ مین تو ڈائنا میٹ بیحد تعداد مین خریدی گئی، اس تجارت سے ڈاکٹر نوبل لکھ پتی نہین بلکہ ارب پتی ہو گیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسے احساس ہوا کہ اُسکی ایجاد بنی آدم کی ہلاکت و بربادی کا کسقدر زبردست آلہ ثابت ہو رہی ہین، اس احساس کے بعد اُسے انفعال پیدا ہوا، اور اُس نے اپنے گناہون کا کفارہ کرنا چاہا، لاکھون کرورون روپیہ صرف کر کے اس نے نادر سے

سویڈن مین شفاخانے، مدرسے وغیرہ قائم کرائے، اور اُسکے بعد ایک عظیم الشان سرمایہ سے ایک فنڈ قائم کردیا، جسکے سود سے ہر سال پانچ وظیفے ملتے رہین گے، اُنہین وظائف کو نوبل پرائز کہتے ہین -

اس نام کے پانچ وظیفہ مین ہر وظیفہ کی تعداد ۸۰۰۰ پونڈ موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے آٹھہ لاکھہ اور سابق شرح کے لحاظ سے بارہ لاکھہ روپیہ) ہے، جو اس شخص کو ملتا ہے جس نے دوران سال مین طبعیات، کیمیائیات، ادبیات، حیاتیات وعلم طب، یا صلح وامن پر بہترین تصنیف شائع کی ہو، انعام پانے کے لئے کسی ملک وقوم کی تخصیص نہین، ہر شخص اُسکا مستحق ہوسکتا ہے، تقسیم وظائف کا کام ایک کمیٹی کے سپرد ہے، جسکا صدر مقام سویڈن مین ہے، مگر جسکے نمایندے دنیا کے ہر گوشہ مین ہین -

ابتک جتنے لوگون کو وظائف ملے ہین، اُن مین سلاطین اعظم سے لیکر عام افراد تک ہر طبقہ کے لوگ شامل رہے ہین، مقاصد امن وصلح والا وظیفہ اس شخص کو ملتا ہے جسکی کوشش کسی بڑی جنگ کے روکنے کا باعث ہوئی ہے، سنہ ۱۹۰۰ء مین یہ وظیفہ قیصر جرمنی (ولیم ثانی) کو ملا تھا! اور اسکے بعد پریسیڈنٹ روزولٹ کو، سائنس کا وظیفہ کمر از ایک فرنچ خاتون میڈیم کری کو ملا ہے، جو ریڈیم کی دریافت کرنیوالی ہین، اور اسوقت شاید سب سے بڑی سائنٹسٹ ہین، خاتون موصوفہ کو ایک بار یہ وظیفہ طبعیات مین ملا ہے، اور دوسری بار کیمیائیات مین، ایک مرتبہ سنہ ۱۹۱۲ء مین) یہ وظیفہ ایک فرزند ہند (ٹیگور) کی قسمت مین بھی اُسکے کمالات ادبی کے اعتراف مین آچکا ہے -

ایوانِ مذاہب

بعض محبان ملک کی عرصہ سے تجویز تھی کہ جسطرح ہندوستان مختلف مذاہب وملل کی آبادیون کا مجموعہ ہے، چاہیئے کہ اُسکے کسی مقام پر ان تمام ادیان رکھنے والون کا ایک سنگم بنایا جائے، یہ تجویز عالم تخیل مین عرصہ سے تھی حال مین سری بھارت دھرم مہامنڈل (بنارس) نے جو ہندوؤن کی ایک

مسلّم مذہبی انجمن ہے، اس جانب ایک عملی قدم اُٹھایا ہے۔

مہا منڈل مذکور کی طرف سے ایک دستورالعمل شایع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والون کی ایک مختصر جماعت اسکے لئے تیار ہوگئی ہے، اور ایک مخیّر ہندو رئیس نے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ اس مقصد کے لئے دیدیا ہے، ایک باضابطہ وقف نامہ تیار ہو چکا ہے، جسکی رو سے عمارتون کے لئے وسیع رقبۂ زمین حاصل ہوگیا ہے، وقف نامہ مین مقصدِ وقف یہ بتایا گیا ہے کہ مختلف ادیان و مذاہب مین باہم صلح و اتحاد پیدا کرنے، ان کے متعلق معلومات فراہم کرنے اور سلسلۂ مطالعہ جاری رکھنے کی غرض سے ایک عظیم الشان ایوان مذاہب و کتبخانہ قائم کیا جائے، نیز روحانیت، اخلاق و انسانیت کی عام تبلیغ اس ایوان کے مقاصد مین داخل ہوگی۔

اس ایوان کے مختلف حصے، مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی، پارسی، بودھ، جین، سکھ، غرض جملہ مذاہب آبادی ہند کے لئے مخصوص ہونگے، ہر مذہب کے متعلق اُسکے عبادت خانے ہونگے، اور مہمان خانے ہونگے، جنمین اس مذہب کے علمار دفقرار آکر قیام کرسکین گے، ایک عظیم الشان کتب خانہ ہوگا جسمین جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ، انکی شروح و تفاسیر، اور ان کا علم کلام محفوظ ہوگا، ایک دارالاشاعت بھی ہوگا، جسکے ذریعہ سے ایسے لٹریچر کی اشاعت ہوتی رہیگی جو مقاصد بالا مین معین ہو۔

اسکے علاوہ ایوان مذکور کے اور بھی بعض دلچسپ خصوصیات ہونگے، جن ناظرین کو مزید تفصیل کا شوق ہووہ سکریٹری بھارت دہرم مہا منڈل (بنارس) سے "ہال آف ریلیجنز" (Hall of religions) کا پراسپکٹس (دستورالعمل) طلب کرسکتے ہین

———(٠)———

تمدنِ چین کی قدامت

عنوان بالا سے ایک مبسوط مضمون فلپائن کے انگریزی رسالہ دی لٹل پیپر The letter paper) مین شایع ہوا ہی، اُسکی تلخیص ناظرین معارف کے لئے اُمید ہو کہ دلچسپ ہوگی: -

حال مین بعض علمی جماعتون نے چین کی قدیم کتب وغیرہ کے تفحص سے یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچایا ہی کہ چینی تمدن دنیا مین قدیم ترین تمدن ہے، اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار آٹھ سو برس قبل ہی وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے اکتشافات و اختراعات مین انتہاے عروج تک پہنچ چکا تھا، جن ایجادات و اکتشافات کا پتہ اس تفحص سے لگا ہے افسوس کہ ان کے ایجاد و اکتشاف کی ٹھیک اور مقرر تاریخین نہ مل سکین، کیونکہ بہت سی کتب مین صرف مخترع و مکتشف کا نام تو ملتا ہے، لیکن اُسکی ایجاد و اختراع کے کوئی خاص سنہ و تاریخ کا پتہ نہین لگتا، البتہ ان اختراعات و اکتشافات کی تاریخ تقریبًا معلوم ہوجاتی ہے، چنانچہ ذیل مین وہ مدتین جنکے اندر یہ مختلف ایجادات و اختراعات ظہور پذیر ہوئی ہین، مع اُنکے موجدین و مخترعین کے نامون کے درج کیجاتی ہین، نیز واضح رہے کہ یہان پر ہم صرف اُن ہی اشیاء کا حال درج کر رہے ہین جو موجودہ تمدن سے گہرا تعلق رکھتی ہین،

ازسنہ ۲۸۰۰ ق م تا ۲۶۹۸ء	گہانس کی رسیان اور مٹی کے برتن سوئجن نے ایجاد کئے، مچھلیان پکڑنے کے

جال، سن کے کپڑے، اور علم موسیقی کے متعلق باجے مثل بانسری وغیرہ کے پاؤہی نے ایجاد کئے، گہانس کی چٹائی، لکڑی کے ہل، بانس کی کنگھیان، لوہے کی کلہاڑیان، اور مٹی کے بڑے بڑے برتن شین ننگ نے ایجاد کئے۔

ازسنہ ۲۶۹۷ ق م تا ۲۵۹۸ء ق م	غیر مکمل طور سے مختلف برتن، چاول کی شین، چرخہ، آئینہ، قینچیان، کہانا

پکانے کے برتن، چھتریان، رنگ اور مقناطیسی سوئیان، ہوانگ تی نے ایجاد کین، کشتی کو ہوا آردو نے ایجاد کی، لکڑی کی پچکاری کا کام تسوچی نے، اور علم نجوم کے متعلق نامکمل آلات یونگ چینگ نے ایجاد کئے،

بزمانہ حکومت خاندان ٹانگ از ۲۳۵۷ تا ۲۲۵۶ ق م — کارچوبی کام، شراب اور سنگتراشی کی ایجاد ہوئی۔

بزمانہ حکومت خاندان سنگ از ۲۲۵۵ تا ۲۲۰۶ ق م — مصوری کا کام اور مردون کو کفنانے کی ایجاد سنگ نے کی۔

بزمانہ حکومت خاندان ہشیا از ۲۲۰۵ تا ۱۷۸۲ ق م — معدنیات کو پگھلانے اور انکو صاف کرنے کا کام، کرسیان، میزین، وغیرہ، پتوار اور بادبان یو نے ایجاد کئے،

بزمانہ حکومت خاندان شینگ از ۱۷۸۳ تا ۱۱۲۳ ق م — موم بتیان، تانبے کے کھانا پکانے کے برتن، سونے کے کڑے، سونے کی بالیان، اور خوشبودار پودے ایجاد ہوئے،

بزمانہ حکومت خاندان چاؤ از ۱۱۲۲ تا ۲۴۷ ق م — چلنیین چاؤکنگ نے ایجاد کین، سورج گھڑی، تانبے کے گول سکے جن مین بیچ مین ایک مربع سوراخ ہوتا تھا، ڈھالین، نیزے، زاویہ وغیرہ تانبے کے ابتدائی آلات، اور نجاری کے متعلق رندہ اور بسولا لوپین نے ایجاد کیا، چینی روشنائی تینگ لی نے ایجاد کی، چینی کی دوات چنگ یو نے ایجاد کی،

اسی زمانہ مین مشین کے ابتدائی ادوات مثل ڈیرک (Derrick) یا آٹومیٹک لیڈر (Automatic Ledder) کے استعمال ہونے لگے تھے، اور موخرالذکر کو ٹسو نے سنگ کی دارالحکومت کے محاصرہ کے وقت استعمال کیا تھا، اور ان دونون کا موجد کنگ شوپن تھا۔

بزمانہ حکومت خاندان چنگ از ۲۴۶ تا ۲۰۰ ق م — عجیب کمانین اس زمانہ مین ایجاد کیگئی تھین، کہ انکو ذرا چھودینے سے تیر فوراً نکل جاتا تھا، اور جو کوئی انکو چھوتا وہ فوراً مارا جاتا تھا۔

بزمانہ حکومت خاندان ہن از ۲۰۶ تا ۲۱۵ء — کاغذ تسائی لون نے ایجاد کیا، جو اسباب کہ اسوقت مین

بجاے کاغذ کے استعمال کیا جاتا تہا، وہ کپڑا، سن، اور درخت ہوتے تھے، اس زمانہ سے کچھ قبل الفاظ کپڑے اور بانس کے ٹکڑون پر لکھے جاتے تھے، شکر اور کوئلہ بھی اسی زمانہ مین دریافت کیا گیا،

تین خاندانون کی حکومت کا زمانہ از سنہ ۲۲۰ع تا سنہ ۲۷۷ع	سطح کو برابر کرنے والی گاڑیان اسی زمانہ مین ایجاد ہوئین جو باغبانی مین استعمال کیجاتی تہین، اور وہ خود بخود پانی چھڑکتی جاتی تہین، جو ان مین محفوظ

رہتا تہا، گاڑیون کو چلانے کے لئے لکڑی کے جانور جو کولیانگ نے ایجاد کئے، تاریخ مین یہ بھی درج ہے کہ ا چنگ ایسے لکڑی کے تپلے بنالیتا تہا کہ جو نقارہ کو بجاتے اور دہونکنیون کو دہونکتے تھے،

بزمانہ حکومت خاندان ٹسین از سنہ ۲۶۵ع تا سنہ ۵۸۸ع	پودلا د چیو د ہوائی دن نے ایجاد کیا،
بزمانہ حکومت خاندان سئی از سنہ ۵۸۹ع تا سنہ ۶۲۶ع	کانچ ایجاد کیا گیا، اور پانی کی گھڑیان ایجاد کیگئی،
بزمانہ حکومت خاندان ٹنگ از سنہ ۶۲۷ع تا سنہ ۹۳۵ع	بارود ایجاد کیگئی،
پانچ خاندانون کی حکومتون کے زمانہ مین از سنہ ۹۳۶ع تا سنہ ۹۵۹ع	چہاپا فانگ ٹاؤ نے ایجاد کیا،

چونکہ یہ تحقیقات صرف انہین امور پر مبنی تہی جو سنہ ۱۰۰۰ع سے قبل ایجاد و دریافت ہوئے، اسلئے اس کے بعد کی ایجادات و اکتشافات کو نظر انداز کر دیا گیا،

ابو النصر سید احمد بہوپالی

———<o>———

اخبار علمیۃ

سردی کی شدت سے بعض اوقات جو دانت بجنے لگتے ہین، عام طور پر اہنین دانتون ہی کی کڑکڑاہٹ سمجہا جاتا ہے، حالانکہ اسمین دانتون کی حیثیت محض فرعی ہوتی ہے، درصل سردی کا اثر جبڑے کے عضلات پر ہوتا ہے، یہ عضلہ وہی ہوتے ہین جنکی مدد سے ہم چباتے اور بات کرتے ہین منہ کہولتے ہین، انہی عضلات کی لرزش دانتون پر موثر ہوتی ہے، اور دانت کڑکڑانے لگتے ہین۔

(پاپولر سائنس)

امریکہ کے ایک مشہور کتب فروش مسٹر الفرڈ نوف کا بیان ہے کہ ٹیگور کو جرمنی مین جو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہے، اسکے مقابلہ مین امریکہ کی مقبول عام مطبوعات کو پیش کرنا، جنکی تعداد اشاعت لاکہہ دو لاکہہ تک رہتی ہے، حماقت ہے، مسٹر نوف اس امر کی شہادت عینی دیتے ہین کہ جسوقت وہ برلن مین تھے، وہان کے ایک پبلشر (صاحب مطبع) نے ٹیگور کی تصانیف کے لئے ۱۰ لاکہہ کیلوگرام کاغذ منگایا تہا جو ۳۰ لاکہہ کتابون کے لئے کافی تہا!!

(لٹریری ڈائجسٹ)

یہی تاجر کتب لکہتا ہے کہ جرمنی کے کتاب خوان پبلک کی توجہ کا اصلی مرکز فلسفہ، مذہب وغیرہ کی سنجیدہ تصانیف ہین، اور افسانہ وقصص سے کہین زاید تعداد مین یہ چیزین نکلتی رہتی ہین، اس شوق مطالعہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کیسرلنگ کی کتاب موسومہ "ایک فلسفی کا روزنامچہ سیاحت" جسکی ضخامت ایک ہزار صفحہ سے زاید ہے اور جو بڑی تقطیع کی دو جلدون مین ہے، اسکے ۵۰ ہزار سے

زاید نسخے ابتک نکل چکے ہین،   (ایضاً)

جرمنی کا سکہ، مارک، جنگ سے قبل تقریباً بارہ پنس کے ساوی ہوتا تہا، گویا ایک پونڈ کے بیس مارک ملتے تھے، جنگ کے بعد مارک کی قیمت جو گھٹنا شروع ہوئی تو اکتوبر ۲۱ء کے چوتھے ہفتہ مین ایک پونڈ ۷۵۰ مارک کے برابر ہو گیا، اور نومبر مین یہانتک نوبت پہنچی کہ ایک پونڈ کے ۱۲۵۰ مارک ملنے لگے،

مارک کی اس ارزانی سے جہان جرمنی کو شدید مالی نقصانات ہو رہے ہین، وہان ہندوستانی طلبہ کو اسی مناسبت سے منافع حاصل ہو رہے ہین، موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے چھہ ہزار روپیہ مساوی ہین ایک لاکہہ مارک کے، اور اتنے سرمایہ کے ساتھ ایک ہندوستانی طالبعلم جرمنی کے جس شہر مین چاہے کم از کم تین برس کی مدت بہ آرام تمام گذار سکتا ہے، جرمنی کے سوا دنیاے متمدن کا کوئی دوسرا ملک ایسا نہین، جہان اسوقت دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی مین کوئی ہندوستانی طالبعلم بہ فراغت گذر کر سکے، ہمارے ملک کے جو طلبہ مغربی تعلیم کے شائق ہون، اُن کے لئے جرمن زندگی کی یہ ارزانی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

کنگ ایڈورڈ ہسپتال ونڈسر مین کچھ روز ہوئے ایک ضعیفہ مسز پورٹ فیلڈ داخل ہوئین، جنکا علاج ایک سخت قسم کا اپریشن تہا، لیکن اُنکے جسم مین خون کی مقدار اسقدر کم تھی کہ ڈاکٹرون نے یہ فیصلہ کیا کہ اپریشن کے بعد وہ قطعاً جانبر نہ ہوسکیگی، تاوقتیکہ تازہ انسانی خون ایک پینٹ کی مقدار مین اُسکے جسم مین باہر سے نہ داخل کیا جائے، ضعیفہ کا ایک لڑکا ۲۴ سال کی عمر کا تہا، اس نے یہ سُنتے ہی

اپنے تئین پیش کیا کہ میرے جسم سے اتنا خون نکال کر ان کے جسم مین داخل کر دیا جائے، چنانچہ پانچ ڈاکٹرون نے مل کر یہ عمل کیا اور ان کو صحت ہو رہی ہے، (ڈیلی میل)

برطانوی سپاہ کی کل تعداد، سرکاری اعداد کے بموجب حسب ذیل ہے:-

برطانیہ مین	۲۰۱۱۲۷
نوآبادیون مین	۸۴۲۰۰
ہندوستان مین	۷۶۸۹۶
میزان سپاہ برطانوی	۳۶۱۲۲۳

(ایضاً)

میجر جنرل برنیکر نے زنانہ انجینیرنگ سوسائٹی کے سامنے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ سردست طیارون کی زیادہ سے زیادہ قوت ۸۰۰ گھوڑون کی ہو سکی ہے، لیکن وہ زمانہ قریب آرہا ہے جب انکی قوت ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر ۴۰۰۰ گھوڑون کی ہوگی، اسوقت یہ بآسانی ممکن ہوگا کہ ایک طیارہ لندن سے نیویارک تک ۴۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرسکے، اور مسافر بھی اُسپر سوار رہین، اور آکسیجن سے غذا اور برق سے حرارت حاصل کرتے رہین۔ (ایضاً)

لارڈ نارتھ کلف (مالک اخبار ٹائمس و ڈیلی میل) جو اسوقت مدبرین انگلستان کی صفِ اول مین ہین، اور آجکل سیاسی اغراض سے سیاحت عالم مین مصروف ہین، جب دار السلطنت چین مین پہنچے توشاہی مہمان ہوئے، اور "فغفور" چین نے خود ان کے ساتھ کھانا کھایا، کھانا چالیس اقسام کا تھا، اور اہل چین کے حسب دستور بجائے چھری کانٹے کے بانس کی پتلی تیلیون سے کھایا گیا۔ (ایضاً)

ڈارسٹ (انگلستان) مین ایک خاندان ہے جو اپنی طویل العمری کے لئے ضرب المثل ہوتا جاتا ہے، اس خاندان مین چھ بھائی اور دو بہنین ہتین جو ابتک سب زندہ ہین، اور اُنکی عمرین علی الترتیب ۸۱، ۸۰، ۷۸، ۷۶، ۷۴، ۷۰، ۶۸، ۶۷، ۶۴ ہین، ان لوگون کے والد کی عمر ۹۲ اور والدہ کی ۸۱ سال کی ہوئی تھی، اور دادا دادی دونون کی عمرین ۸۱ سال کی ہوئی تہین، (ایضاً)

لندن کے ایک ڈاکٹر لکھتے ہین کہ میری بلی اس حالت مین ایک روز میرے پاس آئی کہ علامات سے مین سمجھا کہ اُسے درد معدہ ہے، مین نے ہر امکانی تدبیر کی لیکن ۲۴ گھنٹے کے اندر وہ تڑپ تڑپ کر مر گئی، اسکے مرنے کے بعد اُسکی لاش پر جب عمل جراحی کیا گیا تو معدہ سے ایک سگرٹ کا ٹکڑا ½ انچ کی جسامت کا برامد ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو کا زہر بلی کے لئے ہلاک ہے۔ (ایضاً)

برطانیہ کی سرزمین پر جنوری سے ستمبر ۲۱ء تک جتنے بیرونی اشخاص نے قدم رکھا اُنکی تعداد حسب ذیل تھی:۔

سیاحت و تفریح کی غرض سے آنے والے	۹۰۸۰۷
مختلف ضروریات و مقاصد سے آنے والے،	۵۰۸۸۹
اہل سیاست	۵۱۷۰
وہ اشخاص جنہین اُترنے کی اجازت نہین ملی،	۱۱۹۴

(ایضاً)

یونیورسٹی آف پیرس نے حال مین انگلستان کے دو مشاہیر کو اپنے ہان کی ڈاکٹر آف لٹرز کی آنریری ڈگری عطا کی ہے، ان مین سے ایک رڈیارڈ کپلنگ شاعر و ادیب ہین، اور دوسرے سر جیمس فریزر،

محقق علم اساطیر وازمنۂ قبل تاریخ ہین، یورپ مین یونیورسٹی آف پیرس کی اعزازی ڈگری خاص وقعت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ (ایضاً)

دسمبر کی ابتدائی تاریخون مین مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ نے رایل سوسائٹی کے سامنے متعدد لکچر اس عنوان پر دیئے:۔"اسلام سے قبل اہل عرب بنو اسرائیل کے باہمی تعلقات"۔

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

آغاز دسمبر مین آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے دو جلدون مین المفضلیات کو شایع کیا ہے جو عرب جاہلیت کے بہترین کلام کا مجموعہ ہے، اصل عربی کے ساتھ نامور فاضل سر چارلس لائل کے قلم سے انگریزی ترجمہ مع مفصل مقدمہ وحواشی کے بھی شایع ہوا ہے۔ (ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

۴-دسمبر کو سب سے پہلی بار لندن وسڈنی (آسٹریلیا) کے درمیان لاسلکی تار برقی کا سلسلہ قائم ہوا، اور سب سے پہلا پریس ٹیلیگرام (اخباری تار) لندن کے روزنامۂ ڈیلی میل نے اپنے نامہ نگار متعینہ سڈنی کو اسی روز روانہ کیا، لندن وسڈنی کی درمیانی مسافت بارہ ہزار میل سے زاید ہے، لاسلکی پیام $\frac{1}{16}$ سکنڈ مین پہنچگیا! اس حساب سے اُسکی شرح رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سکنڈ کی ہوتی ہے۔

سنہ۲۰ مین لندن اور مضافات لندن مین آلات دخانی کے ذریعہ سے سفر کرنے والون کی تعداد سے متعلق حسب ذیل سرکاری اعداد شایع ہوئے ہین،

ٹراموے کے ذریعہ سے ۱،۰۶۵،۷۸۸،۹۳۱

کرایہ کے موٹرون کے ذریعہ سے	۹۳۵،۹۴۶،۰۰۲
زمین دوز ریلون سے	۲۶۵،۵۸۷،۹۴۱،۱
لوکل ٹرینون سے	۴۲۴،۰۰۰،۰۰۰
بڑی ریلون سے	۳۶۸،۰۰۰،۰۰۰

سہ ماہی مختتمہ ۳۰ ستمبر سنہ ۲۰ مین انگلستان و ویلز مین جدید ولادتین ۲۱۴۸۵۰ ہوئین، یہ تعداد بمقابلہ سہ ماہی ماقبل کی ولادتون کے بقدر ۱۰۴۶۶ کے اور بمقابلہ سنہ ۱۹ کی تیسری سہ ماہی کی ولادتون کے بقدر ۱۵۰۱۷ کے کم ہے،

سہ ماہی مختتمہ ۳۰ جون سنہ ۲۰ مین انگلستان و ویلز مین شادیان ۱۴۲۵۸۲ ہوئین، یہ تعداد سہ ماہی ماقبل کی شادیون سے بقدر ۹۳۹۲ کے اور سال گذشتہ کی دوسری سہ ماہی سے بقدر ۴۵۷۴۷ کے کم رہی،

امریکہ کے ایک سائنٹسٹ نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد اور بیس اشخاص کی اعانت سے ایک گھڑی کی تیاری حال مین ختم کی ہے، جسکی قیمت ایک ہزار گنی (دس ہزار روپیہ سے زاید) ہے، یہ گھڑی جیبی ہے، لیکن کلاک کی طرح گھنٹہ بجاتی ہے، الارم دیتی ہے، طلوع و غروب شمس کو بتاتی ہے، ماہتاب کی گردش کا پتہ دیتی ہے، اور سیارون کی نقل و حرکت، نیز دیگر معلومات ہیئت اس سے دریافت ہو سکتے ہین -

---

مضافات لندن مین حال مین ایک رانڈ عورت اور رنڈوے مرد کی عجیب و غریب شادی ہوئی ہے، نوشہ کی عمر ۸۱ سال کی ہے، اور دلہن کا سن خیر سے ان سے دو سال زاید ہے، یعنی ۸۳ سال، دلہن صاحبہ ادہر تیس سال سے بیوگی کی زندگی بسر کر رہی ہتین، اُن کے ماشاء اللہ ۱۹ اولادین پچھلے شوہر سے موجود ہین جنمین سب سے بڑی اولاد کا سن شریف ۶۰ سال کا ہے، نوشہ صاحب کی دو بیویان اس سے پیشتر وفات پا چکی ہین، یہ تیسری شادی ہے۔ (ڈیلی میل)

دہلی کے ڈاکٹر عبد الستار الخیری نے جو شام کے بیروت کالج مین پروفیسر ہین، حال مین "عہد اسلامی مین صنایع ہند" کے نام سے ایک جرمن زبان مین ضخیم و مصور کتاب تالیف کی ہے، جسے برلن کی ایک کمپنی نے شایع کیا ہے۔ (کا ئیعین)

گذشتہ ستمبر مین امریکن کیمیکل سوسائٹی کا سالانہ جلسہ شہر نیویارک مین منعقد ہوا، اور کیمیائیات کے بہترین علماء و اساتذہ نے مختلف عنوانات پر مضامین و مقالات پڑہے، سوسائٹی کا اجلاس پندرہ مختلف شعبون مین منقسم تہا، شلاً حرفتی کیمسٹری، انجینیرنگ کیمسٹری، طبی کیمسٹری، زرعی کیمسٹری، وقس علی ہذا۔ بیالوجیکل کیمسٹری (کیمیائیات حیاتی) کے اجلاس مین دو فرزندان ہند کے بھی مقالات کے لئے وقت نکالا گیا، ان مین سے ایک بنگال کے مسٹر بی، داس تھے، اور دوسرے بمبئی کے مسٹر ڈی، آر، کوکٹر۔

(ایضاً)

ادبیات

یادِ شوکت

اے وہ کہ بنا دیا ہے تونے زندان کو بھی غیرتِ گلستان

ہے تیرے جمالِ معنوی سے توہینِ فضائے یوسفستان

آزادیِ روح کا یہ عالم زنجیر بھی تیری تجھ سے لرزان

تیرے زندان کی بندشون مین نیرنگیٔ وسعتِ بیابان

تیری لاتقنطوا کی آواز برہم زنِ بزمِ یاس و حرمان

امید کی لرزشون سے معمور تیرا ہر نغمۂ پریشان

تیری آنکھون کی جنبشون مین ہنگامۂ موج و جوشِ طوفان

باطل تری حق پرستیون سے افسونِ حریفِ فتنہ سامان

عاجز تری بے گناہیون سے آبِ شمشیر و نوکِ پیکان

تیرے صبر و سکوت مین ہے صد رازِ شکستِ جورِ پنہان

تیری مجبوریان کرینگی شیرازۂ جبر کو پریشان

ایثار ترا، ترا محافظ اخلاص ترا، ترا نگہبان

کی تونے نثارِ راہِ ملت روحِ مست و حیاتِ جولان

نیرنگِ جمالِ مصطفےٰ ہے تیری محویتون پہ نازان

اے مایۂ افتخارِ ملت

تو ہے روحِ بہارِ ملت

کلامِ ثاقب (لکھنوی)

نہ ذکرِ انبساط کر کہ دورِ عیش ہو چکا　　خوشی کی فکر کسلئے وہ دل کہان جو کھو چکا

طلوعِ صبح ہے نہ رو جو کچھ ہوا وہ ہو چکا　　اب اور کیا خیال ہی سوادِ شب تو دہو چکا

یہ خندۂ طرب نا مبارک اہل دہر کو　　بہت زمانہ ہو گیا کہ مین ہنسی کو رو چکا

نہ دم لے ای سرشکِ غم تجھے قسم ہی عشق کی　　فلک کو چھوڑتا ہی کیون اگر مجھے ڈبو چکا

رہے وہ دل مین مدتون مگر سنبھل سکا نہین　　مزاجِ حسن و عشق کو بہت دنون سمو چکا

خبر نہین یہ جاگنا ہی زیست تک کہ بعد بھی　　جو ساتھ دل رہا یہی، تو قبر مین بھی سو چکا

نکل کے راہِ عشق سے کسی طرف چلون تو کیا　　کہان سے لاؤن جان و دل یہ دیچکا وہ کھو چکا

چمن ہے زیرِ آسمان نہ پھول اس بہار پر　　بنا لے آشیان مگر سمجھ کہ قید ہو چکا

نہ ڈھونڈھ اہلِ دل کو اب کہ جوشِ قلزمِ فنا　　متاعِ درد جنمین تھی وہ کشتیان ڈبو چکا

تہیدِ غم کی لاش پر نہ سر جھکا کے رو دیئے　　وہ آنسوؤن کو کیا کرے جو منہ لہو سے دھو چکا

کہان سے لاؤن ڈھونڈھ کر مین آنکے تیرِ ناز کو　　جہان مین کیا ملیگا وہ جو دل کے پار ہو چکا

یہ نعرہ ہای کوی دوست راہزن مین ہوش کے　　ابھی ابھی یہین کہین دلِ حزین کو کھو چکا

فدا کمی نہین ہوئی وہی ہے حالِ سوزِ دل
ہزار ثاقب آستین و جیب کو بھگو چکا

———— • ————

مطبوعات جدیدہ

سیرۃ صدیق، حضرت ابوبکر صدیق کی جسقدر سوانح عمریان شایع ہوئی ہین، یہ کتاب اُن سب سے زیادہ جامع، مستند، صحیح اور دلچسپ ہے، یہ جناب مولانا حبیب الرحمن خانصاحب شروانی صدر الصدور محکمۂ مذہبی حیدرآباد کی تصنیف ہے، جو ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی فرمائش سے مرتب کیگئی ہے، مولانا کا تاریخی تصانیف مین ایک مخصوص درجہ اور ایک خاص طرز تحریر ہے، اسلئے ہم اسکے متعلق کوئی تفصیلی راے ظاہر کرنا فضول سمجھتے ہین، کتاب کا حجم ۵۸ اصفحات کا ہی، مولوی مقتدی خان صاحب شروانی کے زیر اہتمام مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڈھ مین تیسری مرتبہ بعض ضروری اضافون کے ساتھ طبع ہوئی ہے، قیمت،

رُوحِ سیاست، یہ ایک ڈراما ہے جسمین جناب نور الٰہی اور محمد عمر صاحبان نے امریکن سیاست کا مرقع کھینچا ہے، ڈرامون مین یہ بڑی کمی تھی کہ ایکٹر عموماً مسخرے ہوتے تھے، اور سینیری مین رنگینی اور بدسلیقگی نظر آتی تھی، یہ ڈراما، پہلا ڈراما ہے جسمین ایکٹرون کو متانت کی تعلیم دیگئی ہے اور سینیری کو سادہ رکھا گیا ہے، اسلئے اسکی بدولت موجودہ ایکٹنگ اور سینیری مین تغیر و تبدل کی ضرورت پڑیگی جو لازمی چیز ہے، یہ کتاب دو حصون پر منقسم ہے، یہ اُسکا پہلا حصہ ہے جسمین امریکہ کے مشہور پریسیڈنٹ ابراہام لنکن کی سبق آموز زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسکا جو حصہ ڈراما کے لئے موزون تھا لے لیا گیا ہے، ڈرامے مین امریکہ کے سیاسی حالات دلچسپ انداز مین بیان کئے گئے ہین، قیمت ایک روپیہ، پتہ: محمد عمر صاحب مترجم ہائیکورٹ جمون،

کلمات طیبات، یہ جناب امیر علیہ السلام کے اسّی مقولون کا ایک مختصر مجموعہ ہے جسکو

اُردو اور انگریزی تراجم کے ساتھ منشی شرف الدین احمد خان صاحب نے شایع کیا ہے، اگرچہ ان حکیمانہ مقولون کا ماخذ کتاب مین نہین بیان کیا گیا جس سے اُنکے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا تاہم ان مین جو اخلاقی تعلیمات، جو پند و موعظت اور جو دانش و حکمت موجود ہے وہ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہے، اور ہم اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہین، اُردو ترجمہ سلیس ہے، انگریزی ترجمہ پہلے اچھا نہ تھا، لیکن اب اُسکی بھی اصلاح ہو گئی ہے، قیمت عہ، پتہ: منشی شرف الدین احمد خان صاحب ہیڈ کلرک ہوم ڈپارٹمنٹ رام پور،

فغان مسلم، قومی نظمون کے نشر و اشاعت مین پنجاب کا خاص حصہ ہے، نشتر صاحب جنکی یہ نظم ہمارے سامنے ہے، پنجاب ہی کے رہنے والے ہین، اسمین اُنھون نے خفتہ بخت مسلمانون کو بیدار کیا ہے، اور اُنکو فرائض کی ادائیگی پر توجہ دلائی ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض خامیان بھی موجود ہین، تاہم جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ نشتر صاحب ایک نوجوان شاعر ہین تو خامیون کو نظر انداز کر کے بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے، کیونکہ اُنکی نظم کے محاسن، معائب پر غالب ہین، قیمت ۱۰، پتہ: دفتر اخبار وکیل امرتسر،

وصال بلال: حضرت بلال رض کے واقعۂ وفات کو جناب حکیم محمد صادق صاحب صدیقی منشی فاضل نے موثر انداز سے اس رسالہ مین نظم کیا ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض جگہ تعقید پائی جاتی ہے، تاہم مسلمانون کو جو اسوقت مرنا بھول گئے ہین، اس واقعہ سے مرنے کا طریقہ معلوم ہو سکتا ہے، قیمت ۱ر،

بانگ جرس، مولوی مسعود علی صاحب بریلوی نے علامہ شبلی نعمانی، حضرت اکبر الہ آبادی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال، مولوی ظفر علیخان وغیرہ کی نظمون کا ایک مختصر مجموعہ شایع کیا ہے، قیمت ۲ر،

دونون رسالے مشرقی کتبخانہ لاہور سے ملین گے۔

عدد دوم	ماہ جمادی الاول سنہ ۳۸ھ مطابق فروری سنہ ۲۰ء	مجلد پنجم

مضامین

شذرات

سر راش بہاری گھوش کلکتہ کے مشہور مقنن، عالم و فیاض بزرگ ہین، چند سال ہوئے اُنھون نے دس لاکھہ کی گرانبہا رقم کلکتہ یونیورسٹی کو اس غرض سے عطا کی تھی کہ اس سرمایہ سے سائنس کالج قائم ہو، حال مین اس یونیورسٹی کو دوسرا عطیہ ساڑھے گیارہ لاکھہ کا اسی حاتم وقت کے ہاتھ سے موصول ہوا ہے، بمبئی، بانکی پور، لاہور، لکھنؤ، حیدر آباد، اور خود کلکتہ کے کامیاب و مشہور مسلمان وکلا اور بیرسٹرون کے کانون تک یہ خبر پہنچی ہے ؟

یورپ کے ماہوار رسائل کی کثرت اشاعت کا ذکر ان صفحات مین بیشتر آچکا ہے، لیکن خود ہندوستان مین جو انگریزی یا دوسری ملکی زبانون مین رسالے نکل رہے ہین، اُنکا کیا حال ہے ؟ ماڈرن ریویو (کلکتہ) انڈین ریویو (مدراس) ہندوستان ریویو (الہ آباد) ان مین سے ہر پرچہ کی اشاعت ہزارہا کی ہے، اور ماڈرن ریویو کی تعداد اشاعت پانچ اور چھہ ہزار کے درمیان ہے! ہندی کے مصور رسالہ سرسوتی (الہ آباد) کی اشاعت چار ہزار سے کم نہین، گجراتی اور بنگالی زبان کے بعض رسالون کی اشاعت دس دس ہزار ہے، یہ حال مختص الجماعت و مختص الصوبہ زبانون کے رسائل کا تھا، اسکے مقابلہ مین ملک کی عام و مشترک زبان اردو اپنے کتنے رسالون کے خریدار دس ہزار نہین، پانچ ہزار نہین، ایک ہزار بھی پیش کر سکتی ہے ؟

سال گذشتہ جسوقت معارف مین جدید تغیرات کئے گئے، حجم ڈیوڑھا کر دیا گیا، مضامین مین تعداد و تنوع کے لحاظ سے نمایان اضافہ کیا گیا، انگلستان، امریکہ، وہندوستان سے انگریزی رسائل بیسیون کی تعداد مین منگائے گئے، اسٹاف مین اضافہ کرنا پڑا، قلمی معاونین کی خدمت مین مالی معاوضہ پیش کیا گیا، غرض مصارف کی مختلف مدین بڑھ گئین، اسوقت مالی مشکلات کا حل ادارہ اور دکن کے بعض باہمت رؤسا کی فیاضیون نے کر دیا تہا، اگلی سال پھر وہی تمام ضروریات ایک ایک کرکے پیش آرہی ہین، لیکن اب ہماری غیرت مزید اعانت طلبی کو گوارا نہین کر سکتی،

مسٹر ہنری فرک، امریکہ کے ایک مشہور دولتمند تھے، جنھون نے حال ہی مین وفات پائی ہے اپنے بعد وہ ۲۹۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی جائداد چھوڑ گئے ہین، وصیت نامہ کے بموجب اس دولت قارون مین سے ۵۰ لاکھ پونڈ کی رقم انکے احباب، اعزہ و ملازمین کو ملیگی، اور باقی ۲۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ (یا ۳۶ کرور پونڈ) امریکہ کی مختلف یونیورسٹیون اور تعلیم گاہون مین تقسیم ہونگے!! اسی کے ساتھ امریکہ سے دوسری خبر یہ آئی ہے کہ مشہور کروڑپتی رماک فیلر نے اپنے قائم کردہ سائنس انسٹیٹیوٹ کو ۲۰ لاکھ پونڈ (۳ کرور روپیہ) کا تازہ عطیہ دیا ہے، یہ انسٹیٹیوٹ اس نے سنہ ۱۹۰۱ء مین قائم کرایا تہا، اور اسکے لئے ۵ لاکھ پونڈ (۷۵ لاکھ روپیہ) کی مستقل جائداد وقف ہے، اور متفرق عطایا کی میزان یہ تازہ عطیہ ملاکر اسوقت تک ۷۵ لاکھ پونڈ (۱۰½ کرور روپیہ) تک پہنچ چکی ہے، انسٹیٹیوٹ مذکور کی غرض یہ ہے کہ طب و متعلقات طب سے متعلق تحقیقات و انکشافات کا سلسلہ قائم رہے، اسوقت اسکے اسٹاف مین ۶۵ اساتذہ اور ۳۱۰ ماتحت ملازمین کام کر رہے ہین، ہندوستان مین یہ واقعات "طلسم ہوشربا" کی داستانین معلوم ہوتے ہین!

ایک عرصہ سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض ہفتہ وار معاصرین معارف کے شذرات کو کثرت کے ساتھ اپنے ایڈیٹوریل کالمون مین برابر بے تکلف جگہ دیتے رہتے ہین، لیکن اسمین انکا کیا حرج ہے، اگر وہ ازراہ کرم معارف کا حوالہ بھی دیتے رہین، صحائف سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ قوم کو اخلاق و دیانت کا سبق دینگے، اسکا عملی نمونہ انھین پہلے خود اپنے صفحات مین پیش کرنا چاہئے

اس نمبر کے اخبار علمیہ کے زیر عنوان سنہ کے مطبوعات کی فہرست بہ لحاظ السنہ درج کیگئی ہے، جو حکومت ہند کے شائع کردہ مجموعہ اعداد و شمار سے ماخوذ اور اسلئے قابل استناد ہے، ممکن ہے کہ مملکت ہند کی وسیع آبادی مین چند دردمند قلوب ایسے نکل آئین جو اس مرقع عبرت کو دیکھکر کچھ متاثر ہون، عربی و فارسی کا ذکر نہین جو اپنی قلت تعداد مطبوعات کے لحاظ سے مردہ زبانون سے بھی بدرجہا پست و فروتر ہین، البتہ "قوم" کا ارشاد اردو سے متعلق کیا ہے، جسکی تعداد مطبوعات بمقابلہ ہندی و بنگالی کے بقدر ایک ثلث کے کم ہے، اور انگریزی مطبوعات کی تو نصف بھی نہین ؟ ہندوؤن اور مسلمانون کے اتحاد کا غلغلہ آج ملک کے گوشہ گوشہ مین بلند ہے لیکن اگر اسمین خلوص کا کچھ بھی حصہ شامل ہے تو کیا اس زبان کا جو دونون قومون کے گذشتہ اتحاد کی حقیقی یادگار، اور آیندہ اتحاد کی قطعی ضامن ہے، یہی حشر ہونا چاہیئے تھا ؟ دیکھتے دیکھتے یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ محدود رقبون مین بولی جانے والی بنگالی، ہندی، زبانین اردو سے کہین آگے نکل چکی ہین، اور تامل جسے عام طور پہ مدراس کے ایک گوشہ کی محدود زبان سمجھا جاتا ہے وہ بھی اردو کے لگ بھگ پہنچ چکی ہے، مدعیان حمایت و ترقی اردو کے اطمینان کے لئے شاید یہ کافی ہے کہ ابھی پنجابی، سندھی، برہمی، و آسامی زبانین اردو سے بہت پیچھے ہین، لیکن یاد رہے کہ اطمینان و جمود کا یہ آخری سہارا بھی چند سال سے زاید قائم نہین رہ سکتا ۔

مسٹر ایس، اے خان، جنھون نے کچھ ہی عرصہ ہوا آکسفرڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف لیٹرز کی ڈگری حاصل کی ہے جو ایک مسلمان کے لئے غیر معمولی امتیاز ہے، حال مین اُنھون نے لندن کی رایل ہسٹاریکل سوسائٹی کے سامنے ایک تاریخی موضوع پر لکچر دیا، ٹائمز کے تعلیمی ضمیمہ سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر موصوف سب سے پہلے ہندوستانی اور سب سے پہلے مسلمان ہین جنھین سوسائٹی مذکور نے اس اعزاز کیلئے منتخب کیا، لکچر کا عنوان یہ تہا کہ "ہندوستان سے تجارتی تعلقات پیدا کرنے سے انگلستان کے خارجی واندرونی حکمت عملی پر کیا کیا اثرات پڑے"، ڈاکٹر موصوف نے ڈی لٹ کی ڈگری کیلئے جو رسالہ تیار کیا تہا اُسکی طبع واشاعت کے لئے حکومت ہند نے انہین اٹھارہ سو روپیہ کا عطیہ دیا ہے، کیا یہ باور کرلینا چاہیئے کہ مسلمانون کی علمی زندگی مین ابھی کچھ رُوح باقی ہے؟

سر جے، سی بوس کے سائنٹفک کارنامون نے یہی نہین کہ اس دورِ تنزل وانحطاط مین اہل ہند کی آبرو رکھ لی، بلکہ انکے کمالات نے یورپ کے اعلیٰ ترین علمی حلقون مین اپنی غیر معمولی عظمت کا سکہ بٹھا دیا ہے، اور سائنس کے علمار کبار اُسکے خرمن سے خوشہ چینی اور اُسکے فیوض سے استفادہ کرنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھنے لگے ہین، چنانچہ انگلستان کے ایک نامور وجلیل القدر سائنٹسٹ (حکیم) پروفیسر گیڈیس نے کلکتہ مین اُنکے ہمراہ مدت تک قیام کرنے کے بعد وطن جاکر انکی زندگی اور اُنکے کارنامون پر ایک مبسوط کتاب تیار کی ہے جو عنقریب شایع ہوگی، جو لوگ پروفیسر گیڈس کے مرتبہ شناس ہین، وہ بوس کے اس حیرت انگیز اعزاز پر جسقدر بھی احساس مسرت کرین بجا ہے، ہندوستان کی حقیقی عظمت جسقدر بنرجی وتلک کی ذات سے والبستہ ہے اس سے کہین زیادہ بوس وٹیگور کے دم سے قائم ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت نہین مٹا سکتی، دیلم وسلجوق آج کہان ہین؟ غزنوی وغوری کے نام ونشان تک باقی نہین، بغداد کی خلافت

ایک ہیولا ہوا خواب ہے، لیکن فارابی و ابن سینا، شیخ الاشراق و ابن رشد، سعدی و حافظ آج بھی زندہ ہین اور کل بھی زندہ رہین گے، وہی اغیار جو ایران کے مٹا دینے کے درپے ہین خیام کے آستانہ پر انکی جبینین جھکی ہوئی نظر آتی ہین،

آج سے ۶۰ - ۷۰ سال پیشتر ایک نامور انگریز ادیب نے کہا تھا کہ "اگر اہل انگلستان سے سوال کیا جاے کہ تم ملک ہندوستان اور اپنے مشہور ڈراما نویس شکسپیر مین کسکے چھوڑنے کو ترجیح دوگے تو انکے پاس صرف ایک ہی جواب ہوگا یعنی ہندوستان، انگلستان کیلئے ہندوستان جیسی پُرمنفعت و وسیع مملکت سے دست بردار ہوجانا ہزار درجہ زیادہ قابل قبول ہوگا بمقابلہ اسکے کہ وہ اپنے تئین شکسپیر کی ہمقومی کے فخر سے محروم کرین"۔ قومی زندگی کی اصلی روح یہی چیز ہے، باقی مادی جاہ و اقتدار سے بڑھکر بے ثبات شے اس بے ثبات دنیا مین اور کوئی نہین، گو افسوس ہی کہ خود یورپ بھی اس نکتہ کو روز بروز فراموش کرتا جاتا ہے، اور اسکے جو لازمی نتائج و عواقب ہین وہ ہر شخص پر ظاہر ہو رہے ہین،

امسال ایسٹر کی تعطیل مین ندوۃ العلمار کا جلسہ صوبہ بہار کے مشہور شہر گیا مین ہوگا، اس جلسہ کے ساتھ طلباے قدیم ندوہ کا جلسہ بھی اسی شہر مین منعقد ہوگا، طلباے ندوہ کی ایک کثیر تعداد خود اس صوبہ مین موجود ہے، اسلئے توقع ہے کہ یہ جلسہ غیر معمولی طور پر کامیاب ہوگا، اور طلبار ندوہ دونون کے متعلق اس جلسہ مین مفید تجاویز پیش ہونگی، یقین ہے کہ ندوہ کے جو قدیم طلبار اس صوبہ سے باہر مقیم ہین وہ بھی شریک ہوکر جلسہ کی عظمت و شان مین اضافہ کرینگے،

احباب کو اخبارات سے معلوم ہوا ہوگا کہ وفد خلافت کے ساتھ مجھے انگلستان کا سفر درپیش ہے، چند ماہ تک امید ہے کہ وہ میری غیر حاضری معاف فرمائین گے، اس اثنا مین معارف، سیرۃ، اور دار المصنفین کے کام بدستور انجام پاتے رہین گے، سیرۃ کی تحریر سفر مین بھی انشاء اللہ جاری رہیگی، متوقع ہون کہ احباب میرے لئے اور مقصد سفر کے لئے دعا خیر فرمائین گے۔

ؔ اودھ کی نوابی کے بعد غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ ہندوستان کے طبقۂ علما مین سے مولانا ممدوح انگلستان تشریف لیجا رہے ہین، اسوقت علما سفیر بناکر وہان بھیجے جاتے تھے، چنانچہ تاریخون مین انکے نام کے ساتھ لندنی کا لفظ خاص طور پر لکھا جاتا ہے،

اسلام کی سیزدہ صد سالہ عظیم الشان تاریخ مین یہ وفد اپنی نوعیت مقاصد و اغراض (مذہبی دیوانگی) کے لحاظ سے غالباً اپنی آپ مثال ہے، اس موقع پر یہ خیال کسدرجہ عبرت انگیز ہے کہ اللہ اللہ آج سے کم و بیش سو برس پیشتر جس قوم کی مجلس مین ہم برابر کی حیثیت رکھتے تھے شومی اعمال سے اب اسوقت اُسی کے سامنے اِسلئے عاجزانہ حاضر ہو رہے ہین کہ اپنے رحم طلب معروضات کو پیش کرین،

یہ انقلاب گردش لیل و نہار ہے

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد　　ان کان فی القلب اسلام و ایمان

یا لیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیاً منسیا

(نائب)

مقالات

مسئلۂ خلافت

پر
قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تصریحات

وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحات　اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح پر

لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین　کاربند رہے وعدہ کیا ہے کہ انکو اگلوں کی طرح زمین کی

من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی　حکومت دیگا اور وہ انکے اس دین کو جسے اس نے پسند

لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا　کیا ہے قائم و مستحکم کردیگا اور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا

یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد　وہ صرف اسکی عبادت کرینگے اور کسیکو اسکا شریک بنائینگے پھر جسنے

ذلک فأولئک ھم الفاسقون۔　اسکے بعد انکار و اعراض کیا وہ بے شبہہ فاسق ہے۔

"ان آیات میں خداوند کریم نے اسلام کے ایک نہایت اہم عقیدہ (خلافت) کی طرف اشارہ کیا ہے

ہم انکی مزید تشریح کے سلسلہ میں آگے چلکر ان تمام احادیث نبوی اور اقوال علماء سلف کو بھی بیان کرینگے

جن سے اس مسئلہ کی حقیقت و اہمیت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ آغاز مضمون سے یہ متبادر ہوتا ہے

کہ آیندہ تفصیل ان آیتوں کی تفسیر ہوگی۔ اسلیے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہم یہاں ان آیات کی تفسیر و تشریح سے

بہت کم اعتنا کرینگے۔ ہاں اصل مسئلہ کے تمام ضروری پہلو انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کے ساتھ پیش

کرنیکی کوشش کرینگے وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان واسالہ تعالی العصمۃ من الخطأ والزلل"

سطح ارضی کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ حامل خلافت الٰہی کے لیے آغوش حیات ہے، انسان جو

"عبداللہ" ہونیکے علاوہ اس حیثیت سے "خلیفۃ اللہ" بھی ہے کہ اس ظلمت آباد کہن میں ہدایت و عبودیت کی

شمع اسکے ہاتھون مین دیگئی تاکہ وہ اس دنیا پر ضلالت وگمراہی کی ہلاکت آفرین تاریکی کو مسلط ہونے دے
قرآن مجید کی اس آیت مین اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفه اور جب تیرے ربنے فرشتونسے کہا ہم زمین پر ایک خلیفہ بھیجنے والے ہین

(۱) یہ عالم انسانیت کا آغاز تھا اسلیے اس آیت مین خلافت کے متعلق بھی بالکل ایک ابتدائی تخیل بیان کیا گیا اور وہ یہ کہ انسان اپنی اس حیثیت کو یاد رکھے کہ وہ اس دنیا مین خدا کا خلیفہ ہے۔ لیکن جون جون عالم انسانیت اپنے مدارج تکمیل سے قریب تر ہوتا گیا اسی طرح خلافت کے فرائض اور اسکی ذمہ داریان بھی یومًا فیومًا بڑھتی گئین۔ یہانتک کہ شارع اسلام محمد مصطفے صلعم کا زمانہ آیا جو انسانیت کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ انسان کی ہدایت وتعلیم کے لیے ادیان وشرائع کا جو سلسلہ خدا نے قائم کیا تھا اب اسکی بھی تکمیل کا وقت آگیا تھا اور دنیا مین آئندہ کوئی نئی شریعت اور کوئی نیا دین آنے والا نہ تھا اسلیے ضرورت تھی کہ انسان کی تخلیق کے مقصود حقیقی یعنی خلافت فی الارض کی بھی تکمیل کردیجاے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلعم کی ذات سے اس کی بھی تکمیل کردی۔

(۲) آیت مذکورہ کے ابتدائی الفاظ "وعد اللہ الذین آمنوا" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استخلاف فی الارض کا وعدہ صرف ان لوگون کے لیے ہے جو ایمان لائے تمام انسانون کے لیے نہین جیسا کہ بعد کی آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان دونون مین کوئی تضاد نہین نیابت الٰہی کے اجمالی استحقاق مین تمام انسان شریک ہین اور خلافت کا مستحق ہر فرد انسان ہو سکتا ہے لیکن عملًا اس منصب کے لیے کچھ ضروری شرطین ہین جنکی بنا پر ایک انسان کو دوسرے انسان پر ترجیح دیجاسکے اور دنیا مین سعادت وشقاوت کے درمیان ایک مابہ الامتیاز قائم ہو۔ غور کرو جیسے جیسے دنیا کی آبادی بڑھتی گئی انسان اپنے خیالات، جذبات، قواے عمل اور دوسرے حالات مین ترقی کرتا گیا، اسی قدر متنوع، گوناگون اور مختلف الخیال جماعتین پیدا ہوتی گئین، تا آنکہ اسلام کا زمانہ آیا، دعوت محمدی کا ظہور ہوا اور قرآن مجید نے

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ محمد صلعم تمہارے مردون مین سے کسی ایک کے باپ ہی نہ تھے
وخاتم النبیین۔ وہ خدا کے رسول اور نبیون کے خاتم تھے۔

کا اعلان کیا۔ دنیا نے خدا کے اس فیصلہ کو سُنا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت آج کے دن ہم نے تمہارا دین کمل کردیا اپنی نعمت تمپر پوری
لکم الاسلام دینا۔ کردی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

لیکن باوجود ان تمام تصریحات وتنبیہات کے بہت تھوڑے تھے جنھون نے اسکو قبول کیا اور اکثرون نے انکار کردیا اور اسطرح اسلام سے، رسول سے اور قرآن مجید سے نہین بلکہ انھون نے اپنے خدا سے منھ موڑا پھر کیا ایسی حالت مین "منہم شقی وسعید" کا فیصلہ بیجا ہے؟ اور کیا دونون خدا کی ہر نعمت مین برابر کے شریک وسہیم ہوسکتے ہین؟

(۳) آگے چلکر خداوند کریم نے ان آیات مین مستحقین خلافت کے عمل واعتقاد کو بھی صاف طور پر بتادیا ہے جس کو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ تمام انسانون مین سے مستحق خلافت گروہ کے لیے ایک نشانی ہے وہ یہ کہ

یعبدوننی لایشرکون بی شیأ۔ وہ صرف میری عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک نہ بنائینگے۔

گویا اس تصریح سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ "خلافت فی الارض" صرف مومنون اور مسلمون ہی کا حصہ ہے۔

نبوت وخلافت

فطرۃً انسان مین جسقدر ہدایت کو قبول کرنیکا مادہ ہے اسی قدر گمراہی مین پڑجانیکا بھی ہے ابتداے آفرینش سے زمانہ محمد رسول اللہ صلعم تک انبیا ورسل کا جو وسیع سلسلہ نظر آتا ہے وہ اسی ضرورت کی بناپر تھا کہ انسان جب کبھی اپنے مقصد حیات کو فراموش کرے یا حقیقی شاہراہ سے دور ہٹ جاے تو

ٹھیک وقت پر اسکو صحیح راہ بتائی جائے۔ لیکن جس ابتدا کی کوئی حد کوئی انتہا ہوتی ہے اس سلسلۂ شرائع کی آخری کڑی شریعت محمدی تھی رسول اللہ صلعم نے دنیا کے سامنے ایسا مکمل مذہب پیش کر دیا جسکے بعد اب کسی دوسرے مذہب کی ضرورت نہ رہی۔ اس بنا پر نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا۔ لیکن صرف اتنی ضرورت باقی رہگئی تھی کہ ان اصول و قوانین پر جو آپ نے امت کو سکھاے اور دنیا کے آگے پیش کیے ہین امت کو عمل پیرا رہنے کے لیے ہر وقت آمادہ کیا جاسکے اور غیر امتیون کے آگے پیش کرنے کا سلسلہ برابر قائم رہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے ایک حدیث مین ارشاد فرمایا۔

عن ابی حازم عن ابی هریره عن النبی صلعم قال کانت بنوا سرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی و انه لا نبی بعدی و ستکون خلفاء الخ (مسلم شریف)

ابوحازم حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا نبی صلعم نے بنی اسرائیل کے سردار انبیا ہوتے تھے جب کوئی نبی اٹھ جاتا تو دوسرا نبی اسکا قائم مقام ہوتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہوگا۔ خلفا ہونگے۔

اب یہان پر اس خاص امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین امت کی کن کن چیزونکی باگ تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ خلافت کے دائرۂ اقتدار مین کون کون سی چیزین آتی ہین۔ جو لوگ اسلام سے واقف ہین وہ جانتے ہین کہ قومیت مسلم کی تخمیر کسی نسلی و ملکی اصول سے نہین بلکہ اسلام کے پیش کردہ اصول سے ہے ایک مسلمان کی زندگی کا کوئی شعبہ مذہب کے حلقۂ اثر سے باہر نہین، تمدن، تہذیب، اخلاق، معاشرت ہر چیز اسکی مذہبی روح کے تابع ہے۔ پیغمبر اسلام (علیہ التحیہ و السلام) ایک طرف مسلمانونکو مبدا و معاد، عبادات الٰہی اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے تھے تو دوسری طرف انکے باہمی حقوق و معاملات پر بھی اپنی نگرانی رکھتے تھے انکے اختلافات کو رفع کرتے تھے اس بنا پر رسول کا خلیفہ بھی انہی چیزونکا ذمہ دار ہوگا جو رسول کی ذات سے متعلق تھین، اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد آپ کے جانشینون نے ہمیشہ بڑی مستعدی و سرگرمی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ سے لیکر آج تک یہ منصب برابر قائم رہا اور

حتی الامکان تمام خلفاء اسلام نے اپنے اپنے متعلقہ فرائض کے انجام دینے مین پوری کوشش کی۔ یہ الگ بات ہے کہ شخصی طور پر کسی خلیفہ کے ذاتی حالات اس کے منصب کے لحاظ سے ناموزون تھے اور اس بنا پر مختلف اسلامی فرقون مین اسکے متعلق اختلافات رہے ہون لیکن بحیثیت صول وعقیدہ مذہبی تمام اسلامی دنیا اسپر سختی سے قائم رہی اور آج تک قائم ہے۔

خلافت کی اہمیت وضرورت کے متعلق ان جزئیات کے معلوم کرلینے کے بعد اس بارہ مین قرآن مجید احادیث نبوی، اور علما رسلف کے اقوال کو بھی معلوم کرنا چاہیے تاکہ اس عقیدہ کی اصلی حیثیت واضح ہو عنوان مین جو آیات قرآنی نقل کی گئی ہین وہ اور انکے علاوہ یہ آیت

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اے مسلمانو خداکی، رسول کی اور اپنے ارباب امارت کی واولی الامر منکم اطاعت کرو۔

اس مذہبی عقیدہ کی اصل ہے۔ امام بخاری نے کتاب الاحکام (جسمین احکام امارۃ وقضا کی حدیثین درج ہین) کے آغاز مین بھی وجوب امامت پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

احادیث نبوی اسبارہ مین بکثرت مروی ہین اور انمین اس مسئلہ کے بعض جزئیات کی بھی تشریح و توضیح کی گئی ہے ہم موقع موقع سے آگے چلکر انکو نقل کرینگے۔ یہان پہلے وہ حدیثین لکھی جاتی ہین جن مین نصب خلافت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

عن نافع قال جاء عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ	نافع سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر ایکمرتبہ عبد اللہ بن
بن مطیع حین کان من امر الحرۃ ما کان زمن	مطیع کے ہان آئے اور کہا مین اسوقت صرف ایک حدیث
یزید بن معاویہ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن	سنانے کے لیے آیا ہون جسکو مین نے رسول اللہ صلعم کو
وسادۃ فقال انی لم آتک لاجلس، اتیتک لا	فرماتے سنا ہے، آپ نے فرمایا جو امام کی اطاعت سے
حدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلعم یقولہ	دستکش ہوگیا وہ اللہ تعالی سے ایسی حالت مین ملیگا کہ
سمعت رسول اللہ صلعم یقول من خلع یدا من	کہ اسکے پاس کوئی حجت نہوگی۔ اور جو شخص اس حالت مین

طاعة لقی اللہ یوم القیامة لاحجة له ومن مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة (مسلم)

مرا کہ اسکی گردن مین کسیکی بعیت کا طوق نہین تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

عن ابن عباس عن رسول اللہ صلعم قال من کرہ من امیرہ شیئاً فلیصبر علیہ فانہ لیس احد یخرج من السلطان شبراً فمات الا مات میتة جاهلیة (مسلم)

ابن عباس سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے جو شخص اپنے امیر کی کسی بات کو ناپسند کرے وہ صبر وضبط سے کام لے (یعنی اسی بنا پر اسکی اطاعت سے باہر نہو) اسلیے کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اطاعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اور مرگیا مگر یہ کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلعم من خرج من الطاعة وفارق الجماعة ثم مات مات میتة جاهلیة (مسلم)

ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے جس شخص نے اطاعت کو چھوڑا جماعت سے الگ ہوا اور اسی حالت مین موت پائی۔ اسکی موت جاہلیت کی موت ہے

عن ابی رجاء عن ابن عباس یرویه قال قال النبی صلعم من رای من امیرہ شیئاً فکرهه فلیصبر فانه لیس احد یفارق الجماعة شبراً فیموت الا مات میتة جاهلیة

صحیح بخاری

ابورجا ابن عباس سے روایت کرتے ہین فرمایا رسول خدا صلعم نے جس نے اپنے امیر کے کسی فعل کو ناپسند کیا چاہیے کہ ضبط کرے، کیونکہ ایسا کوئی نہین جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اور مرا مگر یہ کہ اسکی موت جاہلیت کی موت ہے

ان احادیث کی بنا پر علماے اسلام سب کے سب وجوب نصب امام کے قائل ہین علامہ ابن حزم ملل ونحل مین لکھتے ہین۔

قد ورد بایجاب الامام من ذالک قول اللہ تعالیٰ" اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

نصب امام کا وجوب اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول نیز بکثرت احادیث

واولی الامر منکم" مع احادیث کثیرۃ صحاح فی طاعۃ الائمۃ وایجاب الامامۃ......	صحیح بھی طاعت ائمہ و وجوب امامت مین مروی ہین۔
اتفق جمیع اہل السنۃ والمرجئۃ وجمیع الشیعۃ وجمیع الخوارج علی وجوب الامامۃ وان الامۃ واجب علیہا الانقیاد لامام عادل الخ	تمام اہل السنہ، مرجیئہ، شیعہ اور خوارج وجوب امامت پر متفق ہین اور اسپر بھی کہ امت کے لیے امام عادل کا مطیع و فرمانبردار رہنا واجب ہے

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے آغاز باب سیاستہ المدن مین لکھتے ہین

واعلم انہ یجب ان یکون فی جماعۃ المسلمین خلیفۃ لمصالح لا تتم الا بوجودہ وھی کثیرۃ جدا	یہ واجبات مین سے ہے کہ اہل اسلام کا ایک خلیفہ ہو اسلیے کہ بہت سے مصالح قومی ولی اسکے وجود سے وابستہ ہین اور اسکے بغیر اتمام کو نہین پہونچ سکتین۔ اور یہ مصلحتین یقیناً بہت زیادہ ہین

کتب احادیث کا مزید مطالعہ خلافت کی ضرورت اور اسکی اہمیت کو اور زیادہ کر دیتا ہے۔ جب ہم انہین یہ دیکھتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے اسکے مختلف پہلوؤنکو نہایت تشریح سے بیان فرما دیا ہے مثلاً اسکا ایک پہلو یہ ہے کہ شرائع و احکام کے نفاذ و اجرا کیلیے ہمیشہ قوت کی ضرورت ہوتی ہے خواہ وہ قوت اخلاق کی ہو یا تلوار کی۔ انبیاء کرام کی قوت کا مدار زیادہ تر پہلی صورت پر ہوتا ہے یعنی وہ اپنے احکام واوامر کے تسلیم کرانے مین جس قوت سے کام لیتے ہین وہ خود انکے وجود سے باہر نہین ہوتی۔ یہ الگ بات ہے کہ انھون نے کبھی کبھی اپنے ہاتھون مین تلوارین بھی لی ہین مگر یہ مسلم ہے کہ انکی کامیابی کا راز صرف انکی اخلاقی طاقت مین مخفی ہوتا ہے۔ خلفاء کے لیے ممکن ہے کہ تلوار کی طاقت وہ رسول سے زیادہ پیدا کرین، لیکن اخلاقی طاقت مین وہ رسول کے برابر نہین ہو سکتے۔ حالانکہ معاملات دنیا مین بہت سے مواقع ایسے پیش آتے ہین جہان صرف اخلاق کی طاقت کارگر ہو سکتی ہے تلوار کی نہین اور اگر وہ کامیاب ہو بھی سکتی ہے تو ایک بڑی سفاکی و خونریزی کے بعد جسکا رفع و انسداد مقصد خلافت مین داخل ہے تھا

بنا پر رسول اللہ صلعم نے خلیفہ کے اس ضعیف پہلو کو پیش نظر رکھ کر امت کو اطاعت امام کا حکم دیا۔ اس باب مین بکثرت حدیثین مروی ہین جن کے نقل کی یہان گنجایش نہین مثالاً دو چار پیش کیجاتی ہین خلافت واطاعت خلافت کا جو عقیدہ اسلام نے پیش کیا ہے اسکی شدت لزوم وہ وجوب کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلعم قال من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن یعصنی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی (مسلم)	ابو ہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول خدا صلعم نے میرا فرمانبردار خدا کا فرمانبردار اور میرا نافرمان خدا کا نافرمان ہے جس شخص نے امیر کی اطاعت کی میری اطاعت کی اور جسنے امیر کی نافرمانبرداری کی میری نافرمانبرداری کی۔
عن ابی ذر قال ان خلیلی اوصانی ان اسمع واطیع وان کان عبدا مجدع الاطراف وفی بعض الاسناد عبدا حبشیا مجدع الاطراف (مسلم)	حضرت ابوذر نے کہا مجھے میرے دوست نے وصیت کی ہے کہ امیر کی اطاعت کرون اگرچہ وہ مقطوع الاطراف (جسکے ہاتھ پاؤن ناک کان کٹے ہون) غلام ہو۔ بعض روایتون مین غلام حبشی کا لفظ زاید ہے۔
عن یحیی بن حصین عن جدتہ (ام الحصین) قال سمعتہا تقول حججت مع رسول اللہ صلعم حجۃ الوداع قالت فقال رسول اللہ صلعم قولا کثیرا ثم سمعتہ یقول ان امر علیکم عبد مجدع حسبتہا قالت "اسود" یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا۔	یحیی بن حصین اپنی دادی سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے کہا مین حجۃ الوداع مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھی آپ نے بہت سی باتین فرمائین پھر مین نے یہ کہتے سنا کہ اگر تمپر ایک معیوب غلام (کیتی کو شک ہے کہ شاید انکی دادی نے اسود سیاہ کا لفظ بھی کہا) امیر کر دیا جائے اور وہ قرآن مجید کے مطابق تمپر حکومت کرے تو تم اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔
عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم	ابو ہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے

علیک السمع والطاعة فی عسرک ویسرک ومنشطک ومکرھک واثرة علیک

تم پر اطاعت لازم ہے خواہ آرام مین ہو یا تکلیف مین خوشی کی حالت مین ہو یا غم کی

یہ تو ظاہر ہے کہ کسی قوم کی حالت ہمیشہ یکسان نہین رہ سکتی۔ اسیلیے رسول خدا صلعم کو یہ صاف نظر آتا تھا کہ آپکے بعد وہ زمانہ بھی آئیگا جسین فتنے اٹھینگے، لوگ مصیبتون مین مبتلا ہونگے اور انسان کا آئینۂ اخلاق برائیون اور بداعمالیون کی گرد و غبار سے آلودہ ہوجائیگا۔ امت تو امت خود خلفا کا دامن بھی اس غبار فتن سے محفوظ نہ رہ سکیگا۔ مگر اسوقت بھی خلفاء اور امت کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئین اسکے متعلق ارشاد نبوی ہے۔

عن ام سلمة ان رسول اللہ صلعم قال ستکون امراء فتعرفون وتنکرون فمن عرف بری ومن انکر سلم ولکن من رضی وتابع قالوا افلا نقاتلھم قال لا ما صلوا

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے عنقریب تم مین ایسے خلفا ہونگے جنکو تم اچھا سمجھوگے اور برا سمجھوگے تو جسنے اچھا سمجھا وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہوا اور جسنے برا سمجھا وہ محفوظ رہا بجز اسکے جو خوش ہوا اور اسنے انکے افعال و اعمال کی پیروی کی لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم ایسے سے نہ لڑین فرمایا نہین جبتک وہ تم مین نماز قایم کرین

عن عوف بن مالک عن رسول اللہ صلعم قال خیار ائمتکم الذین تحبونھم ویحبونکم ویصلون علیکم وتصلون علیھم وشرار ائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم وتلعنونھم ویلعنونکم قیل یا رسول اللہ افلا ننابذھم بالسیف فقال لا ما اقاموا فیکم الصلوٰة واذا رأیتم من ولاتکم شیئا تکرھونه فاکرھوا عمله ولا تنزعوا من طاعته

عوف سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے بہترین امام تمھارے وہ ہین جنکو تم دوست رکھو اور وہ تم کو، وہ تمھارے لیے دعائے خیر کرین اور تم انکے لیے۔ اور بدترین امام وہ ہین جنسے تم بغض رکھو اور وہ تم سے تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر، کہا گیا یا رسول اللہ کیا ان کیلیے تلوار سے کام نہ لین آپنے فرمایا نہین جب تک وہ تم مین نماز قائم کرین اور جب تم اپنے والیون کے کسی امر کو ناپسند کرو تو اسکے عمل کو برا سمجھو، محض اسوجہ سے انکی اطاعت نہ چھوڑ دو۔

عن جنادة بن ابی امیة قال دخلنا علی عبادة بن الصامت وهو مریض فقلنا حدثنا اصلحک الله بحدیث ینفع الله به سمعته من رسول الله فقال دعانا رسول الله صلعم فبایعناه فکان فیما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع والطاعة فی منشطنا ومکرهنا وعسرنا ویسرنا واثرة علینا وان لا ننازع الامر اهله قال الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من الله فیه برهان۔

جنادہ کہتے ہین ہم حضرۃ عبادہ سے ملنے گئے وہ بیمار تھے۔ کہا اللہ آپکو صحت دے کوئی حدیث جسکو آپ نے رسول اللہ سے سنا ہو فرمائے کہ اللہ تعالی ہمین اس سے فائدہ پہونچائے حضرت عبادہ نے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ہمکو دعوت دی ہم نے قبول کیا منجملہ اور عہدونکے رسول اللہ صلعم نے ہم سے طاعت کا بھی عہد لیا خواہ ہم خوشی مین ہون یا غم مین، آرام کی حالت مین ہون یا تکلیف کی۔ اور یہ کہ ہم خلافت کیلیے خلیفہ سے نزاع نہ کرین مگر ہان اسوقت جب کہ اس سے کھلم کھلا کفر صادر ہوتے دیکھین جسمین ہمارے لیے خدا کے نزدیک برہان ہو۔

مسئلہ خلافت کا ایک اہم پہلو یہ بھی کہ اس سے دفعۃً خلیفہ کی شخصیت بہت بلند ہوجاتی ہے کیونکہ اسکے ہاتھوں مین پوری قوم کی باگ آجاتی ہے اور وہ سیاسی حیثیت سے حکومت، اقتدار اور سطوت وجبروت کا مالک ہوتا ہے، سب سے بڑھکر یہ کہ مذہبی حیثیت سے اسکے احکام واجب العمل ہوجاتے ہین اور یہ حالات یقیناً ایسے ہوتے ہین جنکی بنا پر اس منصب کے حصول کا جذبہ ہر شخص مین پیدا ہونا چاہیے۔ اسلیے بہت ممکن ہے کہ ایک وقت مین دو دو خلیفہ منتخب ہون کچھ لوگ ایک کا ساتھ دین اور کچھ لوگ دوسرے کا۔ اسی حالت کیلیے رسول اللہ صلعم نے فرمایا

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلعم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منهما۔

ابو سعید سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب دو خلیفونکی بیعت کیجائے تو دوسرے (یعنی بعد والے) کو قتل کر ڈالو۔

کیونکہ یہ اختلاف وانشقاق کی صورت ہے حالانکہ "خلافت" کا اصلی مقصد جمع کلمۂ اسلام ہے۔

شرائط خلافت

مذکورہ بالا مطالب کے سمجھ چکنے کے بعد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خلافت کے لیے کیا کیا شرطین ہین

شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین جو فن اسرار شریعت پر ایک بے نظیر کتاب ہے تحریر فرماتے ہین

واعلم انہ یشترط فی الخلیفۃ ان یکون عاقلا	خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ مرد عاقل، بالغ، آزاد شجاع
بالغا حرا ذکرا شجاعا ذا رای وسمع وبصر	صاحب عقل و ہوش طاقتور اور ان لوگون مین سے ہو
ونطق وممن سلم الناس شرفہ وشرف	جنکی شرافت وعزت مسلم ہو اور جسکی قوم کا شرف واعزاز
قومہ ولا یستنکفون من طاعتہ	اقتدار واثر عام ہو۔

یہ شرائط تو متفق علیہ ہین انمین کسیکو اختلاف نہین۔ اسلیے ہم ان پر کچھ زیادہ گفتگو کرنا نہین چاہتے البتہ بعض جماعتون کے نزدیک ایک اور شرط ہے جسکے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین ہم چاہتے ہین کہ حتی الامکان اس مسئلہ کو صاف کردین وہ یہ کہ۔

کیا خلافت کیلیے قرشیت لازم ہے؟

بات یہ ہے کہ بعض کتب احادیث مین ایسی حدیثین مروی ہین جن سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے لیے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہے مثلاً

الائمۃ من قریش، الملک فی قریش وغیر ذلک	(۱) امام قریش مین سے (۲) حکومت قریش کیلیے

لیکن اس بارہ مین تمام احادیث کے جمع واستقصا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہین ہے قریش کے فضائل ومناقب سے انکار نہین، وہ رسول خدا صلعم کے ہم نسب ہین، انکی زبان مین قرآن مجید نازل ہوا انکے گھر مین وحی آئی۔ لیکن ان فضائل کا یہ منشا نہین کہ وہ اسلامی حقوق عامہ مین سے کسی حق کے تنہا مستحق ہین۔ اب رہگئین وہ حدیثین جو اس استحقاق کے لیے منصوص سمجھی جاتی ہین انکی یہ حقیقت ہے کہ وہ محض بیان واقعہ کی حیثیت رکھتی ہین نہ کہ امر وحکم کی۔ یعنی رسول اللہ صلعم نے ان حدیثون مین اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے محض صورت حال کو بیان فرمایا ہے۔

غور کرو سیکڑون برس سے عرب مین قریش کی شرافت مسلم تھی۔ وہ تمام عرب کے سب سے بڑے

معبد (کعبہ) کے متولی تھے، سارے عرب مین انکی شرافت و ریاست کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکے بعد اسلام آیا تو اسکا رسول بھی انہی مین سے اٹھا۔ اور رفتہ رفتہ تمام عرب نے اسکے آگے معتقدانہ گردن جھکا دی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام اسوقت تک پوری طرح عرب مین نہ پھیل سکا جب تک قریش کے سردار اسکو قبول نہ کر چکے۔ تاریخ اسلام سے واقف اصحاب جانتے ہین کہ بہت سے قبائل اور اشخاص ایسے تھے جو دل سے اسلام کو پسند کرتے تھے لیکن علانیہ اسکے اظہار کے لیے قریش کے قبول اسلام کے منتظر تھے۔ صحیح بخاری باب فتح مکہ مین ہے

کانت العرب تلوم باسلامھم الفتح	عرب کو قریش کے قبول اسلام کا انتظار تھا وہ کہتے تھے
فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظھر	محمد (صلعم) اور انکی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر وہ (محمد صلعم)
علیھم فھو نبی صادق فلما کانت وقعۃ	غالب آئے تو بے شبہہ سچے نبی ہین۔ پس جب کہ فتح مکہ
اھل الفتح بادر کل قوم باسلامھم	تو ہر قبیلہ نے اسلام کی طرف پیشدستی کی

اسی واقعہ کو ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ ذکر واقعات ۹ھ مین زیادہ تصریح سے لکھا ہے

انما کانت العرب تربص بالاسلام امر	اور عرب اسلام کے بارہ مین صرف قریش کا انتظار
ھذا الحی من قریش وامر رسول اللہ صلعم	کر رہے تھے۔ کیونکہ قریش تمام ملک کے سردار و پیشوا
وذلک ان قریشا کانوا امام الناس وھادیھم	کعبہ و حرم کے متولی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی خاص
واھل البیت والحرم وصریح ولد اسمٰعیل	اولاد اور تمام عرب کے قائد تھے۔ پس جب
بن ابراھیم علیہما السلام وقادۃ العرب	قریش نے رسول اللہ صلعم کی اطاعت کر لی ... تو
فلما دانت لہ قریش ... فدخلوا فی	سارا عرب دفعۃً مسلمان ہوگیا۔
دین اللہ کما قال اللہ عز وجل	

پھر اسوقت کے ان حالات کو دیکھکر کون ہے جو الائمۃ من قریش کی حقیقت کو تسلیم نہ کریگا۔ اسی

باب کا در دوسری حدیثین بھی اس مفہوم کو زیادہ واضح کرتی ہین

عن همام بن منبه قال هذا ما حدثنا ابو هريرة عن رسول الله صلعم فذكر احاديث منها وقال رسول الله صلعم الناس تبع لقريش فی هذا الشان مسلمهم لمسلمهم وكافرهم تبع لكافرهم (مسلم)	ہمام بن منبہ نے یہ کہکر کہ یہ وہ حدیثین ہین جنکو ابوہریرہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کیا ہے بیان کیا۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے لوگ قریش کے تابع ہین، مسلم مسلم کے تابع ہین اور کافر کافر کے
جابر بن عبد الله يقول قال النبی صلعم الناس تبع لقريش فی الخير والشر (مسلم)	جابر بن عبد اللہ نے کہا فرمایا نبی صلعم نے لوگ بھلائی اور برائی مین قریش کے تابع ہین

رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب خلافت کا سوال پیدا ہوا۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کو مہاجرین کے اختلافات پیش آئے انصار سعد بن عبادہ کی خلافت چاہتے تھے۔ اور مہاجرین حضرت ابوبکر کی۔ اس واقعہ کے متعلق جتنی روایتین موجود ہین۔ انمین صحیح ترین وہ روایت ہے جسکو امام بخاری نے صحیح ج دوم باب رجم الحبلی من الزنا مین نقل کیا ہے۔ اور صاحب طبری وغیرہ ارباب تاریخ کے یہان بھی یہی مستند روایت ہے۔ اس تمام روایت مین حضرۃ ابوبکر کی اہم تقریر کا وہ حصہ قابل ذکر ہے۔ جسمین آپ نے قریش کی فضیلت کو بیان کرتے ہوے یہ الفاظ فرمائے۔

ولن يعرف هذا الامر (ای الامارة) الا لهذا الحی من قريش هم اوسط العرب نسبا ودارا	امارت صرف اس قبیلہ (قریش) کا حق سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ تمام عرب مین از روے نسب خاندان شریف ترین قبیلہ ہے

یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ یہان حضرت ابوبکر نے "الائمۃ من قریش" سے استدلال نہین کیا بلکہ قریش کی قدیم شرافت وریاست اور سطوت وعزت کو پیش کیا اور یہ بالکل صحیح ہے کہ اسوقت جب قریش مین حضرۃ ابوبکر صدیق، حضرۃ عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جیسی مقدس، باثر

اور ماہر سیاست وحکومت ہستیاں موجود تھین تو انکے سوا خلافت کا مستحق اور کون ہوسکتا تھا۔

ان کے علاوہ امامت قریش کے متعلق اور روایتین بھی ہین جن مین رسول اللہ صلعم نے آئندہ خلافت قریش کی پیشینگوئی کی ہے مثلاً

عن ابی بردۃ ان النبی صلعم قال الائمۃ من قریش ما حکموا فعدلوا ووعدوا فوفوا واسترحموا فرحموا (اخرجہ الامام احمد وابو یعلی فی سند یھما والطبرانی)	ابو برزہ سے روایت ہے فرمایا نبی صلعم نے امارۃ قریش مین ہوگی جب تک وہ فیصلہ مین انصاف کرین عہدکو پورا کرین اور طالب رحم کے ساتھ رحم سے پیش آئین۔
قال رسول اللہ صلعم ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین۔ بخاری	رسول اللہ صلعم نے فرمایا امارۃ قریش مین ہوگی اور جو کوئی اسکے لیے ان سے جھگڑے اللہ تعالی اسکو ذلیل کریگا جب تک وہ دین کو قائم رکھین۔

یا مثلاً اسی سلسلہ مین یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔

عن جابر بن سمرۃ قال انطلقت الی رسول اللہ صلعم ومعی ابی فسمعتہ یقول لا یزال ھذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفۃ فقال کلمۃ صمنیھا الناس فقلت لابی ما قال قال کلھم من قریش	جابر کہتے ہین مین ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہوا میرے ساتھ میرے والد بھی تھے مین نے آپکو فرماتے ہوے سنا کہ یہ دین (اسلام) برابر غالب وموقر رہیگا بارہ خلیفون تک اسکے بعد کچھ اور فرمایا جسکو مین سن نہ سکا۔ آخر اپنے والد سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپنے فرمایا وہ سب قریشی ہونگے۔

لیکن ان حدیثون مین اسکا کوئی اشارہ نہین کہ قریش کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہین ہوسکتا۔

بعض حدیثون مین آپ نے قریش کی سطوت وشان اور اہل عرب کے اتباع قریش کو بیان فرمایا ہے،

سلہ تاریخ الخلفا السیوطی۔

بعض حدیثوں میں قریش کی خلافت اور انکے عہد میں اسلام کی ترقی و شوکت و وقار کی پیشینگوئی فرمائی ہے اور بعض حدیثوں میں اسکا ذکر ہے کہ قریش میں خلافت اسوقت تک باقی رہے گی جب تک وہ دین کو قائم رکھینگے، انہیں خلافت کی اہلیت و صلاحیت باقی رہے گی۔ ان سب میں وہ کون سی حدیث ہے؟ جو قریش کے دوام و استمرار خلافت کی دلیل میں پیش کیجاسکتی ہے۔ یا اسکی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قریش کے سوا خلافت اسلامیہ کا کوئی مستحق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں جتنی حدیثیں بھی مروی ہیں۔ وہ سب اس زمانہ کے حالات اور قریش کی اہلیت خلافت کے لحاظ سے ہیں۔ یہ ہرگز مقصود نہیں کہ حق خلافت کبھی قریش کے سوا کسی اور کو نہیں پہونچ سکتا۔ ورنہ اس قسم کی روایتوں کی بنا پر اگر خلافت کو قریش کا مخصوص حق قرار دیا جاے تو کیوں قضا انصار کے لیے اور تاذین اہل حبش کے لیے مخصوص نہو۔ کیونکہ ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں مثلاً

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم	حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا
الملک فی قریش والقضاء فی الانصار	حکومت قریش میں، قضا انصار میں اور آذان
والاذان فی الحبشہ (ترمذی)	حبشیوں میں۔
عن عتبہ بن عبدان ان النبی صلعم قال الخلافۃ	عتبہ بن عبدان سے مروی ہے نبی صلعم نے فرمایا
فی قریش والحکم فی الانصار والدعوۃ	خلافت قریش میں، فیصلہ انصار میں اور دعوت
فی الحبشہ (مسند احمد بن حنبل)	اہل حبش میں

کیا یہ حدیثیں "الائمۃ من قریش" سے کسی طرح بھی کم رتبہ ہیں؟

اگرچہ علما کی جماعت کثیر کا یہی خیال ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے اور اسکو اجماع تک کی حیثیت دیجاتی ہے۔ لیکن ہمیں اس واقعہ سے بہت تسکین و تسلی ہوجاتی ہے۔ جب یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اجماع حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب کے مبارک و مقدس عہد کے بعد کا واقعہ ہے۔

اسوقت تک اس قسم کا کوئی تخیل موجود نہ تھا۔ عہد نبوی سے قریب تر زمانہ کا تخیل و طرز عمل یقیناً اُس تخیل و طرز عمل سے زیادہ اقرب الی الصواب ہے جو اس سے بہت بعد کے زمانہ مین پیدا ہوا ہو۔

صاحب فتح الباری باب "الامراء من قریش" کی ایک حدیث کی شرح مین قاضی عیاض کا یہ قول

وقال عیاض اشتراط کون الامام قرشیا	قاضی عیاض نے کہا امامت کے لیے قریشی ہونا
مذھب العلماء کافۃ وقد عدوھا	تمام علماء کا مسلک ہے اور وہ اسکو اجماع کے
فی مسائل الاجماع	مسائل مین سے شمار کرتے ہن۔

نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین۔

(قلت) ویحتاج من نقل الاجماع الی تاویل	یہ اجماع تاویل کا محتاج ہے کیونکہ حضرت عمر سے روایت
ما جاء من عمر من ذلک فقد اخرج احمد	ہے جسکو احمد نے لیا ہے اور اسکی سند کے تمام اشخاص
عن عمر بسند رجالہ ثقات وقال ان ادرکنی	ثقہ ہین فرمایا حضرت عمر نے اگر مجھے موت آئی اور ابوعبیدہ
اجلی وابو عبیدۃ حی استخلفتہ، فذکر الحدیث	زندہ رہے تو مین انہین خلیفہ بناؤنگا اور اسی روایت مین ہے
وفیہ فان ادرکنی اجلی وقد مات ابوعبیدۃ	کہ اگر مین مرگیا اور ابوعبیدہ بھی زندہ نہ رہے تو معاذ بن
استخلفت معاذ بن جبل الخ ومعاذ بن جبل	جبل کو خلیفہ بناؤنگا۔ معاذ بن جبل انصاری ہین انکا
انصاری لا نسب لہ فی قریش۔	قریش سے کوئی لگاؤ نہین۔

ظاہر ہے کہ اگر اس زمانہ مین بھی امامت قریش کے سوا کسی اور کا حق نہین سمجھی جاتی تو حضرت عمر بن الخطاب حضرت معاذ بن جبل کا نام خلافت کے لیے ہرگز نہ لیتے۔ اس سے بھی بڑھکر ایک اور روایت ہے جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر سے انکی وفات کے وقت آیندہ خلافت کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مین اپنے زمانہ کے لوگون مین بری حرص پاتا ہون۔ اگر مین اسوقت سالم مولی (غلام) ابی حذیفہ یا ابوعبیدہ بن الجراح کو پاتا تو یہ خلافت ان دونون مین سے کسی ایک کے سپرد کردیتا۔

ہم اس سے بے خبر نہین کہ ارباب فقہ کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ "مولی القوم منہم" قوم کے غلام اسی مین داخل ہین لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حسن علما کا اجماع اس بات پر ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے انہین کا اجماع مسئلہ خلافت مین "مولی القوم منہم" کو خلاف بھی ہے۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہین۔

فان قال قائل ان قول رسول اللہ صلعم الائمۃ من قریش یدخل فی ذلک الحلیف والمولی وابن الاخت لقول رسول اللہ صلعم "مولی القوم منھم" ومن انفسھم وابن الاخت منھم، فالجواب وباللہ التوفیق۔ ان الاجماع قد تیقن وصح علی ان الحلیف والمولی وابن الاخت الحکم من لیس لہ حلیف ولا مولی، ولا ابن اخت فمن اجاز الامامۃ فی غیر ھولاء جوزھا فی ھولاء ومن منعھا من غیر قریش منعھا من الحلیف المولی وابن الاخت	اگر کوئی یہ کہے کہ الائمۃ من قریش مین رسول اللہ صلعم کے قول مولی القوم منہم کے رو سے مولی، حلیف اور ابن اخت بھی داخل ہین تو یہ جواب ہے کہ اجماع سے یہ بات تیقن ثابت ہو چکی ہے کہ قریش کے مولی وغیرہ کا حکم مثل اس شخص کے ہے جو انکا حلیف یا مولی نہین ہے پس جن لوگون نے امامت کو مولی وغیرہ کے علاوہ عام لوگون مین جائز رکھا ہے وہ ان لوگون مین بھی جائز رکھتے ہین اور جو لوگ سرے سے غیر قریش مین اسکو جائز نہین رکھتے۔ وہ مولی، حلیف وغیرہ مین بھی جائز نہین رکھتے۔

اگرچہ یہ موقع تھا کہ تفصیل سے ہم انہی احادیث پر از روے روایت و درایت بحث کرتے لیکن افسوس یہ ہے کہ یہان اسکی گنجایش نہین۔ نیز دوسری روایات کی مدد سے جب مستند احادیث کے صحیح مفہوم پر روشنی پڑ چکی تو پھر اب اس بحث کو بہت زیادہ پھیلانا بھی مناسب نہین تاہم چند سرسری باتین قابل لحاظ ہین۔

(۱) امامت و قرشیت کی حادیث کے راوی بکثرت قریشی ہین، ابتدا مین وضع و خلط احادیث کا جو فتنہ اٹھا اور سیکڑون

حدیثیں بنو امیہ و بنو عباسیہ کے فضائل و مناقب میں گھڑ کر روایت کردی گئیں انکو دیکھتے ہوئے کتنا ہی محتاط شخص ہو لیکن کسیقدر گمان بد سے نہیں بچ سکتا خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ بعض رواۃ کی ثقاہت و صحت کے خلاف شہادتیں بھی ملجائیں صحیح مسلم کی قریب قریب اکثر روایتوں کا یہ حال ہے کہ ان میں سماک کا نام آتا ہے جنکے متعلق امام احمد شعبہ اور ابن المبارک کی یہ رائے ہے۔

عن احمد سماك مضطرب الحديث، عن ابن المبارك ضعيف في الحديث وكان شعبة يضعفه۔

مضطرب الحدیث تھے، ضعیف الحدیث تھے۔ شعبہ انکو ضعیف کہتے تھے۔

خود علامہ ابن حجر (قلت) کے تحت میں لکھتے ہیں۔

الذي حكاه المولف عن عبد الرزق عن الثوري انما قال الثوري في سماك بن الفضل اليماني۔ واما سماك بن حرب فالمعروف عن الثوري انه ضعفه وقال ابن حبان في الثقات يخطي كثيرا۔

مولف نے ثوری کا قول جو نقل کیا ہے وہ انھوں نے سماک بن الفضل کے بارہ میں کہا ہے لیکن سماک بن حرب انکے متعلق ثوری کا قول مشہور ہے کہ وہ ضعیف ہیں، ابن حبان نے ثقات میں کہا کہ سماک اکثر غلطیاں کرتے ہیں۔

عبد الملک بن عمیر کا نام آتا ہے جنکا یہ حال ہے کہ۔

عن احمد عبد الملك مضطرب الحديث جدا مع قلة روايته ما ارى له خمسمائة حديث وقد غلط في كثير منها قال اسحق بن منصور ضعفه احمد (قلت) کے تحت میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں وكان مدلسا۔

احمد کہتے ہیں عبد الملک باوجود قلت روایت یقینًا مضطرب الحدیث ہے پانسو حدیثیں بھی مری نہیں ہیں تاہم اکثر میں غلطیاں ہیں۔ اسحق نے کہا احمد عبد الملک کو یقینًا ضعیف کہتے تھے وہ مدلس تھے۔

جریر کا نام آتا ہے جنکے متعلق امام احمد بن حنبل اور بیہقی کا قول ہے۔

قال احمد بن حنبل ليس بالذي اختلط عليه حديث اشعث وعاصم الاحول قال البيهقي في السنن نسب في آخر عمره الى سوء الحفظ (تهذيب التهذيب)

احمد بن حنبل نے کہا کہ جریر ذکی نہیں اشعث اور عاصم الاحول کی روایتوں میں اختلاط کرتے ہیں بیہقی نے سنن میں لکھا ہے انکی طرف آخر عمر سوء حفظ کی نسبت کی گئی ہے

صاحب تہذیب التہذیب (قلت) کے تحت میں لکھتے ہیں۔

ان صحت حكاية الشاذكوني فجرير كان يدلس

اگر شاذکونی کی حکایت صحیح ہے تو جریر تدلیس بھی کرتے تھے۔

(باقی آئندہ)

(ابو الحسنات ندوی)

عہد اسلام مین ہندوستان
کی
جہازرانی اور بحری کارنامے

(۲)

ازجناب محمد یوسف صاحب صدیقی ایم، اے، آر، ایس

تجارتی بیڑے کے علاوہ جنگی بیڑے بھی تھے، سنہ ۱۵۹۰ء مین مرزا جانی بیگ نے ٹھٹھا مین اپنی آزادی کا اعلان کیا توشہنشاہ اکبر نے خانخان کو ۳۰۰ مسلح جہاز اور دوسو کشتیون کے ساتھ روانہ کیا، جانی بیگ کو اس مہم مین شکست ہوئی اور وہ صلح کرنے پر مجبور ہوا، شرائط صلح کی رو سے ۳۰ جہاز دوسرے اشیاء کے علاوہ اسے دینے پڑے،

سنہ ۱۵۷۴ء مین داؤد خان بہار کا شہزادہ بن بیٹھا، شہنشاہ اکبر بذات خاص بہت بڑے بیڑے کے ساتھ روانہ ہوا، اور کل سامان ادنی سے اعلیٰ تک اپنے ساتھ لئے، جب شہنشاہ حاجی پور پہنچا تو اس نے حاجی پور کے قلعہ کو مسمار کرنے کا حکم دیا، اور خان عالم کو تین ہزار فوج اور کل سامان کے ساتھ محاصرہ کے لئے کشتی پر روانہ کیا، حاجی پور کے سقوط کے بعد داؤد خان ایک کشتی پر سوار ہو کر بھاگ گیا، خانخانان بنگال کا گورنر مقرر کیا گیا اور کل آدمیون اور کشتیون کو جو آگرہ سے ساتھ لایا تھا اُسے دیدیا۔

اس زمانہ کی جہازرانی وجہاز سازی کے مفصل حالات ابوالفضل نے آئین اکبری مین تحریر کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ میر بحری کے کام چار حصون مین منقسم تھے، ہم ان چار حصون کا بیان اسی کے زبان مین لکھتے ہین :-

نخست[۱] آماده ساختن استوار کشتیها چنانچه قبل بر فراز آن بگذرد، و نیز چنان برسازند که بر دژها سرکوب آید و سرمایه کشائش دشوار قلعها گردد، کار آگهان دیده در منزل در احله دانند و گزین اسباب جهانگیری شناسند، خاصه بر دمستان و زنگبار و تنرسا بوم، اگرچه در قلمرو شاهنشاهی فراوان جا بکار رود، لیکن در بنگاله و کشمیر و تتہ (ٹھٹھا) مدار برد - افسر خدیو سرکشتی بسان شگرف جانوران برساخت و جهابت و نشاط را هم دوش گردانید - والا کاخها و دلکشا کوشکها و گزین چاره سوها و دلفریب چمن زارها بر روے دریا چهره برافروخت و بر ساحل دریای شور خاور و باختر و جنوب ستر ک جهازها سرانجام یافت و سرمایهٔ آسائش دریانوردان شد، بنادر را رونق افزود و آگهی بالش یافت و در الهاباس (الہ آباد) و لاهور نیز آماده کرده بدریای شور رسانید و در کشمیر نمونه ازان برساخت و جهانے

دوم[۲] گماشتن دریا در زان دیده در شناسائے مد و جزر داناے اندازهٔ ژرفا و زمان وزیدن گوناگون باد، و سود و زیان آن و آگاه از کهسار ہاے فرو رفته - و بدین مایه بینش تو مندے و شناورے و مهربان دلے و جد کارے و زتیج کشتی و بار برداری و دیگر ستوده خوها چهره آراے حال اینان، چنین فرد هیده مردم را با فراوان پژوهش فراهم آورد خاصه از ملیبار در رود بار ها بشائستگی و آهستگی آدم و کالا را به ساحل رسانند و باندازهٔ کشتی در شمارهٔ اینان تفاوت رود، و در جهاز ها دوازده گونه مردم خدمتگذار باشند - ناخدا[۱] - خداوند کشتی - همانا ناو خدا بوده، بخواهشگرے او کشتی بهر سو گراید - معلم[۲] - شناساے نشیب و فراز دریا و نیرنگی اختران برهنمونی او کشتی بمنزل شتابد و چارهٔ خطرها برسگالد، تندیل[۳]، بزرگ خلاصیان - ملاح را بزبان و رزان خلاصی و خاوره گویند ناخدا خشب[۴] - کشتی نشینان را همه وکاه آماده دارد و در برآمودن و تهی کردن یاور - سر هنگ[۵] - کشتی در آب افگندن و بیرون آوردن بکار روانی او و بسا هنگام کار معلم از و آید - بهنداری[۶] - پاس وارہ ناگزران کشتی - کرانے[۷] تبلچی - خراج کشتی و آب هم بمردم

رساند۔ سکان گیر۔ برہنمونی معلم کشتی را سو بسو دارد طائفہ باشند وگاہ از بیت درگذرند پنجرے[9] برفراز تیر کشتی دید بانے کند واز پیدائے ساحل وکشتی وشوریدن بادہا وخبر آن اگہی بخشد گنتی[10] انزلاصیان است اب کشتی بیرون آورد۔ توپ[11] انداز۔ درآویزہ بکار آید۔ کمی وافزونی بیان تفاوت باشد۔ خاروہ[12]۔ فراوان باشند بادبان کشیدن وبستن ازین گروہ اید۔ برخے بقعر دریا فروشدہ رخنہ دربندند ولنگ فرو ماندہ را برکشایند ودر ہر سفرے کہ بزبان این طائفہ کوشش کویند علو نہ دگرگون بود۔"

سوم[۳]۔ فروہیدہ مردے تمام قامت ہیبت سیما بلند آواز رنج کش چابکدست کارگذار ہر گزین سفرے دوست شناور کہ باز یرک منشی وکم ارمے پیرایہ حال او بدید بانے دریاہا بازگذاشت، از کار آگہی او اشکلہاے کہ برگذر ہا رود ہد رکشاید۔ وگذرگاہ را از انبوہے وتنگی وناہمواری ولاے نگاہ دارد۔ دربر آمودن کشتیہا اندازہ بکار برد ورہ نوردان رنج انتظار نکشند۔ وہندوستان بآسانی برگذرند وبشنا درے گذشتن نگذارد وکالاجز گذرگاہ فرو نیارد وبے ضرورت بہ شب راہی نسازند۔"

چہارم[۴]۔ بخشودن باج۔ جہان خدیو از افزونی عاطفت این وجہ را کہ بخراج کشورہا برابر بخشش فرمود۔ جز دست مزد کشتیبان خواہش نفرود۔ لختے در شنا در درستانند واز چہل یک زیادہ نباشد، بازرگان نظر بہ چنین خواہشہا بخشودہ انگارد[5]۔

دریا کے ٹکس کے متعلق مصنف آئین اکبری یوں رقم طراز ہے:۔

"دست رنج در رود بار ہا اگر کشتی ولوازم از و باشد در ہزار من بہر کروہے یک روپیہ واگر تنہا کشتی از وست ودیگر از سیم خدا در دو نیم کردہ۔ درگذر ہا از فیل دہ دام۔ ازگردون

[5] آئین اکبری باب آئین میر بحری۔

بار آمو دچہار، از تی دو، از شتر باریک، از خالی واسپ دگاو۔ باکالانیم از خالی چاریک از مرکب بار دو از سرباری شش بکدام، واز جیبت آدم یکدم وبسا شتر باشد کہ نستانند[۱]"

دفتر میر بحری کے افسران و ملازمین کی تنخواہ معقول تھی، مصنف آئین اکبری اس کی نسبت اس طرح بیان کرتا ہے:۔

در بندر ساتگانون ناخدا چہار صد روپیہ یا بد و چہار ملیح۔ معلم دو بست روپیہ و دو ملیح، ٹنڈیل صد و بست، کرانی پنجاہ روپیہ و یک ملیح۔ ناخدا خشب سی، سرہنگ بست و پنج، سکان گیر و پنجرے و بھنڈاری پانزدہ پانزدہ، گمنتی دہ، خاروہ چہل و خوراک ہر روزہ، سرباری دیک انداز دوازدہ، و در کھنبائٹ ناخدا ہشت صد روپیہ و بدینسان در دیگر مردم تفاوت رود، و در لاہری ناخدا سی صد روپیہ، و دیگران نیز بدین نسبت و در خوبی بنادر دہ بست و پنج و ہم چنین نظر بجا در راہ تفاوتہا رود وگذارش آن بس دشوار و کشتی بانان برود بارہا از پانصد دام افزون واز صد کم ماہوار نگیرند[۲]"

علاوہ جنگی کشتیون کے بادشاہ اور خاصان دربار کے لئے صرف سری نگر مین ایک ہزار سے زاید کشتیان تھین جو سیر کے لئے مخصوص تھین وہ کشتیان نہایت آراستہ ہوتی تھین، اور لوگون کے کشتیون کا تو شمار ہی نہین، ابوالفضل لکھتا ہے:۔

درین ملک از سی ہزار کشتی افزون است، لیکن سزاوار نشیمن کشور خدا نبود، کارآگہان خدمت گذار درکنز فرصتے گزین کاخہاے دریاے سرانجام نمودند و گلزارے بر سطح دریا اساس نہادند، و نام آوران و نزدیکان نیز بہمین روئے آمادہ گردانیدند، افزون از ہزار کشتی آراستہ شد و شہرستانے بر فراز دریا آبادی گرفت"

---

[۱] آئین اکبری باب آئین میر بحری [۲] ایضاً۔

اکبر کی وفات کے بعد سنہ ۱۶۰۵ء مین اسلام خان گورنر بنگال نے دار السلطنت راج محل سے ڈہاکہ تبدیل کر دیا اور بیڑہ کی تعداد بڑہا دی، شہاب الدین طلیش لکھتا ہے کہ جہانگیر کے زمانہ سلطنت مین لوٹیرون نے لوٹ مار کا بازار گرم رکھا تہا، وہ ڈہاکہ تک لوٹ مار کے لئے آتے اور سارے بنگال کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے[1]، تھوڑے عرصہ کے بعد اسلام خان نے راجہ اراکان اور پورتگیز لوٹیرے کی متحدہ فوج کو جو اسوقت سینڈوائپ پر قابض تھے اور جنکے فوج کی تعداد ۱۰۰۰ پورتگیز، ۲۰۰۰ سپاہی، ۲۰۰ سوار، اور ۸۰ مسلح جہاز پر ایک پیمانہ کے تھے اور جو دونون متحدہ قوت کے ساتھ شرقی ساحل کو تباہ و برباد کئے ہوئے تھے شکست دی۔

شاہجہان کے عہد مین سنہ ۱۶۳۸ء مین ایک نئی تکلیف کی ابتدا ہوئی اور وہ اس طرح پر کہ اکبر اعظم کے اخیر حصہ سلطنت مین کوچ بہار اور آسام کی وہ قومین جو بنگال کے مشرقی سرحد پر رہتی تہین تکلیف دینا شروع کئے، سنہ ۱۵۹۶ء مین ایک مہم لچھمی نارائن راجہ کوچ بہار کے خلاف بھیجی گئی، اس مہم مین ۴۰ ہزار گھوڑے، دو لاکھ پیدل سوار، ۷۰۰ ہاتھی اور ایک بیڑہ جہاز کا تہا، سنہ ۱۶۱۲ء مین ایک بیڑہ ۵۰۰ جہاز کا جو پریچیٹ راجہ کچھ کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا، راجہ شکست کہا کر مقید ہو گیا، لیکن اسکا بہائی بلدیو پریچیٹ آسام بہاگ گیا اور آسامی اور کوچی کی ایک جماعت طیار کر کے شاہی لشکر پر حملہ کر بیٹھا، اسکے پاس بہت بڑی جماعت کے علاوہ پانچسو جہاز کا ایک بیڑہ تہا، اس نے شاہی لشکر کو شکست دی[2]، آخر کار سنہ ۱۶۳۸ء مین آسامی جب اپنی کشتیون پر دریاے برہمپتر سے ہو کر ڈہاکہ کے قریب پہنچے تو انہین گورنر بنگال اسلام خان سے ملاقات ہو گئی اور ایک دریائی جنگ ہوئی جسمین آسامیون کے چار ہزار آدمی قتل کئے گئے اور پندرہ کشتیان سلطنت مغلیہ کے ہاتھ لگین، اُس وقت آسامیون کی لوٹ مار اسدرجہ بڑہی ہوئی تھی کہ کل رقم مالگذاری انکے دفع کرنے مین صرف ہو جاتی تھی

[1] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد سوم صفحہ ۴۲۲ [2] ایضاً بابت سنہ ۱۸۷۲ء حصہ اول نمبر ا صفحہ ۶۴،

اور ایک روپیہ بھی دہلی نہین بھیجا جاتا تھا،

اورنگ زیب کے عہد مین جب میرجملہ وائسرائے ہو کر ۱۶۶۰ء مین بنگال آیا تو پھر دارالسلطنت ڈھاکہ کو تبدیل کردیا گیا اس نے اخراجات بیڑہ اور تنخواہ افسران کے لئے ایک اسکیم بنائی جسکی تعداد چودہ لاکھہ تک پہنچگئی[۱] اراکان کے حملہ سے بچنے کے لئے متعدد قلعہ جات اور فوجی نقل وحرکت کیلئے متعدد سڑکین اور پلین تعمیر کرائے[۲] ۱۶۶۱ء مین میرجملہ نے کوچ بہار کے خلاف چڑھائی کی اور آسانی سے اسکی سلطنت کو ملالیا- راجہ بھیم نرائن بھاگ گیا، ۱۶۶۲ء مین آسام کے فتح کے لئے ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ جسمین پیدل، سوار اور بیڑے تھے روانہ ہوا، دشمنون کے ۸۰۰ قریب جہازون نے شاہی بیڑے پر حملہ کیا، تمام رات گولہ باری ہوتی رہی، نواب نے منعم بیگ کو بیڑہ کی مدد کے لئے بھیجا اور اس نے جنگ کی قسمت کا فیصلہ کردیا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنون کے تین چار سو جہاز گرفتار ہوے، ہر ایک جہاز مین ایک ایک بندوق تھی، اس جنگ مین شاہی بیڑے مین ۳۲۳ جہاز تھے، اسکے بعد میرجملہ کی فوج مین وبا پھیل گئی، اور متعدد افسران جنگی مع فوج اور میرجملہ کے ہلاک ہوگئے میرجملہ کے مرجانے پر بنگال کا بیڑہ تباہ ہوگیا اور لوٹیرے اس سے نفع اٹھا کر ڈھاکہ تک پہنچ گئے-

۱۶۶۴ء مین شائستہ خان وائسرائے مقرر ہوا، اس نے لوٹیرون کے لوٹ مار روکنے کے لئے اپنی توجہ جہاز سازی کی طرف مبذول کی، اس نے ان ان مقامون سے جہان جہان شہتیرین پیدا ہوتی تھین شہتیرین منگوائین، اور دوسرے مقامات سے ہوشیار بڑھیون کو بلایا اور جہاز سازی کا مرکز ہگلی، بالاسور، مورنگ، اور جیسور مقرر کیا، مستقر پر بھی شائستہ خان جہازون کی طیاری مین متعدد اور سرگرم رہا، حکیم محمد حسین منصبدار جو قدیم، لائق، ایماندار اور قابل اعتبار ملازم تھا، محکمہ جہاز سازی کا افسر مقرر کیا گیا، ہر ایک بندرگاہ پر ایک ماہر انجینیر کا تقرر ہوا، اس سرگرمی اور کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ

---

[۱] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابتہ ماہ جون ۱۹۰۶ء [۲] ٹوپوگرافی آف ڈھاکہ مولفہ ٹیلر صفحہ ۶۷ ،

تھوڑے ہی عرصہ مین ۳۰۰ جہاز طیار ہوگئے اور ضروری سامان بھی مہیا ہوگئے۔

اورنگ زیب کے عہد مین بنگال کے علاوہ دیگر حصص ملک بھی بہت ترقی پر تھے، اور جہاز سازی اور جہاز رانی خوب ترقی کر رہی تھی تھامس باوری (Thomas Bowrey) ایک انگریز سیاح جو ہندوستان مین ۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۹ء تک سیاحی کرتا رہا، خلیج بنگال کے شہرون کے حالات تفصیل سے لکھتا ہے وہ جہازون اور تجارت کی نسبت لکھتا ہے کہ "اسوقت متعدد اقسام کے جہاز اور کشتیان بنائی جاتی ہین، ایک قسم کی کشتی تھی جو بہت ہلکی بنی ہوتی تھی، اسمین صرف دونون محاذ پر شہتیر ہوتے تھے، اسکے تختے بہت پتلے ہوتے تھے، اور آپس مین سوت سے سلے ہوتے تھے، ساحل کارمنڈل پر نہایت مضبوط اور عمدہ جہاز تھے جو چار، پانچ یا چھ بڑی بڑی شہتیرون سے بنے ہوئے تھے اور ان مین پانچ چھ ہزار من بوجھ لادے جاتے تھے، ایک قسم کی کشتی سیر و تفریح کے لئے ہوتی تھی، جسمین ایک چھوٹا کمرہ بنا ہوتا تھا، ساحل کارمنڈل پر سب سے بڑا تجارتی مرکز موسلی پٹم تھا، اور وہان کے باشندے فن تجارت مین ماہر تھے" وہ سیاح یہ بھی لکھتا ہے کہ نواب شائستہ خان نے تاجرون پر بحری حفاظت اور ملک کی قوت بڑھانے کے لئے ایک قسم کا ٹکس لگایا تھا، نواب ہرسال سوداگرون کو ہگلی، جیسیر، پپلی اور بالاسور بھیجتا تھا تاکہ ان مقامون مین ایک یا دو جہاز ۴۰۰، ۵۰۰ یا ۶۰۰ ٹن کے مضبوط اور عمدہ بنائے جائین، اسی کا یہ بھی بیان ہے کہ ۲۰ پال والے جہاز ہرسال دریائی تجارت کی غرض سے بالاسور، پپلی وغیرہ بھیجے جاتے تھے، کچھ ان مین سے لنکا ہاتھی لانے کے لئے بھیجے جاتے، اور چھ یا سات جہاز ہرسال جزائر مالدیپ کوڑیان لانے کے لئے روانہ کئے جاتے تھے، غرضکہ عام طور پر منافع بخش تجارت ہوتی تھی۔[1]

اسٹرنشم ماسٹر (Strynsham Master) کے ڈائری کے

[1] خلیج بنگال کے ملکون کے جغرافیائی حالات مصنفہ تھامس باوری۔

آخر صفحہ مین لکھا ہوا ہے کہ "سب سے پہلے سنہ۱۶۵۷ء مین پہنچے، اسوقت ملک کو نہایت ترقی کی حالت مین پایا، بیس جہاز مال سے لدے ہوے ہمیشہ موجود رہتے، اور اراکان، پیگو، ملاکا اور جزائر مالدیپ وغیرہ بھیجے جاتے تھے۔

اورنگ زیب کے عہد مین مغربی ساحل بھی جہاز سازی کا مشہور مرکز تہا، ڈاکٹر فرائر (Dr. Fryer (?)) جو بغرض سیاحت سنہ۱۶۷۴ء مین ہندوستان مین آیا وہ جہازون اور کشتیون کی نسبت نہایت تفصیل سے لکھتا ہے، وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ "اورنگ زیب کے چار جہاز ہمیشہ سورت مین طیار رہتے تھے اور حجاج کو حج کے لئے بلاکرایہ مکہ لیجاتے تھے۔"

اورنگ زیب کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت کا زوال شروع ہوا اور اسکے ساتھ ساتھ جہاز سازی اور جہاز رانی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

مسئلہ زر

(۴)

از جناب مقبول احمد صاحب رئیس سندیلہ

ہم نے زرکاغذی کے فوائد و نقائص عام لکھدئے اب ہم اسکی تفصیل کرتے ہین،

نیابتی زرکاغذی اور زرفلزاتی مین کوئی فرق نہین ہوتا ہے، اس کا استعمال بوجہ ہلکا ہونے کے آسان ضرور ہوتا ہے، مگر نیابتی زرکاغذی سے اضافہ دولت نہین ہوتا ہے، کیونکہ زرفلزاتی کی تعداد بقدر مندرجہ نوٹ ہروقت خزانہ مین بیکار پڑی رہتی ہے، اس صفت مین یہ اعتباری زرکاغذی سے کم ہے،

اعتباری زرکاغذی مین بیشتر خوبیان ہین اور کمتر نقائص ہین، اسلئے اعتباری زرکاغذی کا استعمال نہایت موزون ہے، اور آج کل ہر ملک مین بکثرت مستعمل ہے، ہم اس بات کو صاف کرنے کیلئے رسمی زرکاغذی سے بھی بہت فوائد عام حاصل ہوسکتے ہین، جیسا کہ ہم زرکاغذی کی بحث مین لکھ چکے ہین، اگر اسکے اجراء مین کافی احتیاط برتی جائے تو بہت مشکل ہے اور جسکا ذکر بعد مین کیا جائے گا، فی الحال ہم اسکے نقائص لکھتے ہین۔

۱۔ رسمی زرکاغذی کی ادائگی کے لئے، چونکہ کوئی رقم محفوظ نہین ہوتی ہے اسلئے اکثر ضرورت سے زائد اجرا ہوجاتا ہے اور اسی وجہ سے اسکی قیمت بھی بہت گھٹ جاتی ہے،

۲۔ قانون گریشم کے عمل کیوجہ سے جب رسمی زرکاغذی کا زائد از ضرورت اجرا ہوتا ہے، تو زرفلزاتی چلن سے نکل جاتا ہے اور جسقدر زرفلزاتی چلن سے نکلتا ہے، وہ یا تو جمع کیا جاتا ہے یا گلا ڈالا جاتا ہے یا ممالک خارجہ مین چلا جاتا ہے چلن مین زیادہ تر زرناقص رہجاتا ہے۔

۳- چونکہ رسمی زر کاغذی کی زائد از ضرورت اجراء سے قیمت بہت گھٹ جاتی ہے۔ اسلئے ثمن اشیاء بہت بڑہجاتی ہے جسکی وجہ سے کاروبار مین ہر وقت خطرہ رہتا ہے اور اکثر ان وجوہ سے خراب قسم کا (   ) کاروبار مین شروع ہوجاتا ہے جو ملک کی مالی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

۴- ۔۔۔۔ اس سے چونکہ کاروبار مین جوے کی حالت پیدا ہوجاتی ہے اسلئے کاروباری اخلاق بہت پست ہوجاتا ہے، جو ملک کی مالی تنزل کا باعث ہوتا ہے،

۵- مثل دیگر اشیاء کے جائداد کی قیمت بھی فرضی طور پر بڑھ جاتی ہے اور لوگ اپنے کو امیر خیال کرکے فضول خرچیون اور غیر مفید مصارف مین مبتلا ہوکر تباہ ہوجاتے ہین۔

۶- مزدورونکو بہت نقصانات ہوتے ہین، قیمت اشیاء تو رسمی زر کاغذی کی زائد از ضرورت اجراء سے زیادہ بڑہجاتی ہے مگر مزدوری اسی تناسب سے نہین بڑہتی ہے اسلئے مزدور زیادہ تکلیف اُٹھاتے ہین جو اکثر خلفشار کا باعث ہوتا ہے۔

۷- قرضخواہون کو رسمی زر کاغذی کی قیمت گھٹ جانیکی وجہ سے نقصان ہوتا ہے، یعنی انکو اُسی قدر رقم رسمی زر کاغذی مین ملے گی جسقدر اُنھون نے دی تھی، مگر قیمت اشیاء بڑھ جانے کی وجہ سے وہ اسقدر اشیا نہین خرید سکینگے۔[1]

مذکورہ بالا نقائص زائد از ضرورت اجراء ہونے کی وجہ سے پیدا ہوجاتے ہین، اگر انسداد ہوجائے تو بہت کچھ ان نقائص مین تخفیف ہوسکتی ہے، ماہرین اقتصادیات نے ان علامات

---

[1] ہم نے زائد از ضرورت اجراء کا لفظ بہت استعمال کیا ہے اسکی تشریح بھی ہم مضمون کو واضح کرنے کے لئے کئے دیتے ہین، جب اجراء شدہ زر کاغذی کی مقدار سے جو چلن سے نکل گیا ہے زائد ہوجائے۔ تب اجراء زائد از ضرورت کہلائے گا۔

کی کافی تفتیش کی ہے جن سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ رسمی زر کاغذی کا زائد از ضرورت اجرا ہو گیا ہے، ہم ان تدابیر کے لکھنے سے پہلے جن سے زائد از ضرورت اجرا کا انسداد ہوتا ہے ان علامات کو لکھتے ہین، جنسے زائد از ضرورت اجرا کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ پہلی علامت یہ ہے کہ سونے پر بڑہتی لیجاے، جب رسمی زر کاغذی کا زائد از ضرورت اجرا ہو گا تو اسکی قدر بہت گہٹ جاے گی اور زر فلزاتی کی قیمت باقی رہے گی، جو شخص رسمی زر کاغذی کے بدلے مین زر فلزاتی لینا چاہے گا اُسکو نوٹ کی مندرجہ تعداد کے مساوی زر فلزاتی لینے مین کچھ زائد دینا پڑے گا، یعنی ایک پونڈ کے نوٹ کے معاوضہ مین اگر وہ ایک ساورن لینا چاہیگا تو اسکو علاوہ ایک پونڈ کے نوٹ کے کچھ زائد دینا پڑیگا۔

۲۔ دوسری علامت نرخ مبادلہ کا بڑھ جانا ہے جس نرخ پر ممالک خارجہ کی ہنڈیان بکتی ہین وہ شرح مبادلہ ہوتی ہے چونکہ ہنڈیون کی ادائگی زر فلزاتی مین ہوتی ہے جو اکثر سونا ہوتا ہے اسلئے سونے پر بڑہتی دینے سے شرح مبادلہ بڑھ جائے گی۔

۳۔ تیسری علامت زر فلزاتی کا چلن سے نکل جانا ہے، جب زر ناقص بصورت زر کاغذی اور زر کامل بصورت زر فلزاتی ایک ساتھ چلن مین ہونگے تو قانون گرشیم کی رو سے زر کامل چلن سے نکل جائے گا اور زر ناقص رہجائے گا۔

۴۔ چوتھی علامت ثمن کا بڑہجانا ہے جب بہت زیادہ اجرا رسمی زر کاغذی کا ہوتا ہے تو قیمتین بڑھ جاتی ہین، اور اُسکے اثرات بہت خراب ہوتے ہین اگر اجرا مین خفیف زیادتی ہوتی ہے تو یہ صورت پیدا نہین ہوتی ہے، ان ممالک مین جہان رسمی زر کاغذی کا زیادہ اجرا ہوتا ہے، قیمتین دیگر ممالک کے مقابلہ مین بہت مختلف ہوتی ہین، جسوقت یہ علامتین ظاہر ہون تو فوراً ایسے تدابیر اختیار کئے جائین کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا بند ہو جائے اور جسقدر زر زائد از ضرورت اجرا ہو چکا ہے وہ

چلن سے واپس لے لینا چاہیے ان تدابیر کے متعلق باہم ماہرین مین بہت اختلاف ہی ایک کثیر تعداد کی تو یہ رائے ہے کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا ہونا ہی نہ چاہیے بعضون کی رائے ہے کہ ثمن کی کمی بیشی کے ساتھ رسمی زر کاغذی کے اجرا مین بھی کمی بیشی کی جائے، اس طریقہ کا عمل مین آنا غیر ممکن ہے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا اُسوقت تک ہونا چاہیے جبتک کہ سونے پر بڑہتی نہ لیجائے اور جسوقت سونے پر بڑہتی لی جانے لگے اور نرخ مبادلہ بڑہجائے تو گورنمنٹ کو چاہیے کہ رسمی زر کاغذی کا اجرا فوراً بند کردے اور جسقدر اجرا ہوچکا ہے اُسکی تعداد مین اسطرح کمی کرے کہ جو رسمی زر کاغذی خزانہ سرکار مین داخل ہون وہ فوراً ضائع کردئے جائین اور جب تک کہ سونے پر بڑہتی لینا بند نہ ہوجائے اور نرخ مبادلہ برابر نہ ہوجائے ایک ہی ملک مین دو مختلف قیمتون کا ہونا ایک زر فلزاتی مین اور دوسرے رسمی زر کاغذی مین نہایت خطرناک ہے، یہ بحث بھی بہت طویل ہے ہم نے مختصر طور پر لکھدیا ہے۔

جسطرح رسمی زر کاغذی ہوتا ہے اسیطرح رسمی زر فلزاتی بھی ہوتا ہے اسکی مثال ہندوستان کا روپیہ ہے، رسمی زر کاغذی کاغذ پر چھپتا ہے روپیہ چاندی پر چھپتا ہے رسمی زر کاغذی کے بدلے مین زر فلزاتی نہین ملتا ہے، اسطرح روپیہ کے بدلے مین گورنمنٹ ہند ساورن دینے پر قانوناً مجبور نہین رسمی زر کاغذی کی قیمت کا انحصار اسکی مقدار اجرا پر ہوتا ہے، روپیہ کی قیمت کا انحصار بھی معمولی حالتون مین اسکی تعداد اجرا پر ہوتا ہے جو بذریعہ سکہ سازی محدود گورنمنٹ ہند کو حاصل ہے، آج کل چاندی کی قیمت زیادہ ہوگئی ہے پیشتر ایک روپیہ دس آنے کا ہوتا تھا، اور سولہ آنے کو چلتا تھا وہی روپیہ اب سولہ آنے کا ہونے لگا ہے، ہم نے لکھا ہے کہ اعتباری زر کاغذی مین خوبیان زیادہ ہوتی ہین اور نقائص کم ہوتے ہین، اب ہم اسکی تفصیل کرتے ہین، اسمین بھی مثل دیگر اقسام زر کاغذی کے فوائد عام حاصل ہو سکتے ہین جنکو ہم پہلے لکھہ چکے ہین بوجوہات ذیل یہ اور سب اقسام سے بہتر ہے

اعتباری زرکاغذی سے دولت مین اضافہ ہوتا ہے، جو نیابتی زرکاغذی مین نہین ہوتا، نیابتی زرکاغذی کی ادائگی کے لئے ہر وقت رقم محفوظ بقدر مندرجہ نوٹ خزانے مین بیکار پڑی رہتی ہے، اعتباری کاغذ کے بابت چونکہ بوقت مطالبہ فوراً ادائگی کا وعدہ ہوتا ہے اسلئے لوگون کو اجراکنندہ پر اعتماد ہوتا ہے اور داد وستد مین بغیر زر فلزاتی مین تبدیل کئے ہوئے برابر چلتا رہتا ہے، اسوجہ سے عرصہ کے بعد خزانہ یا بینک مین بغرض ادائگی پیش کیا جاتا ہے اور اسکی ادائگی کے لئے پوری رقم خزانے یا بینک مین نہین رکھی جاتی ہے، بلکہ تیس چالیس فیصدی کافی سمجھی جاتی ہے۔

رسمی زرکاغذی کی اجرا سے بھی دولت مین اضافہ ہوتا ہے مگر دیرپا نہین ہوتا، اسکی ادائگی کے واسطے نہ تو رقم محفوظ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اجرا مین کوئی رکاوٹ، اسلئے اسکی قیمت بہت جلد اور زیادہ گھٹتی ہے اور جسوقت قیمت گھٹتی ہے تو اضافہ بالکل غائب ہوجاتا ہے اور ملک مین پریشانی اور تباہی نظر آتی ہے اعتباری زرکاغذی زر فلزاتی مین ادائگی کا وعدہ بھی ہوتا ہے اور مناسب مقدار مین اسکی ادائگی کے واسطے رقم محفوظ بھی رکھی جاتی ہے اسلئے اسکی قیمت زیادہ نہین گھٹتی اور اضافہ دولت دیرپا ہوتا ہے، اعتباری زرکاغذی جسکی ادائگی بنہایت یقینی ہوتی ہے (جیسے بنک آف انگلینڈ کے نوٹ) دیگر ممالک مین چند دنونکے لئے قبول کر لئے جاتے ہین مگر جلد واپس کر دئے جاتے ہین، رسمی زرکاغذی کی وقعت ردّی کاغذ سے زیادہ نہین ہوتی ہے، اعتباری زرکاغذی کا اجرا یا تو سلطنت کرتی ہے یا بینک اسلئے ایک بحث یہ پیدا ہوگئی کہ کون اس خدمت کو اچھی طرح انجام دے سکتا ہے، گورنمنٹ کے اجرا کرنے پر حسب ذیل اعتراض کئے جاتے ہین۔

اول تو یہ کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے فرائض مین نوٹ کا اجرا داخل نہین ہے یہ بحث وسیع ہے، ہر شخص گورنمنٹ کے فرائض اپنے نقطہ نظر سے قرار دیتا ہے، اسلئے اس مسئلہ

مین کوئی مختتم رائے نہین قائم ہوسکتی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ گورنمنٹ نے زمانہ ماضی مین زر کاغذی بدل پذیر کو اپنی ضرورتوں سے غیر بدل پذیر کر دیا، اسلئے اُسکو اجرا نہین کرنا چاہیے اس اعتراض کی وقعت ضرور ہے

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ گورنمنٹ کے اجرا کرنے مین کوئی رُکاوٹ نہ ہوگی اور وہ زائد از ضرورت اجرا کر دے گی، جس سے بہت نقصانات اُٹھانا پڑینگے بنیک ایسا نہین کرسکتا ہے بنک کی نگرانی ہر وقت سرکار کرسکتی ہے گورنمنٹ پر بوقت ضرورت ایسا اثر نہین ہوسکتا ہے کہ نوٹ کے اجرا سے باز رہے۔

۴۔ سب سے قوی اعتراض یہ ہے کہ گورنمنٹ کے اجرا کرنے مین کاروبار کے لحاظ سے کمی بیشی اس عمدگی سے نہین ہوسکتی ہے جیسے بنک کے اجرا کرنے سے ہوسکتی ہے، بنک کو چونکہ ہر وقت کاروباری دنیا سے سابقہ رہتا ہے اسلئے وہ آسانی سے اندازہ کرسکتا ہے کہ اعتباری زر کاغذی کے حجم مین کسوقت کمی ہونا چاہیے اور کسوقت بیشی، عمال سرکار کو اسقدر تجربہ نہین ہوسکتا ہے بنک کے اجرا کرنے پر بھی یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ بنک کو اپنا فائدہ زیادہ مدنظر ہوگا اسلئے وہ رعایا کے حقوق کا لحاظ نکرے گا اسکی روک اسطرح پر ہوسکتی ہے کہ نوٹ اجرا کرنے کا حق بنک کو دیا جائے اور رعایا کے حقوق کی نگرانی سرکار کرے یہی طریقہ سب سے اچھا خیال کیا جاتا ہے۔

چک، ہنڈی، اور چھٹی کے متعلق ہم اس مضمون مین کچھ نہین لکھتے ہین یہ بحث بنک کے بیان مین ہونا چاہیے۔

قیمت زر

قیمت کا لفظ اس سے پہلے بہت استعمال کیا جاچکا ہے، اب ہم اسکی تشریح کرتے ہین قیمت زر کا مسئلہ بھی مثل دیگر اشیا کی قیمت کے ہے اشیا کی قیمت سے یہ مراد ہے کہ کس تعداد کی اشیا سے اسکا مبادلہ ہوگا

قیمت زر سے بھی یہ مراد ہے کہ (اسکا روپیہ) مبادلہ کس تعداد کی اشیاء سے ہوگا یعنی زر کی قیمت خرید کیا ہوگی، ہم پہلے اس غلط فہمی کو رفع کردینا چاہتے ہین جو قیمت زر کی بابتہ پھیلی ہوئی ہے تاجرون کے الفاظ مین قیمت زر سے وہ سود مراد ہے جو روپیہ پر ملتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے جو شخص روپیہ قرض دیتا ہے وہ صرف یہی نہین کرتا ہے کہ روپیہ اپنے پاس سے منتقل کردے بلکہ وہ اپنا حق بھی جو اُسکو ملکی پیداوار کی قیمت پر سرمایہ لگانے کی وجہ سے حاصل تھا منتقل کردیتا ہے درحقیقت وہ سرمایہ منتقل کرتا ہے روپیہ صرف آلہ مبادلہ ہے سرمایہ کی مقدار روپیہ مین گنی جاتی ہے اسوجہ سے سرمایہ کا قرض لینا روپیہ کے قرض لینے کے مترادف ہے ہمارا مفہوم قیمت زر سے اسکی قیمت مبادلہ اور روپیہ سے آلہ مبادلہ ہے۔

اب ہم اُن اسباب پر غور کرتے ہین جنپر قیمت زر کا انحصار ہے، ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ قیمت زر بھی مثل دیگر اشیاء کی قیمت کے ہے اسلئے روپیہ کی قیمت کی کمی بیشی بھی مثل دیگر اشیاء کی قیمت کی کمی بیشی کے اسکے رسد وطلب پر ہے، ہم روپیہ کی رسد وطلب کے مفہوم کو بھی صاف کردینا چاہتے ہین کسی چیز کی رسد سے وہ مقدار مراد ہے جو فروخت کے لئے پیش کی جاتی ہے روپیہ کی رسد سے بھی وہ مقدار مراد ہے جو فروخت کے لئے پیش کی جاتی ہے روپیہ کا فروخت ہونا غیر مانوس لفظ ہے، یہ خیال ہوگا کہ روپیہ خود ہر چیز خرید سکتا ہے اسکی فروخت ہونے کے کیا معنی واقعہ یہ ہے کہ جو شخص غلہ، روئی وغیرہ فروخت کرتا ہے وہ روپیہ خرید کرتا ہے اور جو لوگ روپیہ کو غلہ یا روئی کی خریداری مین صرف کرتے ہین وہ روپیہ فروخت کرتے ہین اسلئے رسد سے وہ رقم زر مراد ہے جسکو لوگ کاروبار مین لگاتے ہین اسمین دو طرح سے کمی بیشی ہوتی ہے اول مقدار سے یعنی روپیہ کی تعداد مین اضافہ کرنے سے بڑھجاتی ہے اور کم کرنے سے کم ہوجاتی ہے۔ دوسرے سرعت گردش زر، اسکو یون سمجھنا چاہئے کہ اگر ایک سکہ ہفتہ مین دس بار

کاروبار مین لگے اور دوسرا اسکہ بیس بار کاروبار مین منتقل ہو تو دوسرے سکہ کی سرعت گردش اول سے دوگنی ہوگی اور اسلئے اُسکی رسد زیادہ ہوگی۔

طلب یا مانگ | ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ ہر شخص جو اشیا فروخت کرتا ہے وہ روپیہ خرید کرتا ہے اسلئے روپیہ کی طلب یا مانگ اُن تمام اشیا پر مبنی ہوتی ہے جو فروخت کے واسطے بازار مین آئین، طلب کا انحصار ہر وقت اور ہر ملک مین اُن تمام چیزون کی مقدار پر ہوتا ہے جنکا تبادلہ روپیہ سے ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے کیونکہ کسی ملک کی پیداوار کا کچھ حصہ تو بذریعہ تبادلہ جنس بالجنس ایکدوسرے کے پاس منتقل ہوتا ہے اور کچھ حصہ خود پیدا کرنے والے براہ راست صرف کر ڈالتے ہین، بقیہ ملک کی دولت کی پیدائش کا حصہ روپیہ کے ذریعہ سے منتقل ہوتا ہے اور روپیہ کی مانگ ایسے حصہ کی کمی وبیشی پر مبنی ہوتی ہے، اس مختصر بیان کے بعد اب ہم یہ لکھتے ہین کہ کن اسباب سے قیمت زر مین کمی اور بیشی ہوتی ہے نظریہ مقدار زر(.......... (Quantitative Theory) کی سادہ صورت یہ ہے کہ قیمت زر روپیہ کی مقدار کی کمی بیشی کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے یہ صورت اس زمانہ مین صادق ہوسکتی ہے جب تمدن ابتدائی حالت مین ہو، یعنی نہ تو روپیہ جمع کرنے کا شوق ہو، نہ تبادلہ جنس بالجنس بلکہ صرف زر فلزاتی کے ذریعہ سے مبادلہ ہوتا ہو ، اور پیمانہ تجارت مین کسیطرح کمی بیشی نہ ہوتی ہو اور روپیہ کا کوئی اور مصرف یا استعمال علاوہ آلہ مبادلہ ہونیکے نہ ہو، اسوقت بیشک یہ نظریہ ٹھیک ہوگا، لیکن موجودہ زمانہ مین جب یہ سب صورتین بدل گئین ہین یعنی روپیہ جمع کرنیکا شوق ہے تبادلہ جنس بالجنس بھی ہے پیمانہ تجارت روز افزون ترقی پر ہے، زر فلزاتی کا استعمال علاوہ آلہ مبادلہ ہونے کے اور بھی بہت صورتون مین ہوتا ہے (مثلاً گلاکر زیور بنانا وغیرہ) اور سب سے بڑا انقلاب یہ کہ بڑا حصہ داد وستد کا ساکہ اور اعتبار پر ہوتا ہے اور روپیہ کے بجائے چک، نوٹ، ہنڈی وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے

یہ سادہ نظریہ موجودہ تمدن پر کسیطرح منطبق نہین ہوسکتا ہے، اس نظریہ کے ترقی شدہ صورت جو زمانہ حال کے تمدن پر چسپان ہوسکتی ہے اور ماہرین اقتصادیات نے بھی اسکو صحیح خیال کیا ہے یہ ہے کہ اگر اور اسباب یکسان ہون تو قیمت زر مین کمی واقع ہوگی اگر مقدار زر مین بیشی ہوگی اور قیمت زر مین بیشی ہوگی اگر مقدار زر مین کمی ہوگی، دیگر اسباب کا یکسان ہونا نہایت اہم شرط ہے ہم ان اسباب کو بھی تفصیل سے لکھتے ہین جنکو اس نظریہ کو کام مین لاتے ہوئے ملحوظ رکھنا چاہیے۔

(۱) تجارت کے حجم مین کوئی کمی بیشی نہ ہو، تجارت کے حجم مین زیادتی سے روپیہ کی مانگ زیادہ ہوگئی اگر ایسی صورت مین روپیہ کی مقدار اس امید پر بڑھجائیگی کہ قیمت اشیا بڑھجائے تو یہ نظریہ صادق نہ ہوگا بصورت دیگر اگر تجارت کے حجم مین کمی ہوگی تو روپیہ کی مانگ کم ہوجائے گی اور ایسی صورت مین اگر کچھ روپیہ چلن سے الگ کر لیا جائے گا تو بھی قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

(۲) تبادلہ جنس بالجنس کی تعداد بھی بجنسہ رہنا چاہیے، اگر زیادہ اشیا کا تبادلہ اس صورت مین ہوگا تو روپیہ کی مانگ کم ہوجائے گی اور جب مانگ کم ہوگی تو مقدار زر کم ہوجانے سے قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا، بصورت دیگر اگر تبادلہ جنس بالجنس مین کمی ہوگی تو روپیہ کی مانگ زیادہ ہوگی اور اسسے زر کے چلن مین اضافہ کردینے سے بھی کوئی اثر قیمت زر پر نہ پڑیگا۔

(۳) ساکھ یا اعتبار پر جو کاروبار ہورہا ہو اسمین بھی کمی بیشی نہ ہونا چاہیے، اگر ساکھ کے کاروبار مین زیادتی ہوجائے گی تو کچھ روپیہ بیکار ہوجائے گا، اور اسوجہ سے روپیہ کی مانگ بھی کم ہوجائیگی ایسی صورت مین اگر کچھ روپیہ چلن سے الگ کر لیا جائے گا تو قیمت زر مین کوئی فرق نہ ہوگا اور یہ نظریہ منطبق نہ ہوگا دوسری صورت مین اگر ساکھ یا اعتبار کے کاروبار مین کمی واقع ہوجائیگی تو زیادہ روپیہ کی مانگ ہوگی اور ایسی صورت مین اگر روپیہ کی مقدار مین اضافہ کردیا جائے گا تو بھی قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا اسلئے ضروری ہے کہ ساکھ اور اعتباری کاروبار کی مقدار

مین کمی بیشی نہ ہو بلکہ بدستور رہے۔

(۴) سرعت گردش زربھی یکسان رہے اگر زر کے چلن کی سرعت زیادہ ہوگی تو روپیہ کی مانگ کم ہوجائیگی اس صورت مین روپیہ کی مقدار کم کر دینے سے قیمت زر پر کوئی اثر نہ پڑے گا اگر زر کے چلن کی سرعت مین کمی ہوجائے گی تو روپیہ کی مانگ زیادہ ہوجائے گی، اس صورت مین اگر روپیہ کی مقدار مین اضافہ ہو تو بھی کوئی اثر قیمت زر پر نہ پڑے گا۔

اسکے علاوہ روپیہ کی اس تعداد مین بھی جو جمع کیجاتی ہے یا زیور وغیرہ بنانے کیواسطے گلائی جاتی ہے کمی بیشی نہ ہو تب نظریہ مقدار زر منطبق ہوگا۔

ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ قیمت زر مثل دیگر اشیا کی قیمت کے ہے، اشیا کی قیمت ماہرین اقتصادیات کے نزدیک مصارف پیدائش پر منحصر ہوتی ہے اور اگر کسی شے کے مصارف پیدائش مختلف ہون تو اسکی قیمت کا انحصار اس حصہ پر ہوگا جسکی پیدائش مین سب سے زیادہ صرف ہوا ہے دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ نظریہ بھی زر کے خاص حالت پر صادق آیا ہے۔

چاندی سونا ساخت زر مین علی العموم صرف ہوتا ہے جو کانون سے برآمد ہوتا ہے، مختلف کانون کے مصارف بھی مختلف ہوتے ہین، اسلئے جس کان کے مصارف سب سے زیادہ ہون اسکے نکلے ہوئے سونے چاندی کی قیمت پر قیمت زر کا انحصار ہونا چاہئے یہ حالت پیدا ہوگی مگر بدیر، اگر مقابلہ آزاد رہا اور مصارف کی ٹہیک تعداد معلوم ہو سکے مصارف پیدائش کا اثر رسد پر پڑے گا اور رسد کا قیمت پر، جیسا کہ جان اسٹورٹ مل نے اپنی کتاب جلد اول صفحہ ۵۴۵ مین لکھا ہے کہ "مخفی اثر جسکی وجہ سے قیمت اشیا عرصہ کے بعد مصارف پیدائش سے مطابقت کرے گی وہ فرق ہے جو بوجوہات دیگر اُس شے کی رسد مین واقع ہوتا ہے" زر کی رسد کانون کی سالانہ پیداوار کے مقابلہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ پیدائش کی کمی بیشی کا

اثر بہت عرصہ کے بعد محسوس ہوگا، اگر کانون سے سونے چاندی کی پیدائش روک دیجائے تو چند سال تک کوئی اثر بصورت افزائش قیمت زر نہوگا، اور اگر کانون سے سونا چاندی بکثرت نکلے تو بھی اسکا اثر بہت دیرین ہوگا، اسلئے پیدائش کی کمی بیشی ابتداءً اور چند سال بعد تک محض قیمت زر کا مسئلہ رہتی ہے، قیمتی دھاتون کی (چاندی - سونا) دیرپائی کانون سے چاندی سونا نکالنے مین جوا اور نئے کانون کی دریافت ہونیکی امید ایسے عناصر ہین جن سے مصارف پیدائش کا اثر قیمت زر پر عرصہ دراز کے بعد متیقن نہین ہوسکتا ہے، اسکے علاوہ ایک بات اور قابل لحاظ ہے کہ دیگر اشیا کے مصارف پیدائش کی کمی اسکی قیمت کم کردیتی ہے، خواہ اسکی رسد کتنی ہی ہو، مگر قدر زر کی کمی بیشی بغیر مقدار زر کی کمی بیشی کے غیر ممکن ہے، بوجوہات بالا جیسا ہم نے پہلے لکھا ہے، قیمت زر کا انحصار رسد و طلب پر ہوتا ہے، مصارف پیدائش کا اثر چونکہ بدیر متیقن نہین ہوسکتا ہے، اور ابتداءً تھوڑے عرصہ تک ہوتا نہین ہے، اسلئے خارج از بحث ہے،

قیمتِ زر کی کمی بیشی کے نتائج

قیمت زر کی تشریح کے بعد ہم مختصر طور پر ان نتائج کو بھی لکھتے ہین جو قیمت زر کی کمی بیشی کے باعث پیدا ہوتے ہین، قیمت زر کی کمی بیشی کے مفہوم کو ہم نے پہلے واضح کردیا ہے کہ اگر روپیہ کی قوت خرید زیادہ ہوتی ہے تو قیمت زر بڑھی ہوتی ہے، اور اگر قوت خرید کم ہوتی ہے تو قیمت گھٹی ہوتی ہے، جب کسی ملک مین رسد زر اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ قیمت اشیا بڑھجاتی ہے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعداد زر چلن کے لئے زیادہ ہے، اگر رسد زر بمقابلہ طلب زر اسقدر کم ہو کہ قیمت اشیا گھٹ جائے، تو سمجھا جاتا ہے کہ تعداد زر چلن کے لئے کم ہے، اگر یہ کمی بیشی فلزات کی رسد پر مبنی ہوتی ہے، تو قدرتی کہلاتی ہے، اگر یہ بیشی سلطنت کے رسمی زر کاغذی کی اجرا یا کم قیمت فلزات کے ساتھ جاری کرنیکی وجہ سے ہوتی ہے تو مصنوعی کہلاتی ہے۔

قیمتی فلزات کی رسد مین کمی کانون کی خالی ہوجانے یا جنگ کی وجہ سے کانکنی رک جانے یا کانکنی مین بوجہ خاص حالت اقتصادی نقصان ہونے یا دیگر ممالک مین ضروریات زر یا صنعت وحرفت مین سونے کے زیادہ صرف ہونیکی وجہ سے ہوجاتی ہے،

قیمت زر مین بیشی علاوہ فلزات کی رسد کے دیگر وجوہ سے بھی ہوتی ہے، مقدار زر بجنسہ رہنے اور رسد اشیا بڑھنے، مقدار زر کم ہونے اور رسد اشیا بجنسہ رہنے، مقدار زر و رسد اشیا و بجنسہ رہنے اور اعتباری داد وستد و مبادلہ جنس بالجنس کم ہوجانے سے قیمت زر بڑھجاتی قیمت زر مین کمی بھی دیگر وجوہ سے ہوتی ہے، مقدار زر بجنسہ رہنے اور رسد اشیا مین کمی ہونے (ایسا بہت کم ہوتا ہے) مقدار زر مین زیادتی ہونے اور رسد اشیا بجنسہ رہنے (ایسا اکثر ہوتا ہے) مقدار زر و رسد اشیا بجنسہ رہنے اور اعتباری داد وستد و تبادلہ جنس بالجنس کے زیادہ ہوجانے سے قیمتِ زر گھٹ جاتی ہے،

مصنوعی زیادتی کے نقائص ہم نے رسمی زر کاغذی کی بحث مین مفصل لکھدیئے ہین، اِسلئے اعادہ کی ضرورت نہین ہے، سب سے بڑا اسکا نقص یہ ہے کہ ممالک خارجہ کے تاجرون کو چونکہ رسمی زر کاغذی پر اعتماد نہین ہوتا ہے، اِسلئے تجارت خارجہ پر بہت خراب اثر پڑتا ہے جو ہر ملک کی ترقی کی روح ہوتی ہے،

جب قیمت زر بڑھتی ہے اور قیمت اشیا گھٹتی ہے تو قرضدارون کو نقصان ہوتا ہے اور قرضخواہون کو فائدہ، اگرچہ قرضخواہون کو وہی تعداد زر جو انہون نے قرض دی تھی واپس ملتی ہے مگر قیمت بڑھ جانے سے وہ زیادہ تعداد اشیا روپیہ سے خرید سکتے ہین اِسلئے انکو فائدہ ہوتا ہے، قرضدارون کو اسلئے نقصان ہوتا ہے کہ انکو زیادہ پیداوار اپنے قرض ادا کرنے کے لئے فروخت کرنا پڑتی ہے، لیکن قرضدارون کو کسیقدر تلافی شرح سود کم ہوجانے سے ہوجاتی ہے، محدود آمدنی والون

اور مزدوورون کو بھی قیمت زر بڑہجانے سے فائدہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ بہی اپنی آمدنی سے زیادہ تعداد مین اشیا، خرید سکتے ہین، ترقی یافتہ ملک مین جسکی آبادی بڑہتی ہو اور مصارف پیدائش مین بوجہ نئی ایجادون و دیگر اصلاحات کی کمی ہوجاے تو آجر Entrepreneur سرمایہ دار Capitalist استعمال کرنیوالے Consumers اور مزدور سب فائدہ مین رہین گے، مصارف پیدائش کم ہوجانے سے نفع زیادہ ہوگا اسلئے فرقۂ آجر کو فائدہ ہوگا، جب فائدہ ہوگا تو لوگون کو نئے کارخانہ قائم کرنیکی ترغیب ہوگی، اسوجہ سے سرمایہ کی زیادہ مانگ ہوگی، اور شرح سود بڑہجائیگی، اس طرح سرمایہ دارون کو فائدہ ہوگا، پیدا کرنیوالون مین باہم مقابلہ ہوگا، اِسلئے قیمت اشیا کم کرینگے، اس طرح استعمال کرنے والون کو فائدہ ہوگا، جب کارخانے زیادہ ہونگے تو مزدورون کی طلب زیادہ ہوگی اسلئے انکی مزدوری بڑہجائیگی،

قیمت زر بڑہنے یعنی روپیہ کی قوت خرید زیادہ ہونے سے بہت خراب نتائج پیدا ہونگے اگر اس سے پیدائش مین کمی ہو اور بیکاری بڑہجائے تو اس حالت مین آجر، سرمایہ دار اور مزدورون کو نقصان ہوگا،

جب قیمت زر گھٹتی ہے اور ثمن اشیاء بڑہتی ہے تو قرضدارون کو فائدہ ہوتا ہے اور قرضخواہون کو نقصان ہوتا ہے، اس حالت مین بہی قرضخواہون کو وہی تعداد زر واپس ملتی ہے جو وہ قرض دیتے ہین، مگر روپیہ کی قوت خرید کم ہوجانیکی وجہ سے وہ اسقدر اشیاء نہین خرید سکتے ہین جسقدر کہ پہلے خرید سکتے تھے، قرضدارون کو ادائگی قرض کے لئے کم اشیا فروخت کرنا پڑتی ہین اسلئے انکو فائدہ ہوتا ہے، قرضخواہون کی بہی کسیقدر تلافی شرح سود بڑہجانے سے ہوجاتی ہے، قیمت اشیاء بڑہجانے سے کاروبار کرنے والون کو نفع ہوتا ہے، اِسلئے دوسرون کو بہی ترغیب ہوتی ہے،

مصارف پیدائش اسقدر نہین بڑہتے ہین جسقدر ثمن اشیا بڑہتی ہے، اسلئے پیدا کرنے والون کو بھی نفع ہوتا ہے، پروفیسر ایلی (Proff: Ely) کے نزدیک ثمن اشیا بڑہجانی سے لوگون کو پیدائش کے نئے طریقہ آزمانے کا موقع ملتا ہے، اور نظام صنعت و حرفت و روایات و رسم و رواج کی پابندی سے اس حالت مین آزاد ہوجاتا ہے، ثمن اشیا بڑہنے کا بہت بڑا نقص یہ ہے کہ جب قیمت اشیا بڑہتی ہے تو پیدا کرنے والون کو نفع ہوتا ہے جسکی وجہ سے جوا شروع ہوجاتا ہے، ناتجربہ کار اشخاص کو بھی کارخانہ جاری کرنیکا سودا ہوجاتا ہے، اور اکثر وہ قرض لیکر جو بآسانی ملجاتا ہے، کارخانہ جاری کردیتے ہین، یہ کارخانہ اکثر اچھے کاریگرون کے (مزدوری) کے نہ ملنے اور کثرت پیدائش ہوجانیکی وجہ سے ٹوٹ جاتے ہین، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کاروبار مین نازک حالت پیدا ہوجاتی ہے جس سے ملک پر نہایت خراب اثرات پڑتے ہین، محدود آمدنی والون کو بھی نقصان ہوتا ہے، قیمت زر چونکہ گھٹ جاتی ہے، اسلئے وہ اسقدر اشیا نہین خرید سکتے ہین جسقدر کہ پہلے خرید سکتے تھے، اشیا استعمال کرنیوالون کو بھی قیمت بڑہجانے سے نقصان ہوتا ہے، مزدوری پیشہ لوگ بہت خسارہ مین رہتے ہین چونکہ مزدوری ثمن اشیا کی بڑہنے کے تناسب سے نہین بڑہتی ہے، وہ ضروریات زندگی نہین خرید سکتے ہین اسلئے ان مین شورش پیدا ہوجاتی ہے جسکے نتائج بہت خراب ہوتے ہین،

قیمت زر کی کمی بیشی کے نتائج جو ہم نے لکھے ہین، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین خوبیان بھی ہین اور نقائص بھی ہین، بعض اصحاب کمی کو اچھا سمجھتے ہین اور بعض بیشی کو، لیکن اعتدال کی صورت سب سے زیادہ اچھی ہے، یعنی قیمت زر نہ بہت زیادہ نہ بہت کم بلکہ یکسان حالت مین رہے،

ایرانی تمدن

(از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین)

ایران نہایت قدیم ملک ہی لیکن اسکے حالات بہت کم معلوم ہین،

الٰہیات | قدماء ایران، دوسرے آریون کی طرح قواے فطرت اور میترا (آفتاب) کی پرستش کرتے تھے، لیکن حکیم زرتشتر (زردشت) نے ایک جدید مذہب نکالا، جو مجوسیت کے نام سے تمام عالم مین مشہور ہے، اس نے کائنات کی اصل دو چیزون کو قرار دیا، اہرمزد جسکو نور اور اچھائی کا دیوتا کہتے ہین، اور اہرمن جسکو انکرامانیو، دیو اور برائی کا دیوتا کہتے ہین، مجوسی اہرمزد کو خبیر، خالق، منور، عظیم، رحیم، کامل، ذکی، جمیل، اور طاہر مانتے ہین، اور اسکی طرف اچھی چیزون کو منسوب کرتے ہین، شلاً آفتاب، نور، ستارے، زندگی، طہارت، عمل، حقیقت، اخلاق، شراب، پانی، اناج، سایہ دار درخت، پالو جانور، مرغ، کتا اور روشنی مین رہنے والے پرندے اس نے پیدا کئے ہین، اسکا ایک لشکر ہے جسمین ملائکہ طیبین (یازاستا) داخل ہین،

اہرمن یا انکرامانیو (روح عذاب) کو رب الشر سمجھتے ہین اور اسکی طرف تمام بری چیزون کی خلقت کو منسوب کرتے ہین، شلاً رات، سردی، میدان، زہریلی نباتات، موت، کسل، جھوٹ، گندگی، سانپ، بچھو، مینڈک، چوہے، چیونٹی، درندے، مچھر، مکھی، پسّو وغیرہ اسکے لشکر مین شیاطین (دیو) کو مانتے ہین،

اہرمزد اور اہرمن مین ہمیشہ جنگ رہتی ہے، اور آخری زمانہ تک جسکی میعاد ۱۲۰۰۰ برس ہے، یہی حالت رہیگی، پھر اہرمزد غالب آجائیگا، یہ ژند و پاژند و اوستا کی روایت ہے، اور کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی آفتاب و ماہتاب کی پرستش کرتے ہین[1]، اور ۵ چیزون کو

[1] کنز العلوم صفحہ ۸۹،

قدیم مانتے ہین جو حسب ذیل ہین، خدا، شیطان، ہیولی، زمان، مکان،[۴] اور وہ انبیاء کے بھی قائل ہین[۵]۔

رب الخیر کی پرستش کرتے ہین، لیکن ہیکل، عبادتگاہ یا مذبح نہین بناتے اور اسکو کفران نعمت سمجھتے ہین، کیونکہ انکا یونانیون کی طرح یہ عقیدہ نہین ہے کہ خدا انسانون کی طرح کوئی صورت رکھتا ہے، ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق مجوسی جھوٹ کو باعث ننگ سمجھتے ہین، قرض کو اسلئے برا سمجھتے ہین کہ قرضدار کو ضرورتاً جھوٹ بولنا پڑتا ہے، شادی کرنے کا مقصد افزائش نسل سمجھتے ہین، جسکی بدولت انسان موت سے جہاد کرنیکے قابل ہوتا ہے، چنانچہ ژنداوستا مین ہے کہ "وہ گھر سب سے برا ہے جو نسل اور اولاد سے محروم ہے"

مرنے کے بعد انسان کا جسم رب الشر کے پاس جاتا ہے اسلئے وہ اپنے مکان سے میت کو بہت جلد خالی کر دیتے ہین، وہ مردون کو نہ جلاتے ہین، نہ دفن کرتے ہین، اور نہ ڈبوتے ہین، کیونکہ اس سے مکان، زمین، اور دریا ناپاک ہو جاتا ہے، بلکہ اسکو ایک بلند مقام پر رکھکر چلدیتے ہین، جہان کتے اور شکاری پرندے آکر اُسکو نوچ ڈالتے ہین اور وہ بالکل پاک ہو جاتا ہے،

میت کی روح تیسرے دن شینواد (صراط) پر جاتی ہے جو جہنم سے گذرتا ہوا جنت کو گیا ہے، یہان اہرمزد اسکی زندگی کے حالات پوچھتا ہے، اگر اچھی روح ہوتی ہے تو کتون کی روحین اور پاک روحین اسکا ہاتھ پکڑ کر صراط کو عبور کرا دیتی ہین، اور وہ پردوس (فردوس) کو چلا جاتا ہے، اور اگر بُری روح ہوتی ہے تو شیطان اسکو ڈھکیل دیتے ہین، اور وہ جہنم مین گر جاتا ہے جہان روح شر اسکو قعر ظلمات مین مقید کر دیتی ہے،

مجوسیت کے ایک فرقہ کے نزدیک جسکا نام سیسانیہ ہے، آگ کی پوجا منع ہے، شراب

---

[۴] طبقات الامم صفحہ ۲۶ [۵] شہرستانی صفحہ ۸۰ جلد ۳،

حرام ہے، ماں، بیٹی، بہائی محرمات مین ہین، مردہ حرام ہے، اور آفتاب کو ایک گہنٹا ٹیک کر سجدہ مستحسن ہے[1]

ثنویہ کے نزدیک نور وظلمت قدیم ہین، مانویہ کے نزدیک مال پر عشر ہے، چار وقت کی نماز فرض ہے، کذب، قتل، سرقہ، زنا، بخل، سحر، بت پرستی ممنوع ہے، انبیاء بنی اسرائیل (حضرت موسیٰ کے سوا) زردشت، پولس اور ہندوستان کے تمام رشی پیغمبر ہین[2]، مردکیون کے نزدیک ارکان عالم تین ہین، پانی، آگ، زمین، انہین کی آمیزش سے مدبر خیر و شر پیدا ہوئے ہین، مخالفت، بغض، اور لڑائی منع ہے، عورتین سب کے لئے حلال ہین، اور مال مین سب کا حق ہے، دیصانیہ کے نزدیک نور وظلمت کی علٰحدہ علٰحدہ جنسین ہین، نور کی سمع، بصر، اور حواس ایک ہین، اسکی سمع ہی بصر ہے، بصر ہی سمع ہے، اور بصر ہی حواس ہے، کینویہ، اور صیامیہ کے نزدیک آگ کی عبادت ضروری ہے، نکاح اور ذبیحہ حرام ہے، تجرد شرط ہے، اور عمدہ کہانے مکروہ ہین[3]

فلکیات قدیم دستور کے مطابق مسلمانون نے علم الفلک مین اہل فارس کے بہت سے کارنامے بیان کئے ہین اور لکہا ہے کہ انکے حرکاتِ کواکب مین بہت سے مذہب تھے، جنمین سے ایک قدما کا مذہب ہے، جسکے مطابق ابومعشر نے زیچ کبیر تیار کی ہے[4]، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اہل فارس کا کوئی مستقل مذہب نہین ہے، ایران کی سب سے قدیم زیچ زیگِ شتریار (زیچ شہریار) ہے، لیکن اسکے اکثر اصول و قواعد سوریہ سدہانت سے ماخوذ ہین جو مسیح سے ۵۰۰ برس پہلے ہندوستان مین تصنیف ہوئی تھی، مثال کے طور پر ادوار ہزارات کو لیجئے، اسمین عالم کی مدت ۴۳ لاکھ ۲۰ ہزار سال بتلائی جاتی ہے، اس مدت کے بعد اوساطِ کواکب، راس حمل مین جمع

[1] شہرستانی صفحہ ۸۰ [2] ایضاً صفحہ ۸۶، [3] ایضاً صفحہ ۹۱ جلد ۳ [4] طبقات الامم صفحہ ۲۴،

ہو جاتے ہین، لیکن انکے اوجات اور جوزہرات نہین جمع ہوتے[۱] ۳ لاکھ ۶۰ ہزار سال ۴ ارب ۳۲ کرور کا ۱۲۰۰۰ وان حصہ ہے جسکو براہمسپھطسدہانت مین اصل حساب قرار دیا گیا ہے، جس طرح آریہ بہٹ نے آسانی کے لئے کلپ کی معیاد کو چند یگون مین تقسیم کرلیا ہے، اسی طرح ایرانیون نے بھی اسکو ہزارات مین بانٹ لیا ہے، البتہ اوجات اور جوزہرات کے اجتماع مین اُنھون نے اختلاف کیا ہے لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ انھون نے اہل بابل کی تقلید کی ہے، چنانچہ بروسوس بابلی (Berosous) نے جو مسیح سے ۲۷۵ برس پہلے موجود تھا، اس قسم کے بڑے قرانون کے متعلق اپنے بزرگون کا ایک مذہب نقل کیا ہے جو سینکا لاطینی (Seneca) کی کتاب "سوالات فطری" (Naturales Quaestiones) مین درج ہے، اسکا ماحصل یہ ہے کہ "جب آفتاب، ماہتاب، اور کواکب خمسہ متحیرہ، برج جدی مین جمع ہوجاتے ہین تو طوفان آجاتا ہے' اور جب برج سرطان مین جمع ہوتے ہین تو آتشزدگی ہوتی ہے"، اسمین اوجات اور جوزہرات کا کوئی ذکر نہین ہے،

اسی طرح زیج حاکمی مین ابن یونس مصری المتوفی ۳۹۹ھ نے جو یہ نقل کیا ہے کہ "۶۳۰ مین فارسیون نے رصد سے معلوم کیا تھا کہ اول حمل مین اوج شمس کا طول ۸۰ درجہ ہے"۔ وہ کوئی نیا خیال نہین بلکہ زیج شہریار سے مطابقت رکھتا ہے، جو تقریباً انہین سنون مین لکھی گئی تھی اور یہ وہ خیال ہے جو خود سوریہ سدہانت مین موجود ہے، اس قسم کی موافقت اور ادوار ہزارات کے استعمال کو دیکھکر پروفیسر السینور کرلونلینو لکھتے ہین،

ان ذلک الزیج الفارسی بنی علی قواعد واصول اغلبہا ھندیۃ .... یہ فارسی زیج ایسے اصول و قواعد پر مبنی ہے جو زیادہ تر ہندوستان کے ہین،

---

[۱] طبقات الامم صفحہ ۲۵،

ہم اس سے بیخبر نہین ہین کہ تعدیل کواکب مین ایران کا ایک جدا طریقہ تہا جو ہندوستان اور بابل سے بالکل مختلف تہا[1]، تاہم یہ فروعات ہین اور ہمکو اصول سے بحث ہے،

زیچ شہریار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایران کے علماے فلک دن کی ابتدا آدہی رات سے کرتے تھے، حالانکہ عموماً فلکی علما، دوپہر سے کرتے ہین، (الآثار الباقیہ للبیرونی صفحہ ۶)

طبیعیات | کیومرثیہ کے نزدیک کائنات ایک انسان (کیومرث) اور ایک حیوان (بیل) سے پیدا ہوئی ہے، اور قدیم آبادی جو یزدان و اہرمن کی صلح سے پہلے تہی فنا ہوگئی ہے،[2] زروانیہ کے نزدیک آسمان ایک مقوس چیز ہے، جسکو چیر کر اہرمن ادہر گیا تہا۔ (شہرستانی صفحہ ۷۵)

عمرانیات | ڈاکٹر مرزا مہدی خان ایرانی کے تحقیق کے مطابق دارا نے[3] ڈاک کا محکمہ ایجاد کیا، ملک کے ٹکڑے کئے، ہر صوبہ مین دو حاکم مقرر کئے، ایک کے متعلق شہر کا انتظام اور دوسرے کے متعلق فوج کا اہتمام تہا، یہ دونون ایک دوسرے کے جاسوس ہوتے تھے اور ہر ہفتہ دارا کے پاس ایک رپورٹ بھیجا کرتے تھے،

سوس اور برسوپولیس (اصطخر) مین دارا کے شاہی عمارات کے کچھ آثار باقی ہین، جن سے اس زمانہ کی صنعتی ترقیون کا پتہ چلتا ہے، فارسیون کا طرز عمارت اشوریون سے بہت مشابہ ہے، وہ محل پر پتھر کے شیر بناتے تھے، اُنھون نے سب سے پہلے رخام کو اینٹون کی جگہ استعمال کیا، منقش لکڑی کی چہتین بنائین اور پتلے ستون ایجاد کئے[3]،

علوم و فنون | طب اور نجوم پر فارسیون نے خاص توجہ کی تہی اور نوشیروان نے جندیسابور (شاہاباد) مین بہت سے طبی مدارس قائم کئے تھے[4]، نجوم کی تحقیقات کیلئے زمانہ قدیم سے رصد خانے قائم تھے[4] تاہم ایرانیون نے نہ صرف نجوم بلکہ تمام علوم مین کوئی خاص ترقی نہین کی بلکہ وہ قدما ایران، بابل، یونان، روم، سریان اور ہندوستان کے علوم کے صرف مقلد اور محافظ رہے۔

[1] تاریخ الحکما قفطی صفحہ ۱۷۰، [2] شہرستانی صفحہ ۷۵، [3] جلد ۲ تاریخ الحضارۃ صفحہ ۵۰، [4] علم الفلک صفحہ ۱۸۰۔

متر جما ت

فلسفۂ امن

موسیو پال رچرڈ ایک فرنچ فلسفی ہین جو تمام دنیا کی سیاحت کر چکے ہین اور قدیم ہند و فلسفہ سے خاص شغف رکھتے ہین، وہ ایک مدت سے ہندوستان کے نامور صوفی و فلسفی ارہند و گھوش کی صحبت مین رہتے ہین، ۱۹۱۷ء مین جبکہ جنگ یورپ اپنے شباب پر تھی اُنہون نے فرنچ زبان مین ایک کتاب شایع کی، جسکا انگریزی ایڈیشن حال مین (To the nation) کے عنوان سے رابندرو ناتھ ٹیگور کے مقدمہ کے ساتھ شایع ہوا ہے، کتاب اردو کے قالب مین بھی مولوی عبد الماجد صاحب کی وساطت سے مع ایک مبسوط و مفصل مقدمۂ مترجم کے اضافہ کے آرہی ہے ذیل مین اسکے مباحث کا خلاصہ جو مسٹر گاندہی نے تیار کیا ہے درج کیا جاتا ہے،

وہ زمانہ آرہا ہے، جبکہ انسان، بھیڑ بکری کی طرح بہ آسانی ذبح ہوجانے سے تنگ آکر اپنے تئین ارباب حق کی رہنمائی مین دیدینگے کہ عدل حقیقی کا یہ فرمان صادر ہوچکا ہے، کائنات کی شکل ایک حلقہ کی ہے، جزا و معاوضہ کا قانون ہر جگہ جاری ہے، ہر فعل اپنے فاعل کے لئے ایک ثمرہ رکھتا ہے، کوئی شے ضایع نہین ہوتی، ہر شے محفوظ و مجتمع ہوتی رہتی ہے، قوت اپنی جانب قوت کی کشش کرتی ہے، جیسے رعد کو رعد سے میل ہوتا ہے، یہی سبب ہے کہ آج یورپ اس آفت مین مبتلا ہے جو خود وہ بارہا دوسرون پر نازل کرچکا ہے، یہانتک کہ آج جو بالکل بیگناہ معلوم ہورہے مین وہ بھی حقیقۃً ایسے نہین ہین، ہر فریق یہ چاہتا ہے کہ دوسرون کے پنجہ سے مظلومون کو آزاد کرائے لیکن درحقیقت تمام فریق ایک دوسرے کو ہلاک کرکے کل مظلومون کو آزادی دلارہے ہین۔

بڑی بڑی قومون کی بربادی ضروری تھی، نہ اسلئے کہ دنیا کو فلان فلان ظالم حکومت سے آزادی حاصل ہو، بلکہ اِسلئے کہ جو لغفیت دنیا پر غالب تھی، اس سے اُسے نجات دلائے، آج دنیا اس طلسم مین گرفتار ہے کہ ہر فریق اپنے تئین "فاتح" سمجھتا ہے، درآنحالیکہ اس جنگ مین جو ہر فریق کی تباہی و بربادی کے مرادف ہے، "فتح و کامیابی" کے کوئی معنی ہی نہین، ابھی معلوم نہین کتنی فتوحات ہر فریق کو حاصل ہونگی، جب جا کر ہر فریق کی شکست تکمیل کو پہنچ سکیگی، چنانچہ یہ جو فتوحات و کامیابیان ہوتی دکھائی دے رہی ہین، یہ وہ نہین جنکی فریق کامیاب کو آرزو تھی بلکہ یہ فریقین کی تباہی و بربادی کے وہ مدارج ہین جنکے بغیر انسانی ترقی ممکن نہ تھی،

خود فریبیون کا طلسم ٹوٹ چکا، صلح جو ہونیوالی ہے، وہ خود غرضانہ توقعات کو پورا نہین کرنے کی، اسلئے کہ یہ دول یورپ کی باہمی جنگ وہ جنگ ہے، جو سب سے بڑی طاقت ان سب کے خلاف کر رہی ہے، ہان اسلئے کہ یہ جنگ کسی نہ کسی صورت مین برابر جاری رہیگی، تا آنکہ جوہر انسانیت کو پامال کرنے والا دیوتا جو اسوقت نظام عالم کو درہم و برہم کرنے مین مشغول ہے، رحم کی التجا کرنے لگے تا آنکہ آیندہ نظام عالم کی عمارت بجاے باہمی منافرت دعناد کے باہمی معاونت و اتحاد پر قائم ہو، خانہ جنگی کا بازار ابھی تو یورپ ہی مین گرم ہے، لیکن اگر ضرورت باقی رہی تو کوئی دن جاتا ہے کہ یورپ کے ہر ملک مین یہی آگ شعلہ زن ہوگی،

بہترین کا وجود ہمیشہ بدترین سے ہوتا ہے، لیکن بدترین مرتبہ تک ابھی ہم پہنچے کب ہین؟ اسقدر تو بہرحال یقینی ہے کہ اس جنگ کا خاتمہ دوسرے معاربات کی طرح نہین ہوگا، اس جنگ کے خاتمہ کی صرف یہی صورت ہے کہ موجودہ نظامات کی زندگی ختم ہوجائے،

یہ کہنا تو دشوار ہے کہ چھوٹی قومین خود یورپ مین غلامی کی حالت مین ہین، انہین یہ جنگ اتنی جلد آزادی دلادیگی، تاہم یہ یقینی ہے، کہ افریقہ و ایشیا کی بڑی بڑی قومون کی رہائی و مخلصی کا

وقت روز بروز قریب آرہا ہے، یہ قومین خواہ باہم کتنی ہی مختلف ہون، تاہم اشتراک مظلومیت نے سب کو یکدل بنا دیا ہے، اب صرف ایک ہی روح ہے جوان سب کے قالبون مین ہے، یعنی اپنے ماضی کی عظمت اور مستقبل کی حریت کا احساس، جوان قومون کو اب معلوم ہوجائیگا کہ ضعیف العمر قومون کے ساتھ ظلم و تحقیر، اور شیر خوار قومون کے ساتھ بیدردی و شقاوت کا برتاؤ آئندہ نہین چلسکتا کانگو مین بلجیم کے مظالم کا اعادہ اب نہ ہوگا، بھلا یہ کسی طرح ممکن تھا کہ یورپ کے غلام ساری دنیا مین تو پھیلے ہوئے تھے اور یورپ مین نہوتے! قدیم غلام تو تھے ہی، جدید غلام خود اسکے وطن مین پیدا ہوگئے، زمانہ کی نیرنگیان دیکھو کہ اس جنگ حریت نے خود یورپ مین ان قومون کو طوق غلامی پہنا دیا جو کل تک آزاد تھین، کل اس صبح سعادت کا طلوع یقینی ہے، جب یہ قدیم و جدید غلام سب آزاد ہونگے، اور یورپ کی کل قومین عام اس سے کہ حاکم ہون یا محکوم، اس بڑے موذی دشمن کو زیر کر چکی ہونگی جس نے اُنکے باطن کو غلام بنا رکھا ہے،

یورپ کے اکثر ممالک مین انقلابات ہونگے، یہ قول ہر زبان پر، اور یہ توقع ہر دماغ مین ہے یورپ کی تلوار کو خود یورپ پر برابر چلتی رہنا چاہیئے، یہانتک کہ وہ ہر قوم کے قلب کے آر پار ہوجاے، اور جو عفریت اسکے اندر سکونت رکھتا ہے وہ ہلاک ہوجائے،

حکومتین بجائے خود وہ امراض نہین جنمین اقوام مبتلا ہین، تاہم ان امراض کا ظہور اور انکی تشکیل حکومتون ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے، حکومتین گویا انکا مجسمہ ہوتی ہین، اور قوم کی آواز حکمرانون ہی کے اعمال کی وساطت سے ظاہر ہوتی ہے، لیکن جب قوم کو تنبہ ہوتا ہے اور وہ تلافیٔ مافات کرنا چاہتی ہے تو عہد سابق کی ہر یادگار کو پامال کر ڈالتی ہے، اس انقلاب کے وقت وہ ان بتون کو توڑنے لگتی ہے، جن بیچارون کا کوئی قصور نہین ہوتا، تاہم یہ بت توڑے ضرور جاتے ہین،

اس انتقام کی زد سے حکومتون کے محفوظ رہنے کا طریقہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ خود ہی پیشتر سے

رعایا کی ہم آہنگ ہوجائین، لیکن کیا یورپ کی کوئی حکومت اسکے لئے آمادہ و مستعد ہے؟ ہر حکومت دوسری حکومتون سے جو سازوباز اور تعلقات رکھتی ہے، وہ خود ہی اس راہ مین سب سے زیادہ مانع ہونگی، اسلئے اس باب مین اقوام یورپ ہی کو اقدام کرنا چاہیئے، ورنہ وہ قومین جنہین یورپ اسوقت جانورون کی طرح ہانکتا چلا جارہا ہے، ایک دن یقیناً پلٹ کر خود اسی پر حملہ کردینگی، اور یورپین حکومتون کو پھاڑ کھائینگی، ایک روز ان سب مفتوحہ قومون کا قومی خود غرضی کے اس مردار خوار عقاب کے ہلاک کرنے پر متحد و متفق ہوجانا یقینی ہے جو اسوقت انکو اپنا طعمہ بنائے ہوئے ہے،

یہ جنگ دراصل ہجوم مادیات کے عقب مین، غیر مادیات کی جنگ ہے، یہ نظارہ بھی قابل دید ہے کہ یورپ کی صدیون کی عظمت و کامرانی کے بعد آج وہان کی قومون کو اپنی ناانصافیون کی قیمت ادا کرنی پڑی ہے، قتل و ہلاکت کی لعنت ان پر برابر مسلط رہیگی، تاآنکہ انکے نفوس مین حیات انسانی کا شرف و احترام پیدا ہو، تاآنکہ وہ ایک جدید فلسفۂ زندگی کو قبول کرین، جب تک اشیاء مین تغیر نہوگا اشخاص مین تغیر پیدا کرنا بے نتیجہ ہے، اور جب تک اشخاص مین تغیر نہو محض اشیاء کی اصلاح لاحاصل ہے، اصل نکتہ یہ ہے کہ اشیاء و اشخاص دونون کی رُوح (اسپرٹ) مین اصلاح ہو، مقصود یہ ہے کہ ہر قوم اپنی روح کے اندر انقلاب پیدا کرے، مدعا یہ ہے کہ کائنات جدید کا احساس ہر نفس مین پیدا ہو،

ہر قوم مین کچھ لوگ ایسے ضرور ہوتے ہین جنکا تعلق کسی مخصوص قوم سے نہین ہوتا بلکہ وہ خدمت خلائق کے لئے پیدا ہوتے ہین، وہ ملک کی خدمت سے بڑھکر انسانیت کی خدمت کو اپنا فرض جانتے ہین، یہی وہ افراد ہین جنکی جانب نوع انسان کی آنکھیں اسوقت لگی ہوئی ہین، یہی وہ افراد ہین جن سے عالم انسانیت کو اپنی مظلومیت کی دادرسی کی توقع ہے، ان اشخاص کا فرض ہے کہ اب اُٹھین اور دنیا مین عدل و انصاف کی منادی کردین،

اخلاق کا قانون، افراد و اقوام دونون کے لئے ایک ہی ہے، ہر قوم کو اپنے تئین اسی ضابطہ اخلاق کا پابند سمجھنا چاہیئے، جسکی پابندی وہ افراد پر عاید کرتی ہے، جس فعل کا ارتکاب ایک فرد کیلئے جرم ہے، اسکا ارتکاب قوم کے لئے بھی جرم قرار پانا چاہیئے، اگر فرد کے لئے ضعیف و کمزور پر ہاتھ اُٹھانا، اور اسکی تذلیل کرنا جرم ہے تو ملک و قوم کے لئے بھی یہ افعال جرائم ہین،

سچا محب وطن وہ ہے جو ان افعال کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے جو دوسرون مین فخاری و تعلی کے جذبات پیدا کر دیتے ہین، سچا وطن پرست وہ ہے جو وطن کے لئے ناجائز ذرایع سے حاصل کی ہوئی دولت پر ماتم کرتا ہے، اسلئے ان طریقون سے ایک حقیقی محب وطن کے دل مین وطن کی دولت و عظمت کا نہین بلکہ افلاس و ناداری کا نقش بیٹھتا جاتا ہے، اور اسکی نظر مین وطن کی یہ صورت پھرنے لگتی ہے کہ وہ حقیقۃً حسن و لباس سے بالکل معرّیٰ ہے، اور اسکے بجاے بداخلاقی و بدکرداری کے ملبوسات زیب تن کئے ہوے ہے،

فرد و قوم کی حقیقی عظمت کا معیار یہ امر ہے کہ اسکا نصب العین کتنا بلند ہے، اور اسکے مطابق اسکا عمل کس حد تک ہے، عمل کی شرط لازمی ہے، اِسلئے کہ نصب العین عموماً عملی زندگی کے بالکل مخالف رکھا جاتا ہے، خود وہ دنیا جو اسوقت فنا ہو رہی ہے، اسکا نصب العین کیا تھا؟ جہانتک زبان و الفاظ کا تعلق ہے، اس سے بہتر و بلند تر نصب العین شاید کسی کو نہ نصیب ہوا ہو، یعنی حریت عدل، سائنس، ترقی، تمدن، وقس علی ہذا۔ لیکن اگر عملی حیثیت سے نظر کیجیئے تو اس سے عمیق تر قعر مذلت کی نظیر بھی نہ ملیگی۔

ابتک قومون کا نصب العین "اقتدار" رہا ہے، اور وہ بھی مادّی، ہر شے جب تک شمار و عدد مین نہ آسکتی ہو کسی شمار و قطار مین نہ تھی، تلقین و تعلیم کا ماحصل یہ تھا کہ "حاصل کرو اور تسخیر کرو۔" چنانچہ اس نظام عمل پر پوری طرح عمل بھی ہوتا رہا، یہانتک کہ روے زمین کو انھون نے باہم

تقسیم کرلیا، اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے تھا،

وہ دنیا جو اسوقت فنا ہورہی ہے، اس نے کائنات مادّی پر پورا تسلط و تصرف کرلیا تھا یہانتک مضائقہ نہ تھا، لیکن چونکہ اس نے اپنی زندگی تمامتر مادیات مین محدود رکھی، بالآخر مادّہ سے ٹکراکر پارہ پارہ ہورہی ہے،

قومی عظمت کا صحیح معیار رقبہ نہین ہے، حقیقی عظمت قابل پیمائش شئے نہین، ہر قوم کا نصب العین بیشک نمو اور پھیلاؤ ہونا چاہیئے، مگر وہ پھیلاؤ سطح ارض کے طول و عرض کا نہین، بلکہ اپنی قد و قامت کی بلندی کا، سب سے زیادہ معزز ملک وہ ہے جسمین انسانیت اپنے منتہاے بالیدگی پر پہنچ چکی ہوتی ہے،

قوم متمول وہ ہے جس نے کوئی جدید شاہراہِ ترقی دریافت کی ہے، جس نے کوئی اعلےٰ اصول حیات پیش کیا ہے، قوم کی شوکت و اقتدار کا اصلی معیار صرف یہ ہے کہ اُس نے دنیامین روشنی کہانتک پھیلائی، قوم صرف اسی وقت زندہ رہ سکتی ہے، جب تک وہ نوع انسان کی خدمت کرتی رہتی ہے، اور جونہی وہ اپنی خدمتگزاری سے دستکش ہونے لگتی ہے، وہ قوت جسکے بل پر اسکی زندگی قائم تھی اس سے منفک ہوجاتی ہے، اسی وقت سے قوم بھی گرنے لگتی ہے، تاآنکہ اسکا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے، اسلئے کہ اب اسکا وجود، انسانیت کے حق مین غیر مفید رہجاتا ہے،

روے ارض جو سو (۱۰۰) ملکون مین تقسیم ہے، حقیقۃً یہ سو مختلف ممالک نہین، بلکہ ایک ملک ارض کے سو صوبے ہین، اور سو قومین جوان مین آباد ہین وہ نسل انسانی کے سو خاندان ہین، لیکن کوئی قوم اس رشتہ کو نہین تسلیم کرتی، ہر قوم اپنا مستقل بالذات وجود سمجھتی ہے، اور اکثر ایک دوسرے کے وجود سے بالکل بے التفات رہتی ہین، اور انکو کبھی آپس مین مل جل کر رہنے کا

خیال تک نہین آتا۔

لیکن چند قومین ایسی بہی ہین جو دوسرون کے وجود سے بیخبر نہین، بلکہ جو دوسرون کی کافی خبر رکھتی ہین، ان قومون کی خود غرضی جامد و ساکن نہین، انکو تمام دنیا کی خبر رہتی ہے، اسلئے کہ اُنکے اغراض سب سے والبستہ ہین، یہ قومین بیشک جماعت بناکر رہتی ہین، مگر ایسی جماعت جو صرف "دول عظمیٰ" سے مرکب ہوتی ہے، انکے نزدیک "ترقی" کا مفہوم یہ ہے کہ انہین اپنے اعمال حرص وہوس مین کامیابی ہوتی رہے،

انکی اصطلاح مین بربریت ووحشت کا اطلاق اس حالت مین ہوتا ہے، جبکہ اسلحہ جدید ترین طرز کے نہون، اور تمدن کی اصلی شناخت یہ ہے کہ اسلحہ کی طاقت سے امن قائم رہے، لیکن اگر کمزورون پر جنگ ہوتی ہے تو کچھ مضائقہ نہین، اور سب سے بڑھکر یہ کہ روز بروز زیادہ مہلک و برباد کن آلات تیار ہوتے رہتے ہین،

دنیا کے ہر میدان جنگ مین غالب یا مغلوب کی حیثیت سے انہون نے اپنی مشترک زندگی اور مشترک موت کا ثبوت دیا ہے، اور اپنا خون بہا بہا کر ایک ناخوشگوار حلقۂ اخوت قائم کیا ہے' لیکن بالآخر ایک روز یہ خود باہمی منافرت سے نفرت کرنے لگین گے،

جو درجہ قوم مین فرد کا ہوتا ہے وہی قوم کا نوع انسانی مین ہونا چاہیئے، فرد کی طرح ہر قوم کے جیسے فرائض ہین ویسے ہی حقوق بہی ہین، وقت آگیا ہے کہ افراد کے لئے جن فطری حقوق کے منادی کرنے کا شرف اولیت فرانس کو حاصل ہے، یعنی حریت، مساوات واخوت، انہین حقوق کی اشاعت باشندگانِ ارض کے لئے بھی کیجائے، ہر قوم کو خواہ بڑی ہو یا چہوٹی، اپنی زندگی اور اپنی بالیدگی کے لئے پوری آزادی ملنا چاہیئے، کہ ہر قوم اپنے مذاق و مزاج کے مطابق اپنا نشو ونما کرسکے، حق کے سامنے تمام اقوام مساوی ہین، پس نوع انسان کے پارلیمنٹ مین چند منتخب اقوام کی مخصوص

مداخلت کا کوئی حق نہین، بلکہ اسپر تمام اقوام کا یکسان حق ہے، تمام اقوام ایک دوسرے کے بہائی بہن ہین، اور سب کے سب مادر گیتی کی اولاد ہین، وہ دن دور نہین جب ہر شخص روے زمین کے تمام ممالک کو اپنا وطن سمجہنے لگیگا، اور جس ملک مین قدم رکہیگا اسے خاندان انسانی کا مسکن پائیگا۔

کیا یہ نصب العین ضرورت سے زاید بلند ہے؟ کیا اسپر عملدرآمد کی توقع موہوم ہے؟ کیا اقوام سے یہ توقع رکہنا موہوم ہے کہ وہ متمدن اقوام بن کر رہین، متمدن افراد کے اصول اخلاق پر عامل رہین، اور اس طرح شقاوت و بربریت کا جوا جو ان سب کے لئے بار گردن ہو رہا ہی اس سے ایک دوسرے کو نجات دلائین،

اگر حریت، مساوات واخوت کا سررشتۂ اصول قابل قبول نہین، تو اقوام موجودہ کے لئے مستقبل مین بجز جنگ، بربادی اور غلامی کے کوئی حصہ نہین، انکا اختیار ہے کہ وہ خواہ جنگ اور قتل کی آہنی زنجیرون مین بندہا ہوا اتحاد قبول کرین یا امن و آشتی کے آزادانہ برکات اتحاد سے فائدہ اُٹھائین،

امن و صلح، من وسلویٰ کی طرح آسمان سے اُترنے والی چیز نہین، یہ انسانیت کا معلول و ثمرہ ہے لیکن خود انسانیت سے ابہی تک قلب انسانی ناآشنا تہا، امن کبہی قوت اور زبردستی کی بنا پر نہین پیدا ہوسکتا، جس طرح لینت و ملاطفت کی تخلیق کبہی ظلم و جبر سے نہین ہوسکتی، پس جنگ کی قوت سے قیام امن ناممکن ہے، لیکن ساتھ ہی دوسری طرف فرقۂ مخالفین جنگ کی کمزوریان بہی قیام امن مین بے بس ہین، اس فرقہ کی کوششین باوجود اسقدر امید افزا دعادی کے جتنی انکی ناکام رہی ہین شاید پہلے کبہی نہین رہین، امن کا مندر تعمیر کیا گیا، لیکن اسی وقت سے دنیا کی ہولناک ترین جنگ شروع ہوگئی، لیکن آخر اس یورپین کوشش انسداد جنگ کی ناکامی کا

سبب ؟ سبب صرف یہ ہے کہ اسکا دائرہ صرف یورپ تک محدود رکھا گیا، اس کوشش کا مقصد یہ نہ تھا کہ ساری دنیا، ساری دنیا کے ساتھ مصالحت رکھے بلکہ محض یہ خودغرضانہ خیال کہ ہم خود صلح و امن سے لبسر کر سکیں، اس وہم باطل کے لئے ناکامی یقینی تھی، قیام امن کی کوشش خارجی ذرایع سے کیگئی، حالانکہ صلح و امن کسی خارجی علت کے معلول نہیں ہو سکتے، اسکی بنیادیں خود نفس انسانی کے اندر ہیں، جنگ کی آفرینش نفس انسانی کے اندر ہوتی ہے، جب وہ انسانیت کی تحقیر کرنے لگتا ہے، امن کی آفرینش بھی نفس انسانی کے اندر ہی ہو سکتی ہے،

قتل و خون ریزی کو ہر حالت مین اور ہر موقع پر حرام قرار دیدینا چاہیئے، یہی ایک صورت دنیا سے خاتمۂ جنگ کی ہو سکتی ہے ....

کوئی شخص اسوقت تک انسان نہین کہا جا سکتا جب تک اسمین انسانیت کی روح نہ موجود ہو، یہ انسانیت محض ایک مجرد تصور نہین بلکہ ایک زندہ ہستی ہے، جسکا ایک زندہ جسم ہے اور جسکے اعضا و جوارح اقوام عالم ہین،

وقت آگیا ہے کہ اس زندہ جسم کے لئے سوچنے والے دماغ کی آفرینش کیجائے، اور اسکے لئے ضرورت ہے کہ ہر قوم کے ارباب فکر یکجا ہون .....

تلخیص وتبصرہ

مسیحی دنیا کا ایک عجیب عقیدہ

افسانہ و اساطیر ہر قوم کے خمیر مین داخل ہوتے ہین، اور قصص الانبیا، وعجائب القصص کا وجود مشرق کے لئے مخصوص نہین، بلکہ "روشن خیال" مغربی اقوام مین بھی عوام کا سرمایۂ ذوق اسی قسم کے مذہبی افسانے ہین،

اس نوعیت کی ایک روایت جس پر صدیون تک یورپ کے اعلیٰ علقون کا ایمان رہا، اور آج بھی عام مذہبی طبقون مین شایع ہے، اسے ایک یورپین مضمون نگار مسٹر ہنری اورم نے رسالہ تھیا سوفسٹ کے دسمبر نمبر مین مختلف طریقون سے نقل کیا ہے،

سب سے زیادہ مشہور صورت روایت مذکور کی یہ ہے کہ جب حضرت مسیح کو سولی کا حکم سنایا جا چکا تو یہ خبر سن کر ایک یہودی موچی نے جسکا مکان راستہ ہی مین پڑتا تھا، یہ خیال کیا کہ مسیح اسکے مکان کے سامنے سے گذرینگے، اس خیال سے وہ جھٹ پٹ مکان دوڑا آیا اور اپنی بیوی اور بچہ کو لیکر دروازہ پر کھڑا ہو گیا تا کہ اس "خادع و مکار" کی شکل دیکھے، حضرت مسیح جب وزنی صلیب سے گرانبار کشان کشان ادہر گذرے تو ذرا دم لینے کے لئے اس موچی کے مکان کے سامنے کھڑے ہو گئے، مگر اس یہودی نے جسکا نام اہسورلیس تھا، فرط تعصب و بغض سے اور نیز اپنے ہمجنسون مین ناموری حاصل کرنے کے خیال سے فوراً للکار کر کہا کہ اپنی راہ لو، یہان کھڑے ہونے کا کام نہین" اسپر حضرت مسیح نے اسکی طرف دیکھکر کہا کہ "مین کھڑے ہو کر دم لونگا، لیکن تیرے نصیب مین قیامت تک گردش رہیگی"، ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی یہودی معاً بچہ کو اپنی گود سے

اتار کر حضرت مسیح کے پیچھے ہولیا اور انکے مصلوب ہونے کا پورا نظارہ دیکھتا رہا، اسکے بعد بجائے اسکے کہ اپنے گھر مین اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آتا، اسکو یہ دُھن سوار ہوئی کہ بلاد غیر کی خاک نوردی کرنا چاہیئے، چنانچہ اسوقت سے لیکر آج تک وہ برابر گردش مین مصروف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے سکون وآرام نصیب نہین،

دوسری روایت مین یون مذکور ہے کہ اس واقعہ کے وقت اسکی عمر ۳۰ سال کی تھی اسکے بعد سے جب اسکی عمر سَو سال تک پہنچ جاتی ہے تو پھر از سر نو اسکی زندگی شروع ہوتی ہے، اور یہ دور وتسلسل برابر قائم رہتا ہے؛

اس شخص کا وجود محض موہوم ومفروض نہین بلکہ یورپ کے بعض ثقاة نے اس سے اپنی ملاقات کا حال بھی بیان کیا ہے، پہلی بار انکا ظہور شاید ۱۲۰۰ء مین ہوا تھا، پھر ۱۵۰۰ء اور اسکے بعد اٹھارہوین صدی کے آغاز تک برابر انکا ذکر آتا رہتا ہے، ۱۵۴۷ء کے موسم سرما کا ذکر ہے کہ ایک اتوار کو جسوقت پادری آئیزن گرجا مین وعظ کہہ رہے تھے، انھون نے دیکھا کہ ایک طویل القامت شخص جسکے بال شانون تک لٹک رہے تھے، برہنہ پا نہایت ادب وتعظیم کے ساتھ دوران وعظ مین برابر کھڑا رہا، اور حضرت مسیح کا نام جب کبھی آیا وہ اپنی گردن انتہائی عقیدت واحترام سے برابر خم کرتا رہا، خاتمہ وعظ کے بعد استفسار حال پر اس نے اپنے تئین یہودی، اپنا نام اہسورکیس اپنا پیشہ کفش دوزی، اپنا وطن یروشلم بتایا، اور حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کے وقت اپنا موجود ہونا بیان کیا، اور اپنی گفتگو مین اس نے بیسیون تاریخی واقعات بیان کئے۔

اسی طرح اٹھارہوین صدی کے آغاز مین پھر اس شخص کا ظہور ہوا، اور ابکی لندن مین ہوا، علماء نے اس مرتبہ اس سے بے اعتنائی کی، لیکن عوام کی گرویدگی برابر بڑھتی رہی اور کیونکر نہ بڑھتی، درآنحالیکہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کی جزئی کیفیات، اور حواریون کے شکل وشمائل

وضع ولباس وغیرہ کے جزئیات چشمدید بیان کرتا تہا، ساتھ ہی مختلف زبانون اور غیر ممالک سے پوری ذاتی واقفیت رکہتا تہا، چنانچہ اکسفورڈ و کیمبرج کے اساتذہ جب اسکی زباندانی وصحتِ معلومات کا امتحان لینے آئے تو اسکی ذاتی واقفیت سے خود دنگ رہ گئے،

غرض مسیحی دنیا کے عام عقیدہ کے مطابق یہ شخص دو ہزار سال سے زندہ ہے اور قیامت تک دائمی گردش کے ساتھ زندہ رہیگا، تمام دنیا مین اسی طرح برابر چکر لگاتا رہیگا اور اطمینان و آرام کی ایک گھڑی بھی اسے نصیب ہوگی۔

علم الاساطیر کے محققین کا دعوی ہے کہ کوئی افسانہ سرے سے بے بنیاد نہین ہوتا، معلوم نہین اس افسانہ مین واقعیت کا حصہ کس حد تک شامل ہے۔

اعلی تعلیم اور طریق املا

طلبہ کو املا یا لکچر دینے کا طریقہ ابتدا سے موجود ہے، اور اب تو اعلی تعلیم کا ایک غیر منفک جزو بنگیا ہے، یونیورسٹیون اور کالجون مین بجز سائنس کے عملی حصون کے تقریباً ساری تعلیم اسی طریقہ پر دیجاتی ہے، حال مین "ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ" نے "لکچرون کے مقصد" کے زیر عنوان ایک پر مغز مضمون مین اس عام طریقہ پر نظر انتقاد ڈالی ہے،

وہ لکھتا ہے کہ بیشتر لکچر ایسے ہوتے ہین جو بجز اسکے کہ لکچر دینے والے کے لئے وسیلۂ معاش ہین اور کسی کے لئے مفید نہین ہوتے، ان غیر مفید و بیہودہ لکچرون کی دو قسمین ہین،

پہلی قسم مین وہ لکچر داخل ہین جبکہ سامعین کو بجاے لکچر سننے کے اسی مسئلہ سے متعلق کتاب دیکھہ لینے سے زیادہ معلومات حاصل ہو سکتے ہون، ایسے لکچر وہ اساتذہ دیتے رہتے ہین جو ممکن ہے کہ اپنے فن مین کامل ہون، لیکن لکچر دینے کے فن سے ناواقف ہوتے ہین اور اس مخصوص فن کے سیکھنے مین

اپنی کسرشان سمجھتے ہین، یہ لوگ گھرسے مضامین کی صورت مین لکچر لکھکر لاتے ہین اور طلبہ کے سامنے کتاب کی طرح انہین بھی پڑھ دیتے ہین، اس قسم کے ناقص لکچرون کی مثالین موجودہ یونیورسٹیون مین بکثرت ملتی ہین، اور انکے جاری رہنے کا سبب صرف یہ ہے کہ انکا دستور مدت سے چلا آتا ہے اور کبھی اُنکے حسن و قبح پر غور نہین کیا گیا،

دوسری قسم مین ان لکچر دینے والون کے لکچر داخل ہین جو مسائل فن سے ناواقف ہوتے ہین اور جنکی ساری کائنات اتنی ہوتی ہے کہ وہ سامعین مین دلچسپی پیدا کرنے کے چند گر جانتے ہوتے ہین، لکچرون کو دلچسپ بنانے کا سامان یہ لوگ کبھی تصاویر کو بناتے ہین اور کبھی میجک لینٹرن (فانوس طلسمی) کو، لیکن ایسے لکچرون مین تضیع وقت کرنے سے یہ بدرجہا بہتر بلکہ اور زیادہ پُرلطف ہے کہ انسان اپنا وقت بائسکوپ دیکھنے مین صرف کرے،

لکچر دینے والے کے لئے لازمی ہے کہ خصوصیات ذیل کا جامع ہو:-

(۱) مسائل فن پر اسے عبور کامل ہونا چاہیئے، اسکے معلومات کم ازکم اتنے تو ہون کہ جو کچھ وہ لکچر مین بیان کرتا ہے اسکا دس گنا اسکے دماغ مین محفوظ ہو، جن لوگون کی کائنات کل اتنی ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ لکچرون مین بیان کردیتے ہین، اس سے زیادہ خود انکے ذہن مین بھی نہین ہوتا وہ قطعاً اس منصب کی اہلیت نہین رکھتے،

(۲) اسے لکچر دینے کے اصول و طریقہ سے واقف ہونا چاہیئے، ایک کامیاب لکچرر کے لئے محض وسعتِ نظر و کمال فن کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سامعین مین موضوع سے متعلق ذوق بھی پیدا کرسکے، بے شبہہ استاد کا یہ فرض نہین ہوتا کہ وہ لکچر کو سامعین کے لئے سامان تفریح و تفنن طبع بنانے کی کوشش کرے، تاہم اسکا یہ فرض ضرور ہے کہ وہ لکچر کو اس خوش اسلوبی سے دے کہ سامعین کے دلون مین مسائل متعلقہ سے مزید تحقیقات و حصول معلومات کا شوق پیدا ہوجائے،

آخر مین ٹائمز لکھتا ہے کہ

"ایک لکچر کے مقابلہ مین لکچروں کا سلسلہ بدرجہا مفید تر ہوتا ہے اور بہترین صورت یہ ہوتی ہے کہ لکچر ختم ہونے کے بعد حاضرین مزید سوالات کرین اور انکے شکوک رفع کئے جائین، اس طریقہ سے استاد و تلامذہ دونون ایک دوسرے سے مانوس اور مزاج شناس ہوجائینگے نیز اس طریقہ سے تحصیل علم ایک خوشگوار محنت بنجائیگی، سب سے بڑھکر یہ کہ اس ذریعہ سے خود لکچرر کو اسکا اندازہ ہوتا رہیگا کہ اسکے معلومات کن حیثیات سے ناقص ہین اور کہان کہان مزید وضاحت خیال کی ضرورت ہے، اور یون روز بروز وہ اپنے فن مین ترقی کرتا رہیگا، اسمین مستفید و مستفاد دونون کی حیثیات جمع رہین گی اور اسکا کام کبھی خشک و بیمزہ نہوگا، لیکن مقدم شرط یہی ہے کہ وہ لکچر دینے کے اصول اور مسائل فن دونون پر عبور رکھتا ہو"

ٹائمز نے نااہل لکچر دینے والون کی مثال مین آکسفرڈ و کیمبرج یونیورسٹی کے اساتذہ کو پیش کیا ہے لیکن وہان سے کہین زیادہ موزون اور کثیر التعداد مثالین ہندوستان کی تعلیم گاہون مین مل سکتی ہین،

اخبار علمیہ

اسوقت شہر لندن کے ابتدائی مدارس مین تقریباً بارہ سو طلبہ ایسے ہین جنکی زبان مین لکنت ہے اور ظاہر ہے کہ امتحانات مین کامیاب ہونے کے بعد بھی ملازمت وغیرہ کے ہر شعبہ مین بمقابلہ ان مریض طلبہ کے ان امیدوارون کو ترجیح دیجاتی ہے جنکی زبانین صاف ہوتی ہین، حال مین لندن کے خدامان تعلیم کی توجہ انکی اس ظاہری بدقسمتی کی جانب مبذول ہوئی ہے، اور انھون نے اس غرض کے لئے ابتدۃً شہر لندن کے مختلف حصون مین مخصوص مدارس (اسپشل کلاسز) قائم کئے ہین، ان مدارس تک آمد و رفت کے مصارف ان طلبہ کو سرکار سے عطا ہونگے، اور وہان مرض لکنت کا خاص اہتمام سے علاج کیا جائیگا، تاکہ اگر شفاے کامل نہ حاصل ہوسکے تو کم از کم نمایان افاقہ تو یقیناً ہوجائے اور یہ ہونہار طلبہ میدان مقابلہ مین اپنے خوش قسمت رفقا سے زیادہ پیچھے نہ رہ سکین،

ابتک مادی اجسام سے جسقدر بھی کام لیا جاتا تھا وہ انکے مکسرات کے ذریعہ سے لیا جاتا تھا مثلاً آگ روشن کرنے کے معنی یہ ہوتے تھے کہ کوئلہ کے مکسرات (Molecules) مین ایک خاص درجہ کا انتشار پیدا کردیا گیا، مکسرات کے علاوہ سالمات (Atoms) سے ابتک نہ کوئی کام لیا گیا اور نہ کسی قسم کے کام کی قابلیت ان مین سمجھی جاتی تھی، لیکن حال مین یہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ سالمات، جنھین ابتک ناقابل تجزی سمجھا جاتا تھا اور اسی بنا پر انکا نام سالمات پڑا تھا، بجائے خود بیشمار ذرات کہربائی (Electrons) کا مجموعہ ہوتے ہین، اور اس لحاظ سے ہر سالمہ گویا غیر محدود برقی قوت کا خزانہ ہوتا ہے، اب علماے سائنس اس فکر مین ہین کہ سالمات سے دنیا کے

مہمات عمل مین کام لینا چاہیئے، چنانچہ خیال یہ ہے کہ چند سال کے بعد ریلوے انجن، جہاز وطیارہ سب کی حرکت ایک ایک سالمہ کے اشارہ پر ہونے لگیگی، قوت سالمی کے اہنین عجائب وغرائب کو پیش نظر رکہکر مشہور سائنس دان ناول نویس، اپچ، جی، ویلز نے افسانہ کی صورت مین یہ پیشنگوئی کی ہے کہ ۱۹۳۵ء تک ایسے حیرت انگیز آلات وسامان حرب اسی سالمی قوت کے ذریعہ سے طیار ہونے لگین گے، جنکے سامنے موجودہ ایجادات جنگ بالکل بے حقیقت ہوجائین گے، اسوقت گذشتہ جنگ سے کہین زاید ہولناک ایک محشر کشت وخون، قتل وہلاکت برپا ہوگا، اور انسان سطح ارض کو اپنی ہوس ملک گیری اور جذبات طمع کے لئے ناکافی پاکر اجرام فلکی کی جانب بلند پروازی کریگا، اور اسی صدی کے خاتمہ تک کیا عجب ہے کہ کرۂ ارض اور باشندگان مریخ وغیرہ سے وہ ہیب وہولناک جنگ چہڑجائے جسکے شدائد اسوقت ہمارے وہم اور تصور سے بھی بالاتر ہین،

کئی سال ہوئے ایک جرمنی ماہر امراض چشم کون نے یہ نظریہ پیش کیا تہا کہ قصر النظر (مایوپیا) یعنی وہ مرض جسمین انسان کو صرف قریب کی اشیا نظر آتی ہین اور فاصلہ کی چیزین دھندلی معلوم ہوتی ہین، زیادہ تر اسکولون کی تعلیم کا نیتجہ ہوتا ہے، جہان طلبہ کو اکثر اوقات اپنی نظر قریب ہی کی چیزون پر جمائے رکہنا ہوتی ہے، اور اس طرح بالآخر ضعف بصر راسخ ہوجاتا ہے، ڈاکٹر کون کا یہ نظریہ تمام یورپ مین مقبول وشائع ہوگیا، چنانچہ لندن مین بھی متعدد مدارس ایسے کہولے گئے ہین جسمین اس قسم کے مریض چشم طلبہ کی ضروریات کو خاص طور پر ملحوظ رکہا گیا، لیکن تازہ ترین تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مرض کچھ مدرسہ جانے والے طلبہ ہی کے ساتھ مخصوص ہنین بلکہ بعض ایسی قومون کے چہوٹے بچون مین بہی پایا جاتا ہے، جنہین مدارس کی تعلیم سے کوئی واسطہ ہی

نہین، مثلاً عرب کے اہل بادیہ ملک جرمنی، اور یہودی قوم مین یہ مرض بہت عام ہے، اب محققین کا خیال یہ ہے کہ بعض نسلون اور قومون سے اس مرض کو خاص تعلق ہے، چنانچہ جن قومون مین قریب کے اعزہ مین ازدواج کا زیادہ رواج ہے انہین مین یہ مرض بھی زیادہ شائع ہے، اگرچہ اسمین شک نہین کہ عرصہ تک قریب کی چیزون پر نظر جمائے رکھنا اس مرض مین معین ضرور ہوتا ہے۔

یورپ کے ایک محقق نے حال مین اسکا اندازہ کیا ہے کہ یورپ مین کس ملک کے باشندے اپنی طویل العمری کے لحاظ سے ممتاز ہین، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس باب مین سروِیا کا مرتبہ سب سے بڑھا ہے جسمین سو سو برس کی عمر کے باشندون کی تعداد سب سے زایدہی، اعداد ذیل سے معلوم ہوگا کہ ہر ملک کی آبادی کی کتنی تعداد مین ایک ایک شخص سو برس کی عمر کا پایا جاتا ہے،

سروِیا	ہر	۲۲۶۰	اشخاص مین ایک صد سالہ شخص
آیرلینڈ		۸۱۳۰	// //
اسپین		۴۳۰۰۰	// //
ناروے		۹۶۰۰۰	// //
برطانیہ		۱۷۷۰۰۰	// //
فرانس		۱۸۰۷۵۰	// //
سویڈن		۲۵۰۰۰۰	// //
جرمنی		۷۰۲۰۰۰	// //
ڈنمارک		۱۰۰۰۰۰۰	// //

پروفیسر آسبرن کی تازہ تحقیقات کے موافق ابتداءً گھوڑے اور ہاتھی کی جسامت بہت ہی مختصر ہوتی تھی، مگر بعد کو بہت زیادہ بڑھ گئی، اسکے بعد پھر انحطاط شروع ہوا، اور انکا موجودہ قد و قامت گویا افراط و تفریط کے درمیان نقطۂ اعتدال ہے، پروفیسر موصوف کی یہی تحقیقات جسم انسانی سے متعلق بھی ہے، انکا دعوی ہے کہ ابتداءً انسان کا قد ۴ فٹ سے زاید نہین ہوتا تھا اور اسکے کاسۂ سر کا حجم ۵۴ مکعب انچ ہوتا تھا، لیکن آج سے تقریبًا ڈہائی لاکہہ سال گذرے کہ بڑھتے بڑھتے انسان دیو ہیکل ہوگیا، اسی دور مین اسکا قد ۹ - ۱۰ فٹ تک پہنچگیا، اور اسکے کاسۂ سر کا حجم ۱۰۰ مکعب انچ ہوگیا، اسکے بعد تیسرے دور کو شروع ہوے تقریبًا ۷۵ ہزار سال گذرے ہین، جب سے اسکے قد و قامت مین پھر انحطاط شروع ہوا ہے، چنانچہ آج جن لوگون کو دراز قد سمجھا جاتا ہے وہ بھی ۶ فٹ سے زاید نہین ہوتے، اور کاسۂ سر کا حجم ۷۵ مکعب انچ ہے،

پچھلے ۳۰ سال کے اندر برٹش انڈیا مین مطابع و مطبوعات کی رفتار ترقی کا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

سال	مطابع	اخبارات	رسایل	کتب (السنہ مغربی)	کتب (السنہ مشرقی)
سنہ ۸۰	۷۵۱	۳۲۸	۳۲۲	۵۲۳	۴۳۲۶
سنہ ۹۰	۱۴۶۵	۵۲۶	۳۰۲	۹۱۷	۸۴۶۱
سنہ ۱۹۰۰	۲۱۵۳	۶۷۵	۴۶۵	۱۱۶۴	۶۷۲۴
سنہ ۱۹۱۰	۲۷۳۶	۷۳۶	۸۲۹	۲۱۱۲	۹۹۳۴
سنہ ۱۹۱۱ء	۲۷۵۱	۶۵۸	۱۹۰۲	۱۵۷۸	۱۰۰۶۳
سنہ ۱۲ء	۲۷۸۰	۶۵۶	۲۲۶۸	۱۵۹۶	۹۹۸۸

سنہ					
سنہ۱۳	۲۸۲۸	۶۷۳	۲۳۹۵	۱۶۶۲	۱۶۵۱
سنہ۱۴	۳۰۲۰	۸۲۷	۲۸۴۸	۱۴۷۷	۱۰۷۱۲
سنہ۱۵	۳۱۰۲	۸۴۷	۲۹۸۸	۱۶۰۲	۱۱۴۷۷
سنہ۱۶	۳۲۳۷	۸۵۰	۲۹۲۷	۱۵۴۱	۱۰۶۵۸
سنہ۱۷	۳۱۰۱	۸۰۵	۱۹۰۰	۱۹۰۹	۱۱۱۴۹
سنہ۱۸	۳۱۵۵	۸۳۸	۱۹۹۷	۱۹۱۶	۱۰۷۷۲

ان اعداد سے معلوم ہوگا کہ سنہ۱۷ء رسائل کے حق مین غیر معمولی طور پر منحوس ثابت ہوا ہے، اور اس نحوست کا اثر کیقدر اخبارات و مطابع پر بھی پڑا۔

سنہ۱۸ء مین تصنیفی حیثیت سے مدراس، ہندوستان کے سب صوبون سے ممتاز رہا کہ اسکے ہان ۲۶۴۱ مطبوعات شائع ہوے، بنگال مین ۲۶۱۲، صوبہ متحدہ مین ۲۱۴۳، بمبئی مین ۱۹۲۱، اور پنجاب مین ۱۶۴۶ مطبوعارت شائع ہوئے،

اخباری حیثیت سے بھی سنہ۱۸ء مین مدراس کا نمبر اول رہا، بمبئی کا دوسرا، بنگال کا تیسرا، اور صوبہ متحدہ کا چوتھا، سنہ۱۷ کے مقابلہ مین سنہ۱۸ء مین اکثر صوبون مین اخبارات کی تعداد کم رہی البتہ صوبہ مدراس مین انکی تعداد مین اٹھارہ کا، پنجاب مین تین کا، اور صوبجات بہار اور برہما مین ایک ایک کا اضافہ ہوا،

سنہ۱۸ کے مطبوعات کو اگر مضمون وار تقسیم کیا جاے تو ہر عنوان کے تحت مین اعداد ذیل آئینگے:-

مذہب وشریعت	۲۳۱۲	شاعری وڈراما،	۲۲۳۳
ادب ولسانیات،	۱۸۴۷	قصص وافسانہ	۸۵۸
تاریخ، سیرت، وجغرافیہ	۷۰۰	طبیات (مغربی ومشرقی)	۴۲۰
قانون	۳۳۲	ریاضیات وعلم الآلات	۳۲۰
فلسفہ ومتعلقات فلسفہ،	۱۷۱		

انہین مطبوعات کو اگر زبانون کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو ہر عنوان کے حصہ مین تعداد ذیل آئیگی،

انگریزی	۲۶۴۶	اڑیا (اڑیسہ)	۵۷۴
ہندی	۱۸۳۳	سنسکرت	۴۲۳
بنگالی	۱۸۳۱	سندہی	۲۰۶
اردو	۱۲۴۶	ملایالم (مدراس)	۱۰۸
تامل (مدراس)	۱۱۸۲	برہمی	۱۰۰
گجراتی	۱۰۶۳	کناڑی (دکن)	۹۶
ٹیلیگو (مدراس)	۷۸۶	عربی	۶۶
مرہٹی	۷۴۸	آسامی	۶۵
پنجابی	۵۵۰	فارسی	۴۰
پالی	۳۶		

کلکتہ یونیورسٹی کو سر راش بہاری گہوش کے گرانقدر عطیہ کے علاوہ جسکا ذکر شذرات مین

آچکا ہے، ایک دوسرا عطیہ حال ہی مین ایک دوسرے ہندو بزرگ سے ساڑہے چار لاکھہ کا موصول ہوا ہے،

جنوری کے دوسرے ہفتہ مین انڈین ہسٹاریکل ریکارڈز کمیشن کا دوسرا اجلاس پنجاب یونیورسٹی کے ہال مین منعقد ہوا، اور دو روز تک جاری رہا، مسٹر شارپ، سکریٹری صیغۂ تعلیمات حکومت ہند صدر نشین تھے، اور حاضرین مین لفٹننٹ گورنر پنجاب، اور کلکتہ، الہ آباد و لاہور کے بعض علماء تاریخ بھی موجود تھے، ہز آنر و صدر مجلس کی تقریرون کے بعد مشہور مورخ پروفیسر جادوناتھ سرکار نے اپنا لکچر پڑھا، جسمین یہ بتایا گیا تھا کہ ۱۷۰۷ء سے ۱۸۰۳ء تک سلطنت مغلیہ کی تاریخ کے لئے پورا اور مستند مواد نہین ملتا، دوسرا لکچر مسٹر ظفر حسن کا ہوا جسمین اورنگ زیب کے خطوط موسومہ شاہ ایران پر، جو حال مین دستیاب ہوئے ہین، بحث تھی، اسکے بعد حاضرین تاریخی نمائشگاہ مین گئے جہان بعض نادر فرامین، مکاتیب و تصاویر کا ذخیرہ فراہم تھا جنمین ڈیوک آف ولنگٹن لارڈ ڈلہوزی، راجہ رام موہن رائے، و کیشب چندر سین کے ہاتھ کے لکھے ہوے خطوط اور بہادر شاہ کا قلمی مجموعہ اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہین، دوسرے روز کمیشن کے اجلاس مین قدیم کاغذات اور مواد تاریخی کے تحفظ پر سرگرم مباحثہ رہا، اور پنڈت دیا کرشن کول اور مسٹر ڈاڈول نے انہین عنوانات پر لکچر دیئے۔

کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے تاریخ عصر جدید (ماڈرن ہسٹری) اور تاریخ قرون وسطیٰ (مڈیول ہسٹری) کا سلسلہ مدت ہوئی شائع ہو چکا ہے، اب یونیورسٹی مذکور اسی وسیع پیمانہ پر تاریخ عصر قدیم شائع کر رہی ہے، اس سلسلہ مین بڑی تقطیع پر آٹھہ ضخیم مجلدات ہونگے، اور مورخین کی ایک جماعت اس کام کو انجام دے رہی ہین، جسکی افسری اور عام ترتیب و نگرانی کے فرائض تین مشہور ماہرین فن تاریخ کے ہاتھون مین ہے،

اس کتاب مین مصر، بابل، اسیریا، ایران، یونان و روما کی ابتدائی تاریخ سے لیکر ۲۴ سنہ ۳ تک بحث ہوگی،

کسی پچھلے معارف مین یہ خبر درج ہوچکی ہے کہ سر چارلس لایل، عمر بن قمیہ کے دیوان کی ترتیب و انگریزی ترجمہ مین مصروف ہین، آخر دسمبر مین دیوان مذکور کیمبرج یونیورسٹی پریس کی جانب سے شائع ہوگیا ہے، یہ شاعر قبیلہ بکر بن وائل کی شاخ قیس بن ثعلبہ کا ایک رکن تھا، اور اسکا زمانہ بقول سر چارلس، اوائل اسلام کا زمانہ تھا، دیوان کی قیمت ۱۲ شلنگ ہے،

حسب اعلان سابق انڈین سائنس کانگرس کا سالانہ اجلاس وسط جنوری مین بمقام ناگپور منعقد ہوا، شرکا کی تعداد معقول تھی، مشہور ماہر کیمیا سر پی سی، رائے کا خطبۂ صدارت مبسوط و مدلل تھا مگر علمی و نظری مباحث سے بالکل خالی تھا، البتہ صنعت و حرفت و تعلیمات وغیرہ کے علمی مسائل حاضرہ پر پُر قوت تبصرہ تھا، ابتدائی نشست کے بعد کانگرس متعدد شعبون مین تقسیم ہوگئی اور ہر شعبہ وار اجلاس مین شعبۂ متعلقہ کی کاروائی ہوتی رہی، مضامین جو پڑھے گئے اور جنپر بحث رہی انکی مجموعی تعداد سَو سے متجاوز تھی، مہمات مضامین کی تقسیم ہر شعبہ مین حسب ذیل رہی،

شعبۂ طب	۱۹	مضامین
شعبۂ حیوانیات	۱۷	"
شعبۂ طبعیات و ریاضیات	۱۳	"
شعبۂ نباتات	۱۱	"
شعبۂ ارضیات	۸	"
شعبۂ کیمیا	۱۹	"

آثارِ علمیہ وادبیہ

نامۂ سرسید

اس آخری دور مین مولانا عنایت رسول مرحوم چریاکوٹی اپنے فضل وکمال کے لحاظ سے علما رمتقدمین کے ایک نمونہ تھے، سرسید مرحوم آپکا بہت احترام کرتے تھے توراۃ وانجیل پر جب کچھ لکھتے تھے تو اسکے متعلق ہمیشہ مولانا مرحوم سے معلومات حاصل کیا کرتے تھے یہ خط اس واقعہ کا ثبوت ہے،

علیگڈہ
۱۸ جون ۱۸۹۵ء

جناب مولانا مخدوم مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپکا عنایت نامہ پہنچا جسمین کتاب بشری کی نقل روح کے بارہ مین ہے اور اسکے اوپر لفظ تتمہ لکھا ہوا ہے، میرے پاس آپکے بہیجے ہوے صرف دو کاغذ پہنچے، ایک تو وہ ہے کہ جسمین آپ نے نسبت اعجاز قرآن کے بہت لمبا مضمون لکھا ہے، اور مولوی مہدی علی کی تحریر پر کچھ تعریض کی ہے، اور دوسرا یہ حال کا عنایت نامہ ہے، روح کے معاملہ مین جسپر لفظ تتمہ درج ہے اسکے سوا کوئی کاغذ آپکا مرسلہ میرے پاس نہین پہنچا، حال مین جو عنایت نامہ آیا ہے اور جس کے مضمون پر تتمہ لکھا ہوا ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ اس سے پہلے آپ نے اور بھی کوئی کاغذ بھیجا ہے جسکا یہ تتمہ ہے، مگر وہ کاغذ میرے پاس نہین پہنچا، اگر وہ کاغذ ضایع ہوگیا ہو تو نہایت ہی افسوس ہے امید کہ آپ مطلع فرمائیے کہ سواے اُن دو کاغذون کے اور کوئی کاغذ آپ نے بھیجا تھا یا نہین۔

بارش شروع ہوگئی ہے اس موسم مین آپکا ارادہ یہان تشریف لانیکا ہی یا نہین اگر ہو تو مجھکو اطلاع فرمادین تاکہ مین ایک ملازم آپ پاس بھیجدون تاکہ وہ آپکو ساتھ لیکر یہان آجاوے،

خاکسار
سید احمد

ادبیات

رمزِ زندگی

از جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب

دلِ من روشن از سوزِ درون است جہان بین چشمِ من از اشکِ خون است
ز رمزِ زندگی بیگانہ تر باد کسے کو عشق را گوید جنون است

یادِ شبلی

اے وہ کہ صحیفۂ ادب مین اک آیۂ شانِ دلبری ہے
تحریر کی کائنات مین تو شایانِ شکوہ داوری ہے
ہر ہر ورقِ کتاب تیرا اک آئینۂ سکندری ہے
تیری ہر نثر کی کشش مین ہنگامۂ سحرِ سامری ہے
تیرے ہر شعر کا سراپا اک معجزۂ پیمبری ہے
نیرنگیِ حسن کی جھلک سے حرفون مین فروغِ ساغری ہے
ہر بتکدۂ خیال تیرا سرمایۂ رشکِ آذری ہے
تیری تخئیل کی تجلّی صرفِ رہِ شعلہ گستری ہے

معمورِ اثر ترا سخن تھا
لبریزِ مذاقِ انجمن تھا

تھا کلکِ غلط نگارِ مغرب صرفِ ذوقِ سیاہ کاری
ناموسِ شریعتِ ادب تھا جولانگہِ غلط نگاری

اسلام پہ نکتہ چینیاں تھین | تاریخ کی کائنات ساری
تیری تحقیق نے کیا ہے | افشاے رموز فتنہ کاری
ٹوٹی ترے کلک پردہ در سے | حرفِ باطل کی سحر کاری
خونابۂ دل سے کی ہے تو نے | کشتِ ملت کی آبیاری
اخلاص نہاں ترے آنسوؤن مین | ندوہ ہے مآلِ اشکباری
معمورۂ علم و فن مین اب تک | اُردو تھی رہینِ شرمساری
لیکن ترے ذوقِ جستجو نے | کی حُسنِ رقم کی شعلہ باری
تصنیف کے ہر چمن سرا مین | ہے تجھسے طراوتِ بہاری

تو شام سیاہ کی سحر تھا
شرعِ نو کا پیامبر تھا

مجاہد انصاری بی اے ایل ایل بی

غزل فارسی

تنہا نہ لب ز نغمۂ مستانہ اش پر است | از من ہر آنچہ ہست ز افسانہ اش پر است
ہر جا کہ بنگریم عیانست روے دوست | عالم ہمہ ز جلوۂ جانانہ اش پر است
خوش ساقئی کہ صدرہ از آئینِ کبر و ناز | جام و سبو شکستہ و میخانہ اش پر است
نازم بآن نگاہ کہ از کیفِ مستیش | سرشار گشت محفل و پیمانہ اش پر است
یک صوت سرمدیست کہ ہر ذرۂ وجود | سرتا بپا ز نغمۂ مستانہ اش پر است
واعظ تو لی و کعبۂ و صد جلوہ ہای دوست | اما مگو کہ دیر ز بیگانہ اش پر است
نیرّدی عشق بین کہ درین دہر بے ثبات | نیرّ گم است و بزم ز افسانہ اش پر است

ابوالعرفان ندوی نیرّ

مطبوعات جدیدہ

مذہب وعقلیات، مولانا عبد الباری صاحب ندوی پروفیسر احمد آباد کالج دار العلوم ندوۃ العلما کے مایۂ ناز فرزندون مین ہین، دار العلوم کا ایک اہم مقصد یہ بھی تہا کہ یہان سے ایسے علما پیدا ہون جو مشرقی ومغربی علوم وفنون کے جامع ہون، مولانا موصوف کی ذات دار العلوم کی کامیابی کا مجسم نمونہ ہے، آپ نے گذشتہ اجلاس آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ سورت کے موقع پر ایک فاضلانہ علمی خطبہ دیا تہا، موضوع بحث یہ تہا کہ مذہب وعقلیات بالکل دو جداگانہ چیز ہین ان مین کسی طرح کشمکش وآویزش ہو ہی نہین سکتی اور آج تک معرکۂ مذہب وسائنس پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ انسانی فہم کی غلط کاریون کا تعجب انگیز نمونہ ہے، چنانچہ مولانا ایک موقع پر فرماتے ہین،

> مذہب وسائنس کے بے تعلقی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے پہلے انکے باہمی فرق اور حدود حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے، ریل کی دو گاڑیان ٹکرا سکتی ہین اور ٹکراتی ہین، لیکن ریل گاڑی اور جہاز مین تصادم ناممکن ہے اسلئے کہ ریل سمندر مین چل ہی نہین سکتی ہے اور نہ جہاز خشکی پر، بعینہ یہی حال سائنس اور مذہب کا ہے، سائنس کا مذہب کی حد مین داخل ہونا اس سے زیادہ محال ہے جتنا ریل کا پانی یا جہاز کا خشکی پر چلنا ہے، مذہب جہان سے شروع ہوتا ہے، سائنس کی رسائی وہان ختم ہو جاتی ہے، سائنس کا جو منتہائے پرواز ہے مذہب کا وہ نقطۂ آغاز ہے، سائنس کی بحث وتحقیق کا تعلق تمام تر فطرت (نیچر) کے واقعات، مشاہدات اور تجربات سے ہے، مذہب کی بنا یکسر فوق الفطرۃ اور تجربہ و

مشاہدہ کی دسترس سے ماوراچیزون پر ہے، مثلاً خدا، روح، حشرونشروغیرہ"

پوری تقریر علٰحدہ رسالہ کی صورت مین شایع کیگئی ہے، یہ موضوع اپنی جدت اور خطیب کے دعاوی اپنے محکم دلائل کے لحاظ سے حامیان مذہب اورارباب سائنس دونون کی توجہ کے مستحق ہین، ایک بات خاص طور سے قابل عرض ہے کہ فاضل خطیب نے علم کلام کو ایک زیاںکار ایجاد کے نام سے یاد کیا ہے اور انکی راے مین اسکا تمام دفتر بے معنی جلادیئے جانے کے قابل ہے وہ متکلمین کو مذہب کے نادان دوست اور انکو کشتنی وگردن زدنی قرار دیتے ہین، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی راے مین فن کلام کی کوئی حقیقت نہین اور متکلم ایک غلط وصف ہے، اگر یہ صحیح ہے تو وہ اپنی اس راے کی نسبت کیا فیصلہ کرینگے کہ "علامہ شبلی رحمہ اللہ ایک متکلم مورخ تھے" پورا خطبہ ہرطرح مرتب، مسلسل اور پر زور ہے، طرز بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا ہے، ہرشخص بآسانی متکلم کا مفہوم سمجھ سکتا ہے، البتہ شان خطابت جسکا نام ہے وہ کم ہے، صفحے ۴۲، لکھائی چھپائی عمدہ، صدر دفتر کانفرنس علیگڈہ سے طلب کیجئے۔

سلسلۂ منتخبات نظم اُردو، عمدہ اور منتخب ادبیات کی اشاعت ترقی زبان کا بہترین ذریعہ ہے، ابتک اردو مین کوئی ایسا مرتب سلسلہ موجود نہ تھا جسمین ہرموضوع کی عمدہ اور منتخب نظمین جمع کیگئی ہون، ہی خواہان اردو کو جناب محمد الیاس برنی کا ممنون ہونا چاہیئے جنھون نے سب سے پہلے اس ضرورت کو محسوس کیا، اس سلسلہ کے تین حصے ہین جسمین تمام اصناف سخن کو احاطہ کرنیکی کوشش کیگئی ہے، مناظر قدرت جسمین اوقات، مقامات اور واقعات پر مشتمل نظمین ہین، معارف ملت جسمین حمد ونعت، مناجات اور اخلاقی وقومی نظمین جمع کیگئی ہین جذبات فطرت، جو بقول جناب مرتب مرزا غالب کے اس شعر کی تفسیر ہے،

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا   مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

عام طور پر ترتیب اچھی ہے، انتخاب بھی برا نہین، یہ ضرور ہے کہ ابھی اس سلسلہ مین مزید کاوش و محنت اور تلاش و جستجو کی ضرورت ہے، ہمارے خیال مین ایک بات کی سخت ضرورت تھی وہ یہ کہ قدمار کے کلام مین بہت سے ایسے الفاظ آتے ہین جو فصحا کے نزدیک متروک ہین مگر بعض اطراف ہند مین وہ اتبک زبان زد خاص و عام ہین، ایسے لفظون پر نوٹ دیکر حاشیہ مین اسکی تشریح کردینا چاہیئے تاکہ زبان آموز غلطی مین نہ پڑین، زبان کی صفائی اور اسکے معیار فصاحت کو بلند تر کرنے کے لئے اسکی سخت ضرورت ہے، ایک امر اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض نومشق شعراء کے ہان بعض الفاظ غلط استعمال ہوگئے ہین، شاعر سے خط و کتابت کرکے یا نوٹ دیکر اسکی تصحیح کردینا چاہیئے تھی، مثلاً جناب نظم گیلانی کی نظم جام شہادت مین ترس جو برس کا ہموزن ہے، ترس (بسکون را) استعمال کیا گیا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ سفید، ہر حصہ کے صفحے ۱۵۰ تقطیع چھوٹی قیمت ہر حصہ کی عہ، جناب مولف یا جناب مقتدیٰ خانصاحب شروانی، علیگڈھ سے طلب کیجئے۔

موؤدہ، مصنفہ جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی، صفحے ۷۶، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸/، ملنے کا پتہ: مینجر کارخانہ صوفی آبجیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات۔

افسانہ نگاری کے لئے مولیصاحب موصوف کا قلم ممتاز حیثیت رکھتا ہے، آپکے نام کے بعد مزید تعارف کی ضرورت نہین، یہ کتاب ایک معاشرتی افسانہ پر مشتمل ہے جسمین اس رسم قبیح کے نتائج دکھلائے گئے ہین کہ بعض نافہم اشخاص دولت و جائداد کی تقسیم کے خوف سے لڑکیون کی ہستی کو نفرت انگیز نگاہ سے دیکھتے ہین اور انکو محروم الارث کرنیکی تدبیرین اختیار کرتے ہین، حالانکہ شریعت اسلام نے اس جاہلانہ رسم کی بیخ کنی کردی تھی، اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے ساتھ عدل و انصاف کی بہترین تعلیم دی تھی، کتاب بہت دلچسپ اور قابل دید ہے،

مجلد پنجم | ماہ ربیع الثانی ۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰ء | عدد سوم

مضامین

شذرات

مشرق کے غرور و مفاخرت کا آخری ملجا و ماوی جاپان ہے، ایشیا کے وسیع براعظم مین جب کبھی کسی قوم کو مغرب کے مقابلہ مین مشرق کی زندگی کا ثبوت دینا ہوتا ہے تو ہمیشہ جاپان کی مثال دیجاتی ہے، خود ہندوستان مین یورپ کے ادعاے فضیلت و تفوق کے ہر حملہ کو جاپان ہی کے سپر سے روکا جاتا ہے، اور ہر ایسے موقع پر ہماری زبانون پر بیساختہ ارض مشرق کی اسی خوش قسمت قوم کا نام آجاتا ہے، لیکن آخر جاپان بھی اسی مشرق کا ایک ٹکڑا ہے، اور اگر وہ ہم سب سے آگے بڑھ گیا ہے تو بہرحال اُسکے کچھ اسباب بھی ہونگے، اسباب کے استقصار اور ان پر تفصیلی گفتگو کا یہ محل نہین، یہان صرف ایک سبب کی جانب سرسری اشارہ کرنا ہے،

امریکہ کے ایک فاضل ڈاکٹر سنڈرلینڈ ہین، جنھون نے مدت دراز تک جاپان مین قیام کرکے چند سال ہوئے وہان کے حالات پر متعدد لکچر دیئے تھے، اور اب وہ مجموعہ ایک کتابی صورت مین "ترقی پذیر جاپان" کے عنوان سے انگریزی مین شایع ہوا ہے، اسمین ایک موقع پر وہ جاپانیون کے خصائل کے ضمن مین لکھتے ہین:-

> یہان لوگون کا شوق مطالعہ اخبارات و رسائل تک محدود نہین، بلکہ یہ لوگ کتابون کے بھی بڑے شائق ہوتے ہین، اور کتابین بھی کیسی؟ محض ناول و افسانہ نہین بلکہ سنجیدہ

دیا وقعت تصانیف، جرمن، فرنچ، اطالوی، روسی، اور انگریزی، زبانون کی بہترین تصانیف کے تراجم جس کثرت سے جاپانی زبان مین موجود ہین، انہین دیکھکر حیرت ہوتی ہے ہر دار المطالعہ اور ہر پبلک کتبخانہ مین اس قسم کا بہت کافی ذخیرہ موجود رہتا ہے، پھر اسیقدر حیرت انگیز ان مستقل تصانیف کا بھی شمار ہے جو خود جاپانی مصنفین کے قلم سے ہر علم و فن سے متعلق برابر نکلتی رہتی ہین"

سنتے ہین کہ کسی زمانہ مین مسلمانون مین بھی شوق مطالعہ عام تھا، اور ابن رشد، وابن سینا، رازی و فارابی، اسی قوم مین پیدا ہوئے تھے، جنکا علمی انہماک، جنکا ذوق کتب بینی، اور جنکا شوق مطالعہ آج تک ضرب المثل ہے، لیکن موجودہ مسلمانون کو اس طرف متوجہ ہونے کی مطلق ضرورت نہین، ان کے فخر و مباہات اور جذبۂ خود پسندی کی تسکین کے لئے یہ کافی ہے کہ اُن کے بعض نامور اسلاف اس فرض کفایہ کو ادا کر کے آیندہ نسلون کو اس بار سے ہمیشہ کے لئے سبکدوش کر گئے ہین، دنیا مین نالائق اخلاف اپنی بے کمالی کے داغ کو ہمیشہ اپنے بلند پایہ اسلاف کے کمالات کے دامن مین چُھپاتے رہتے ہین، مسلمان اس کلیّہ سے کیون مستثنیٰ ہونے لگے؟

جہالت جب تک محض جہالت ہے، قابل علاج ہے، لیکن جب یہ جہل مرکب کی صورت اختیار کر لیتی ہے، یعنی انسان کو اپنی جہالت کا بھی احساس نہین رہجاتا، اسوقت یہ مرض تقریباً لاعلاج ہو جاتا ہے، معارف کے پچھلے نمبرون مین قوم کی واقفیت واطلاع کے لئے زندہ معاصر و ہمسایہ اقوام کے جو کارنامے پیش ہوتے رہے ہین، انکی بابت بعض بزرگان قوم کا جنکی ہمدردی و خلوص نیت ہر قسم کے شک واشتباہ سے بالاتر ہے، ارشاد ہے کہ ایسی چیزون کی اشاعت سے قوم کے قوائے حیات مین ضعف واضمحلال پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے، ممکن ہے کہ قوم کے بیشتر

حصہ کی بھی یہی راے ہو، لیکن ان بزرگان قوم کی خدمت مین بہ ادب واجب عرض ہی کہ اسلاف پرستی، تعلی، وخود ستائی کی داستان کو دہراتے ہوے اب تو ایک قرن سے زاید ہو چکا، اور آج بھی ایوان قومیت کے ہر در و دیوار سے اسی کی صداے بازگشت آرہی ہے، لیکن اب تک قوم کے قواے عمل مین کچھ بھی تحریک پیدا ہوئی ہے؟ علامۂ شبلی مرحوم سے بڑھکر مسلمانون کی عظمت کہن کا افسانہ گو اس دور مین اور کون ہوا ہے، لیکن سالہا سال کے تجربہ کے بعد انہین بھی اپنی راے مین ترمیم کرنا پڑی، چنانچہ الندوہ کی آخری جلدون مین قدم قدم پر حسرت و یاس کے جلوے نظر آتے ہین، اصل یہ ہے کہ خوشامد پسندی، افراد کے مقابلہ مین کہین زیادہ اقوام کے حق مین مضر بلکہ مہلک ہے، اسی نے آج قوم کو اسقدر ذکی الحس بنا رکھا ہے کہ اپنے متعلق نکتہ چینی کی برداشت تو کیا، اپنے ذکی الحس ہونے کا ذکر بھی نہین سن سکتی، مرزا نے اسی موقع کے لئے کہا ہے۔ ؎

شکوہ کے نام سے بیمہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیئے تو گلا ہوتا ہے

مغرب کی علمی فیاضیون اور تعلیمی زر پاشیون کا ذکر کرتے کرتے ہم اکتا گئے، لیکن خود مغرب ان چیزون سے نہین اکتاتا، اس سلسلہ مین تازہ ترین خبر امریکہ سے یہ آئی ہے کہ مشہور ارب پتی راک فیلر نے امریکہ کے ایجوکیشن بورڈ (مجلس تعلیم) کو ڈیڑھ کرور پونڈ (۲۲½ کرور روپیہ) کا عطیہ دیا ہے! اخبارات کا بیان ہے کہ راک فیلر کے عطایا کی مجموعی میزان ۱۰ کرور ۳۰ لاکھ پونڈ (ایک ارب ۵۴½ کرور روپیہ) تک پہنچ چکی ہے،

عباسیہ و تیموریہ کے ہم مذہبون کو اگر استخوان فروشی سے فرصت ہو تو کبھی کبھی ان واقعات حاضرہ پر بھی نظر کر لیا کرین،

فرینچ اکاڈیمی (پیرس) نے حال مین اعلان کیا ہے کہ جو شخص اس سال مین کسی دوسرے سیارہ کے باشندون سے نامہ و پیام کا طریقہ دریافت کردے، اسے ایک لاکھہ فرنیک (فرانس کا ایک سکہ) انعام ملیگا، اہل فرانس کی ہمت و فکر کی یہ بلند پردازی و آسمان پیمائی بے شبہہ قابل داد ہے لیکن اگر یہی رقم روے زمین پر امن وسکون قائم رکھنے کی کوشش مین صرف کیجاتی تو تمام دنیا اور یورپ کے حق مین اس سے کہین زیادہ مفید ہوتا -

---

یورپ کی ہمت و قوت اختراع کے امتحان کا اصلی وقت وہ ہوگا، جب کرۂ ارض اور اس نودریافت سیارہ کے باشندون کے درمیان سلسلۂ جنگ چھڑیگا، اور آسمان و زمین کی درمیانی فضا، عرش نشین و خاک نشین فریقین کی آتشباریون اور جہانسوزیون کی تماشاگاہ بنی ہوگی! حیرت، اور حیرت سے زیادہ عبرت کا مقام ہے کہ جن دماغون کی پرواز فکر کے لئے فضاے ارض ناکافی ہے، اور جنکی بلند ہمتی کا جوش سقف فلک سے ٹکرا رہا ہے، وہ اتنی بات پر قادر نہین کہ روے زمین پر نہ سہی، یورپ ہی مین، یورپ بھر مین نہ سہی، اسکی کسی ایک سلطنت مین، سلطنت بھر مین نہ سہی، اسکے کسی بڑے صوبہ مین، امن وسکون کی حکومت قائم رکھہ سکین، گلستان کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانون مین ہوچکا ہے. کیا ابتک محقق شیراز کا یہ مشہور شعر فرینچ اکاڈیمی کے فاضل ارکان کی نظر سے نہین گذرا ؟

تو کار زمین رانکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

اخبارات مین یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ امریکہ مین نہایت عظیم الشان پیمانہ پر لاکھون بلکہ

کروڑون روپیہ کے تخمینۂ مصارف کے ساتھ ایک انجمن انسدادِ مے نوشی قائم ہوئی ہے جس نے اپنی عملی زندگی کا یہ نصب العین رکھا ہے کہ دنیا مین شراب کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہنے پائے، مغرب کی زرپرستی کو دیکھتے ہوے یہ باور کرنا تو محال ہے کہ اس سے شراب کی تجارت قطعاً مسدود ہو جائیگی، تاہم اس مقصد مین جس حد تک بھی کامیابی ہو، امریکہ کا یہ عزم و ولولہ بہرصورت قابل داد و مستحق ستائش ہے لیکن غور کرو کہ امریکہ کا مذہب مسیحی ہے، جسکے ہان مے نوشی حرام نہین، اقتصادی حیثیت سے دیکھو تو امریکہ کے لاکھون افراد کا ذریعہ معاش اسی کا کاروبار ہے، تمدنی حیثیت سے نظر کرو تو مغربی تہذیب و معاشرت کا آب و رنگ تمامتر یہی بنت العنب ہے، اخلاقی پہلو کو لو تو مغرب کے نظام اخلاق مین بادہ نوشی کوئی معمولی معصیت بھی نہین، غرض امریکہ کو انسداد میکشی پر متوجہ ہونے کی مذہبی، اخلاقی، تمدنی، اقتصادی، کسی وجہ سے کوئی وجہ نہین ہو سکتی تھی، بااین ہمہ وہ بکمال اہتمام و حوصلہ مندی اسپر کمربستہ ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ اسکے مقابلہ مین اس قوم کا طرز عمل کیا ہے جسکی الہامی کتاب مین اسے "عمل الشیطان" سے تعبیر کیا گیا ہے اور جسکے ائمۂ شریعت نے اسے "ام الخبائث" کا لقب دیا ہے؟

برٹش انڈیا کے مسلمان ہی نہین، بلکہ اسلامی ریاستون، رامپور، بھوپال، وحیدرآباد، اور اس سے بڑھکر اسلامی ممالک، ٹرکی، مصر، عراق، ایران، شام، عرب، اور سب سے بڑھکر خاص ارض حرم کے مدعیان حمایت اسلام، صداقت و دیانت کے ساتھ اسکا جواب دین!

سیلون کے ایک مایۂ ناز فرزند، ڈاکٹر اے، کے، کمارسوامی، جو یورپ مین اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدت ہوئی کہ وہین متوطن ہو گئے، کچھ عرصہ سے بوسٹن (امریکہ) کے دارالعجائب فنون لطیفہ کے شعبہ متعلق بہ ہندوستان کے مہتمم ہین، اور یورپ و امریکہ مین مشرقی علوم و فنون کے ایک متبحر و مستند عالم تسلیم کئے جاتے ہین، حال مین انھون نے امریکہ کے مشہور ترین دارالعلوم ہارورڈ یونیورسٹی

کے سامنے یونیورسٹی مذکور کی دعوت پر ہندوستانی علوم وفنون سے متعلق متعدد لکچر دیئے۔ان لکچرون کا سلسلہ ۱۹-نومبر سے لیکر آخر فروری تک جاری رہا،اور عنوانات ذیل پر انھون نے لکچر دیئے،

(۱) رگ وید، اپنشد، ویدانت، اور یوگ۔

(۲) بودھ مذہب اور جین مذہب،

(۳) وشنو اور شیو کی مذہبی حیثیت،

(۴) ڈراما، موسیقی، رقاصی، اور منظومات رزمیہ،

(۵) صناعی اور ذات، صناعون کا اصلی مرتبہ،

(۶) بودھون کا فن سنگ تراشی،

(۷) برہمنون کا فن سنگ تراشی،

(۸) بودھون اور جینیون کا فن نقاشی،

(۹) راجپوتون اور مغلون کا فن نقاشی،

(۱۰) فن تعمیر۔

مقالات

مسئلہ خلافت

پر

قرآن مجید واحادیث نبوی کی تصریحات

(۲)

(۲) صحاح کی صحیح ومحفوظ روایتیں "ما اقاموا الدین" یا "ما حکموا فعدلوا" وغیرہ الفاظ کے ساتھ مشروط ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک قریش میں خلافت کی اہلیت وصلاحیت باقی رہے گی وہ اسپر قابض رہینگے جیسا کہ علامہ ابن حجر اسکی تائید مین لکھتے ہین۔

(قلت) ولا یلزم من عدم انکارھم صحۃ انکارہ　　　مین کہتا ہون لوگون کے سکوت سے حضرت معاویہ کے انکار قول عبد اللہ بن عمرو[1]

---

[1] اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت معاویہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کسی نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمرو حدیث بیان کرتے ہین کہ آیندہ زمانہ مین خلافت قریش سے نکلکر ایک قحطانی کے ہاتھ مین چلی جائیگی۔ یہ سنکر حضرت معاویہ غضبناک ہوئے اور کہا۔

فانہ بلغنی ان رجالا منکم یحدثون احادیث لیست فی	مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ ایسی باتین بیان کرتے ہین جو نہ تو
کتاب اللہ ولا توثر عن رسول اللہ صلعم واولئک	قرآن مجید مین ہین اور نہ احادیث نبوی مین یہ لوگ جاہل ہین تم
جہالکم فایاکم والامانی التی تضل اھلہا فانی سمعت	ان خیالات سے بچو جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہین۔ مین نے رسول اللہ
رسول اللہ صلعم یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم	صلعم کو فرماتے ہوئے سنا۔ امارت قریش مین ہوگی جو اسبارہ مین جھگڑیگا
احد الا کبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا الدین ۔ صحیح بخاری	خدا اسے ذلیل کریگا۔ جب تک قریش دین کو قائم رکھین۔

تمام لوگ حضرت معاویہ کی تقریر سنکر چپ ہو رہے کسی نے انپر اعتراض نہین کیا جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید تمام لوگ حضرت معاویہ کی اس رایت سے متفق تھے علامہ ابن حجر نے اس عبارت مین اسی شبہ کو صاف اور اصل حقیقت کو واضح کیا ہے اور ساتھ ہی ابن التین کے قول سے اپنی تائید حاصل کی ہے

معاویة ماذکرہ عبد اللہ بن عمرو وفقد	(خلافت غیر قریش) کی صحت نہین ثابت ہوسکتی۔ ابن التین نے
قال ابن التین الذی انکرہ معاویة	کہا کہ معاویہ نے جسکا انکار کیا اسکو اصل حدیث کا فوی
فی حدیثه مایقویه لقوله "ما اقاموا	ملکڑہ (ما اقاموا الدین) ثابت کرہاہے کیونکہ اس قید سے
الدین" فربما کان فیھم من لا یقیمه	معلوم ہوتاہے کہ جب قریش مین ایسے خلفا ہونگے جو دین کو
فیتسلط القحطانی علیه وھو کلام مستقیم	قائم کہین تو بے شبہہ انپر ایک قحطانی (غیر قریش) مسلط ہوجائیگا
	انسے خدا کی یہ نعمت (خلافت) چھن جائیگی اور یہ بالکل صحیح ہے۔

(۳) الائمة من قریش کے لفظ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق کی جو روایت بیان کیجاتی ہے وہ روایت منقطع ہے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہین۔

سلہ حضرة ابو بکر کی یہ روایت صحیحین مین نہین سند احمد بن حنبل مین ہے، لیکن اگر اسکو صحیح تسلیم کیا جاے تو سخت تعجب ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین آپ نے اس سے کیون استدلال نہین کیا۔ وہان جس امر پر اختلاف رفع ہوا وہ قریشیت نہین بلکہ حضرت ابو بکر کی فضیلت تھی۔ مسند احمد کی مرویات ابی بکر صدیق مین ایک روایت آپکی ہے جسکے الفاظ یہ ہین۔

قریش ولاة ھذا الامر فبر الناس تبع لبرھم	قریش امارت کے والی ہین اچھے لوگ انکے اچھون کے
وفاجرھم تبع لفاجرھم	تابع ہین اور برے لوگ انکے برون کے۔

اس روایت کا ماحصل بھی بجز اسکے اور کچھ نہین کہ اس مین قریش کی قدیم ریاست وسطوت کا تذکرہ مقصود ہے اسکو کسیطرح امر وحکم کے معنی مین نہین لیا جاسکتا۔ اور درحقیقت واقعہ بھی یہی معلوم ہوتاہے منتخب کنز العمال مین اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جسکو حاکم وبیہقی نے بھی لیا ہے

عن علی کان ھذا الامر فی حمیر فنزعه اللہ	امارت حمیر مین تھی، اللہ تعالی نے ان سے چھین کر قریش کو
منھم وجعله فی قریش وسیعود الیھم۔	دیا اور پھر عنقریب انمین لوٹ جائیگی۔

کیا اس سے محض بیان واقعہ کے سوا اور کچھ بھی مقصود ہوسکتا ہے؟ یہی حال الائمة من قریش کا بھی ہے اس سے زیادہ کچھ نہین واللہ اعلم بالصواب

سلہ برحاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد دوم مطبوعہ مصر

ومن حدیث ابی بکر الصدیق بلفظ الائمۃ	الائمہ من قریش کے لفظ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق سے
من قریش، رجالہ رجال الصحیح ولکن	جو روایت ہے، اگرچہ اسکے رجال، رجال صحیح نظر آتے
فی سندہ انقطاع	ہین لیکن اسکی سند مین انقطاع ہے۔

اصل یہ ہے کہ خلافت کے لیے محض قریشی ہونا کوئی چیز نہین۔ اصلی سوال دوسرے لوازم وضروریات کا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر قریشی وغیر قریشی دعویدار خلافت دوسرے شرائط کے لحاظ سے بالکل برابر ہون تو ایسی صورت مین قرشیت بے شبہہ سبب ترجیح بن سکتی ہے۔

درحقیقت جیسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ کے لیے صاحب عقل وبصیرت، مدبر ومعاملہ فہم اور آزاد وبا اختیار ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ نیز اسکی ذاتی وجاہت وخصوصیت کے علاوہ اسکو ایسی قوم وجماعت سے بھی ہونا چاہیے جسکی شرافت وریاست مسلم ہو اور عام لوگون مین اُسکا شرف واقتدار قائم ہو عقلاً ونقلاً یہی شرائط ولوازم صحیح معلوم ہوتے ہین کیونکہ ان کے بغیر وہ حقوق وفرائض خلافت کسی طرح ادا نہین کر سکتا۔ آغاز اسلام سے اسوقت تک کی تاریخ کا مطالعہ کرو، وہ بھی ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے خلفاء اربعہ کے بعد بنو امیہ وران کے بعد بنو عباس سبھون نے انھی شرائط ولوازم کی مدد سے خلافت حاصل کی۔ اور تمام دنیاے اسلام مین انکی خلافت مسلم قرار پائی دولت عباسیہ کی کمزوری کے زمانہ مین، فاطمی سلاطین مصر خلافت کے دعویدار ہوے اور عالم اسلامی کے ایک بڑے حصہ اور عرب نے انکی خلافت کو تسلیم کیا۔ بنو عباس کے ذریعہ سے جسطرح ترکونکو خلافت ملی کیا اسمین انکے عام اقتدار واثر، قوت وشوکت اور تدبر وسیاست کو دخل نہین ہے؟

بعض سطحی النظر اشخاص نے اس اتفاقی واقعہ سے کہ آج تک غیر قریشی سلاطین اسلام مین سے ترکون کے سوا کسی نے بھی خلافت کا دعویٰ نہین کیا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قریش کے سوا کسی کا دعویٰ خلافت صحیح نہین اس لیے کسی غیر قریشی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہین کی اور اسطرح وہ بزعم خود الائمۃ من قریش کے دعوے کو تاریخی

حیثیت سے بھی تقویت پہونچاتے ہین۔

لیکن یہ سراسر ایک مغالطہ ہے۔ ترکونکو خلافت بنوعباس سے ملی ہے۔ گو جس فتح سے ترکونکو یہ منصب نصیب ہوا وہ عباسیون کے مقابلہ مین نہ تھی مصری سلاطین کے مقابلہ مین تھی لیکن اسوقت تک خلافت اسلامی کا تعلق عباسیون ہی سے تھا عباسیون کی حکومت مٹ گئی تھی لیکن انکی عربیت اور رسول اللہ صلعم کی ہم نسبی کا یہ اثر باقی تھا کہ وہ خلیفۃ الاسلام کہلاتے تھے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین۔ پھول مرجھاتے ہی خس و خاشاک نہین ہو جاتا۔ انکا جو اثر و اقتدار تھا وہ رفتہ رفتہ کچھ دنون کے بعد فنا ہوا۔

ترکونکے اس عروج کے بعد سے آج تک تمام عالم اسلامی مین کوئی انکا مقابل و ہمسر نہین اٹھا، انکی قوت و شوکت سب سے بڑھی ہوئی تھی، عالم اسلامی کا اکثر حصہ اور تمام اماکن مقدسہ اسلامیہ انکے زیر نگین تھے، ان حالات مین کوئی دوسرا حکمران اسلام کس برتے پر مدعی خلافت ہوتا۔ کیا سلاطین ہند دہلی و آگرہ کی شرافت پر خلافت کا دعوے کرتے؟ کیا سلاطین ایران شیراز و اصفہان کی بنیاد پر خلافت اسلامی کا دعوی کرتے کیا الجزائر اور ٹیونس کی محدود و بے اثر ریاستین خلافت اسلامی کا علم بلند کرتین۔

حقیقت یہ ہے کہ ترکون کے سوا کسی اور قوم کے حالات ایسے نہ تھے کہ وہ خلافت کا استحقاق رکھتی ہو، انھون نے اسلام کی اشاعت و حفاظت کے لیے جو کوششین کی ہین ہم انکو یہان بیان کرنا نہین چاہتے لیکن یہ ضرور کہینگے کہ یہ انکے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج تک خلافت اسلامی انہین باقی ہے۔ گو ایک طویل زمانہ تک شافعی اور مالکی انکی خلافت کو تسلیم نہ کرتے تھے لیکن آخر مین وہ سب بھی انکی خلافت کو تسلیم کرنے لگے اور آج بے خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ سلطان المعظم متفق علیہ خلیفۃ المسلمین ہین۔

ہم عرب کی شرافت کے منکر نہین لیکن انکے فہم و تدبر اور سیاسی اہمیت و عظمت کو بھی کسیطرح تسلیم نہین کرسکتے۔ عرب جب سے گرے پھر وہ اٹھ نہ سکے۔ وہ عرب سے نکلے۔ ساری دنیا مین انھون نے تمدن کو پھیلایا لیکن خود بہت جلد اپنی قدیم غیر متمدن حالت کی طرف لوٹ گئے۔ اور آج غالبًا اس خیال مین

تمام دنیا ہمارے ساتھ ہے۔

انعقاد خلافت

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اسلام نے نصب خلیفہ کی کیا کیا صورتین متعین کی ہین۔ اس بارہ مین جہانتک معلوم ہے قرآن مجید مین کوئی صریح حکم نہین۔ اجمالی طور پر ایک جگہ ہے۔

وامرھم شوری بینھم — انکے کام باہمی مشورہ سے ہوتے ہین

بعض مفسرین یہان امر کو حکومت کے معنی مین لیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہی آیت اسلامی جمہوریت کا سنگ بنیاد ہے۔ اس تخصیص مین کوئی ہرج نہین۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن ہمین بھی کوئی مضائقہ نہین معلوم ہوتا کہ ہم امر کو خاص حکومت کے بجاے تمام اجتماعی و معاشرتی امور کے معنی مین لین اور یہ کہین کہ مسلمانون کے تمام اجتماعی کام جنکا تعلق ہر فرد قوم سے ہو باہمی مشورہ و تبادلہ خیالات سے طے ہونا چاہئین۔ بہرحال یہ تو ضرور ہے کہ خلافت اسلامی اہل اسلام کے باہمی مشورہ یا انکی رضامندی سے بے نیاز نہین رہ سکتی۔

احادیث نبوی مین بھی اسکا کوئی خاص متعین طریقہ نہین بتایا گیا البتہ اطاعت حکام و امرا کی احادیث مین ضمناً اسکی بھی تعلیم دیگئی ہے کہ جماعت کثیر کا جو فیصلہ ہو ہر شخص کو اسکے آگے گردن ڈالدینا چاہیے اور اسکی مخالف صورت مین آخرت کی سخت وعیدین سنائی گئی ہین بعض احادیث مین یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالی جماعت کے ساتھ ہے۔

ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ لامحالہ ہم صحابہ کرام کے عمل اور علماے امت کی راے سے اسکی صورتین متعین کرینگے۔ اب دیکھو رسول اللہ صلعم کے بعد خلافت کا سوال اُٹھا اور صحابہ کرام مین اختلافات پیدا ہوے تاریخ اسلام مین سقیفہ بنی ساعدہ کی تاریخی مجلس وامرھم شوری بینھم کا ایک عملی مظہر تھی انصار و مہاجرین اپنی شاندار خلافت اسلامی کے باعث نبی صلعم کی خلافت کا خیال پیدا کرسکتے تھے۔ چنانچہ

وہان سخت مباحثہ پیش آیا، طرفین سے اپنے فضائل و مناقب کی بنا پر استحقاق خلافت کی دلیلین پیش کیجانے لگین۔ بالآخر حضرت ابوبکرصدیق پر تمام لوگونکا اتفاق ہوا۔ ایک صورت تو انعقاد خلافت کی تمام ارباب حل وعقد، علماے ورؤساء قوم نے حضرۃ ابوبکرصدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ اپنی وفات کے وقت کسی کی خلافت کے لیے وصیت کرجاے اس صورت مین وصیت کرنے والے کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جسکی نسبت وہ وصیت کررہاہے ایسا باثر و اقتدار شخص ہو جسپر تمام لوگونکا اتفاق ہوسکے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ چند لوگون کے نام پیش کردے کہ وہ لوگ اپنی جماعت مین سے جس کسی کو چاہین خلیفہ اسلام منتخب کرلین۔ اس صورت مین نامزد شدہ لوگونکو اتنا باثر داقتدار اور صائب الراے ہونا چاہیے کہ انکے فیصلہ پر تمام مسلمان متفق ہون اور عام طور پر انکی راے سے اختلاف نہ کیا جاے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی باثر، صاحب قوت واقتدار، مدبر و معاملہ فہم از خود تخت خلافت پر قابض ہوجاے اور پھر ارباب حل وعقد، علماء ورؤساء قوم اسکی بیعت کرلین۔ ایسے شخص کی بھی خلافت صحیح ہوگی شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین۔

وينعقد الخلافة بوجوه، ببيعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء وامراء الاجناد ممن يكون له راى و نصيحة للمسلمين كما انعقدت خلافة ابى بكرؓ وبان يوصى الخليفة الناس به كما انعقدت خلافة عمرؓ او يجعل شورى بين قوم كما	خلافت چند طریقون سے منعقد ہوتی ہے۔ ارباب حل وعقد، علماء ورؤساء اور سرداران لشکر جو صاحب راے اور بہی خواہ اسلام ہون انکی بیعت سے جیسے حضرت ابوبکر کی خلافت۔ یا یہ کہ خلیفہ سابق وصیت کرجاے جیسے حضرت عمر کی خلافت، یا یہ کہ خلافت چند لوگون کے مشورہ کے سپرد کردیجاے کہ وہ اپنے

کان عند انعقاد خلافۃ عثمان بل علیؓ	مین سے جسکو چاہین منتخب کرین جیسے حضرت عثمانؓ اور
ایضًا، او استیلاء رجل جامع للشروط	حضرت علیؓ کی خلافت۔ یا یہ کہ کسی ایسے شخص کا غلبہ
علی الناس وتسلط علیھم کسائر الخلفاء	و تسلط جسمین خلافت کی ضروری شرطین پائی جاتی ہون جیسے
بعد خلافۃ النبوۃ۔	خلافت نبوی کے بعد تمام دوسرے خلفاء کی خلافت۔

خلفاے اربعہ کے بعد جو خلفا ہوے اونکی خلافت پر صرف یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اوسکے انعقاد کی صورت خلفاے راشدین سے مختلف تھی، یعنی اونکو جمہور اہل اسلام نے یہ منصب نہین دیا بلکہ وہ خود شخصی طور پر خلیفہ بنگئے، جو صحابہ کے طرز عمل کے بالکل مخالف تھی، لیکن شاہصاحب کی عبارت کے اخیر ٹکڑے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی انعقاد خلافت کی ایک صورت ہے، اور جو شخص اس طریقہ سے خلیفہ ہوا اوسکی خلافت سے انکار نہین کیا جاسکتا، حضرت عمر بن عبد العزیز جو ہمہ تن مذہب تھے وہ بھی اسی طریقہ سے خلیفہ مقرر ہوے تھے، حقیقت یہ ہے کہ جب قرآن و حدیث مین انعقاد خلافت کی کوئی صورت متعین نہین کی گئی تو مسلمانون کا طرز عمل ہی اسکا فیصلہ کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خود خلفاے راشدین کے زمانہ مین اسکے مختلف طریقے اختیار کیے گئے اور اون پر کسی نے اعتراض نہین کیا۔ اس بنا پر بنو امیہ، بنو عباس، فاطمی سلاطین مصر اور ترک سب کے سب خلفاے اسلام ہین، اور ہر حال مین اونکی اطاعت کرنا اور اونکے ساتھ عقیدت رکھنا، مسلمانون کا فرض ہے۔

خلافت کے حقوق و فرائض

آغاز مضمون مین اجمالاً یہ بتایا جاچکا ہے کہ خلافت کے فرائض مین مسلمانون کے ان تمام شعبہاے زندگی کا انتظام و انصرام داخل ہے جنکی باگ خود رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین تھی اگر اس مسئلہ کی پوری تفصیل و تشریح کیجاے تو اسقدر پھیل جائیگی کہ مستقل رسالہ تیار ہوجائیگا لیکن یہان نہ اسقدر تفصیل کی ضرورت ہے اور نہ ہم اسکو مناسب سمجھتے ہین۔ تاہم کسیقدر تشریح ناگزیر ہے ورنہ اصل مسئلہ کا ایک ضروری رخ دھندلا

رہ جائے گا۔

اس بارہ مین قرآن مجید کی حسب ذیل آیت بنیادی حکم ہے۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا	وہ لوگ جنکو ہم زمین پر تمکن کردین، وہ نماز کو قائم کرینگے
الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف	زکوٰۃ دینگے، نیکی کا حکم کرینگے بدی سے روکین گے
ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔	اور ہر کام کا انجام صرف خدا کے لیے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب، اخلاق اور سیاست یہ تمام چیزین خلافت کے دائرہ اقتدار مین داخل ہین اور دنیا جانتی ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک عہد مین جو درحقیقت اسلامی خلافت کاملہ کا زمانہ تھا یہ تمام چیزین عملاً خلفا کے زیر اثر رہین۔ اسکی حاجت نہین کہ ہم اس موقع پر اس عہد کے واقعات کی تفصیلی داستان چھیڑین کیونکہ ان واقعات کا بیشتر حصہ قومی و مذہبی روایات کی حیثیت سے آج بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ البتہ اجمالاً یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کی اشاعت، اوامر و احکام کا نفاذ، مساجد کی آبادی، ملک مین امن قائم رکھنا خراج، عشر، زکوٰۃ اور جزیہ وصول کرنا اسلامی ممالک کی دشمنون کے حملہ سے مدافعت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت وغیرہ یہ تمام فرائض خلیفۃ الاسلام سے متعلق ہین۔ ہم یہان انہین سے صرف اماکن مقدسہ کے مسئلہ کو کسیقدر تفصیل سے بیان کرینگے۔

مسئلہ اماکن مقدسہ

اسلام مین مذہباً جو مقامات مقدس سمجھے جاتے ہین وہ دو قسم کے ہین ایک تو اسکی عام مسجدین جہان مسلمان رات اور دن مین پانچ وقت نماز ادا کرتے ہین انکا تعلق کسی خاص ملک و مقام سے نہین بلکہ مسلمان جہان کہین بھی ہین اور انکی مسجدین ہین وہ سب محترم و مقدس ہین۔ دوسرے وہ قطعات ارض اور مخصوص مقامات جنکے تقدس کی طرف کلام مجید اور احادیث نبوی مین اشارات موجود ہین۔

ہم اس موقع پر صرف اسی دوسری قسم کے اماکن ومقامات سے بحث کرتے ہین۔

جزیرۃ العرب

اس سلسلہ مین سب سے پہلی چیز تو جزیرۃ العرب ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم نے اپنی وفات کے چند گھنٹے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مشرکونکو جزیرۃ العرب سے نکالدو۔ حضرت ابن عباس کی ایک طویل روایت کے آخری الفاظ یہ ہین۔

واوصی عند موتہ بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب، واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم ونسیت الثالثۃ (بخاری کتاب الجہاد)

رسول اللہ صلعم نے وفات کے وقت تین وصیتین فرمائین مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالدو، وفود کی میری طرح خاطر ومدارات کرو، راوی کہتا ہے اور مین تیسری چیز کو بھولگیا،

ابوداؤد مین ایک روایت حضرت جابرؓ سے ہے۔

جابر بن عبد اللہ یقول اخبرنی عمر بن الخطاب انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب فلا اترک فیھا الا مسلما (باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب)

جابر کہتے ہین عمر بن الخطابؓ نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوے سنا ہم یہود ونصاری کو جزیرۃ العرب سے نکالدینگے اور آمین صرف مسلمان رہینگے۔

مسلم مین بھی یہی روایت کسیقدر تغیر الفاظ کے ساتھ ہے۔

عمر بن الخطاب انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب حتی لا ادع الا مسلما (کتاب الجہاد والسیر)

حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوے سنا ہم یہود ونصاری کو جزیرۃ العرب سے نکالدینگے یہانتک کہ اسمین صرف مسلمان ہی رہینگے۔

یہ اسی وصیت نبوی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے زمام خلافت اپنے ہاتھون مین لیتے ہی اسکے پوری کرنے کا مصمم قصد کیا۔ اور اسی بنا پر آپ نے نصاری خیبر کو جلا وطنی کا حکم دیا۔ یہان پر

دوسری باتون سے پہلے اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جزیرۃ العرب کی تحدید از روے روایات و جغرافیہ عرب کیجاے۔

صاحب سنن ابی داود مذکورہ بالاحدیث کے آخرین لکھتے ہین۔

قال سعيد يعني ابن عبد العزيز جزيرة العرب ما بين وادي القرى الى اقصى اليمن الى تخوم العراق

ابن عبد العزیز نے کہا جزیرۃ العرب وادی قری، انتہاے یمن اور حدود عراق کے مابین ہے۔

امام بخاری مذکورہ بالاحدیث کے آخرین لکھتے ہین۔

قال ابو عبد الله قال ابو يعقوب بن محمد سألت المغيرة بن عبد الرحمن عن جزيرة العرب فقال مكة، والمدينة واليمامة، واليمن

ابو یعقوب نے کہا مین نے جزیرہ العرب کے متعلق مغیرہ سے پوچھا، انھون نے کہا مکہ، مدینہ، یمامہ، یمن۔

یہ سب اقطاع عرب کے مشہور مقام اور مرکزی شہرون کے نام ہین، اس کا اور پہلے بیان کا ماحصل ایک ہی ہے، عرب کے مورخین و اہل لغت بھی قریب قریب یہی لکھتے ہین۔ ابن کلبی لکھتا ہے۔

جزيرة العرب من اقصى عدن الى ريف العراق في الطول واما في العرض فمن جدة وما والاها من ساحل البحر الى طرف الشام وتبوك من الحجاز

عدن سے عراق تک طول مین اور جدہ مع اس کے بحری قرب وجوار کے شام تک عرض مین جزیرۃ العرب ہے۔ تبوک حجاز مین داخل ہے۔

قاموس مین لکھا ہے۔

ما احاط به بحر الهند والشام ودجلة والفرات او ما بين جدة الى اطراف الشام طولا ومن جدة الى ريف العراق عرضا

جسکو بحر ہند، شام اور دجلہ وفرات احاطہ کیے ہوے ہے جزیرۃ العرب ہے یا یون سمجھو کہ جدہ سے اطراف شام تک طولا اور جدہ سے عراق تک عرضا جو زمین ہے وہ جزیرۃ العرب ہے

جزیرۃ العرب کے جو ساحلی مقامات ہین ان سے اسکی قدرتی تحدید ہو جاتی ہے مثلاً مغرب مین بحر احمر، جنوب مین بحر ہند لیکن جو حد و د غیر متعین ہین وہ مشرقی و شمالی ہین۔ گذشتہ بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حدود شام و عراق سے متصل جو حصہ زمین ہے وہ داخل عرب ہے لیکن اس اجمالی بیان سے صحیح طور پر حدود نہین متعین ہو سکتے اور اس زمانہ کے صحیح حدود کا متعین کرنا کسیقدر دشوار بھی ہے تاہم چند ایسی چیزین ہین جس سے عرب کے آخری حدود کا پتہ چلتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب تدین عرب کے جھگڑے کو حضرت ابو بکر چکا چکے تو فتوحات کی طرف توجہ ہوئی اور شام و عراق دونون جانب لشکر روانہ کرنا شروع کیے گئے۔ ہم پہلے اسی لشکر کے نشان راہ سے عرب کے حدود کو بتانا چاہتے ہین۔

مختلف اسباب کی بنا پر عراق مین عرب قدیم زمانہ سے آباد ہونے لگے تھے۔ قبیلہ معد بن عدنان کی بہت سی نسلین وہان آباد تھین اور رفتہ رفتہ وہان ایک عربی ریاست کی بنیاد پڑ گئی تھی جس کا دار السلطنت حیرہ تھا اس ریاست کے وجود نے ان علاقون کو عرب کا ایک ٹکڑہ بنا دیا تھا۔ قبائل عرب جو یہان آباد تھے انکی آبادی قادسیہ، حیرہ سے دجلہ و فرات کے کنارون تک بادیہ شام سے متصل پھیلی ہوئی تھی۔ جہان تک یہ آبادی تھی وہی عرب کی آخری سرحد تھی گویا یہ آبادی عرب اور عراق کا موقع اتصال تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب کے ایک فرمان سے اسکا صاف ثبوت ملتا ہے۔ یہ فرمان سعد بن ابی وقاص کے نام تھا۔

> شراف سے آگے بڑھکر قادسیہ[1] مین مقام کرو اور اس طرح مورچے جماؤ کہ سامنے عجم کی زمین اور پشت پر عرب کے پہاڑ ہون تاکہ فتح ہو تو جہانتک چاہو بڑھے جاؤ اور خدانخواستہ دوسری صورت پیش آئے تو ہٹ کر پہاڑون کی پناہ مین آسکو۔

ہم نے ان عربون کی آبادی دجلہ و فرات کے کنارون تک بتائی ہے اور اس بنا پر عرب کی سرحد کو

[1] الفاروق حصہ اول صفحہ ۹۶ [2] یہ کوفہ سے پینتیس میل پر ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

اس سلسلہ آبادی کے خاتمہ پر قرار دیتے ہین عرب جغرافیہ دلغت نویسونکی راے بھی اسی کی تائید کرتی ہے تینے صاحب قاموس و ابن الکلبی کا لفظ "ریف العراق" ابھی پڑھا ہے۔ ریف عربی زبان مین اس سرزمین کو کہتے ہین جو پانی سے قریب ہونیکے باعث تروتازہ اور قابل زراعت ہو۔ دجلہ و فرات ہی کے قریب اس زمین کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے۔

فقہانے بھی جو تحدید ارض عرب کی کی ہے وہ یہی ہے چنانچہ ہدایہ باب العشر والخراج مین لکھا ہے

ارض العرب کلھا ارض عشر وھی ما بین العذیب الی اقصی حجر بالیمن و بمھرۃ الی حد الشام۔	ارض عرب سب کی سب ارض عشر ہے اور وہ عذیب سے انتہاے یمن اور مہرہ (حضرموت) سے حدود شام تک ہے۔

عذیب قادسیہ سے متصل ایک وادی ہے جس سے گذرنیکے بعد جو پہلا مقام ملتا ہے وہ قادسیہ ہے۔ چنانچہ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ مین (مکہ سے بغداد) لکھتا ہے

ثم نزلنا موضعا یعرف بالعذیب وھو واد مخصب علیہ عمارۃ وحولہ فلاۃ خصبۃ فیھا مسرح للبصر ثم نزلنا القادسیۃ	پھر ہم عذیب پہونچے، یہ ایک سرسبز وادی اور اسمین کسیقدر آبادی بھی ہے جسکے چارون طرف سرسبز میدان ہے جسکو نگاہ کی سیرگاہ کہنی چاہیے، پھر ہم یہان سے قادسیہ پہونچے

فلسطین کی طرف سرحد عرب کی تعیین بھی ہم اسی طرح کرسکتے ہین۔ حضرت ابو بکر نے عمرو بن العاصی کو ایلہ کی راہ سے فلسطین پر حملہ کرنے کی لیے روانہ کیا موقع پر پہونچکر حضرت عمرو بن العاصی نے دشمن کی کثرت افواج وطاقت کی اطلاع دی، جسپر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو عراق سے شام کی طرف متوجہ ہونیکا حکم دیا۔ اس سلسلہ مین علامہ بلاذری لکھتے ہین۔

قالوا اول وقعۃ کانت بین المسلمین وعدوھم بقریۃ من قری غزۃ یقال لھا دا (فتوح البلدان)	لوگون نے کہا سب سے پہلی جنگ جو مسلمانون اور ان کے دشمنونمین واقع ہوئی وہ غزہ کے ایک گاؤن واثن نام مین ہوئی

اگرچہ اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ دا ثن عرب اور فلسطین کی یقینی سرحد ہے تاہم یہ ضرور ہے کہ اسی سے متصل سرحد ہوگی کیونکہ ان علاقون پر عرب سے باہر مسلمانونکا یہ پہلا حملہ ہے دوسرے اہل فلسطین نے بھی حتی الامکان اپنے ملک کی آخری سرحد پر اسلامی فوجونکا مقابلہ کیا ہوگا۔

عرب کی طرف شام کی آخری جگہ کو ابن بطوطہ لکھتا ہے (یہ وہ موقع ہے کہ ابن بطوطہ شام کی سیاحت سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا ہے)

ثم ارحلنا الی معان وھو اٰخر بلاد الشام — پھر ہم معآن کیطرف روانہ ہوے جو بلاد شام کا آخری مقام ہے

ان سب کے آخرین اب ہم جدید جغرافیانہ تحقیقات کو بھی لکھ دینا مناسب سمجھتے ہین۔ مصنفین انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لکھتے ہین۔

> عرب کی شمالی تحدید مشکل ہے، محققین العریش سے شروع کرتے ہین، اشمال مین سرحد فلسطین درمیان بحر میت (ڈیڈسی) وخلیج عقبہ ختم ہوکر شمال کی طرف شامی سرحد کے قریب تدمر پھر مشرقی جانب کنارۂ فرات اور پھر شمالی ومشرقی دہانہ شط العرب، پھر خلیج فارس صحرائے شام عرب مین داخل ہے ملخصاص ۲۵۴ ج ۲۔

جزیرۃ العرب کے احکام

چونکہ یہ اسلام کا مولد ومنشا اور اہل اسلام کی مذہبی سرزمین ہے جسکو غیر قومون کے اثر سے ہر طرح محفوظ رہنا چاہیے اسلیے یہان غیرونکے داخلہ کے لیے چند قیود وشرائط لگادیے گئے۔ اسمین بعض مقامات تو ایسے ہین جہان غیر مسلم کا داخلہ قطعاً ممنوع ہے مثلاً مکہ مکرمہ، اسکی بنیاد قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا — تمام مشرکین نجس وناپاک ہین اسلیے وہ اس سال کے بعد سے مسجد حرام کے قریب نہون۔

---

[۱] ارض القرآن۔ مولانا سید سلیمان ندوی۔ رجم اول۔

اس آیت مین اگرچہ صرف لفظ مسجد مذکور ہے مگر اس سے مراد تمام مکہ معظمہ ہے جیسا کہ ابن جریر کی روایت ہے۔

قال عطاء الحرم کله مسجد وقبلة قال فلا یقربوا المسجد لم یعن المسجد وحده انما عنی مکة والحرم۔	عطا نے کہا حرم تمام تر مسجد و قبلہ ہے آیت فلا یقربوا الخ مین محض مسجد مراد نہین بلکہ تمام مکہ و حرم مقصود ہے۔

اور یہ بالکل صحیح ہے ورنہ آگے یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی

ان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله	اگر تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو خدا عنقریب اپنے فضل سے تمکو غنی کر دیگا۔

مدینہ طیبہ، یہان داخل تو ہو سکتے ہین لیکن تین راتون سے زیادہ قیام نہین کر سکتے

عن اسلم[۲] ان عمر بن الخطاب ضرب للیهود والنصاری والمجوس بالمدینة اقامة ثلاث لیال یتسوقون بها ویقضون حوائجهم ولا یقیم احد منهم فوق ثلاث لیال (رواه عبد الرزاق فی الجامع)	اسلم سے مروی ہے حضرت عمر بن الخطاب نے یہود نصاری اور مجوس کو مدینہ مین تین رات تک ٹھہرنیکی اجازت دی کہ وہ بازاری کاروبار اور اپنی ضروریات پوری کرلین۔ لیکن انین سے کوئی اس سے زیادہ وہان اقامت نہین کر سکتا۔

بقیہ عرب مین کفار داخل ہو سکتے ہین وہ اپنے تجارتی مشاغل جاری رکھ سکتے ہین لیکن وہان توطن اختیار نہین کر سکتے۔ اسی بنا پر حضرت عمر نے یہود خیبر کو جلا وطن کیا تھا۔

---

[۱] اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین کے لیے جب منع دخول حرم کی آیت نازل ہوئی تو بعض مسلمانون کو خیال ہوا کہ جب مشرکین (جو بذریعہ تجارت یہان آتے تھے) داخل نہو سکینگے تو ہمارا کاروبار کیونکر چلیگا۔ ابن جریر

[۲] منتخب کنز العمال برحاشیہ احمد بن حنبل مطبوعہ مصر

عن ابن شهاب قال قال رسول الله صلعم	ابن شہاب سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے
لا یجتمع دینان فی جزیرة العرب ففحص	جزیرۃ العرب مین دو دین جمع نہین ہو سکتے حضرت
عمر بن الخطاب عن ذلک حتی اتاہ الثلج	عمر نے پہلے اسکی تصدیق تو ثیق چاہی کہ ایسا رسول اللہ
والیقین ان رسول الله صلعم قال لا یجتمع	صلعم نے فرمایا یا نہین جب آپکو اسکا پورا یقین آگیا
دینان فی جزیرة العرب فاجلی یهود خیبر	کہ آپ نے یہ فرمایا تو یہود خیبر کو جلا وطن کر دیا۔

(فتوح البلدان ذکر خیبر)

نصاری نجران (واقع یمن) کو بھی آپ نے اسی بنا پر جلا وطن کیا۔

عن عمر بن عبد العزیز ان رسول الله صلعم	حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے رسول اللہ
قال فی مرضه لا یبقین دینان فی ارض	صلعم نے بیماری کی حالت مین فرمایا عرب مین دو دین نہ
العرب فلما استخلف عمر بن الخطاب	باقی رہین پھر جب حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوے تو آپ نے
اجلی اهل نجران الی النجرانیة (العراق)	اہل نجران کو عراق کی طرف جلا وطن کر دیا اور ان کی
واشتری عقاراتهم واموالهم (فتوح البلدان ذکر نجران)	جائداد و مال کو بقیمت خرید لیا۔

ارض سینا، فلسطین، شام اور عراق

خاص جزیرۃ العرب کے علاوہ حوالی عرب کے مذکورہ بالا مقامات بھی اماکن مقدسہ مین داخل ہین۔ شام و فلسطین کا جو علاقہ ہے وہ تمام انبیاء سابقین کا مولد و منشا ہے اسلیے اسلام نے اسکو مقدس متبرک اور معراج نبوی کی پہلی منزل قرار دیا۔

سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجد	پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات مین مسجد حرام سے
الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا	مسجد اقصی (شام) کی طرف جسکے حوالی کو برکت دی ہے
حوله لنریه من آیاتنا (القرآن الحکیم)	لیگئی تاکہ اسکو اپنی نشانیان دکھائے۔

ایک حدیث مین اس مسجد کی فضیلت آئی ہے اور رسول اللہ صلعم نے اسکو اپنی مسجد (مسجد نبوی مدینہ) اور مسجد حرام (مکہ) کے برابر رتبہ دیا ہے

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلعم قال لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام، ومسجد الرسول ومسجد الاقصی (بخاری شریف)	ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا نبی صلعم نے تین مسجد ونکے سوا کسی اور مسجد کے لیے نہ سفر کرو مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی،

اسکے علاوہ یہ مسجد ایک مدت تک مسلمانونکا قبلہ رہی ہے اور وہ اسکی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھتے رہے ہین۔ نیز کیا یہ نسبت کم ہے کہ وہ سرزمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دار الہجرۃ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح علیہ السلام کا مولد ومنشا ہے۔

ارض سینا کا تقدس اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے اسکو اپنی تجلیات کے لیے مخصوص کیا اور ایک جلیل القدر پیغمبر (حضرت موسی علیہ السلام) کو اسکے ادب واحترام کا حکم دیا۔

یاموسی انک بالوادی المقدس طوی فاخلع نعلیک	اے موسی تم وادی مقدس (طوی) مین ہو جوتہ اتار دو

اسی سرزمین مین وہ مقدس کوہ طور بھی واقع ہے جہان حضرت موسی علیہ السلام کو تورات کے احکام عشرہ بصورت الواح ملے تھے اور اسکی اسی خصوصیت کی بنا پر حضرۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہان گئے اور آپ نے اسپر نماز پڑھی ہے۔

عراق کا تذکرہ اگرچہ قرآن مجید مین نہین ہے لیکن یہ سرزمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولد ومنشا ہے اور آپکی مقدس زندگی کے متعدد واقعات جنمین سے بعض کی طرف کلام مجید مین بھی اشارات موجود ہین اسی سرزمین مین پیش آئے ہین۔ اسکے علاوہ اس سرزمین مین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس مزار بھی واقع ہین۔ نجف اشرف اور کربلاے معلی بھی یہین واقع ہے جو مسلمانونکے ایک بڑے فرقہ کی قابل احترام ومتبرک زیارت گاہ ہے۔ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت

سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا جسد خاکی بھی یہین مدفون ہے۔

ان مذہبی خصوصیات کے علاوہ عراق و شام کو مسلمانونکی تاریخی و قومی روایات کی حیثیت سے بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ شام مین دمشق عربی تمدن کا گہوارہ ہے اس علاقہ مین اسلام کے سیکڑون مشاہیر علماء و فضلا، ائمہ و صلحا نیز صحابہ کرام اور بالخصوص اہلبیت کی قبرین ہین۔ اسکا چپہ چپہ اسلامی یادگارون سے بھرا ہوا ہے۔ عباسی خلافت کا نشو و نما عراق ہی مین ہوا چند صدی تک اسلامی خلافت کا مرکز اسی خطہ کا مشہور شہر بغداد رہا۔ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ دوم کے آباد کیے ہوے شہر ہین اور ان مین مسلمانونکی خالص آبادی ہے اس علاقہ مین قدم قدم پر اسلام کے نامور فرزند علما و صلحا، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے آثار و مقابر ملینگے۔ ان اسباب سے ان علاقون کے ساتھ مسلمانون کو ایک خاص وابستگی ہے جسکو مذہبی و قومی دونون حیثیتین حاصل ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ ان مقامات پر کسی غیر مسلم کا قبضہ اسلام اور مسلمانون کے زاد بوم پر قبضہ ہے جسکے بعد اسلام کا دنیا مین کوئی وطن نہوگا۔ اور اس حالت کا نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا وہ یہودیت کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ جب یہودیونکا وطن ان کے قبضہ سے نکلا تو ساتھ ہی انکی قومیت کا شیرازہ بھی بکھر گیا اور انکے دفتر قومیت کا ایک ایک ورق اسطرح پراگندہ ہوگیا کہ پھر آج تک منتظم نہو سکا۔ شارع اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے شاید انہی خطرات کو ملحوظ رکھکر ان مقامات کی حفاظت و صیانت کا حکم دیا۔ اور کسی حال مین بھی انپر غیر مسلم قبضہ کو جائز نہین رکھا۔ پھر ایک مسلمان کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ ایک ایسا مقدس مقام جو انکے پیغمبر کے معراج کی پہلی منزل ہے جو فتح ایوبی کے شاندار واقعات کی زندہ یادگار ہے ایک ایسا مقدس مقام جو انکے پیغمبر کی تمام کامیابیون کا اصلی گہوارہ اور اسکی آخری خوابگاہ ہے۔ ایک ایسا مقدس

مقام جسکے آگے وہ دن مین پانچ مرتبہ سر نیاز خم کرتے ہین اور سال مین ایک بار وہ تمام مسلمانون کے نعرۂ توحید سے گونج اٹھتا ہے، ایک ایسا مقدس مقام جہان انکے پیغمبر کے نواسہ کا مقبرہ خاندان رسالت کی یادکو ہمیشہ کے لیے تازہ رکھتا ہے ان قومون کے ہاتھ مین چلا جاے جو اسکو اپنے دنیوی فوائد کا مرغزار بنالین۔ کیا یہ مذہب کی کیا یہ تاریخ کی کیا یہ قومیت کی حقیقت کا انقلاب نہین ہے؟ اگر ہے تو جبکہ دنیا ان مادی انقلابات سے جو اس جنگ نے برپا کر دیے چیخ اٹھی ہے۔ مسلمانونکو بھی حق حاصل ہے کہ ان مذہبی مقامات کی حفاظت کے لیے جسقدر ممکن ہو چیخین، چلائین اور شور مچائین۔

ان مذہبی تصریحات کے علاوہ اس سلسلہ مین ابھی اور بہت سی باتین ہین جو لکھی جا سکتی ہین لیکن انکو

برد ار تو ان گفت بہ منبر نہ توان گفت

(ابوالحسنات ندوی)

عیسائی مذہب کی تمدنی ناکامیان

(تمدنی ترقی کا راز)

اس زمانہ[1] مین ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو موجودہ دور تنزل مین صرف علم اخلاق کی اعانت کا خواستگار ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ مقصد صرف اس طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے کہ انسان کو ناکامیون مین ضبط و برداشت کی تعلیم دیجائے، اور اُسکے دل مین غیرون کی محبت پیدا کیجائے، اسکے نزدیک انسان کی موجودہ حالت، اجتماعی اور سیاسی مونثرات کا نیتجہ نہین، بلکہ اسکا اصلی مبدء، مذہب اور اخلاق ہے، اس بنا پر اس حالت مین تغیر و انقلاب کا کامیاب ذریعہ صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپکو بدل کر سنئے سرے سے پیدا ہو، یہ اُن کا قول ہے اور یوحنا کی انجیل بھی یہی کہتی ہے کہ "آدمی اس اصلاحی دروازے مین اسی وقت داخل ہوسکتا ہے، جب وہ اپنی ذات کی محبت چھوڑ دے، اور تعلیمات ماثورہ کے آگے سربسجود ہوجائے"

بہرحال یہ لوگ اصلاح انسانی کے لئے گذشتہ صلحا و اتقیا کے زمانہ کو دوبارہ واپس بلانا چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ ابتک ہمارے درمیان اس قسم کے اشخاص موجود ہین، لیکن آب زلال کی یہ نہرین بنجر زمینون مین بیکار بہ رہی ہین، اور بہت کم لوگ ان سے سیراب ہوتے ہین، لیکن ان نہرون کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اُنکی تعداد بڑہانی چاہیئے۔

لیکن با این ہمہ وہ کسی جدید مذہب کی ایجاد یا قدیم گروہ کے علاوہ کسی جدید گروہ کی تولید سے برارت ظاہر کرتے ہین، اور بآواز بلند کہتے ہین کہ کسی جدید روحانی بندرگاہ کی تعمیر مقصود نہین ہے بلکہ

[1] ملتقط از سر تقدم الانگلیز

مقصد یہ ہے کہ موجودہ بندرگاہون مین بکثرت نہرین نکالی جائین تاکہ وہ پانی سے لبریز ہوجائین" اور درحقیقت وہ کوئی نیا مذہب ایجاد کرنا نہین چاہتے، بلکہ مذہبی حیثیت سے مادئین کا مقابلہ کرنا چاہتے ہین اسلئے وہ اگرچہ مسیحی مذہب کے اعوان وانصار کو بہت زیادہ محبوب رکھتے ہین تاہم ہراس شخص کو دعوت دیتے ہین جسکو موجودہ اخلاقی اور مادی زندگی سے تکلیف محسوس ہوتی ہے تاکہ وہ ان لوگون کے ذریعہ سے ایک ایسی جماعت قائم کرسکین جسکی بنیاد ایثار، قربانی، نفس کشی، اورترک محبت ذات، اورمحبت غیر پر مبنی ہو، لیکن کیا ذاتی قربانی اورمحبتِ غیرہی وہ چیز ہے جسکو وہ "اخلاقی موثر" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین؟ اور وہی انسان کی منزلت کو بلند کرسکتا ہے؟ اور اسی کے ذریعہ سے مطلوبہ نظام اجتماعی قائم کیا جاسکتا ہے؟ مرکز بحث صرف یہی نقطہ ہے، اور مین علانیہ انکی مخالفت کرتا ہون اور کہتا ہون کہ "اخلاقی موثر" کے نتائج کتنے ہی شاندار ہون، لیکن وہ اجتماعی ضروریات کو نہین پورا کرسکتے، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مین ان لوگون مین ہون جو تمام مذاہب سے الگ ہوگئے ہین بلکہ مین ایک مذہب کا پابند ہون، میرا ایک خاص گرجا ہے، جسکی طرف مین رجوع کرتا ہون، اس بنا پر میرا یہ خیال مذہبی بغض وعداوت کا نتیجہ نہین بلکہ صرف علمی تحقیقات نے مجھکو اس نتیجہ تک پہنچایا ہے،

اس مسئلہ پر بحث کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لوگ مستقبل مین چاہتے ہین اسکا قیاس ماضی پر کیا جائے، گذشتہ زمانہ مین بہت سے صلحاء ایسے پیدا ہوئے ہین جنکی نسبت لوگون نے بالکل صحیح طور پر یہ اعتقاد قائم کیا تھا کہ وہ تہذیب اخلاق مین حد اعجاز تک پہنچ گئے تھے، اور انھون نے ذاتی قربانی، اور محبتِ غیر کی بہترین مثالین قائم کی تھین، میرے خیال مین یہی مبارک زمانہ دوبارہ واپس آجائے اور اسی قسم کے برگزیدہ لوگ پیدا ہونے لگین تو ہمارے مخالفین کے نزدیک نوعِ انسان کی اصلاح بالکل یقینی ہوجائے، لیکن ہمکو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ مین اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوا

اس مین شبہہ نہین کہ اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین اولیا، نہین پیدا ہوئے، اور اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین انسان نے اخلاقی ترقی نہین کی، لیکن با این ہمہ انسان اس زمانہ سے زیادہ گہرے قعر مذلت مین کبھی نہ گرا ہوگا، یہی زمانہ ہے جسمین قیاصرہ کی سلطنت یعنی وہ سلطنت جسکو دنیا کی بدترین سلطنت کہا جا سکتا ہے، جو ظلم وجور کی ایجاد واختراع مین تمام سلطنتون سے گوے سبقت لیگئی تھی، جس نے انسان کو ایسی ذلت، اہانت اور بدبختی مین مبتلا کردیا تھا جسکی نظیر بہت کم ملسکتی ہی قائم تھی، قس سلیقان کہتا ہے کہ اس سلطنت کے مظالم کی مثال ہمکو صرف رومانیون کی سلطنت مین مل سکتی ہے، بلکہ جو رومانی وحشی قومون مین رہتے ہین وہ بھی انکو برداشت نہین کرسکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بہت سے بھائیون نے ہجرت کرکے وحشی قومون مین رہنا پسند کیا، اور جو لوگ کثرت اہل وعیال یا کثرت اثاثہ کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے، اُنھون نے امراء کے دامن مین پناہ لی، لیکن ان امراء نے انکو ظالمون سے نجات نہین دلائی بلکہ اُنکی بدبختی مین اور اضافہ کردیا۔

یہ بدبختی نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی تھی، چنانچہ لاکتانس نے اسپر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ زمین کی پیمائش اس طرح کیگئی کہ اُسکا ایک ایک ذرہ ناپ لیا گیا، انگورون کی بیلین، اور درختون کے تنون کی فہرست مرتب کیگئی، ہر قسم کے جانور درج رجسٹر کئے گئے، اور کوئی ذی روح حساب کرنے والون کی نگاہ سے اوجھل نہ رہ سکا، تمام اطراف سے لوگ شہرون مین جمع کئے گئے، اور غلامون کے قافلے ادہر اُدہر گشت لگانے لگے، اور ہر جگہ اور ہر طرف سے کوڑون کی آوازین سنائی دینی لگین، لوگون سے مجبوراً اس زمین کی مالگذاری لیگئی، جو اُنکے قبضہ مین نہ تھی، یہانتک کہ مریض، یہانتک کہ اپاہج، یہانتک کہ مردے تک درج رجسٹر کئے گئے، اور اُن پر جزیہ لگایا گیا، یعنی اُنکے بدلے زندہ لوگون سے جزیہ کی رقم وصول کیگئی،

یہ مظالم خاموشی کے ساتھ برداشت بھی نہین کئے گئے بلکہ ہزارون پادری، ہزارون رہبان،

اور سرزادون اولیا، مظلومون کی اعانت کے لئے کھڑے ہوئے، اور ظالمون کے خلاف آوازین بلند کین اور لوگون کو وعظ وپند کے ذریعہ سے ٹہیک راستہ اختیار کرنیکی ہدایت کی، لیکن انحطاط وتنزل روز بروز ترقی کرتے گئے، کہنے سننے سے کچھ کام نہین نکلا، تعلیم وتلقین ناکامیاب رہی، اور ہلاکت و بربادی نے ایک لمحہ کے لئے بھی دم نہین لیا،

اب وحشی قومین اُٹہین، اور باوجود وحشت کے، باوجود ارتکاب جرائم کے، اور باوجود اسکے کہ انھون نے اولیا وصلحا جیسے کام نہین کئے اُن سے ایسے معجزات صادر ہوئے جن سے اولیار کا یہ گروہ بالکل عاجز تہا، انہی وحشیون کے درمیان سے موجودہ قومین پیدا ہوئین جو گذشتہ قومون سے بالکل مخالف ہین، اور اخلاق اور اجتماعی حالات کے لحاظ سے اُنکا پایہ اُنسے بلند تر تہا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان وحشی قومون کو اس اجتماعی انقلاب مین اِسلئے کامیابی ہوئی کہ انھون نے رومانی قوم مین اپنی سادگی پہیلائی تھی اور غربت وافلاس نے اُنکے اخلاق کو خراب ہونے سے بہت کچھ محفوظ رکہا تہا، لیکن یہ اعتراض اِسلئے صحیح نہین ہوسکتا کہ کل وحشی قومین ان ممالک مین نہین آئی تہین اور جو آئی تہین وہ بہت زیادہ مفلس اور بہت زیادہ سادہ زندگی بسر کرنے والی نہ تہین، اسکے علاوہ مین اُن وحشی قومون کی کامیابی کو اُنکی وحشت اور اُنکے جرائم کی طرف منسوب نہین کرسکتا اس انقلاب کا اصلی سبب تو مین عنقریب بیان کرونگا، اسوقت صرف اسقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ اُنھون نے وہ کام کیا جسکو دوسرے لوگ نہین کرسکے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی قالب مین ایک ایسی روح لیکر آئے تھے جو "اخلاقی موثر" سے زیادہ طاقتور تھی،

"اخلاقی موثر" کے ضعف کی دوسری مثال ہمکو آیرلینڈ مین ملتی ہے، یہ جزیرہ چھٹی صدی مین "جزیرۃ الاولیا" کے نام سے موسوم اور عبادت گاہون اور گرجون سے معمور تہا، مسیحی مذہب کی اشاعت کے لئے جرمنی مین یہین سے مبلغین بہیجے گئے تھے، اور جمعیت اخلاق کو جسقدر اعوان د

انحصار کی ضرورت ہوتی تھی وہ یہین سے بآسانی مل سکتے تھے۔کیونکہ یہان کے تمام لوگ اسی قسم کی زندگی بسر کرتے تھے، یہ ملک اُن اشخاص سے بھرا ہوا تھا جو تمام محاسنِ اخلاق سے متصف تھے، انکے اعتقاد کی بنیاد ریگ پر قائم نہ تھی بلکہ اُن کے عقاید نہایت مضبوط تھے، ان اسباب کی بنا پر اس اخلاقی زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس قوم کی اجتماعی حالت نہایت بہتر، نہایت مستحکم، اور نہایت دلخوش کن ہوتی، لیکن بدقسمتی سے تنزل و انحطاط کے سوا اسکا کچھ نتیجہ نہین نکلا، اور یہ تنزل عین اس زمانہ مین شروع ہوا جب یہ قوم ان محاسن اخلاق کی شدت کے ساتھ پابند تھی، لیکن با این ہمہ مین یہ نہین کہتا کہ اس قوم کا تنزل اسکی اخلاقی اور مذہبی ترقی کا نتیجہ تھا، کیونکہ اگر مین ایسا دعوی کرون تو اسی غلطی مین مبتلا ہو جاؤنگا جسمین وہ لوگ مبتلا ہین، جو یہ کہتے ہین کہ قوم اور اخلاق کی حرکت مین وہی نسبت ہوتی ہے جو علت و معلول مین ہوتی ہے، مگر یہ ایک غلطی ہے اور مین اس سے بچنے کی کوشش کرونگا، اور اس موقع پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرونگا کیونکہ میرے موضوع کا اصلی عنوان یہی ہے،

تیرھوین اور چودھوین صدی مین اخلاقی اور مذہبی حرکت اعلٰی مین حد کمال کو پہنچگئی، اسی زمانہ مین بہت سے پیشوایان مذہبی پیدا ہوئے، اسی زمانہ مین فرنسیکان اور کلاریس کے فرقے پیدا ہوئے جس نے دنیا کو اپنے عجز و فقر سے مبہوت کر دیا، اور یہ دونون وہ خوبیان ہین جنکو ہمارے مخالف اخلاق کا سب سے بڑا درجہ خیال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انسان کی اصلاح اسوقت تک نہین ہو سکتی جب تک وہ تمام غیر ضروری چیزون سے بے تعلق نہو جائے، وہ کہتے ہین کہ "ان لوگون کی حالت کسقدر تعجب انگیز ہے جو لوگون کو نصیحت کرتے آتے ہین، لیکن وہ گاڑیون مین سوار ہوتے ہین حالانکہ ان گاڑیون سے کوئی فائدہ نہین، وہ لوگ اس سامان تعیش سے لوگون کے دلون مین رشک و حسد کا بیج بوتے ہین، اور اس طریقہ سے مختلف المدارج طبقات کا وجود لازمی قرار دیدیتے ہین حالانکہ

وہ لوگ خود یہ کہتے ہین کہ یہ فرقہ بندیان محض وہمی وخیالی ہین، اس بنا پر اگر ہم درحقیقت قوم پر ترس کہاتے ہین اور اُسکے رنج والم مین اسکی ہمدردی کرتے ہین تو ہمکو ہر اس چیز سے الگ ہوجانا چاہیئے جو زندگی کو ناز ونعم کی زندگی بناتی ہے۔"

پادری فرنسوا داسیز بھی یہی چاہتا تہا اور کہتا تہا "جاؤ اور سونے چاندی کے زیورات نہ پہنو اپنی جیب مین مال نہ رکھو، اور اپنے ساتھ مشکیزے، چادرین، جوتے اور عصا نہ لو"۔ اسکے اس مذہب کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ ہم سے مخفی نہین ہے، اُسکے مذہب پر نو سال بھی نہین گذرے تھے کہ وہ پانچ ہزار مرید آسیز کی جمیعت عمومیہ کی طرف بہیج سکا، اور اُسکے اصحاب کی تعداد ایک لاکہہ پندرہ ہزار تک پہنچگئی جو سات ہزار گرجون مین رہتے تھے، انکے علاوہ عورتون اور عام لوگون کے گرجے تھے جو اسکے مذہب کے پابند تھے، لیکن باین ہمہ مذہب اور اخلاق کی اس ترقی کا اثر اس سے زیادہ نہوا جو رومن امپائر اور بدنصیب آیرلینڈ مین ہوا تہا، تنزل کے موثرات نے اٹالین قوم مین بداخلاقی اور سیاسی طوائف الملوکی کا وہ منظر پیش کیا جسکو دیکھکر بت پرست رومن قوم کے چہرے پر بھی آثار خجالت نمودار ہوجاتے ہین، آخری نتیجہ یہ ہوا کہ تمام سیاسی اور اجتماعی نظام کا شیرازہ درہم برہم ہوگیا اور پادریون کی اقتدار آمیز کوششین بالکل ناکامیاب رہین،

مین بہت زیادہ مثالین پیش کرنا نہین چاہتا، کیونکہ اس زمانہ کی تاریخین اُن سے بھری پڑی ہین، البتہ ایک مثال پیش کرنے کی اور اجازت چاہتا ہون،

اس زمانہ مین لوگ بودھ مذہب کے ارکان واصول کی بھی نہایت عزت کرتے تھے اور درحقیقت یہ مذہب، مظلوم، مصیبت زدہ اور ضعیف لوگون پر نہایت ترس کہاتا تہا، لیکن اُسوقت اسکی اس فضیلت کا بیان مقصود نہین، صرف یہ دکہانا ہے کہ اس مذہب نے اجتماعی مسائل کو کس طرح سلجہایا، اور ہندوستان اور مشرق اقصی کی ان قومون کو جو اس مذہب کی معتقد نہین ترقی کے

کس پایہ تک پہنچا دیا؟

واقعہ یہ ہے کہ ان قومون کے تنزل وانحطاط کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہین، آدمی کو صرف آنکھہ اٹھا کر دیکھہ لینا چاہیئے کہ ان قومون کی کیا حالت ہے؟

اب بھی بہت سے پادری، رھبان، قسیس جن مین کیتھولک، پروٹسٹنٹ، یہودی، بلکہ بہت سے اکابر فلاسفہ بھی شامل ہین "اخلاقی موثر" کے کامیاب کرنے کی کوشش کر رہے ہین، لیکن با این ہمہ افسوسناک طور پر انکو اپنی ناکامیابی کا اعتراف کرنا پڑا ہے، اور وہ صاف صاف کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ "لوگ انجیل کی تعلیمات اور حکمار کے اقوال پر عمل نہین کرتے" لیکن با این ہمہ وہ مایوس نہین ہین، اور ازسرنو کوشش کرنا چاہتے ہین، اور ایسی کامیابی کے متوقع ہین جیسین گرجون اور عبادت گاہون کا اثر واقتدار بالکل بیکار ثابت ہوا ہے، شاید ان لوگون کو ابتک یہ معلوم نہین ہوا ہے کہ با این ہمہ اخلاص وعمل، با این ہمہ ایثار وقربانی، اور با این ہمہ زہد وتقشف، ان کوششون کی ناکامی خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر قیامت تک اس سلسلہ کو قائم رکھا جائے تو ذرہ برابر بھی کامیابی نہین ہوسکتی، ہروہ شخص جسکو اس تجربہ مین ناکامی ہوئی ہے اس بدیہی نیتجہ کا انکار نہین کرسکتا، لیکن ابتک لوگ یہ نہین جانتے کہ صرف "اخلاقی موثر" قومون کی سعادت کا کفیل نہین ہوسکتا بلکہ انکی تمدنی عظمت کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے، اور اسی کے نظرانداز کردینے سے یہ تمام ناکامیان ہوئی ہین، مین اسی مخفی چیز کا پتہ بتانا چاہتا ہون، لیکن مین سب سے پہلے ایک مثال پیش کرونگا، جسکو مین نے انجیل مقدس سے اخذ کیا ہے۔

"اخلاقی موثر" کی تشبیہ ایک بیج سے دیجا سکتی ہے جو صرف عمدہ زمین مین نشوونما حاصل کرسکتا ہی بنجر زمین مین نہین اُگ سکتا، اِسلئے زمین کی قابلیت وعدم قابلیت کو بیج کی نشوونما مین بہت بڑا دخل ہے، یہ کوئی نئی مثال نہین ہے، بلکہ اسکو واعظون نے، علمار اخلاق نے اور متکلمین نے انجیل مقدس کے

بعد اس کثرت سے بار بار دہرایا ہے کہ وہ ایک بدیہی چیز ہوگئی ہے، لیکن بدقسمتی سے اُنھون نے اس بدیہی مثال مین یہ غلطی بھی شامل کردی ہے کہ بیج کی عمدگی زمین کو بھی عمدہ بنالیتی ہے اور یہ دعویٰ کردیا ہے کہ کوئی زمین ناقابل نہین ہوتی، خرابی صرف بیج مین ہوتی ہے، اب زمین کی قابلیت کا نظرانداز کردینا بالکل آسان تہا، اور اُنھون نے اُسکو نہایت آسانی کے ساتھ نظرانداز کردیا، اور صاف صاف کہدیا کہ یہ بحث ہی نہین کرنی چاہیئے کہ موجودہ زمانہ گذشتہ زمانہ سے بُرا ہے کیونکہ اُسکے متعلق کوئی تحقیق نہین کیجاسکتی، جسکے معنی یہ ہوئے کہ جس زمانہ مین یہ بیج بوئے جارہے ہین اس سے کوئی بحث نہین کرنی چاہیئے، اس غیر مدلل نظریہ کو قائم کرکے اُنھون نے اخلاقی بیج سے اپنے ہاتھ بھرلئے، اور اسکو ہرطرف پہینکنا شروع کیا، بیج بالکل رائگان گئے تو انکو اسپر سخت تعجب ہوا، لیکن اس تعجب کو اُنھون نے یہ کہکر دُور کردیا کہ یہ بہت بڑا کام ہے، اسکے نتائج کی اسقدر جلد توقع نہین کرنی چاہیئے، لیکن اس سے ہمارے فرائض مین کوئی تغیر نہین ہوسکتا کیونکہ کامیابی ہمارے بس مین نہین،

لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ دعوی یہ کیا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے قوم کو اخلاقی اور اجتماعی حیثیت سے ترقی دینا مقصود ہے، لیکن جب اسمین ناکامی ہوتی ہے تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کامیابی ہمارے بس کا کام نہین، جسکے معنی یہ ہوئے کہ اخلاق کو صرف اخلاق کے لئے محبوب بنایا جارہا ہے، اس سے اجتماعی ترقی مقصود نہین، گذشتہ لوگون کو بھی اسی غلط خیال کی بنا پر ناکامی ہوئی کہ اُنھون نے زمین کے اثر کو نظرانداز کردیا اور اسکی طرف توجہ نہین کی، حالانکہ اجتماعی زمین کی قابلیت و عدم قابلیت ہی کو "موثر اخلاقی" کی کامیابی و ناکامیابی مین حقیقی دخل ہے، اس بنا پر اگر ہم کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہین تو ہمکو سب سے پہلے خود ہیئت اجتماعیہ مین تغیر و انقلاب پیدا کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے اخلاقی موثر کی کامیابی کی راہ مین اصلی رکاوٹ یہی ہے کہ ہماری سوسائٹی اور ہمارے اخلاقی موثر کی اثرات مین سخت تضاد پایا جاتا ہے، اخلاقی موثر کہتا ہے کہ انسان کو تمام تکلیفات برداشت کرنیکے لئے تیار رہنا چاہیئے اور ہمارا اجتماعی گردوپیش علانیہ اسکی مخالفت مین آواز بلند کرتا ہے اسلئے سب سے پہلے اسی ماحول کو بدلنا چاہیئے۔

[illegible]

کیمبرج یونیورسٹی

(از مسٹر معین الدین انصاری)

کیمبرج یونیورسٹی نے اپنی موجودہ حیثیت ملکہ الزبیتھ کے عہد حکومت مین بموجب منشور شاہی ۱۵۷۱ء مین اختیار کی، نہ صرف عظمت کے لحاظ سے بلکہ بلحاظ قدامت یورپ کی مشہور ترین یونیورسٹیون مین شمار کیجاتی ہے، اگرچہ کیمبرج یونیورسٹی، اکسفرڈ کے بہت بعد قائم ہوئی تھی، لیکن زمانہ موجودہ مین آکسفرڈ کے ہمپلہ خیال کیجاتی ہے، اور اسکا نظام بھی تقریباً آکسفرڈ ہی کے نمونہ پر قائم ہے، انگلستان کی یہ دونون سب سے بڑی تعلیم گاہین اکثر ایسی خصوصیات رکھتی ہین جو دوسرے دار العلوم کے حالات سے بالکل جداگانہ ہین، اسلئے اپنے اردو خوان ہموطنون کی واقفیت کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہان کے عام نظام و زندگی پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے۔

یونیورسٹی کی سب سے اعلیٰ مجلس "سینیٹ" ہے اور اسکا کورم یونیورسٹی کے ان ماسٹر کی ڈگری رکھنے والون پر مشتمل ہوتا ہے جو باقاعدہ یونیورسٹی مین مقیم ہین، اس جمعیت کو یونیورسٹی کے تمام قوانین و ضوابط پر اختیار حاصل ہے، نیز طلبہ کو اسناد دینا، یونیورسٹی کے شعبون مین عہدہ دارون کا تقرر، اور یونیورسٹی کی جانب سے دار العوام برطانیہ کے لئے دو ممبر منتخب کرنا اسی سے متعلق ہے، قوانین و احکام کا نفاذ گو بالقوۃ "چانسلر" کے سپرد ہے، جو یونیورسٹی کا غیر مقیم افسر اعلیٰ ہوتا ہے مگر بالفعل جملہ امور کا دارومدار وائس چانسلر پر ہے جو عہدہ داران یونیورسٹی مین سے سال بسال منتخب ہوتا ہے، وائس چانسلر کو مشورہ دینے کے لئے ۱۶ ارکان کی ایک کونسل ہے جو "کونسل آف دی سینیٹ" کے نام سے موسوم ہے، اور بذریعہ انتخاب مرتب ہوتی ہے، علاوہ عملی اختیارات کے قانون سازی

مین بھی اس جماعت کی حیثیت بہت اہم ہے، کیونکہ کوئی قانون با قاعدہ جو اس مجلس کا منظور کردہ نہو سینیٹ مین پیش نہین کیا جا سکتا۔

مذکورہ بالا دونون جماعتون کے احکام حسب ذیل صیغون کے واسطے نافذ اور عمل پذیر ہوتی ہین،

(۱) "باڈی آف دی سنڈیکیٹس"، جو یونیورسٹی کے مختلف شعبون کا کام انجام دیتی ہے،

(۲) "اسپشل بورڈ آف اسٹڈیز"، جو مختلف مضامین کی تعلیم اور امتحانات کی نگرانی عام طور پر کرتا ہے،

(۳) "جنرل بورڈ آف اسٹڈیز" جو عام نظام تعلیم کا نگران ہے اور اسمین تقریباً ہر مضمون تعلیم کے حقوق کے لئے نائبین شریک رہتے ہین،

(۴) "فائنانشل بورڈ" صیغہ مال ہے جو صرف مصارف سے متعلق ہے نہ کہ محاصل سے۔

کیمبرج رزیڈنشل (اقامتی) یونیورسٹی کی حیثیت سے طلبہ کی دماغی اور جسمانی تربیت کے علاوہ اخلاقی و معاشرتی تربیت کی بھی ذمہ داری لیتی ہے، اس یونیورسٹی مین کالج کی حیثیت تعلیمگاہ کی نہین ہے بلکہ کالج طلبہ کی قیام گاہ یا بورڈنگ ہوس کے مرادف ہے، کالج کے افسر (ماسٹر، ٹیوٹر، ڈان وغیرہ) کا تعلق طلبہ سے زیادہ تر انکی بود و باش کی نگرانی کا ہے، کالج اپنی عمارت یا شہرت کی بنا پر چھوٹے یا بڑے بھی کہے جاتے ہین، لیکن اس شہرت کا اثر طلبہ کی تعلیم پر کسی حیثیت سے نہین ہے، کیونکہ تعلیم کا مسئلہ تمامتر یونیورسٹی سے متعلق ہے نہ کہ متفرق کالجون سے، یونیورسٹی بھر سے ہر مضمون کے طلبہ ایک جگہ جمع ہوتے ہین یعنی ہر مضمون کا درجہ کسی خاص کالج کا نہین بلکہ پوری یونیورسٹی کا درجہ ہوتا ہے البتہ ہر کالج مین دو تین معلم کسی نہ کسی مضمون کے ضرور ہوتے ہین جنکے کمرے اسی کالج کی عمارت مین ہوتی ہین، اور بعض اوقات انہین کمرون مین اس معلم کے تمام شاگرد یونیورسٹی کے مختلف کالجون سے آکر درس لیتے ہین، یا اکثر کسی دوسری مقررہ جگہ مثلاً لبورٹیری، یا کسی لکچر کے کمرہ مین جمع ہوتے ہین، لیکن بعض اوقات اساتذہ اپنے طلبہ کو اپنے رہنے کے مکان پر بلا کر سبق دیتے ہین،

یہانتک توتفہیم اعمال وادفات کا تعلق یونیورسٹی سے ہے، کالج کا تعلق تعلیم طلبہ سے صرف اس حدتک کہا جا سکتا ہے کہ طالبعلم کی خانگی نگرانی تعلیم کے لئے ہر کالج اپنی جگہ پر ہر مضمون کا ایک مشیر (ڈائرکٹر آف اسٹڈیز) مقرر کرلیتا ہے اور طالبعلم کو شرکت امتحان کی اجازت، مطالعہ مین خفیف سی مدد دینا، کتب مطالعہ کی تعیین، مطالعہ کی نگرانی وغیرہ اسی سے متعلق ہوتی رہے، چنانچہ ہر کالج مین جتنے مختلف مضامین کے طلبہ ہوتے ہین اُتنے ہی مشیر کالج کی طرف سے مقرر ہوتے ہین، طلبہ کو اگراس مشیر کی امداد ناکافی معلوم ہوتی ہے تو ایک "کوچ" طلبہ بطور خود مقرر کرلیتے ہین،

ہر کالج اپنی جگہ پر ایک خودمختار انسٹیٹیوشن ہے جو بجز چند یونیورسٹی کے قواعد پر پابند ہونیکے اپنا کاروبار خود چلاتا ہے، اپنی املاک پر پورا اختیار رکھتا ہے، اپنے عہدہ دار منتخب کرتا ہے اور اپنے خاص قواعد جاری کرتا ہے، یونیورسٹی اور کالجون کے تعلقات باہمی عجیب وغریب ہین، یونیورسٹی اور کالجون کے مابین کوئی عہدنامہ نہین ہے، تاہم یونیورسٹی کے اخراجات ایک حدتک کالجون کی بھیجی ہوئی رقوم سے پورے ہوتے ہین، کالجون کے بعض افسرون کو یونیورسٹی کی طرف سے خاص رعایتین حاصل ہین، اور بعض پروفیسر جو صرف یونیورسٹی کی طرف سے مقرر ہین بعض کالجون مین خاص مراتب رکھتے ہین، اور اسی طرح کالج یونیورسٹی کے قواعد مانتے ہین، اور یونیورسٹی کالجون کے قواعد کا لحاظ کرتی ہے، اسکے علاوہ ہر کالج کا طالبعلم یونیورسٹی کی طرف نسبت دیا جاتا ہے، اور یونیورسٹی کا ہر طالبعلم کسی نہ کسی کالج کا رکن ضرور ہے، اس طرح کی باہمی خوش تعلقی کا نتیجہ یہ ہے کہ بغیر کسی رنج ونزاع کے کالجون اور یونیورسٹی کا کاروبار بغیر کسی سعی خاص کے ازخود چل رہا ہے، اور اتنا بڑا انسٹیٹیوشن معاونت باہمی کی ایک مجسم مثال ہے۔

ستر ہ کالجون کے علاوہ دو "ہال" بھی ہین جو حقوق ومشاغل کے لحاظ سے کالجون کے مساوی ہین، مگر فرق یہ ہے کہ ہال مین طلبہ کے رہنے کی جگہ نہین ہوتی، باقی ہر طرح کی نگرانی اور

اختیارات کالج کے سے ہین، جو طلبہ کسی ہال سے تعلق رکھتے ہین وہ "نان کالیجیٹ" کہلاتے ہین، "ہال" کے طلبہ لائسنس شدہ مکانات (جو حدود یونیورسٹی یعنی کلیساے سینٹ میری" کے مرکزی مقام سے ڈہائی میل کے قطر کے اندر ہوتے ہین) مین رہتے ہین۔ ہال کی بھی تخصیص نہین بلکہ تمام کالجون کا یہی طریقہ ہے، کہ کالج کی عمارت مین جب گنجائش نہین رہتی تو اسی طرح ہر کالج اپنے ارکان قیام کے واسطے مکانات کرایہ پرلے لیتا ہے، یہ لائسنس شدہ مکانات کالج کے کمرون کے حکم مین سمجھے جاتی ہین، اور ساکنین اُن ہی ضوابط کے پابند ہوتے ہین جو مقیمان کالج کے لئے ہین، طالبعلم خواہ کسی ہال سے تعلق رکہتا ہو یا کالج سے بہر تقدیر اسکو بجز کسی عذر معقول کے کم از کم شام کے کہانے پر اپنی انسٹیٹیوشن کی عمارت مین حاضر ہونا ہوتا ہے۔

آکسفورڈ کی طرح یہ یونیورسٹی بھی اپنی قدامت پسندی اور روایات پرستی کے لئے مشہور ہے، یونیورسٹی کی اس روش کا اصول یہ ہے کہ جب تک کسی قاعدہ کی وجہ سے کوئی خاص مادی نقصان نہ نمایان ہوتا ہو کسی دفعہ کی ترمیم مشکل ہوگی خواہ وہ کتنی ہی بے ضرورت اور لایعنی کیون نہو، گو ہمیشہ سے اس طرز عمل پر آوازے سُنے جاتے رہے، لیکن کوئی اثر ظاہر نہین ہوا، طلبہ کو تمباکو نوشی کی عام اجازت ہے، لیکن جب تک کوئی طالبعلم یونیورسٹی کے لباس (چوکور ٹوپی اور چغہ) مین پایا جاے اس وقت سگریٹ وغیرہ پینا جرمانہ کے خطرہ سے خالی نہین، اسی طرح اتوار کو دن بھر یہ لباس پہن کر نکلنا، روز رات کو پہنے رہنا یہ سب اسی طرح ضروری ہے جیسے کہ کسی استاد کے پاس جاتے ہوئے یا کسی جلسہ کی شرکت کے وقت پہننا، یہانتک کہ اگر اتفاق سے کوئی کہانے کے وقت اس لباس مین نہو تو میز سے ہٹایا جا سکتا ہے خواہ وہ گریجویٹ ہی کیون نہو، ہر کالج کے چغہ کی قطع مین قدرے فرق ہوتا ہے لیکن ٹوپی یونیورسٹی بھر مین یکسان ہے، اس لباس کی قید کا تعلق کالجون اور یونیورسٹی کی تاریخ سے بہت گہرا ہے، اور اسی قسم کی چند علامتین باقی ہین جو پتہ دیتی ہین کہ کالج قدیم زمانہ مین گرجاؤن اور

پادریون سے تعلق رکھتے تھے، اسی مذہبیت کا رنگ روایت کی حیثیت سے یونیورسٹی اور کالجون کے اکثر اصولون مین نظر آتا ہے، حتیٰ کہ کسی کالج مین بغیر دعاے خیر و برکت کے کہانے پر کوئی نہین بیٹھ سکتا اور دعا کا تاریخی لاطینی الفاظ مین ادا ہونا بھی ضروری ہے۔

طلبہ کے اخلاق و کردار کی نگرانی جسطرح کالج کے احاطہ مین ہوتی ہے، اس سے زیادہ سخت گیری کے ساتھ شہر کی گلیون، تھیٹرون، ہوٹلون، ناچ گہرون کے اندر وغیرہ بھی ہوتی ہے، یونیورسٹی کی طرف سے چند جاسوس متعین رہتے ہین، جو طالبعلم کے اخلاق پر نگاہ رکھتے ہین، دوسرے یہ کہ افسرانِ یونیورسٹی مین سے کم از کم چار "پراکٹر" مع اپنے دو سیاہ پوش ملازمین کے (جنکو عرف عام مین "بلڈاگ" کہتے ہین) رات کو گشت لگا کر طلبہ کو قواعد یونیورسٹی اور نیز عام اخلاق کی پابندی پر مجبور کرتے ہین اور سزا دینا بھی انکے اختیار مین ہے، یونیورسٹی کے دائرہ اقتدار سے باہر بھی، مثلاً ہوٹل مین یا کسی جگہ پر جہان طلبہ کی رسائی ہو پراکٹر کو وسیع اختیارات حاصل ہین، اس سے یونیورسٹی کی عزت جو حکومت و قوم کی نگاہ مین ہے اسکا پتہ چلتا ہے، حال مین بعض تجار نے کیمبرج کے قریب چند کارخانے کھولنا چاہے تھے جسکی اجازت یونیورسٹی نے نہین دی، اسی طرح مثالاً بیان ہوسکتا ہے کہ مشکوک چال چلن کے لوگ خواہ یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہون یا شہر سے پراکٹر کے حکم سے ترک سکونت پر مجبور ہوتے ہین،

طلبہ کے لئے جہان اتنی سختیان ہین بہت سی آزادیان بھی ہین، یونیورسٹی کی روایت پرستی سے الگ طلبہ نے اپنی زندگی مین چند غیر مرقوم روایات رواج دے لئے ہین جو اکثر مفید بھی ہین مثلاً یہ کہ طلبہ ان ممالک کی مشہور باقاعدگی کی پروا اپنی طالبعلمانہ زندگی مین نہین کرتے، وہ لباس کی پابندیون کے چندان مرید نہین ہین، ظاہری آرائش و زیبائش کے بہت کم قدردان ہین اور شہر کے باشندون سے اپنے کو فائق خیال کرتے ہین، اگرچہ اُن کا عام لباس ایک بھدے قسم کے

بدرنگ کپڑے کے کوٹ اور فلالین کے سیاہ پتلون پر مشتمل ہوتا ہے، اور اگر یونیورسٹی کی ٹوپی کا بار سر رہنا ضروری نہین ہے تو شہر کی گلیون اور معززین سے ملاقات مین بھی برہنہ سر رہنا انکا فخر ہی خواہ موسم کی جو حالت ہو مگر آکسفورڈ اور کیمبرج کی یہ روایت برقرار رہیگی، آپس کی ہمدردی اور بیمار کی خدمت ان لوگون کا حصہ ہے، گو بعض اوقات یہ اتحاد امن عامہ کے لئے بھی کسی حد تک مضر ہوتا ہے اور نگرانون کو پریشانی مین ڈالتا ہے، کسی طرح کی عدالتی چارہ جوئی طلبہ کے خلاف بلا اجازت افسران یونیورسٹی نہین ہوسکتی اسکے ساتھ یہ ضرور ہے کہ معاملات زیادہ ناگوار صورت نہین اختیار کرتے اور کالج ہی مین عدالت کی داد ملجاتی ہے، گذشتہ نومبر مین ایک طالبعلم کو یونیورسٹی نے مجبوراً عدالت کے حوالہ کردیا تہا جسکے خلاف دعوی تہا کہ اس نے متعدد بائسکلین چوری کی ہین، ملزم نے اقبال کیا یہ واقعہ یونیورسٹی کی تاریخ مین اپنی قسم کا بالکل پہلا تہا، مگر وہ طالبعلم ملزم اس بنا پر بری کردیا گیا کہ اسکے کالج کے افسر نے اسکے گذشتہ نیک روش کی بہت پرزور شہادت دی، نیز ڈاکٹر نے اسکی دماغی حالت کو نادرست بتایا، اور ایک قسم کے مرض کی تشخیص کی اگرچہ طلبہ نے اپنی اس طرح کی ذلت سے نجات پر باقاعدہ اظہار مسرت کیا،

یون تو ہر تعلیمگاہ مین عموماً ایک نووارد کی ہستی ہدف تمسخر ہوا کرتی ہے، مگر اس یونیورسٹی کی زندگی مین نوگرفتارون کی حیثیت عجیب الخلقت حیوان سے شاید ہی کچھ کم سمجھی جاتی ہو، اس طرح کا احساس عام ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ جب تک انسان بالکل اسی رنگ مین نہ رنگ جائے زندگی حرام ہوتی ہے،

کیمبرج مین متعلقین کالجون کے علاوہ دو کالج (نیونہم اور گرٹن) متعلمات کے لئے ہین جنہین یونیورسٹی باقاعدہ اپنا جزو نہین شمار کرتی مگر وہ عملاً یونیورسٹی کے اجزا ہین، تعلیم کے بارہ مین لڑکے اور لڑکیون کے حقوق مساوی ہین، دونون کی تعلیم بھی ساتھ ہوتی ہے اور لڑکیان تقریباً ان تمام

لکچرون، معملون اور امتحانون مین جاسکتی ہین جو لڑکون کے لئے ہین، لڑکیون کے لئے لڑکون سے الگ کوئی خاص نصابات نہین ہین، فرق صرف یہ ہے کہ بہت سے قیود مثلاً یونیورسٹی کا لباس وغیرہ لڑکیون کے لئے نہین، لڑکیان یونیورسٹی کی رکن نہین شمار ہوتین اور نہ کسی امتحان مین کامیاب ہونے پروہ باضابطہ ڈگری لینے کی مجاز ہین، بلکہ ڈگری کے بجاے وائس چانسلر کے دستخط سے انکو کامیابی کی سند دیدیجاتی ہے، متعلمات کی نگرانی کا مسئلہ بھی زیادہ تر یونیورسٹی سے متعلق نہین، بلکہ خود اُنکے کالجون سے انجام پاتا ہے،

یونیورسٹی کا داخلہ کسی خاص امتحان مین کامیاب ہونے پر مشروط نہین، البتہ بعض کالجون مین دستور ہے کہ اکثر طلبہ کا نام لکھنے سے پیشتر استعداد کی جانچ کر لیتے ہین، داخلہ (matriculation) محض ایک روایتی عہد نامہ پر دستخط کر دینے کا نام ہے، بیشک داخلہ کے بعد اپنے مضمون تعلیم کے لکچرون کی شرکت کے ساتھ ہی ساتھ ایک سال کے اندر "پریویس" (جسے عرف عام مین "لٹل گو" بھی کہتے ہین) کے دونون حصون مین کامیابی حاصل کر لینا ضروری خیال کیا جاتا ہے، یہ امتحانات ہر سال چار مرتبہ تقریباً تین ماہ کے فصل سے منعقد ہوتے ہین اور ضروری نہین ہوتا کہ دونون حصون مین ایک ساتھ شرکت کیجائے، پریویس کے دونون حصے ملا کر آکسفورڈ کے "رسپانزنس"، لندن کے میٹرک اور ہندوستان کے "لوکل کیمبرج سینیر" کے ہمپلہ ہین، اگر ہندوستان کی یونیورسٹیون مین سے کسی مین ایم، اے، یا بی، اے سکنڈ ڈویزن، یا انٹرمیڈیٹ فرسٹ ڈویزن کے ساتھ پاس کیا گیا ہے تو یہان "پریویس" سے استثنا حاصل ہو سکتا ہے، اسی طرح بعض دوسری یونیورسٹیون کے اسناد کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، اور آجکل خدمات جنگ کے صلہ مین بھی یہ امتحانات بعض قواعد کے بموجب معاف ہو رہے ہین،

تعلیمی سال اکتوبر مین شروع ہوتا ہے جسمین تین "ٹرم" (عرصۂ تعلیم) ہوتے ہین،

(۱) "میکلمس ٹرم" اوائل اکتوبر سے وسط دسمبر تک،

(۲) "لینٹ ٹرم" وسط جنوری سے اواخر مارچ تک،

(۳) "ایسٹر ٹرم" وسط اپریل سے اواخر جون تک،

ان عرصہائے تعلیم کی تاریخین بعض قواعد کے رو سے ہرسال مختلف پڑا کرتی ہین، کسی ڈگری کے حاصل کرنے کے لئے علاوہ امتحانات معینہ کے کم ازکم (عموماً) نو ٹرم کا قیام بھی ضروری ہے مگر بعض یونیورسٹیون کے سندیافتگان کے حق مین دربارۂ قیام رعایت ہوجاتی ہے،

ارکان یونیورسٹی (طلبہ) کا ٹرم مین قیام جس طرح ضروری ہے اسی طرح تعطیل مین کیمبرج کے حدود سے خارج ہوجانا بھی ضروری ہے، غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ تعطیلات مین طلبہ کی نگرانی کا ذمہ یونیورسٹی نہین لیتی،

اس یونیورسٹی مین حسب ذیل ڈگریان ہین،

بی-اے B. A. سائنس والون کے لئے بھی یہی ڈگری ہے،

بچلر آف ڈونٹی B. D. شعبۂ دینیات مین

بچلر آف مڈیسن M. B. " طبیات مین
بچلر آف سرجری B. Ch. " جراحی مین
} یہ دونون ہمیشہ ساتھ ملتی ہین،

بچلر آف میوزک Mus. B. " موسیقی مین

ال، ال، بی، L. L. B. " قانون مین (یہ ڈگری ہمیشہ بی، اے کے ساتھ ہے)

ایم، اے - M. A. سائنس، طبیات اور دینیات والون کے لئے بھی یہی ڈگری ہے،

ماسٹر آف سرجری M. Ch. ماسٹر آف میوزک Mus M. ماسٹر آف لا L. L. M.

ڈاکٹر ان لٹرس	D. Litt	یونیورسٹی کے اکثر مضامین کے لئے
ڈاکٹر ان سائنس	D. Sc.	صرف سائنس کے مضامین کے لئے،
ڈاکٹر آف میوزک	D. Mus.	
ڈاکٹر آف ڈونٹی	D. D.	
ڈاکٹر آف مڈیسن	D. M.	
ڈاکٹر آف لا	D. L. L.	صرف قانون کے لئے،
پی، ایچ، ڈی،	Ph. D.	صرف "ریسرچ اسٹوڈنٹس" (کاملین فن) کے لئے،

بی، اے اور اسکی ہمپلہ دوسری ڈگریاں تین طرح کی ہین :-

(۱) آرڈنری (معمولی) جو اسپشل (خاص) امتحان پر دیجاتی ہے، اسے عرف عام مین "پاس" بھی کہتے ہین،

(۲) "آنرس" یا "ٹرائی پاس"

(۳) "ریسرچ" جسکے لئے امتحان نہین ہے بلکہ خاص تحقیقات علمی کے نتائج دیکھکر دیجاتی ہے،

ان مین سے (۱) سب سے زیادہ سہل ہے، جن مضامین مین اس ڈگری کے لئے امتحانات ہوتے ہین وہ حسب ذیل ہین،

زرعیات، نباتیات، کیمیادیات، طبیعیات، عضویات، ارضیات، نفسیات، دینیات، حیوانیات، السنہ قدیمہ، السنہ جدیدہ، موسیقی، قانون، منطق، ریاضیات، حربیات، جغرافیہ، تاریخ، انجینیرنگ، معاشیات،

ان مضامین سے ہر مضمون دو حصون پر مشتمل ہے، دونون حصون کے امتحانات ۳ سال کے اندر عموماً قیام کے آخری دو سالون مین دیئے جاتے ہین، مگر ضروری نہین کہ اگر کسی مضمون مثلاً تاریخ کا

پہلا حصہ ایک امتحان مین لیا گیا ہے تو دوسرا حصہ بھی اسی مضمون کا منتخب کیا جائے بلکہ اختیار ہے کہ تاریخ کے بجائے دوسرا حصہ موسیقی یا منطق کا لیا جائے، ڈگری بہر حال دیجائیگی،

نمبر (۲) یعنی آنرس ڈگری تعلیم اور امتحانات کی ہر حیثیت سے نمبر اول سے بہت ارفع اور دشوار ہے اسکی سب سے اہم قید یہ ہے کہ اگر آنرس کے امتحان مین پہلی مرتبہ ناکامیابی ہو تو پھر اُسی مضمون مین آنرس کا امتحان دوبارہ نہین دیا جاسکتا، البتہ اگر ممتحنین مناسب سمجھتے ہین تو ناکامیابی پر بھی بعض صورتون مین "معمولی ڈگری" دلاسکتے ہین، آنرس کے امتحانات مین بھی ہر مضمون کے دو حصے ہین اور اسی قاعدہ سے ڈگری دیجاسکتی ہے جیسا کہ نمبر اول کے بارہ مین ذکر ہوا، البتہ صرف مضمون قانون کیلئے یہ استثنا صرف اس طرح کی ڈگری مین ہے کہ امتحان کے دونون حصون مین سے اگر ایک مین بھی قانون لیا گیا ہے (یا دونون مین لیا گیا ہے) تو بی-اے کے ساتھ ال، ال، بی، کی ڈگری بھی دیدیجاتی ہے، ال، ال، بی، کے لئے دوسرے مضامین کے بی، اے سے زیادہ کوئی خاص مشقت نہین درکار ہوتی، یونیورسٹی کی اس فیاضی سے باہر کے لوگ اکثر دہوکہ کہاتے ہین، بعینہٖ یہی استثنا جراحی اور طبیات کی ڈگریون کے لئے بھی ہے، ریاضی کے مضمون مین خاص رعایت یہ ہے کہ صرف یہی امتحان "آنرس" کا ہے جسمین ایک مرتبہ ناکامی کے بعد دوبارہ شرکتِ امتحان کی اجازت ملتی ہے، آنرس کی ڈگری کے لئے حسب ذیل مضامین ہین:-

(۱) ریاضیات (۲) معاشیات (۳) تاریخ (۴) جغرافیہ (۵) السنہ جدیدہ (۶) السنہ قدیمہ (۷) السنہ مشرقیہ (۸) ادبیات (انگریزی) (۹) انسانیات (انتھراپالوجی) (۱۰) سائنس (۱۱) فلسفہ اخلاق (۱۲) علم الآلات والحیل (میکنکس) (۱۳) دینیات (۱۴) قانون (۱۵) موسیقی،

ان مین سے نمبر (۱۰) و (۱۱) کے لئے استثنا ہے کہ امتحان کے صرف ایک حصہ مین کامیابی پر بھی ڈگری دیدیجاتی ہے، اور اگر دوسرا حصہ بھی لیا جائے تو مزید سند نہین ملتی،

آنرس کی ڈگری کے لئے دو رعایات قابل ذکر ہین، اول یہ کہ اگر علالت یا دوسرے عذر معقول کی بنا پر طالبعلم شرکت امتحان سے معذور ہو تو معلمین سے سفارش لانے پر بغیر امتحان کے ڈگری ملسکتی ہے، اور اسی طرح اگر طالبعلم کی مشقت مسلمہ ہو تو وقت سے پیشتر بھی ڈگری مل سکتی ہے، برخلاف اسکے اگر امتحانی شرائط پورے کرنے پر بھی متعلم کسی وجہ سے ڈگری کا نااہل ثابت ہو تو ڈگری روکی جاسکتی ہے،

ایم۔ اے کی ڈگری کے لئے اس یونیورسٹی مین کسی امتحان کی شرط نہین ہے بلکہ داخلہ کی تاریخ سے چھ سال کے بعد (بشرطیکہ بچلر کی ڈگری لیلی گئی ہو) ایک فیس ادا کرنے پر ایم، اے کی ڈگری دیدیجاتی ہے اور ڈگری کے لئے رکن یونیورسٹی کی حاضری کیمبرج بھی ضروری نہین،

ڈاکٹر کی ڈگری کے لئے مختلف مضامین مین مختلف قواعد ہین، عموماً کسی تصنیف پر یہ ڈگری دیجاتی ہے، اسمین بھی رکن کی حاضری شرط نہین، البتہ ماسٹر کی ڈگری رکھنا شرط ہے،

(۳) "رسرچ" کے طلبہ کو بھی مذکورہ بالاکل ڈگریون کے رکھنے کا حسب کوشش حق حاصل ہے، "رسرچ" والے طلبہ امتحانات سے مستثنیٰ ہین، پی، ایچ ڈی کی ڈگری ایسے طلبہ کو دینا یونیورسٹی نے تجویز کیا ہے، لیکن ابھی تک اُسکے لئے قواعد مرتب نہین ہوئے ہین،

مذکورہ بالاکل ڈگریان بطور اعزاز بھی لوگون کو دیجاتی ہین،

ڈگریون کے علاوہ یونیورسٹی چار ایسے مضامین مین ڈپلوما دیتی ہے جنکی تعلیم تو یونیورسٹی کی طرف سے ضرور ہوتی ہے مگر اسکے لئے طلبہ کی رکنیت یونیورسٹی شرط نہین، وہ مضامین یہ ہین،

زرعیات۱، نفسیات طبیہ۲، صحت عامہ۳، طبیعات و سط الارض۴،

ان کے علاوہ پانچ ڈپلوما اور ہین جو صرف ارکان یونیورسٹی کے لئے ہین:۔

(۱) انسانیات، (۲) صحرائیات (۳) جغرافیہ (۴) معدنیات، (۵) السنہ مشرقیہ،

حربیات کے تعلیم کے بعد ہی سارٹیفکیٹ دیاجاتا ہے جسکے لئے خاص قواعد و شرائط ہین،

سول سروس اور انڈین سول سروس کے لئے بھی طلبہ کی تعلیم ہوتی ہے، اور معلمی سیکھنے والے طلبہ کے لئے بھی مخصوص انتظام ہے، دینیات کا شعبہ اس یونیورسٹی مین بہت ترقی پذیر ہے اور امید کیجاتی ہے کہ ریاضیات عقلیات اور سائنس کی طرح دینیات بھی عنقریب اس یونیورسٹی کا مضمون خاص ہو جائیگا،

یونیورسٹی مین غیر مستطیع و نیز نمایان قابلیت کے طلبہ کے لئے تقریباً ۷۰ وظائف شمار کئے جاسکے جو کل پانچ ہزار چھ سو پونڈ سالانہ کی مقدار تک پہنچتے ہین، ان کے علاوہ کالجون اور نیز بیرونی اشخاص کی طرف سے انعامات و تمغہ جات بھی دیئے جاتے ہین،

متعلقات یونیورسٹی مین ایک اہم شے کتبخانہ بھی ہے جسمین سات لاکھ پچاس ہزار جلدین، تقریباً آٹھ ہزار قلمی نسخہ جات اور ایک لاکھ سے زیادہ نقشہ جات وغیرہ جنگ سے پیشتر تھے، جزائر برطانیہ کے قانون کے مطابق ان ممالک مین جو کتاب شائع ہوتی ہے اسکا ایک نسخہ اس کتبخانہ مین ضرور آجاتا ہے، علاوہ اسکے بیرونی ممالک سے بہت سی کتابین، رسائل و جراید قیمتاً یا تحفتہً بھیجے جاتے ہین، بر سبیل تذکرہ یہ کہنا بھی بیجا نہوگا کہ دوسری زبانون کی طرح اس کتبخانہ مین اردو کی کتابین بھی کسی نہ کسی تعداد مین پائی جاتی ہین، بے ضرورت ہونے کے باعث ایک حد تک اس زبان کی کتابون کی طرف سے بے توجہی ضرور ہے، مگر بعض لوگون کا خیال ہے کہ اگر مصنفین اردو اپنی کتابین تحفتہً بھیجا کرین، اور اس کتبخانہ کے مواد مین واقعی کوئی قیمتی اضافہ کرنے کی کوشش کرین تو عجب نہین کہ اس تعلیمگاہ مین اردو کا بھی کوئی رتبہ قائم ہو جائے، عرصہ ہوا کہ اردو اس یونیورسٹی مین دوسری زبانون کے برابر خیال کیجاتی تھی اور بی، اے وغیرہ کی ڈگریان دیجاتی تہین، مگر بعد کو یہ اسکول بے مفاد ثابت ہوا اور از خود اسکا استیصال ہوگیا،

اس کتبخانہ کے علاوہ یونیورسٹی کی ہر لیبوریٹری، رصدگاہ اور کالج وغیرہ مین علحدہ علحدہ کتبخانجات ہین جنمین بعض بے بہا اجزا پر مشتمل ہین، اس ضمن مین عجائب خانہ فٹز ولیم قابل ذکر ہے جو اپنی عمارت

ونیز کتبخانہ تاریخی آثار وتصاویر وغیرہ کے لحاظ سے ایک مشہور انسٹیٹیوشن ہے، دنیا مین تاج محل آگرہ کی بہترین نقل جو سنگ مرمر کی بنائی گئی ہے، اس عجائب خانہ مین ہے، کتبخانہ اقتصادیات و معملہا ے نفسیات وسائنس اس یونیورسٹی کے خصوصیات سے ہین، انجینری اور فارسٹری کیلئے کئی سو ایکڑ اراضی نواح کیمبرج مین ہے، جہان طلبہ عملی تعلیم حاصل کرتے ہین، شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر یونیورسٹی کی رصدگاہ (آبزرویٹری) واقع ہے جہان ایک عمدہ لیبوریٹری اور کتبخانہ بھی ہے،

کیمبرج کی علمی انجمنون مین (۱) "کیمبرج انٹی کرین سوسائٹی" جو ۱۸۳۹ء مین قائم ہوئی تھی بہت مشہور ہے، اسکے متعلق تاریخ آثار قدیمہ، عمارات وغیرہ کی بابت تحقیقات کرنا اور نتائج کا رسالہ جات مین شائع کرنا ہے، (۲) کیمبرج کلاسکل سوسائٹی لاطینی اور یونانی زبانون سے متعلق تحقیقات کرتی ہے اور ہر مضمون کے طلبہ اسمین بغرض تبادلہ خیالات جمع کئے جاتے ہین، (۳) کیمبرج فلوسافیکل سوسائٹی مین "انڈویورپین" زبانون کی بابت خصوصاً اور ہر علمی زبان کے بابت عموماً ہر طرح کے معلومات جمع کئے جاتے ہین، (۴) کیمبرج فلوسافیکل سوسائٹی جو ۱۸۱۹ء مین قائم ہوئی تھی، مضامین فلسفہ مین تحقیقات جاری کرتی ہے، عموماً پندرھوین روز اسکے اجلاس ہوتے ہین اور مضامین پڑھے جاتے ہین، (۵) کیمبرج یونین سوسائٹی، یونیورسٹی کی سب سے بڑی انجمن ہے، جسکا سال قیام ۱۸۱۵ء ہے اسمین انگلستان کے نامی گرامی مقررین وقتاً فوقتاً مدعو ہوکر مختلف معاشرتی، ملکی وسیاسی مضامین پر بحث ومناظرہ کرتے ہین، اس سوسائٹی کے ارکان کی تعداد تیرہ ہزار تک پہنچی ہے جسمین دو ہزار ساکنین کیمبرج (طلبہ وافسران یونیورسٹی) شامل رہتے ہین، یونین کی عمارت مین ایک عالیشان کتبخانہ بھی ہے جو ۴۰ ہزار مجلدات پر مشتمل ہے، زمانہ تعلیم مین اس کلب کے کہانے اور چاے وغیرہ کے کمرے رونق کیلئے رہتے ہین، یونیورسٹی کی اصلی زندگی اسی مقام کے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، ٹرم مین ہر سہ شنبہ کے روز شام کو مکالمہ ہوتا ہے، اس سوسائٹی کا رکن انگلستان کی ان متعدد علمی انجمنون کا رکن اعزازی خیال

کیا جاتا ہے جو دوسری بڑی یونیورسٹیون مین اسی کے نمونہ پر قائم ہین،

ہندوستانی طلبہ کے لئے چند سال سے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے زیر صدارت ایک کمیٹی قائم ہے جسکو "انڈین اسٹوڈنٹس ایڈویزری کمیٹی آف کیمبرج یونیورسٹی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یہ انجمن مشیران طلبہ اتبک ہندوستانی طلبہ کے نزدیک بہت ہی قابل شکریہ ہے، اسکے سابق سکریٹری مسٹر ای، اے، بنیسن جو تاریخ کے ایک معروف عالم ہین، اپنے کالج کے مشاغل کی وجہ سے گذشتہ تعطیل گرما مین مستعفی ہوگئے، موصوف کی جگہ پر مسٹر بی۔ ال مینگ اپنے پیشرو کی طرح تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی ہر دلعزیزی کی وجہ سے ہندوستانی طلبہ مین نہ صرف سرپرست کی حیثیت سے قابل عزت سمجھے جانے لگے، بلکہ ایک قابل اعتماد دوست کی طرح مانے جانے لگے ہین، اس کمیٹی کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ کیمبرج کو ہر طرح کا مشورہ دے اور اُنکے داخلہ وغیرہ کے لئے تدابیر اختیار کرے، مگر اتبک عملاً اس جماعت سے طلبہ کو اسکے ماسوا بھی کسی طرح کی امداد حاصل ہوتی رہتی ہے، جن ہندی طلبہ کے والدین یا سرپرست اس ملک مین نہین ہین انکی آمدنی واخراجات کی نگرانی اس کمیٹی سے متعلق ہے اسکریٹری کا فرض ہے کہ والدین کو طالبعلم کے مختصر حالات سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتا رہے، گو اس کمیٹی کے مصارف کی کفالت ایک حد تک انڈیا آفس سے بھی ہوتی ہے، لیکن اس کمیٹی کو بجز عام ہمدردانہ تعلقات کے انڈیا آفس کی ایڈویزری کمیٹی سے اتبک کسی طرح کا تعلق نہین پیدا ہوا ہے، انڈیا آفس کی کمیٹی سے جسکی شاخین ہندوستان کے ہر صوبہ مین قائم ہین، یہ کمیٹی ضرورۃً مراسلت رکھتی ہے، لیکن اکثر تجربہ کارون کے نزدیک ہندوستانی طلبہ جو کیمبرج مین داخلہ کا ارادہ رکھتے ہون، انکے لئے نہایت ضروری ہے کہ براہ راست اس کیمبرج کی کمیٹی سے جلدتر رجوع کرین، بلکہ انسب ہے کہ کیمبرج مین آنے سے دو تین سال قبل سلسلہ جنبانی شروع کیجائے، اور ارادہ کرتے ہی سکریٹری ہذا کو بذریعہ تار مطلع کردینا اکثر بہت سی مایوسیون اور زحمتون سے نجات دیتا ہے جیسا کہ بار بار یہ اعلان ہوچکا ہے کہ قبل

از وقت کالج مین کسی طالبعلم کے لئے جگہ روکنے کے لئے کوئی رقم ادا کرنا نہین ہوتی اور نہ یہ کمیٹی اپنے خدمات کا کوئی معاوضہ طلب کرتی حتی کہ جواب خط کے لئے بھی ٹکٹ بھیجنے کی ضرورت نہین ہے، ذیل مین سکریٹری کا پتہ تار اور خط کے لئے درج کرنا بعض مشتاق طلبہ کے حق مین مفید ہوگا

B. L. Manning Esqr M. A.

Secretary Ind. Students Advisory Committee

4, Post office Terrace

Cambridge (Engl)

تار کے لئے حسب ذیل پتہ کافی ہے:-

Adviser, Cambridge,

اس یونیورسٹی کے متعلق معلومات حاصل کرنیکا ذریعہ بعض کیمبرج کے رسائل ہین، ان مین سب سے بہتر "کیمبرج یونیورسٹی رپورٹر" خیال کیا جاتا ہے، یہ پرچہ بیرونجات مین بہت جاتا ہے طلبہ کیلئے معلومات کا بہترین طریقہ The Students' Handbook to the University کا مطالعہ ہے، اس کتاب مین یونیورسٹی کے نظام، نصاب، طرز معاشرت، مصارف غرضکہ تقریباً ہر ضروری امر کا ذکر ہے، ہر سال یہ کتاب کیمبرج یونیورسٹی پریس شایع کرتا ہے، یونیورسٹی کی زندگی مین New Cambridge نیو کیمبرج ریویو اور گرنٹا (Granta) ہفتہ وار پرچے بھی قابل ذکر ہین، موخر الذکر ایک ظریفانہ پرچہ ہے جو یونیورسٹی کے متعلق ہر امر پر تنقید کیا کرتا ہے، یہ پرچہ تیس سال سے محض "انڈر گریجویٹ" طلبہ کے غیر ذمہ دار ہاتھون مین رہ کر ایک ہی انداز سے نکل رہا ہے، یہ ہفتہ وار پرچے یونین کے مباحث اور کھیلون کے نتائج بہت دلچسپی سے چھاپتے ہین، گرنٹا کے طعن تشنیع بیونہم اور گرٹن کالجون سے زیادہ متعلق ہوتے ہین، علمی مذاق سے یہ رسالے

زیادہ بہرہ در ہنین ہین،

آکسفورڈ اور کیمبرج مین معمولی ورزش جسمانی کے کھیلون کے علاوہ ایک مخصوص شعبہ کشتی رانی کا ہے جسمین ہر سال تقریباً سو طلبہ حصہ لیتے ہین، وسط موسم گرما یعنی ماہ مئی مین کیمبرج اور آکسفورڈ کے ہر کالج کی کشتیان لندن بھیجی جاتی ہین، جہان بڑے زور و شور سے کشتی رانی کا مقابلہ ہوتا ہے، اس مقابلہ مین انگلستان کا ہر طبقہ بڑی گرمجوشی سے دلچسپی لیتا ہے، اور ایام مقابلہ مین لندن کا بچہ بچہ یہانتک کہ دوکانین اور کمپنیان بھی آکسفورڈ یا کیمبرج کی جانب داری مین دیوانی دکھائی دیتی ہین، کشتی رانی عرصہ دراز سے یونیورسٹی والون کا فن ہے، جسکے جاری رکھنے کے لئے کشتی کھینے والون کو ایک مخصوص انداز کی جفاکشانہ زندگی بسر کرنا ہوتی ہے، اور وقت بھی کافی سے زیادہ صرف کرنا ہوتا ہے۔ ہاکی، فٹ بال، ٹینس، کرکیٹ مین جن لوگون کو کمال حاصل ہوجاتا ہے وہ بطور اعزاز یونیورسٹی کے رنگ (گہرے آسمانی) کی ایک صدری حاصل کرتے ہین اور یہ لوگ "کیمبرج بلیو" کہے جاتے ہین، شطرنج اور بلیرڈ مین ایسے لوگ "ہاف بلیو" کہلاتے ہین۔

مترجمات

نفسیات طبیہ

(خطبۂ صدارت ڈاکٹر ولیم میکڈوگل ایم، بی، اف، آر، ایس، صدرنشین رائل سوسائٹی آف مڈیسن شعبۂ امراض دماغی)

(۱)

اس ایڈرس کا عنوان مین نے امراض دماغی کے حدود سے باہر نکل کر منتخب کیا ہے اور آپکے سامنے نفسیات طبیہ کا موجودہ خاکہ پیش کرنا چاہتا ہون، لیکن سب سے پہلے اس اصطلاح کا مفہوم بیان کردینا ضروری ہے، ممکن ہے یہ کہا جائے کہ نفسیات کے کسی شعبہ کا نام نفسیات طبیہ نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اِسلئے کہ طبیب جب مریض پر توجہ کرتا ہے تو اسکی پوری زندگی پر توجہ کرتا ہے، اور اسی طرح جب اسکی حیات نفسی پر توجہ کریگا تو پوری حیات نفسی پر نظر کریگا، یہ نہین ہوسکتا کہ اسکے ایک شعبہ کو لیلے اور دوسرون سے قطع نظر کرلے، اس بنا پر اسکی نفسیات کے مسائل ہمیشہ کل حیات نفسی سے متعلق رہین گے، یہ خیال بالکل صحیح ہے اور اسی سے یہ تفریع نکلتی ہے کہ جب نفس بشری کے متعلق ہمارے معلومات ایک منضبط و مکمل علم کی صورت مین آجائین گے تو اسوقت یہ علم ان تمام اشخاص کی رہنمائی کریگا جو نفس کی طبعی یا غیر طبعی کسی حالت سے بھی تعلق رکھتے ہین،

لیکن جیسا کہ مین ابھی بیان کرونگا، چونکہ ابتک کوئی نفسیات اس طرح کی موجود نہین، اِسلئے چند سال سے برابر علم النفس کا وہ خاص شعبہ تدریجاً عالم وجود مین آرہا ہے جسے نفسیات طبیہ کی اصطلاح سے موسوم کیا جاسکتا ہے، اسمین کوئی شبہہ نہین کہ آج سے ایک صدی کے بعد دور حاضرہ علم النفس کی ترقیون کے لئے یادگار مانا جائیگا، اور اسوقت اس علم کے محسنین مین اطبا کا نام بھی شکرگذاری کے

ساتھ لیا جائیگا، مین یہان اجمالی طور پر اسکا نقشہ کھینچنا چاہتا ہون کہ آیندہ مورخین علم النفس اطبا نفسیین کا کیونکر ذکر کرینگے۔

نفسیات طبیہ کا مرتبہ بطور ایک نیم مستقل علم کے سمجھنے کے لئے اس امر پر نظر کرنا ضروری ہے کہ کتابی علم النفس کی گذشتہ صدی کی آخری دہائیون مین کیا حالت تھی، اسوقت کے لئے یہ طنز بالکل بیجا نہین کہ جتنی تعداد ماہرین فن کی تھی اتنے ہی انواع و اقسام کا علم النفس بھی موجود تھا، تاہم اسوقت بھی بعض مذاہب ایسے تھے جنکے متعلق نظری و فلسفیانہ ہونے کے بجائے تجربی اور سائنٹفک ہونیکا دعوی کیاجاتا تھا اور جو دوسرے مذاہب نفسیات پر غالب تھے،

یہ مذاہب حسب ذیل تھے،

(۱) سالمیت یا حسیت [1]

(۲) ائتلافیت [2]

(۳) لذتیت، [3]

حسیت کا مفہوم یہ تھا کہ تمام کیفیات ذہنی جنکے لئے مشترک اصطلاح "تصورات" کی تھی، مادۂ شعور کے دقیق ترین ذرات، یا حسیات بسیط کا مجموعہ و مرکب ہین، اور تصورات کے درمیان باہمی امتیاز کی شے محض انہین اجزاء ترکیبی کی نوعیت و تعداد کا اختلاف ہے،

ائتلافیت کا منشا یہ تھا کہ ترکیب تصورات کے لئے ذرات شعوری کا یہ اجتماع و انضمام، نیز خود تصورات کا باہمی فعل و انفعال تمامتر قانون ائتلاف کے تابع ہے،

---

[1] Atomisum or Sensationsim,

[2] Associtionism,

[3] Hedonisin,

یہ دونون مذاہب ایک دوسرے کے موید بلکہ متمم تھے، اس بنا پر ہمیشہ ان دونون کا لازمی طور پر ساتھ پایا جاتا تھا، انکی صداقت نہایت وسیع حلقون مین مسلّم تھی، نہ صرف اسلئے کہ یہ تخیل بہت سادہ وقریب الفہم تھا بلکہ شاید اسلئے اور زیادہ کہ دماغی ساخت کے متعلق روز افزون معلومات سے اسے موافقت تھی، اور حیات نفسی کے متعلق ایک خالص مادی ومیکانکی فلسفہ قائم کرنے مین اس سے بہت سہولت ہوتی تھی، اسلئے کہ جس طرح تار کی آواز تار ہی کی ایک فعلیت ہوتی ہے، اسی طرح ذرات نفسی، ذرات دماغی کی فعلیت کے نتائج سمجھے جاتے تھے، اور تصورات (یا ان مرکبات ذرات نفسی) کی مثال ستار کی آواز سے دیجاتی تھی، جب کئی تار ایک ساتھ چھیڑ دیئے گئے ہون، ذرات دماغی کے باہمی سلسلہ کی فعلیت کا نام ائتلاف تھا، اور حیات نفسی کے سارے کاروبار کا خلاصہ یہ تھا کہ ذرات دماغی منفرداً ومجموعاً تہیج عصبی سے ارتعاش مین آتے رہتے ہین، اور یہ عصبی ودماغی ارتعاش ولرزش تمامتر اجتماع مادی کے قوانین کی مطابقت مین ہوتی رہتی ہے،

حکمار انگلستان خصوصاً لاک، ہارٹلے، جیمس مل، جان مل، بین واسپنسر نے ان ہر دو مذاہب کی اشاعت ومقبولیت مین نمایان حصہ لیا،

بعض حکمار کے نزدیک یہی دو اصول ہر عمل اور ہر فکر کی توجیہ کے لئے کافی تھے، اسلئے کہ ان اصول کے مطابق ارادہ کرنیکے معنی اسکے سوا اور کچھ نہ تھے کہ کسی حرکت یا عمل کا تصور نفس مین پیدا ہو، اور یہ تصورات حرکت بھی مثل دیگر تصورات کے قانون ائتلاف ہی کے تابع تھے، اس مسئلہ کو اصطلاح مین نظریۂ تصور محرکہ کہتے تھے جو ہمارے فرنچ رفقاے کار کو دل سے عزیز ومحبوب رہا ہے، اور جسپر وہ ہمیشہ ضرورت سے زیادہ زور دیتے رہے ہین، لیکن دوسرے حکمار اس حقیقت کو کیونکر نظرانداز کرسکتے تھے، کہ عموماً انسان محض اسلئے عمل نہین کرتا کہ اسکے ذہن مین عمل کا تصور پیدا ہوتا ہے بلکہ اسلئے کہ اس سے کسی مقصود کا حصول منظور ہوتا ہے، یا کوئی خاص غرض وہ پوری کرنا چاہتا ہے،

اسی غرض یا مقصود اصلی کا نام ان حکما نے لذت رکھا، بقول ان حکمار کے عمل، سعی وکوشش کے وقت انسان کے لئے محرک ہمیشہ یہی خواہشِ لذت ہوتی ہے، اسی سے تیسرا مذہب لذتیت کا پیدا ہوا۔

ان کے علاوہ جن مذاہب نفسیات کی بنیاد اصول بالا پر نہ تھی، وہ عموماً بالکل فلسفیانہ والہیاتی انداز پر ہتین، اور اسکی اہل نہ ہتین کہ اطبا ان مین اختلال عصبی ودماغی کے مسائل کی تلاش کرتے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اطبا نے تمامتر اسی مادّی مذہب نفسیات کو اختیار کرلیا جسکی بنیاد حسیت، ایتلافیت ولذتیت کے قوانین پر تھی،

لیکن درحقیقت یہ نفسیات، ماہرین امراض دماغی کی ضروریات کے لئے قطعاً ناکافی ثابت ہوئی، اور اسکے نظر فریب اصول، اختلال دماغی کی توجیہ وتعلیل کے معیار پر بالکل ہی پورے نہ اُتر سکے،

ماہرین امراض دماغی کے حلقہ مین اس مذہب نفسیات کی مقبولیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مین سے جو افراد تحقیقات وتفتیش کی جانب مائل ہوے وہ اس امر کی جستجو مین پڑگئے کہ اختلال نفسی کی بنا مادّی کیا ہے، یا یہ کہ اختلال نفسی کن امراض عصبی سے پیدا ہوتا ہے، اور جن ممالک مین نفسیات مادّی کا زور تہا، وہین ان مسائل پر بھی زیادہ توجہ ہوئی، یعنی انگلستان واسکاٹ لینڈ مین، بخلاف اسکے جو اطبا محض طبیات پر متوجہ رہے، انھون نے بجاے فن نفسیات سے مدد لینے کے مسائل نفسی مین اپنی قوت تمیز، عام تجربات اور روزانہ گفتگو سے مدد لیتے رہے، چنانچہ امراض دماغی سے متعلق جو قدیم کتب درسیہ اسوقت تک زیر استعمال ہین، انکے مطالعہ سے اس صورتِ حال پر کافی روشنی پڑتی ہے

اسکی مزید توضیح کے لئے مین تین مشاہیر علما، نفسیات طبیہ کی تصانیف کے حوالہ دونگا جو علی الترتیب جرمن، فرانس، وانگلستان سے تعلق رکھتے ہین،

پروفیسر زاہیٹین، جنکی تصانیف نہایت مقبول ہوچکی ہین، اسی مادّی مذہب نفسیات کے علمبردار ہین، جسکے عناصر ثلثہ کا ذکر اوپر آچکا، ان کا دعوی ہے کہ انکی نفسیات، نفسیات عضویاتی ہے،

حالانکہ حقیقۃً اسکی حیثیت بالکل نظری ہے، اور عضویات دماغی کے مشتبہ و مشکوک مسائل پر مبنی ہین، جنکی ایک ماہر امراض دماغی کی نظر مین کوئی وقعت نہین ہوسکتی، اس گروہ نے ایک زمانہ مین یہ دہوم مچا دی تھی کہ نفسیات کے اس مذہب نے مرض فقدان تکلم[1] کے متعلق بہت سی گرہین کھول دی ہین، لیکن اب یہ ہر شخص تسلیم کرنے لگا ہے کہ اسکی فتحمندی کا یہ اعلان غیر واقعی تھا، بلکہ عقدہ کشائی کے بجائے اس نے اور زیادہ گرہین ڈال دی تھین،

پروفیسر ژانا کو صحیح طور پر موجودہ نفسیات طبیہ کا بانی یا مؤسس کہہ سکتے ہین، اُنھون نے نفسیات مادی کے مبادی و اصول اولیہ کو تسلیم کر کے نظریۂ عمل تصور محرکہ[2] کو خاص اہمیت دی اور مسئلۂ افتراق ذہنی[3] کی تشریح و توضیح مین نمایان حصہ لیا، لیکن اگرچہ انکا یہ کارنامہ خاص طور پر قابل وقعت ہے تاہم ان کا کارنامہ بھی ایک بیانی و توضیحی حیثیت سے آگے نہ بڑھتا، اگر وہ مادی نفسیات کے حدود سے تجاوز کر کے ایک جدید مذہب کو اسمین داخل نہ کر دیتے جو اسکے بالکل معارض ہے، یعنی یہ مسئلہ کہ نفس ایک قوت ترکیبی سے لبریز ہے، جسکی مقدار تغیر پذیر ہے جسکا کام یہ ہے کہ مختلف عناصر حسیہ کو ایک چشمۂ شعور مین متحد رکھے، اور جسمین نقص پڑجانے سے "چشمۂ شعور" مختلف امواج مین منتشر ہوجاتا ہے، اور یہی افتراق ذہنی ہے،

اس ملک (برطانیہ) مین مسلک قدیم سے مسلک جدید تک تغیر کی سب سے نمایان مثال ڈاکٹر مرسیر کی تصانیف مین ملتی ہے، اس طباع مصنف نے نفسیات مادی کی توضیح و تشریح، توت و اعتماد سے کرنے کے بعد آخر مین یہ راے ظاہر کی کہ مسائل عمل کی عقدہ کشائی مین اس سے مطلق مدد نہین مل سکتی، اسکے بعد بجاے اسکے کہ اصول نفسیات کی از سر نو تنظیم و تدوین کیجائے، ڈاکٹر موصوف یہ تجویز

---

[1] Aphasia [2] Ideo-motor theory

[3] Mental Dissociation

پیش کرتے ہین کہ مسائل عمل سے متعلق ایک مستقل جدید فن مُدوّن کیا جائے، جسکا نام عملیات ہو اور ایک کتاب بین مخصوص اسی فن کے مبادیات درج کرتا ہے، اس سے بڑھکر اصول نفسیات مادی کے غیر نافع ولا حاصل ہونے کی شہادت اور کیا مل سکتی ہے ؟ ڈاکٹر موصوف نے اپنے اس طرز عمل بین جان اسٹوارٹ مل کی پیروی کی ہے، جس نے ابتدائً اپنے والد کے قائم کردہ اصول نفسیات مادی کی توضیح و تشریح کو اختیار کیا، لیکن جب بعد کو یہ دیکھا کہ انسے مسائل کردار کے حل کرنے مین ذرا بھی مدد نہین ملتی تو اس غرض کے لئے ایک جدید فن، بشریات کی تدوین کی تجویز کی، دائرہ علوم مین یون تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے،

ان تین مثالون سے ان کثیر التعداد اشخاص کی کوششون کا اندازہ ہوسکیگا، جنھون نے ابتک طب بین نفسیات سے مدد لینے کی سعی ناکام کی ہے، ایسی حالت مین اگر اکثرون نے اختلال نفسی کی تحقیق بین نفسیات مروجہ سے کام لینے کا خیال چھوڑ دیا ہو تو اسپر حیرت نہ کرنا چاہیئے، درصل یہی ہونا چاہیئے تھا، اسلئے کہ نفسیات مادی کی بندشون کو ایک حد تک توڑنے کے بعد ہی ترقی کا قدم آگے بڑھ سکا ہے، نفسیات مروجہ کے اصول کو ترک کر دینے کا یہ لازمی نتیجہ ہوا ہے کہ نفسیات طبیہ کا جدید فن وجود بین آگیا ہے، جو عام و قدیم نفسیات سے بہت کچھ مختلف ہے،

نفسیات طبیہ کے جدید اصول و طرق کی بہترین مثال پروفیسر فرایوڈ کی تصانیف بین ملیگی، جنکے معالجات نفسیہ کی بابت جو کچھ بھی رائے قائم کیجائے، بہرحال اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ مسائل نفسی کی تحقیقات بین اُنکا خاص حصہ ہے، منطقی نقطہ خیال سے کہہ سکتے ہین کہ فرایوڈ نے نفسیات کا کام طریقہ معکوس سے شروع کیا، یعنی بجائے اسکے کہ بیشتر حیات نفسی کے اصول اولیہ کی تعیین کرتا، شعور کی تحلیل کرتا، یا اپنی مخصوص مصطلحات کی تعریف کرتا، اس مجتہد و دلیر محقق نے عمل و کرداری کے مسایل سے آغاز کار کیا، اور خاص کر اختلال عمل و کردار کے مسائل سے جنکی

مثالین اسکے مریضون نے پوری طرح اسکے پیش نظر کر کی تہین، اس جدید اسلوب تحقیقات نے اسے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ کردار انسانی کے بیشتر حصہ کا خواہ طبعی ہو یا غیر طبعی، بحالت صحت ہو یا بحالت مرض، مبدء کوئی محرک عقلیہ یا شاعرہ، یا کوئی ایتلاف تصورات وافکار ہوتا ہی ہنین، بلکہ اسکا اصلی باعث محض اندرونی و باطنی قوت فاعلہ ہوتی ہے، جو شعور جلی مین ہنین بلکہ صرف شعور خفی مین ایک مبہم احساس و اضطراب کی شکل مین ظاہر ہوتی ہے، اس قوت کو وہ شہوت جنسی سے تعبیر کرتا ہے، اور چونکہ اسے اس امر کا یقین ہے کہ یہ قوت کردار انسانی پر نہایت عمیق و وسیع، اور عجیب وغریب پیچیدہ واسطون کے ساتھ اثر ڈالتی ہے، اسلئے اس نے اس عنوان کے تحت مین اسکے مماثل دوسری قوتون کو بھی جو اس قوت اصلی کی فعلیت مین کچھ بھی معین ہوتی ہین، جو عام گفتگو مین اسکی شریک ورفیق سمجھی جاتی ہین، شامل کرلیا، قدیم نفسیات مادی کا ردّ عمل یون ہوا کہ اس نے یہ دو جدید حقائق دریافت کیئے :-

(۱) انسانی فکر وعمل کے بیشتر حصہ کا اضطراری وغیر معقول ہونا، اور

(۲) اس قوت محرکہ مین شعور کا دخل برائے نام ہونا۔

نفسیات کی تاریخ مین فرایوڈ کا یہ کارنامہ یاد رہیگا کہ اُس نے ان حقائق پر زور دیا اور اسی کے ان حقائق پر زور دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ اصول آج نفسیات طبیہ کے لئے بنیاد کار کا کام دے رہی ہین، فرایوڈ نے ان اصول کی جو حمایت و وکالت کی اسمین اس سے چند غلطیون کا بھی ارتکاب ہوگیا،

(۱) اوّلاً یہ کہ اس نے کردار کے بہت سے ایسے حصہ کو بھی شہوت جنسی کا معلول قرار دیدیا جو فی الحقیقت ایسا ہنین ہے، اور اس طرح اس نے اس جذبہ کی قوت بیان کرنے مین بہت مبالغہ سے کام لیا۔

(۲) ثانیاً یہ کہ باوجود نفسیات مادی سے قطعی اختلاف رکھنے کے وہ اپنے تئین اسکے اغلاط سے بالکل محفوظ نہ رہ سکا، اور اغلاط ذیل تو اسمین خاص طور پر باقی رہ گئے،

(الف) مادی جبریت کی تردید کے بجائے فرایڈ اسکا مدعی ہے کہ نفسیات مین پہلی بار اسی نے اس مسئلہ کو مضبوطی کے ساتھ داخل کیا،

(ب) لذتیت کی تردید کے بجائے فرایڈ اس مذہب کو بھی اپنا کر کے پیش کرتا ہے، اور اسے اصول لذت سے موسوم کر کے اُسکو کردار و عمل کی اضطراریت کی بنیاد بنانا چاہتا ہے، گو اسکی یہ کوشش ناکام رہتی ہے اور خود اسی کے نظام فلسفہ کی مخالف پڑتی ہے،

(۳) ثالثاً، اسمین ایک بڑا نقص یہ ہے کہ فرایڈ نے نفسیات مروجہ کے قدیم مصطلحات کو تو ترک کر دیا ہے، لیکن خود اپنے قائم کردہ مصطلحات کی پوری تعیین و توضیح بھی نہین کی ہے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا مفہوم اکثر مقامات پر مشتبہ و ناصاف رہ گیا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ بعض مصطلحات جنکی اس نے پوری تعریف نہین کی ہے، اُن سے اس قسم کے معنی پیدا ہونے ہین کہ گویا وہ محض قوتین یا کیفیات نہین، بلکہ انسانی ہستیان ہین، مثلاً اسکی یہ اصطلاحین "لاشعور، محتسب، پیش شعوری" وغیرہ،

لیکن ان شدید نقائص کے باوجود، اور مذکورہ بالا دو اصول کے علاوہ ہمارے نزدیک اسکی تصانیف نفسیات کی تاریخ مین ایک مستقل مرتبہ رکھتی ہین، اور نفسیات طبیہ مین تو خاص طور پر بیش بہا و قابل وقعت ہین، خصوصاً اسکے مسائل ذیل:-

(۱) یہ کہ تکلیف دہ یاد داشتین مسلسل فعلیت کے ساتھ دبائی جاتی رہتی ہین، یہ مسئلہ بمقابلہ پروفیسر ژانا کے اصول ذہنی سے مختلف اور اس سے بدرجہا زاید کارآمد ہے،

(۲) یہ کہ نفس مین سطح شعوری کے نیچے برابر کشمکش جاری رہتی ہے، اور یہی کشمکش بعض اوقات فکر و عمل مین اختلال پیدا کر دیتی ہے،

(۳) خواب، نیز بیداری کے بعض مواقع پر فکر و عمل کا تمثیلی مفہوم اور مذکورہ بالا کشمکش اور دباؤ کے اندازہ کرنے مین انکی اہمیت،

(۴) یہ مسئلہ کہ قوت کی ایک مقدار تصورات کے ساتھ شامل رہتی ہے، اور اسی کے پیمانہ کے مطابق فکر و کردار مین قوت فاعلی پیدا ہوتی رہتی ہے،

یہانتک فرایوڈ کی کوششون کا ذکر تہا، اب ذرا ایک نظر اسپر بھی کرنا چاہیئے کہ دوسرون نے اس شجر مین کیا برگ و بار پیدا کئے، سب سے پہلے اس سلسلہ مین نام ایڈلر کا آتا ہے جس نے گو اسلوب تحقیق مین فرایوڈ ہی کی بڑی حدتک پیروی کی ہے، تاہم اس سے بالکل مختلف نتائج پر پہنچا ہی اس نے نفسیات طبیہ کے دائرہ مین ان دو عظیم الشان تحریکات کو داخل کیا، جن تک فرایوڈ کی نگاہین نہین پہنچی تہین، اس نے انسان کی زندگی مین اِن دو پرقوت تحریکات کا وجود دریافت کیا ہے ایک انانیت وخودداری کی تحریک، دوسرے کسر نفس و اطاعت کی، اور ان دونون تحریکات پر اُس نے فرایوڈ ہی کے اسلوب کے مطابق غور کرکے یہ حکم لگایا ہے کہ حیات نفسی مین انکی بہت بڑی اہمیت ہی، اور بخلاف فرایوڈ کے، جس نے ہر عصبی اختلال کو تحریک جنسی کا نتیجہ قرار دیا تہا، یہ ان کا سبب انہین تحریکات کی بے راہروی وغیر طبعی فعلیت کو قرار دیتا ہے، اسمین شبہہ نہین کہ امراض عصبی مین وہ ان تحریکات کی اہمیت کے باب مین کافی مبالغہ سے کام لیتا ہے، تاہم یہ دیکھکر کہ اُس نے نفسیات طبیہ مین ان دو حقائق کا انکشاف کیا ہے، ہم اسکے غلو و مبالغہ سے درگذر کرسکتے ہین،

اسی طرح انگلستان ہی کے ایک طبیب نے ایک اور تحریک کا اسی سلسلہ مین انکشاف کیا ہی، مسٹر ڈبلو ٹراٹر نے انسان کی فطرت مین اجتماع پسندی کی تحریک کو دریافت کیا ہے، اور ایک دلچسپ و پرمغز رسالہ مین اُسکے وجود پر فرایوڈی اسلوب سے بحث کی ہے، یعنی بغیر ان مباحث پر غور کئے ہوے کہ اسکی ماہیت کیا ہے؟ اُسکا دائرۂ عمل کیا ہے؟ اور اُسکے حدود کیا کیا ہین؟ نفس سکے وجود کو تسلیم کرلیا ہے، اور حیات انسانی مین جہان کہین اجتماعی کاروبار، یا معاشرت باہمی کی براہِ راست یا بالواسطہ کوئی بھی مثال ملی ہے، وہان اسے منطبق کرکے یہ دکہایا ہے کہ ہر انسانی

فعلیت کی خواہ وہ طبعی ہو یا غیر طبعی، بحالت صحت ہو یا بحالت مرض، محرک اصلی یہی تحریک ہوتی ہے

امریکہ کے ایک ماہر فن نے فطرت بشری کی ایک اور اساسی تحریک دریافت کر کے نفسیات طبیہ کا ایک اور قدم آگے بڑھایا ہے، ڈاکٹر بورس سیڈس نے وہی فریوڈی اسلوب کو اختیار کر کے یہ دکھایا ہے کہ تمام امراض عصبی کا اصلی باعث، اختلال فکر و کردار کا حقیقی سبب خوف ہوتا ہے، نہ کہ جذبہ جنسی (حسب قول فریوڈ) اور نہ انانیت و خود فراموشی کی تحریک (بقول ایڈلر)

(باقی)

(جرنل آف مینٹل سائنس)

اخبارِ علمیّہ

ماہ گذشتہ مین آکسفرڈ سے ڈاکٹر وی، اے، اسمتھ، ال، ال، ڈی کی وفات کی خبر موصول ہوئی ہے ڈاکٹر موصوف مشرقی علوم سے خاص شغف رکھتے تھے، اور تاریخ ہند کے ایک مستند عالم سمجھے جاتے تھے تقریبًا ۱۸۷۱ء مین وہ ہندوستان مین ایک سویلین کی حیثیت سے آئے تھے، اور صوبہ متحدہ کے مختلف اضلاع مین مختلف مناصب پر فایز رہ کر کوئی بیس سال ہوے پنشن لیکر وطن واپس گئے، ہندوستان کے سی سالہ قیام مین وہ نادر سکہ جات، کتبات وغیرہ بیش بہا تاریخی مواد فراہم کرتے رہے اور ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اُنھون نے تاریخ ہند پر متعدد تصانیف شایع کین، مثلًا اکبراعظم، راجہ اشوک کا دورِ حکومت، وغیرہ جنمین سے بعض کتابین ہندوستانی یونیورسٹیون کے اعلیٰ نصاب درس مین بھی داخل ہین، انکی آخری ضخیم تصنیف "آکسفرڈ ہسٹری آف انڈیا" حال ہی شایع ہوئی تھی، رایل ایشیاٹک سوسائٹی نے تمغون اور دیگر اعزازات سے اُنکی علمی خدمات کا بارہا اعتراف کیا تھا۔

مسٹر ولیم ویسٹفیلڈ نے جو متعدد آلات کے موجد و مخترع ہین، ماہ گذشتہ مین ایک انگریزی کتاب اس عنوان سے شایع کی ہے کہ "کیا زمین گردش محوری کرتی ہے"؟ اور اس سوال کا جواب نفی مین دیا ہے، زمین کی گردش محوری اسوقت علم ہیئت کا ایک بالکل مسلم مسئلہ ہے، مسٹر موصوف نے اسکی تردید کی ہے، اور سکون ارض پر متعدد دلائل قائم کئے ہین، اگرچہ وہ دلائل علمائے فن کے نزدیک ہنوز بالکل غیر تشفی بخش ہین،

اسٹریلیا کے ایک ہواباز کپتان رابرٹس نے آواز کے ذریعہ سے موٹرون کی نقل وحرکت کا طریقہ دریافت کیا ہے، وہ ایک خاص طریقہ پر سیٹی بجاتا ہے، اور موٹر چلنے لگتی ہے، دوسرے طرز پر بجاتا ہے اور موٹر رک جاتی ہے، ایک تیسرے طریقہ سے بجاتا ہے، اور موٹر کو جدہر موڑ نا منظور ہو اُدہر گھوم جاتی ہے، وقس علیٰ ہذا، آواز کی اس جدید قوت کا تجربہ ایک میل کے فاصلہ تک ہو چکا ہے۔

چاند کے آباد وغیر آباد ہونے کا مسئلہ مدت سے زیر بحث چلا آتا ہے۔ عرصہ ہوا بعض علمائے ہیئت نے اپنا خیال ظاہر کیا تہا کہ کرۂ ماہتاب مین سمندر اور نہرین موجود ہین، اسکے بعد اس خیال کی تردید کیگئی، اور ہیئت دانون نے فیصلہ کیا کہ چاند مین سمندر ہونا کیا معنی پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہین، اور یہ جو قوی دوربینون کی مدد سے سطح ماہتاب پر شکنین اور دراڑین سی پڑی ہوئی نظر آتی ہین، یہ پانی کی نہرین نہین، بلکہ خشک آتشی مادہ (لاوا) اور خاکستر کی چادرین ہین جو آتش فشان پہاڑون کے بند ہو جانے کے بعد سطح پر جم گئی ہین، چند روز پیشتر تک یہ فیصلہ طے شدہ سمجہا جاتا تہا لیکن جدید ترین معلومات وانکشافات نے پھر ایک بار اس رائے مین تزلزل پیدا کر دیا ہے، ابھی بار امریکہ کے مشہور ماہر فلکیات پروفیسر پیکرنگ نے وثوق وتیقن کے ساتھ یہ دعویٰ مشاہدات ہیئت کی بنا پر پیش کیا ہے کہ چاند مین آبادی کا وجود ہے، آکسفرڈ یونیورسٹی کے استاد طبیعیات پروفیسر فریڈرک سوڈی نے اجکل دوسری قسم کے دلائل یعنی طبیعی وکیمیائی شواہد کی بنا پر بھی اسی نتیجہ کی تائید کی ہے،

ماہتاب کے آباد وغیر آباد ہونیکے علاوہ، دوسرا مسئلہ جو اسوقت سائنس دانون کے پیش نظر ہے اور جس نے اس سے بھی زاید یورپ کے ہر حلقہ مین دلچسپی پیدا کر رکھی ہے، وہ مریخ وکرۂ ارض کے

باہمی تعلق کا ہے، پروفیسر لاول نے غیر معمولی قوت کی دوربینون کی مشاہدات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مریخ مین مصنوعی نہرون کا سلسلہ نہایت طویل موجود ہے، پس جس کرہ کی مخلوق انجینیرنگ مین اسقدر کمال رکھتی ہے، اگر وہ باشندگان ارض سے بھی نامہ وپیام کا کوئی طریقہ دریافت کرسکے تو تعجب انگیز نہین، ساتھ ہی آلات لاسلکی (بے تار کی تار برقی) مین بھی برابر بعض عجیب قسم کی آوازین محسوس ہورہی ہین، اور صرف ایک ہی مقام پر نہین، بلکہ یکسان قوت کے ساتھ ایسے دور دراز مقامات پر بھی جیسے کہ لنڈن ونیویارک مین (جنکا درمیانی فاصلہ ۳۲۰۰ میل ہے) ان آوازون کا مبدء وماخذ سطح زمین کا کوئی مقام نہین معلوم ہوتا، پروفیسر مارکونی جو سلسلۂ لاسلکی کے موجد ومخترع ہین انکا خیال ہے کہ ممکن ہے یہ آوازین بعض طبعی اسباب سے خود بخود آفتاب سے پیدا ہوتی ہون، ممکن ہے کہ ماہتاب سے آتی ہون، اور اسی طرح ممکن ہے کہ کسی اور سیارہ مثلاً مریخ سے آتی ہون، بعض دیگر حکما و ماہرین فن اس رائے کے موید ہین اور بعض مخالف۔ (معارف کے آیندہ نمبر مین مختلف علما فن کی رائین اس باب مین درج کیجائینگی،)

میساچوسٹس (امریکہ) کے انسٹیٹیوٹ آف ٹکنالوجی کے شعبۂ طبیعیات کے مہتمم اعلیٰ پروفیسر ڈور نے ماہ دسمبر مین اعلان کیا کہ کرۂ ارض کا وزن .... ۱۶۲ من ہے! ان اعداد کو الفاظ مین ظاہر کرنے کے لئے علم الحساب مین کوئی اصطلاح نہین ہے،

نوع انسان کی تقسیم تین بڑی نسلون مین ہے، منگولی[۱] (یا اولاد سام) حبشی[۲] (یا اولاد حام) اور آریہ[۳] (یا اولاد یافث) جغرافیہ کی اصطلاح مین ان ہرسہ اقوام اصلیہ کا وطن، علی الترتیب چین، افریقہ، و یورپ سمجھا جاتا ہے، اور دنیا کی باقی اقوام، انہین اقوام اصلیہ کی شاخین تسلیم کیجاتی ہین جو انکی باہمی

ترکیب واختلاط کے نتائج ہین، حکماے مغرب کے سامنے یہ مسئلہ مدت سے مختلف فیہ چلا آتا ہے، کہ آخران مین یہ تفریق وتنوع کن اسباب کی بنا پر ہے، قانون انتخاب طبعی کی مدد سے بھی یہ مسئلہ پوری طرح حل نہین ہوتا، حال مین علم الانسان کے ایک بہت بڑے ماہر پروفیسر آرتھر کیتھ نے اپنا خیال یہ ظاہر کیا ہے کہ اس تنوع واختلاف کے اصلی باعث جسم انسانی کے بعض غدود ہین، جنہین اصطلاح طب مین (Ductless Glands) کیا جاتا ہے، بنا، تفریق زیادہ تر جلد اور بالون کے رنگ کے اختلاف پر قائم کیگئی ہے، منگولی نسل کا رنگ زرد ہوتا ہے، حبشی نسل کا سیاہ، اور آریہ نسل کا سرخ وسفید، اسی طرح کا اختلاف تینون نسلون کے بالون مین ہوتا ہے، پروفیسر کیتھ کہتے ہین کہ یہ سب اختلافات انہین غدود کی فعلیت کے نتائج ہین، چنانچہ آریہ نسل کے جن افراد کے غدود رقبیہ کی فعلیت سست ہوتی ہے انکا رنگ مثل منگولیون کے زرد ہوتا ہے یا جنہین غدود نخامیہ کے افعال معطل ہوجاتے ہین وہ بلحاظ قد وقامت بالکل پست ہو کر رہ جاتے ہین، وقس علی ہذا۔

صوبہ متحدہ کی گذشتہ سالانہ تعلیمی رپورٹ مین حسب معمول مختلف امور کے متعلق اعداد وشمار درج ہین، ذیل مین بعض ابواب کے متعلق سال پیوستہ کے اعداد کے ساتھ وہ درج کیے جاتے ہین کہ اس سے صوبہ کی تعلیمی رفتار کا کسیقدر اندازہ ہوسکیگا۔

	سال گذشتہ ۱۸-۱۹۱۹ء	سال پیوستہ ۱۷-۱۹۱۸ء
ہر قسم کی درسگاہون کی مجموعی تعداد	۱۷۹۶۶	۱۷۹۷۵ (تنزل)
مجموعی تعداد طلبہ	۹۲۲۴۶۷۹	۹۱۸۲۵۸ (اضافہ)
تعداد طلبہ مدارس سرکاری	اضافہ بقدر ۱۶۱۱۶	
تعداد مدارس سرکاری	" ۷۱۷	

تعداد طلبہ مدارس خانگی	تنزل بقدر	۹۶۹۵	
تعداد مدارس خانگی	"	۷۲۳	
میزان مصارف تعلیم	۱۷۲۳۷۴۵۰	۱۵۲۸۹۱۷۹	(اضافہ)
تعداد طلبہ کالج	۴۷۷۳	۵۰۶۴	(تنزل)
تعداد طلبہ ہائی اسکول	۸۹۰۳۷	۹۱۱۷۷	(تنزل)
تعداد طلبہ مدارس ابتدائی	۷۲۵۶۴۲	۷۰۶۷۲۹	(اضافہ)

تلخیص و تبصرہ

یوسف و زلیخا

مصر مین بعض علمار آثار قدیمہ کو حال مین بوسیدہ چرمی کاغذات پر یونانی و شامی خط مین حضرت یوسف و زلیخا کا قصہ عشق مندرج دستیاب ہوا ہے، جو عبرانی زبان سے ترجمہ شدہ معلوم ہوتا ہے، رسالہ پاپولر سائنس سفتنگر نے اپنے صفحات مین اس کتبہ کے مفصل اقتباسات شایع کئے ہین، اس قصہ سے مسلمان و عیسائی اگرچہ اپنی مذہبی کتابون کے واسطہ سے بخوبی واقف ہوچکے ہین، تاہم اس نو دریافت کتبہ کے بعض جزئیات بھی لطف و دلچسپی سے خالی نہین،

کتبہ مین درج ہے کہ فرعون مصر کا نائب السلطنت پنٹیفرس، شہر ہیلوپولس کا مقتدائے مذہبی، نہایت متمول و حکیم وقت تھا، اُسکی ایک لڑکی زلیخا، جسکا سن اٹھارہ سال کا تھا، حسن و جمال و رعنائی مین اپنا نظیر روے زمین پر نہین رکھتی تھی، تناسب اعضا، شکل و صورت، محبوبی و دلکشی، ہر حیثیت سے وہ عدیم المثال تھی، وہ ایک بلند قلعہ مین رہتی تھی، اور کسی مرد کی اس تک رسائی نہ تھی، بہ کثرت امرا اور شہزادون نے اسکی خواستگاری کی، لیکن اس نے ہر پیام کا جواب سخت انکار سے دیا،

جب اسکے والد کو خبر ہوئی کہ یوسف، ہفت سالہ خوشحالی و سرسبزی کے زمانہ مین ذخائر غلہ فراہم کرنے کے سلسلہ مین اسکے شہر مین آرہے ہین، تو اس نے یہ طے کرلیا کہ اسکی لڑکی مصر کے اس جدید رکن اعظم کے ازدواج مین آئیگی، چنانچہ اس نے اپنی لڑکی کے پاس آکر کہا کہ "بیٹی، خدا کا برگزیدہ یوسف، جو اسوقت تمام مملکتِ مصر کا حکمران ہے، آج ہمارے شہر مین قدم رکھ رہا ہے

یہ یوسف خدا کی پرستش کرتا ہے، اور علم وحکمت مین اسکا پایہ بہت بلند ہے، پس اے میری پیاری بیٹی، تو تیار رہ کہ مین تیری شادی اسکے ساتھ کردونگا اور آیندہ سے تو اسکی عروس اور وہ تیرا شوہر ہوگا"

اسپر زلیخا بہت برہم ہوئی اور بولی کہ "ابا جان، آپ یہ کیا فرما رہے ہین، کیا آپ مجھے ایسے شخص کی اسیری مین دیدینا چاہتے ہین جو باہر کا ہے، جس نے ہمارے ملک مین آکر پناہ لی ہے، اور جو غلام کی حیثیت سے فروخت ہوچکا ہے"؟

لیکن یہ سارا غرور اور ساری خودبینی اسی وقت تک تھی جب تک جمال یوسفی پر نظر نہین پڑی تھی، لیکن جب ایک مرتبہ آنکھین چار ہوگئین تو پہلو مین نہ دل تھا اور نہ اب وہ زلیخا پہلی زلیخا تھی۔

"جب زلیخا نے یوسف کو دریچہ سے جھانک کر دیکھا تو فوراً اسکا دل بیٹھ گیا اور روح لرزنے لگی، اسکے اعضا رہلنے لگے، اور اسکا جسم کانپنے لگا...... اس نے آہ سرد بھر کر اپنے دل مین کہا کہ ہاے میری کیسی کمبختی آگئی، مین بدنصیب اب اس سے کہان چھپ سکتی ہون! اور اب یوسف فرزند خدا میرے اوپر نظر کیونکر کریگا، کہ مین اسکی بابت کیسے سخت الفاظ زبان سے نکال چکی ہون، ہاے میری کیسی شامت آئی ہے! مین اس سے بھاگ کر اور چھپ کر اب رہ کہان سکتی ہون اسلئے کہ وہ ہر پوشیدہ مقام کو دیکھ سکتا اور ہر بھید کو جان جاتا ہے، اُسکے نور باطن سے کوئی شے مخفی و مستور نہین، اب مجھ پر خداے یوسف ہی رحم کرے، اور مین نے نادانستہ جو ناشائستہ کلمات یوسف کے حق مین کہے ہین، انہین معاف کرے، کاش آباجان مجھے اسکی خادمہ و کنیز بنا کر دیدین اور مین ہمیشہ اُسکی کنیزی کرتی رہونگی،

جب یوسف پنٹیفرس کے مکان مین آکر کرسی پر بیٹھے تو انھون نے دیکھا کہ زلیخا انہین زنانخانہ سے جھانک رہی ہے، اور انھون نے پنٹیفرس سے پوچھا کہ وہ بالاخانہ پر دریچہ سے کون عورت مجھے جھانک رہی ہے، اسے اپنے گھر سے نکال دیجئے، ورنہ وہ کہین مجھے دق نہ کرے" یہ یوسف نے

اس لئے کہا کہ اس سے پیشتر امرا و شہزادگان مصر کی بہی بہ کثرت بیویان اور لڑکیان یوسف پر دارفتہ ہوچکی ہتین، نیز عام باشندگان مصر کی بہی بہ کثرت بیویان اور لڑکیان ان پر عاشق ہوچکی ہتین۔"

زلیخا کا باپ ایک جہاندیدہ شخص تہا اُس نے جواب دیا،

"حضور، یہ لڑکی کوئی غیر نہین، بلکہ بندہ زادی ہے، جسے مرد کی صورت سے نفرت ہے اور اور حضور پہلے مرد ہین جنکی نظر اسکے چہرہ پر پڑی ہے، اگر مرضی مبارک ہو تو وہ حاضر ہوکر حضور سے شرف مکالمت حاصل کرے، اسلئے کہ وہ حضور کی بہن ہوئی۔"

حضرت یوسف یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُنہون نے کہا کہ

"جب وہ آپکی لڑکی، اور مرد بیزار دوشیزہ ہے تو بیشک میری بہن ہوئی، اسے بلائیے اور آج سے مین بہی اُسکے ساتھ مثل اپنی بہن کے محبت کرتا ہون۔"

اس پر زلیخا کی مان اُسے اپنے ہمراہ لے آئی اور باپ نے اسے حکم دیا:۔

"بیٹی، اپنے بہائی کا بوسہ لے کہ وہ بہی تیری طرح پاکدامن ہے، اور جس طرح تو غیر مرد سے بیزار رہتی ہے وہ غیر عورت کی صورت سے بیزار رہتا ہے۔"

"زلیخا نے آتے ہی یوسف سے کہا "مرحبا، اے خداے اعظم و برتر کے برگزیدہ، مرحبا۔"

یوسف نے جواب دیا کہ اے دوشیزہ خداے توانا کی تجہپر رحمت۔"

اسکے بعد زلیخا کو پھر فرمان پدری ملا کہ یوسف کے قریب آکر انکا بوسہ لے، مگر جب وہ اس حکم کی تعمیل کرنے لگی تو حضرت یوسف نے ہاتھ سے اُسے روک کر کہا کہ

"اُس شخص کے لئے جو خدا کی پرستش کرتا ہے، اور جو زندہ خدا سے برکت چاہتا ہے یہ جائز نہین ہے کہ ایک غیر عورت کا جو مردہ، اصم اصنام سے برکت چاہتی ہے، بوسہ لے البتہ شخص

خدا پرست ہے وہ اپنی والدہ اور اپنی ہمشیر کا جو اسکی ہم خاندان ہوتی ہے، نیز اپنی بیوی کا جو اسکی شریک بستر ہوتی ہے، بوسہ لے سکتا ہے، اسلئے کہ وہ سب زندہ خدا سے برکت چاہتی ہین، علی ہذا اس عورت کے لئے بھی جو خدا کی پرستش کرتی ہے، یہ جائز نہین کہ وہ غیر مرد کا بوسہ لے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی ٹھرائی ہوئی معصیت ہے"

یہ کلمات سن کر زلیخا مضطرب ہوئی اور یوسف پر نظر جما کر آہِ سرد بھرنے لگی اور آبدیدہ ہوئی اسکی اس حالت پر حضرت یوسف کو بھی رحم آگیا کیونکہ

"وہ مہربان، رحمدل و خداترس تھے، اُنہون نے زلیخا کے سر کے اوپر اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر کہا اے میرے باپ اسرائیل کے خدا، ایزد جلّ وعلا، جو ہر شے کو جِلاتا ہے، اور ظلمت سے نور، ناحق سے حق، اور موت سے حیات پیدا کرتا رہتا ہے، تو اس دوشیزہ کو اپنی برکت عطا کر، اپنی قدرت سے اُسے راہ راست دکھا، اور اُسکا شمار ان اشخاص مین کر جو مخلوقات عالم کی تخلیق سے پیشتر تیری نظر مین برگزیدہ ہو چکے ہین"

زلیخا اس دعاء یوسفی سے نہایت متاثر و مسرور ہوئی، پلٹ کر جب وہ اپنے کمرہ مین آئی تو اُسے ضعف محسوس ہو رہا تھا، غم و مسرت و خوف کے مشترک جذبات نے اسکے دماغ مین ایک تلاطم بپا کر رکھا تھا، وہ اپنے پلنگ پر لیٹ گئی، خداوند تعالیٰ کے ذکر سے اسکے جسم پر پسینہ جاری ہو گیا، اور پہلی بار اس نے اپنے قدیم و محبوب بتون کی طرف سے اعراض کیا، حضرت یوسف بھی باوجود میزبان کے اصرار شدید کے اسی روز شہر سے روانہ ہو گئے، البتہ میزبان کی خاطر سے ایک ہفتہ بعد واپسی کا وعدہ کر گئے، انکے جاتے ہی زلیخا نے کھانا پانی سب ترک کر دیا، رات بھر تنہا جاگتی، ہر وقت زار و قطار روتی، اور اکثر سینہ کوبی کرتی رہتی، اور جب سہیلیان استفسار حال پر زیادہ مصر ہوتین، تو اُنہین اپنے پاس سے شدید درد سر و اعضا شکنی وغیرہ کا عذر کر کے ہٹا دیتی، بالآخر ایک روز،

"اپنے کمرون سے ان بیشمار مورتون کو اُٹھا کر جو سیم و زر کی بنی ہوئی تھین اور جنکی وہ پرستش کیا کرتی تھی، ریزہ ریزہ کر ڈالا، اور چاندی سونے کے ٹکڑے گداگرون اور محتاجون کو تقسیم کر دیئے"

آٹھ روز تک پیہم بے آب و دانہ رہنے کے بعد زلیخا نے خداپرستی کا ارادہ کرلیا اور اپنے نفس سے کہا کہ

"سنتی ہون اسرائیلیون کا خدا، سچا، زندہ، رحیم و رحمٰن، اور رحم و کرم کا سرچشمہ ہے، مین بھی اسی کے پناہ مین آتی ہون"

یہ ٹھان کر اس نے بکمال خضوع و خشوع مناجات کی، اسکے بعد اُسے فرشتہ میکائیل کی شکل نظر آئی، جس نے اسے یوسف کے ازدواج مین آنے کی بشارت دی، یہ فرشتہ براق نور پر سوار ہوکر آسمان سے اُترا تھا، اور اُسکی شکل بالکل حضرت یوسف سے مشابہ تھی، بجز اسکے کہ اُسکی آنکھین مثل آفتاب کے روشن تھین، اُسکے بال مشعل کی طرح مشتعل تھے، اور اُسکا چہرہ مثل بجلی کے چمکتا تھا،

بہرحال اس بشارت کے بعد حضرت یوسف پھر زلیخا کے شہر مین آئے، دونون کی یکجائی ہوئی، اور زلیخا عقیدۂ توحید کی قایل اور بت پرستی سے دست بردار ہوکر اُنکے عقد مین آئین، نکاح کا اہتمام خود فرعون مصر نے کیا، اور ایک ہفتہ تک تمام مملکت مین شاہی تزک و احتشام کے ساتھ جشن ہائے مسرت منعقد ہوتے رہے،

اصل کتبہ کا پورا ترجمہ انجمن اشاعت علوم مسیحیہ (سوسائٹی فار پروموٹنگ کرسچین نالج) کی جانب سے انگریزی مین شایع ہوا ہے،

ادبیات

مرثیۂ غالب

از سالک مرحوم دہلوی

شب کو اختر شمار ہونا تہا	روز آنکھون مین تار ہونا تہا
اب کہان گل فشانی مضمون	خامہ حسرت نگار ہونا تہا
شب، شبِ انتظار رہتی ہے	روز، روزِ شمار ہونا تہا
حشر برپا ہوا تو خوب ہوا	یہ بہی اے روزگار ہونا تہا
کیون برآے مری کوئی امید	ناامیدی شعار ہونا تہا
نفسِ چند کیون رہے باقی	دہر مین شرمسار ہونا تہا
ہر ستم میرے واسطے ای چرخ	خنجر آبدار ہونا تہا
تیغ بیداد تیز ہوئی تہی	اور مجہپر بہی وار ہونا تہا
نغمہ سنجِ نشاط کیا ہونا	زیرلب بار بار ہونا تہا

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

اب نہین ہوش مین رہا کوئی	کیا مرا حال پوچہتا کوئی
کوئی آزارِ چرخ کا گلہ مند	شاکیٔ بخت نارسا کوئی
چشم تر سے ہے کوئی طوفان خیز	ضبط سے ہے بہرا ہوا کوئی

ہے کسی کی فغان شرر افشان — سوزِ نہان سے جل گیا کوئی

جو نہ مانگے کبھی کوئی مہجور — لب پہ لاتا ہے وہ دعا کوئی

اپنے عالم مین مبتلا ہے جہان — کوئی دشمن نہ آشنا کوئی

نہین چھٹنے کی زندگانی تک — غم کی سمجھا نہ انتہا کوئی

راز اتنا تو کھولدے مجھپر — نہین اسرار دان رہا کوئی

اب یہ کیون آسمان کو ہی گردش — فتنہ اس سے بھی ہے سوا کوئی

رشک عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

جسمین رہتا تھا ہائے جلوۂ یار — ہے وہی آنکھہ غم سے طوفان بار

تھا سکون مین جو مرکزِ خاکی — نہین اس دل کو مثل برق قرار

جان لب پر کبھی نہ آئی تھی — اب لبون سے بھی ہوگئے بیزار

اب وہ پیمانۂ حیات ہوا — زیب کف تھا جو ساغرِ سرشار

یک نفس زندگی محال ہوئی — کاش آسان ہو مرون دشوار

رات بدتر ہے روز ماتم سے — روز ظلمت مین غیرتِ شب تار

مرگ کا اب خدا سے طالب ہون — پہلے کیا کیا تھے مانگنے مین عار

زہر کھانے مین خوف تھا کیا کیا — اب سمجھتا ہون چارۂ آزار

سبب گریہ پوچھتے ہین لوگ — مجھکو کہنا پڑا یہی ناچار

رشک عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

نہ کرون گا علاج دردِ جگر
زندگی موت سے نہین بہتر

دلِ گم گشتہ کا کہون کیا حال
کہ مجھے جان کی نہین ہے خبر

سطحِ خاک کی الٰہی خیر
آج رکتا نہین ہے دیدۂ تر

شمعِ بزمِ سخن کی خاموشی
دے گئی نالہاے صور اثر

یہ کس آتش زبان کا مرنا آہ
کر گیا برق سے سوا مضطر

کشتِ اُمید ہوگئی تاراج
خرمنِ صبر پر چلی صرصر

نخلِ حرمان مین تازگی آئی
شجرِ آرزو ہوا ہے بر

مجھپہ سو بار حشر بھی گذرا
پر نہ اس حادثہ سے تھا بڑھکر

ہوگیا ہے مرا یہ تکیہ کلام
پہلے ہر بات سے یہی لب پر

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

خضرِ راہِ سخن جہان سے گیا
ہادیِ راہ، کاروان سے گیا

مرگ کا زندگی مین تھا کھٹکا
یہ بھی غم ہاے جاودان سے گیا

شعلے ہر بات مین نکلتے ہین
ضبط اب سوزشِ نہان سے گیا

شکر ہے موت جلد اگر آجائے
شکوہ اب مرگِ ناگہان سے گیا

دہر ہی پر نہین ہے رونقِ دہر
باعثِ زیب دہریان سے گیا

گل ہین لیکن نہین بہارِ نظر
رنگ گویا کہ گلستان سے گیا

دل ہے لیکن نہین ہے دل کو قرار
صبر گویا کہ اپنی جان سے گیا

خاک مین مل گیا عروجِ سخن
مہرِ معنی کے آسمان سے گیا

یاد ہے وہ عذو بتِ گفتار اب سخن کا مزا زبان سے گیا

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

غم استاد ہے اگر یہ ہی یا خدا کیونکہ زندگی ہوگی

مبتلاے الم ہون کیا جانون عیش کیا شے ہی اور خوشی کیسی

و مبدم اپنے حال پر رویا اور رونے پہ گاہ گاہ ہنسی

مین ہون اور رنج بیکسی افسوس وہ بھی دن تھے کہ خوش گذرتی تھی

ایکدن دہر مین مری فریاد ہاے ہوجائیگی کہانی سی

آسمان گر پڑے تو گرنے دو سر پر اور ایک لجھہ یہ بھی سہی

شق اگر ہو زمین تو ہو جاے مین ہون پیوند کاش جیتے جی

کیجیے نالہ اور مر رہیے زندگی کی ہے کائنات یہی

کیا کہون کون مر گیا سالک آپ کہتے ہین طالب و عرفی

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

چہرے تک اُنکے مست گئی بیخبر گئی (غزل) جب جب گئی نگاہ بنوعِ دگر گئی

دشوار ہو گئے ہین اشارے بھی ضعف مین اس کام سے بھی اب تو ہماری نظر گئی

سامانِ غم بھی ہجر کی شب منتشر ہوا تڑپے تو آنسوؤن کی لڑی بھی بکھر گئی

تھی جسکی جستجو وہ اگرچہ نہین ملا لیکن مری نگاہ سے دنیا گذر گئی

یوسف کو سستے دام زلیخا نے لیلیا تقدیر تھی جو حسن کی قیمت ٹھہر گئی

عبد السلام ندوی

باب التقریظ والانتقاد

مذہب وعقلیات

زمانۂ جنگ مین جذبات کے تلاطم سے انسان کے ہوش وحواس بہت کم بجا رہتے ہین، اسلئے وہ اس حالت مین بہت سی ایسی باتین کر گذرتا ہے جس پر بعد کو اُسے خود ہنسی آتی ہے، جنگ درحقیقت اس وقت شروع ہوتی ہے، جب دو قومون یا دو شخصون کے حقوق اور مقاصد واغراض مین تصادم ہوتا ہے لیکن کوئی مہذب سے مہذب شخص بھی صرف ان حقوق کو اپنا نقطۂ نظر نہین ٹہراتا بلکہ اس حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے، اور یہین سے ان افعال کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جو قانون شکنی کا لازمی نتیجہ ہین، مثلاً اگر دو قومون یا دو شخصون مین سرحد کے متعلق جنگ ہو تو صرف اس سرحد کی واپسی پر قناعت نہین کیجاتی، بلکہ دونون فریق اپنے حریف کے دار السلطنت تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہین، حالانکہ ابتداء مین وہ مابہ النزاع نہ تہا،

فلسفہ ومذہب کی جنگ بھی اسی قسم کی جنگ ہے، مسلمانون مین اول اول جب فلسفۂ یونان کی کتابین ترجمہ ہوکر شائع ہوئین تو انکو ایک الگ دنیا نظر آئی، اُنھون نے دیکھا کہ فلسفہ نے اُن حدود مین قدم رکہا ہے جنکو اسلام نے ممنوع قرار دیا تہا، انکو نظر آیا کہ فلسفہ نے ان جامد خیالات مین حرکت پیدا کردی ہے جنکو اسلام نے نہایت ٹھوس بنا دیا تہا، اسلئے مسلمانون کی ایک خالص مذہبی جماعت نے فلسفہ کی تعلیم کو حرام قرار دیا اور علامۂ سیوطی نے منطق جیسی قطعی ومفید چیز کو انہی محرمات کی فہرست مین داخل کردیا، لیکن آزاد خیال مسلمانون کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو فلسفیانہ مسائل کا مطالعہ کرتی تھی، اور ان مسائل کی رنگینی نے انکو اپنا فریفتہ بنا لیا تہا، اسلئے لازمی طور پر دونون مین جنگ ہوئی اور نتیجہ

وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، اگر اس جنگ کی تاریخ معلوم ہوتی تو یہ فیصلہ کیا جا سکتا کہ اصلی مابہ النزاع چیز کیا تھی جسپر یہ ہنگامہ برپا ہوا، لیکن سردست تو امام رازی کی شرح اشارات مین ہمکو صرف یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ دشمن کی زمین کا چپہ چپہ فتح کرلیا گیا ہے، اور حریف مین اب اتنی سکت نہین کہ اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو بھی واپس لے سکے، لیکن بعض اشخاص ایسے بھی ہوتے ہین جنکی نگاہ اس ہنگامہ مین بھی اصل حقیقت پر پڑتی ہے، اور وہ فریقین کے حدود کی صحیح تعین کردیتے ہین، جہان سے ہر ایک کو بڑہنا، اور بڑھکر ایک حد تک ٹہر جانا چاہیئے، اسلام مین امام غزالی پہلے شخص ہین جنھون نے یہ خدمت انجام دی اور فلسفہ کے اُن مسائل کی تعین کی جو حقیقی طور پر مذہب کے مخالف تھے، ان کے علاوہ بہت سے مسائل کو صحیح ثابت کیا اور بہت سے مسائل کو غیر جانبدار قرار دیا جنکو مذہب سے نہ دوستی ہوسکتی نہ مخالفت۔

جدید دور ترقی مین جب تاریخ نے اپنے آپکو دوبارہ دہرایا، اور مذہب، سائنس اور فلسفہ مین ایک عالمگیر جنگ شروع ہوئی تو جیسا کہ ہمیشہ دوران جنگ مین ہوا کرتا ہے، جذبات کے تلاطم نے حق و باطل کی تمیز بالکل اُٹھا دی، اور فریقین نے ایک عام حملہ شروع کردیا، لیکن یہ زمانہ مسلمانون کے انحطاط کا زمانہ تہا، اِسلئے یہ ہمت تو نہین ہوئی کہ امام رازی کی طرح موجودہ فلسفہ و سائنس کے پرخچے اڑا دیئے جاتے بلکہ اُسکے سامنے مجبورانہ سر اطاعت خم کردیا گیا، اور اسلام کے جو مسائل بظاہر فلسفہ و سائنس کے مخالف نظر آتے تھے انکو انھی کے مطابق کرنے کی کوشش کیگئی، یہانتک کہ بہت سے لوگون کو خود قرآن مجید مین فلسفہ کے بہت سے دقیق اور معرکۃ الآرا مسائل کی تشریح نظر آنے لگی، لیکن یہ سب کچھ ضعف عقلی، اور محض مرعوبیت کا نتیجہ تہا، اگر آزادی سے کام لیا جاتا تو سب سے پہلے مابہ النزاع کی تعین درکار تھی، جو صرف ایک نکتہ سنج اور غیر متاثر دماغ ہی کرسکتا تہا،

علامۂ شبلی پہلے شخص ہین جنھون نے یہ خدمت انجام دی اور الکلام مین تصریح ثابت کیا کہ سائنس

و مذہب کے حدود بالکل الگ الگ ہین، دونون مین جنگ کا امکان ہی نہین ہوسکتا، فلسفہ البتہ
مذہب سے ٹکراتا ہے لیکن وہ کوئی یقینی چیز نہین ہمارے دوست پروفیسر عبدالباری ندوی نے اپنے
ایک لکچر مین جواب "مذہب وعقلیات" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس مسئلہ کو اور بھی واضح کیا ہے،
اور نہایت تفصیل کے ساتھ فلسفہ، مذہب، اور سائنس کے حدود بتائے ہین، ان اسباب کی تشریح
کی ہے جس نے یہ جنگ برپا کرائی، اور اسی کے ساتھ فلسفہ کے تمام اسکول کی تعداد بتائی ہے اور
ان مین اس اسکول کو متعین کیا ہے جو درحقیقت مذہب کا حریف ہوسکتا ہے، انکے نزدیک سائنس
توکسی طرح مذہب کا مخالف نہین ہوسکتا، البتہ فلسفہ کے چار مشہور اسکولون مین (ثنویت، تصوریت
یا روحیت، مادیت، ارتیابیت) دو اول الذکر تو خود مذہب کے حامی ہین، تیسرا یعنی مادیین کا اسکول
البتہ مذہب کا حریف ہے، اور ارتیابیت نہ مذہب کا دوست ہے نہ دشمن، لیکن ہم نہین سمجھ سکتے کہ
اُنھون نے فلسفۂ تشکیک کو کیون اس معرکہ سے الگ رکھا ہے؟ مذہب کا تمامتر دار و مدار
اذعان و یقین پر ہے، اور قرآن مجید نے صاف صاف کہدیا ہے کہ الم ذٰلک الکتاب لاریب فیہ
متعدد آیات مین شک کرنے والون کی بُرائی کیگئی ہے اور اُن سے پوچھا گیا ہے کہ کیا تم اس خدا کی
نسبت شک کرتے ہو جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، ایسی حالت مین تو وہ مذہب کا سب سے
زیادہ مخالف قرار دیا جا سکتا ہے، خود ہمارے متکلمین نے اس اسکول کو سب سے زیادہ خطرناک
خیال کیا ہے، اُنکے نزدیک فلسفہ کے اور اسکول تو ایک چیز کے مدعی ہوتے ہین اور اُسکو دلائل سے
ثابت کرتے ہین، فریق مخالف اگر ان کے مقابل مین کامیاب نہین ہوسکتا تو کم از کم اُنکے دلائل کے
تردید کی ہمت تو کر سکتا ہے، لیکن ایک لاادری تو بالکل مقاومت مجہولہ کے اصول پر عمل کرتا ہے، مذہب
کہتا ہو کہ تم جانو کیونکہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہین ہین، لیکن ایک لاادری صرف ایک لفظ
"نہین جانتے" سے مذہب کی اس تعلیم کو بالکل رد کر دیتا ہے، ہم اس نہ جاننے کی وجہ پوچھتے ہین تاکہ دلیل کا

مقابلہ دلیل سے کیاجائے، لیکن پھر وہ اسی رٹتے ہوئے فقرے کو دہرادیتا ہے، اب ہمارے پاس اسکا کیا جواب ہے؟ ہم اسکو دشمن سمجھتے ہین لیکن دشمنون کی طرح اس سے لڑ نہین سکتے، مادیت جسکو ہمارے دوست مذہب کا اصلی حریف سمجھتے ہین، سائنس کے موجودہ انکشافات سے انکے نزدیک اسکو اور بھی تقویت حاصل ہوئی ہے، اور درحقیقت ہمارے زمانہ مین مذہبی عقاید مین جو تزلزل پیدا کیاہی وہ اسی مذہب نے پیدا کیاہی اور تطبیق معقول و منقول کا خیال اسی نے پیدا کرایا ہی لیکن ہمارے دوست مذہب کو اسکی زد سے اسلئے محفوظ سمجھتے ہین کہ مادیت کے تمام مسائل، اور سائنس کے موجودہ انکشافات بھی معمہ کائنات کی تمام عقدہاے لانیحل کو ابتک نہین کھول سکے ہین، تہ مین اور بھی علل واسباب ہین جن تک ابتک رسائی نہین ہوئی ہے، خدا، روح، فرشتے، غرض تمام مذہبی معتقدات اسی تہ مین چھپے ہوئے ہین، اور مادی فلسفہ اگر انکا اثبات نہین کرسکا ہی تو انکار بھی نہین کرسکتا، لیکن ہمارے دوست کو غالباً بلکہ یقیناً معلوم ہوگا کہ مذہب بھی اس سرمایۂ محفوظ تک کسی کی رسائی کو پسند نہین کرسکتا، وہ صرف مظاہر قدرت کی نیرنگیان دکھا کر انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہی، اور سائنس کے موجودہ انکشافات سے ان مظاہر کی حقیقت اسقدر واضح طور پر معلوم ہوچکی ہے کہ ایک سائنس دان جب مذہب کے اس سادہ استدلال پر نظر ڈالتا ہے تو اسکو بیساختہ ھنسی آجاتی ہی، اور صاف صاف کہدیتا ہے کہ اگر مذہب کی کل کائنات یہی ہی تو سائنس اس سے زیادہ کامیاب ہے جس نے آفتاب و ماہتاب کو اور بھی روشن کردیا ہے،

غرض جہانتک قرآن و حدیث کی تصریحات نے حقائق عالم کے چہرہ سے نقاب اٹھادی ہے سائنس نے اس سے بہت زیادہ گرہ کشائی کرلی ہے، اور اس حیثیت سے وہ بجا طور پر اپنے آپکو مذہب کا کامیاب حریف سمجھ سکتا ہے، اسلئے جو لوگ اس سے مرعوب ہوکر تطبیق معقول و منقول کی کوشش کررہے ہین انکی مرعوبیت بالکل بجا ہے۔

عبدالسلام ندوی

مطبوعات جدیدہ

صبح امید کا قومی نمبر، صبح امید ایک ایسا رسالہ ہے جس نے اپنا نصب العین ملک کی پولیٹکل اور قومی زندگی کی ترقی قرار دیا ہے اور وہ بہت کچھ اسمین کامیاب ہوا ہے، اگرچہ اسکے ہر نمبر مین اس قسم کے مضامین مل سکتے ہین، لیکن جنوری اور فروری ۱۹۲۰ء مین اُسکے قومی نمبر نے اس مقصد کو اور بھی زیادہ واضح کردیا ہے، اردو رسائل کی دنیا مین مخصوص نمبرون کے نکالنے کا عام رواج ہوگیا ہے لیکن بہت کم رسائل ایسے ہین جو اسکے اصلی مقصد سے واقف ہون، حجم کی ضخامت، مضامین کی کثرت، مشاہیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطرین ایک رسالہ مین ایسی خصوصیتین پیدا کردیتی ہین جسکو مخصوص نمبر کا لقب دیدیا جاتا ہے، لیکن ان مضامین کو کسی خاص مقصد سے کوئی تعلق نہین ہوتا،

صبح امید کے قومی نمبر کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان تمام خیالات کا ایک مرقع ہے جنکو موجودہ پولیٹکل اور قومی زندگی نے پیدا کیا ہے، موجودہ مسائل مین سب سے اہم مسئلہ، مسئلۂ خلافت ہے جسپر ہندو اور مسلمان دونون متفق ہین، لیکن یہ جوش اتحاد صرف قومی ہے، علمی نہین، یعنی بہت کم لوگ ایسے ہین جنھون نے سلطنت عثمانیہ کے ماضی و مستقبل کے حالات اور دول یورپ کے تعلقات کو پیش نظر رکھکر اسکی مظلومیت پر ترس کھایا ہو، صبح امید کے قومی نمبر مین مولوی ابوالحسنات ندوی نے ابتدا سے لیکر انتہا تک اس سلطنت کی پولیٹکل تاریخ اور مذہبی اہمیت کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جسکے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ قومی اتحاد کسقدر حقائق تاریخی کے مطابق ہے، اسکے بعد پنڈت کشن پرشاد کول کا ایک مضمون آزادی کی پہلی منزل کے عنوان سے درج کیا گیا ہے جسمین ان تمام مسائل کی تشریح ہے جو ریفارم اسکیم اور حضور ملک معظم کے فرمان سے پیدا ہوئے ہین،

مسٹر گھوکل تلک نے موجودہ اقتصادی مسائل مین کاغذی سکہ پر ایک عمدہ مضمون لکھا ہے جس سے وہ تمام اقتصادی مسائل حل ہوجاتے ہین جو اس زمانہ مین زر کاغذی کے غیر معمولی رواج سے پیدا ہوگئے ہین، رفتار قوم کے تحت مین ایڈیٹر نے موجودہ واقعات اور کانگرس اور مسلم لیگ کی کاروائیون پر دلچسپ تبصرہ کیا ہے،

اسکے بعد عام دلچسپی کے مضامین ہین اور ان تمام مضامین کی ترتیب سے یہ پرچہ دلچسپ، مفید اور موجودہ حالات کے بالکل مطابق ہوگیا ہے، اور یہی ایک رسالہ کی سب سے بڑی کامیابی ہے، ضخامت ۱۰۰ صفحے سے زاید، قیمت ۱۲ار، منیجر صبح امید، امین الدولہ پارک لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

الفوز الکبیر، یعنی نحو میر کا ترجمہ، مترجمہ مولوی احمد علی صاحب، تقطیع کلان، کاغذ سفید، صفحے ۴۸، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت فی جلد ۳ر، پتہ: مئو ناتھہ بھنجن، محلہ قاسم پورہ ضلع اعظم گڈھ۔

اس رسالہ مین مترجم نے سوال وجواب کی صورت مین نحو میر کے مسائل کو سمجھایا ہے، ابتدائی تعلیم کے لئے رسالہ مفید ہے، طرز بیان اور زبان سہل وصاف ہے، گو کہین کہین پیچیدگی رہ گئی ہے، تاہم عام طور پر لڑکون کی سمجھہ کے مطابق ہے، تھوڑی توجہ مین وہ اصلی مسائل کو سمجھہ سکتے ہین، متعدد مثالین دیگئی ہین، جن سے مسئلہ بہت زیادہ آسان اور قریب الفہم ہوگیا ہے، ضمیمہ مین اسماے عدد اور انکے استعمال کا طریقہ بھی درج کیا گیا ہے، آخر رسالہ مین ایک شجرۂ نحو یہ بھی ہے جس سے کلمہ کی تقسیم اور اسکی تمام قسمون کی تفصیل بیک نظر معلوم ہوسکتی ہے، کتاب اپنے مقصد کے لحاظ سے مفید وکامیاب ہے،

برکاتِ حکومتِ برطانیہ، مولفہ جناب ادریس احمد صاحب بی اے، تقطیع چھوٹی، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی متوسط، صفحے ۱۸۲، کتاب مولف موصوف ہڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول بجنور کے پتہ سے مل سکتی ہے،

حسب بیان مولف اس کتاب مین نہایت معتبر و مستند اعداد اور ناقابل تردید واقعات سے دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان نے برطانوی حکومت کے دوران مین ہر پہلو سے کسقدر ترقی کی ہے، اور آیندہ گوناگون ترقیون کے اسباب کسدرجہ فراہم ہوگئے ہین،

مولف کی محنت وجستجو قابل داد ہے، بعض عنوانات بڑی جانکاہی سے لکھے گئے ہین، لیکن یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ تصویر کا صرف ایک ہی رخ دکھایا گیا ہے، اور یہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت کو بہت کچھ مشتبہ کردینے والی بات ہے، وقایع نگار کا اصلی فرض یہ ہے کہ جس طرح واقعات پیش آتے گئے اور جو کچھ انکے نتائج ظاہر ہوئے بے کم وکاست انکو لکھدے، اسکو اپنی شان کسی کی مدح وستائش سے بلندتر سمجھنا چاہیئے -

مولف نے کثرت سے ابواب قائم کئے ہین، مثلاً ہندوستان کی زرعی ترقی، ہندوستان کی بڑہتی دولت، انسداد قحط، پولیس، تعلیم، عدالت، ملک کی حکومت مین اہل ملک کا حصہ، امور رفاہ عام وغیرہ، اور ان مضامین کو لکھکر یہ دکھانیکی کوشش کی ہے کہ ان تمام چیزون مین ہندوستان کا حال ماضی سے بدرجہا بہتر ہے، کوئی واقف حالات شخص اس سے انکار نہین کرسکتا کہ ہندوستان مین برطانوی حکومت کے قیام نے پچھلی حالت کو بہت کچھ بدلا ہے، اور یہ بالکل ناگزیر امر ہے کہ جب کسی ملک مین کوئی نیا تمدن اور نیا طرز حکومت قائم ہو تو اُسکے نئے نئے آثار بھی ظاہر ہون، لیکن یہ دعوی کہ ہر نئے واقعہ کا نتیجہ گذشتہ نتائج سے بہتر ہے، غالباً مضبوط و مستحکم دلائل کا محتاج ہے، جسکی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب مین نہین ملتے،

باقی رہی یہ بات کہ ان نئے حالات سے ملک واہل ملک کو فواید حاصل ہوئے یا نقصانات تو اسکی نسبت مولف سے بجز اسکے اور کیا کہا جائے،

بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را نوا گران نخوردہ گزند را چہ خبر

مجلد پنجم | ماہ رجب ۱۳۳۸ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۰ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

کلکتہ یونیورسٹی، ہندوستان کی تمام یونیورسٹیون مین ایک ممتاز مرتبہ رکھتی ہے، سرآسوتوش مکرجی کی تحریک پر دو سال سے اس یونیورسٹی مین ایک جدید شعبہ گریجویٹ طلبہ کی تکمیل فن کیلئے قائم ہے، جسمین بی۔اے، و بی۔اس۔سی پاس طلبہ اپنے اپنے موضوع سے متعلق تحقیقات و مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہین، سال گذشتہ اس شعبہ نے، مختلف مضامین مین تعلیم دی، اور تقریباً ڈیڑھ ہزار طلبہ اسمین شریک رہے، خاص خاص مضامین مین طلبہ کی تعداد حسب ذیل تھی۔

انگریزی	۵۲۱	نفسیات (علمی)	۲۲	کیمیا	۴۶
سنسکرت	۳۳	معاشیات	۱۳۴	ریاضیات	۱۹۲
فلسفہ	۱۷۵	طبعیات	۵۶	" (علمی)	۴۵
تاریخ	۱۸۹	تاریخ و تمدن	۲۷	علوم اسلامیہ (عربی و فارسی)	۹

مسلمانون کے اطمینان کے لئے یہ کافی ہے کہ ابھی ان کے علوم کے مطالعہ کرنیوالے چند نفوس باقی ہین، گو انکی تعداد ایک دہائی سے بھی کم ہو! اور گو غالباً ان مین بھی ایک بڑی تعداد غیر مسلمون ہی کی نکلیگی۔

کلکتہ یونیورسٹی تمام مسلمانون کی طرف سے شکریہ کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے ہان نہ صرف "علوم اسلامیہ" کا ایک مستقل مضمون رکھا ہے بلکہ "انڈین ورناکیولرز" (ہندوستان کی موجودہ زبانون) کے تحت مین بنگالی، مرہٹی، اڑیہ، ہندی، گجراتی، ٹامل، ٹیلیگو، آسامی، کناڈی، سنگھالی وغیرہ کے

پہلو مین ملک کی عام و مشترک "زبان" اردو کو بھی جگہ دیدی ہے، اردو کا صیغہ ڈاکٹر عبداللہ مامون سہروردی کے تحت مین ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اسمین کتنے طلبہ شریک ہوتے ہین، ہمارے ذہن سے یہ اندیشہ دور نہین کہ ممکن ہے یونیورسٹی مذکور کی کسی آیندہ رپورٹ مین یہ اطلاع درج ہو کہ یہ صیغہ بوجہ کافی تعداد مین طلبہ نہ ملنے کے بند کردیا گیا، اصلاً اردو پر جتنا حق مسلمانون کا ہے، شاید اس سے کسیقدر زایدہی ہندؤون کا ثابت ہو، لیکن پچیس تیس سال سے جو صورت حال پیدا ہے، اس نے اگر اردو کے تحفظ و بقا کو مسلمانون کی زندگی کے ساتھ وابستہ کردیا ہو تو اس سے کسی فرقہ کو رنجش کی کوئی وجہ نہین -

---

کلکتہ یونیورسٹی کی اس نظیر سے فائدہ اٹھا کر کیا یہ دریافت کرنا بے موقع ہوگا کہ جو یونیورسٹی اردو کے اصلی وطن (صوبہ متحدہ) مین قائم ہے، کیا اسپر اردو کا اتنا بھی حق نہین، الہ آباد یونیورسٹی کی از سر نو ترتیب و تنظیم ہورہی ہے، لکھنؤ یونیورسٹی عدم سے وجود مین آرہی ہے، لیکن صوبہ کی زبانون پر توجہ کرنا شاید سرکاری و غیر سرکاری "ماہرین تعلیم" کے رتبہ سے فروتر ہے،

سالہا سال کی مسلسل خون ریزی کے بعد یورپ کے بعض اہم حلقون مین خدا خدا کرکے معاونت و اتحاد باہمی کا خیال پیدا ہوا ہے، اور یہ خیال مختلف عملی شکلین اختیار کررہا ہے، چنانچہ حال مین "لیگ اف نیشن" (انجمن اقوام) کے نمونہ پر ایک "لیگ آف ریلیجنز" (انجمن مذاہب) بھی قائم ہوئی ہے، جسکے مقاصد و ضوابط حسب ذیل بیان کئے گئے ہین: -

(۱) قومی نیز بین الاقوامی حیثیت سے تمام دنیا کی روحانی قوتون کو ایک رشتہ اتحاد مین منسلک کرنا، اور انکے درمیان رابطہ محبت پیدا کرنا -

(۲) ہر قوم، ہر فرقہ، اور ہر جماعت جو کسی مذہبی یا اخلاقی بنیاد پر قائم ہو اس انجمن کی رکن ہوسکیگی -

(۳) یہ انجمن کسی مذہب وملّت کے مخصوص عقاید وتعلیمات مین دخل نہ دیگی، بلکہ ہر مذہب کے پیرو ون سے یہ توقع رکھیگی کہ وہ اپنے عقاید پر زیادہ استحکام سے قائم رہکر دوسرے مذاہب کے ساتھ رشتۂ اتحاد ومواخات پیدا کرتے رہین،

(۴) اس انجمن کو سیاسیات سے کوئی واسطہ نہوگا، بجز اسکے کہ قومی تعصب ومنافرت کو مٹا کر اسکے بجاے دنیا مین انسانیت اور عالمگیر انسانی ہمدردی کی تحریک پھیلائی جائے،

انجمن نے اتحاد ومواخات کا جو نصب العین قائم کیا ہے، اسلام کی تعلیم ابتدا سے یہی ہے اور اگرچہ عام مسلمان اپنی عملی زندگی مین اس سبق کو بھولے رہے ہین، لیکن اہل نظر برابر اسے یاد دلاتے رہے ہین، مولانا روم سے بڑھکر حقائق ومعارف کا رمز شناس اور کون ہوا ہے؟ انھون نے صاف صاف کہدیا ہے کہ بعثت انبیاء کا مقصد یہ نہین ہوتا کہ دنیا مین مزید اختلافات پیدا کئے جائین بلکہ سبکو باہمی خلوص ومحبت کے سلسلہ مین متحد کرنا ہوتا ہے، حضرت موسٰی پر وحی آتی ہے کہ

تو برائے وصل کردن آمدی ۔ نے برائے فصل کردن آمدی

انجمن مذکور کی مجلس اعلیٰ (کونسل) مین ہر مذہب وملت کے منتخب افراد رکھے گئے ہین، مسیحی فضلا مین لارڈ پارمور، بشپ آف آکسفرڈ، ڈاکٹر جیکس (ایڈیٹر ہبرٹ جرنل) اور ماسٹر آف بیلیل (آکسفرڈ یونیورسٹی) قابل ذکر ہین، یہودیون کے نمایندہ، انکے اسقف اعظم مسٹر مایر، بودھ مذہب کے پروفیسر یونگ فا (پروفیسر امپریل یونیورسٹی، چین) اور ہندوؤن کے مسٹر ڈیودہر (ممبر سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی) اور سر ایچ اڈی پٹانی (ممبر انڈیا کونسل) ہین، مسلمانون کی نیابت کا فرض بجاے مصر وٹرکی وغیرہ کے کسی شخص کے ہمارے مایۂ ناز ہموطن رائٹ آنریبل سید امیر علی ادا کر رہے ہین، سید موصوف کے فضائل وکمالات سے کسکو انکار ہوسکتا ہے، تاہم اسقدر اہم انجمن مین اسلامی نیابت کا بار تنہا ایک فرد کے سر ڈالدینا کسی طرح مناسب وقرین انصاف نہین۔

ہندوستان مین انگریزی تعلیم کی تاریخ ۱۸۵۴ء سے شروع ہوتی ہے، اسوقت سرکاری بیانات کے بموجب ملک کے خانگی مدارس مین نو لاکھہ طلبہ تعلیم پا رہے تھے، ۱۸۸۲ء مین والیسرائے لارڈ رپن نے جو ہندوستان کے نہایت ہمدرد تھے، ایک تعلیمی کمیشن مقرر کیا، اسکی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اسوقت طلبہ کی تعداد ۲۵ لاکھہ تک پہنچ گئی تھی، اور ہندوستان کی آبادی سے تعداد طلبہ کا تناسب ۲ء۱ فیصدی کا تھا، ساتھہ ہی کمیشن نے پرزور سفارش کی کہ ابتدائی تعلیم کی بہت زاید توسیع کرنا چاہیئے اور جہانتک حالات اجازت دین ہر صوبہ مین ابتدائی تعلیم کے عام کرنیکی کوشش کرنا چاہیئے، اس تجویز اور تہیہ پر ۲۸ سال کا زمانہ اور گذرا، ۱۹۱۰ء مین جو حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ سرکاری وغیر سرکاری مدارس ملاکر طلبہ کی مجموعی تعداد ۵۴ لاکھہ ہے، جسکا تناسب عام آبادی سے ۹ء۱ فی صدی کا پڑتا ہے، گویا پورے ایک قرن کے ادعائے سعی وکوشش کے بعد طلبہ کی تعداد مین ایک فیصدی کا بھی نہین بلکہ ۷ء فیصدی کا اضافہ ہوسکا!

غفلت وجمود کے الزام سے رعایا کی برائت پیش کرنا ہرگز مقصود نہین، لیکن کیا حکومت ہند کے ذمہ دار ارکان کہہ سکتے ہین کہ اُنھون نے معمولی فرض شناسی کا بھی ثبوت دیا،

توسیع تعلیم کا اصلی معیار تو طلبہ کی تعداد ہے، لیکن ابھی منزل تک پہنچے کیلئے حکومت کے ہاتھہ مین سب سے کارگر آلہ تعلیمی بجٹ ہے، چنانچہ جو حکومت تعلیم پر دل کھول کر خرچ کرتی ہے وہ توسیع تعلیم مین ضرور کامیاب رہتی ہے، آؤ اس معیار پر بھی حکومت ہند کی تعلیمی تاریخ کی جانچ کرلین، ۱۸۸۲ء مین ہندوستان کی آبادی (ریاستون سے قطع نظر کرکے) ۲۰ کرور ۸۰ لاکھہ تھی، اس وقت تعلیم کی مد مین سرکاری مصارف ۲ لاکھہ ۴۰ ہزار پونڈ سالانہ تھے، ۲۸ سال بعد ۱۹۱۰ء مین برٹش ہندوستان کی آبادی ۲۳ کرور ۷۰ لاکھہ کی ہوگئی، اسوقت تعلیمی بجٹ ۶ لاکھہ ۲۰ ہزار

پونڈ کا تیار ہوا، گویا ۲۸ سال مین ۴۰ لاکھ ۸۰ ہزار پونڈ کا اضافہ ہوا، لیکن اس مدت مین گورنمنٹ کے محاصل، نیز دوسرے صیغون کے مصارف مین حسب ذیل اضافہ ہوا،

مصارف صیغۂ ملکی (سول ڈپارٹمنٹ) مین اضافہ بقدر		۵٬۳۰۰٬۰۰۰	پونڈ
״ صیغۂ جنگ	״	۸٬۶۰۰٬۰۰۰	״
״ صیغۂ ریلوے،	״	۱۰٬۰۰۰٬۰۰۰	״
محاصل مالگذاری	״	۵٬۳۰۰٬۰۰۰	״

انکے مقابلہ مین پھر ایکبار اضافۂ مصارف تعلیم پر نظر کر دیجئے ۳۸۰٬۰۰۰ ״

ایسی حالت مین اگر رعایا کا اعتماد حکومت کی تعلیمی پالیسی سے اُٹھ گیا ہو تو کیا اسکی ذمہ داری نامتر رعایا ہی کی شورش پسندی و شوریدہ سری کے سر رہیگی،

اسے سوء اتفاق کہین یا حسن اتفاق کہ باہر کی تعلیمی تاریخ ہندوستان کی نگاہ سے مخفی نہین، ۱۸۷۲ء تک جاپان مین اسکول جانے والی عمر کی آبادی مین ۲۸ فیصدی طلبہ زیر تعلیم تھے، لیکن ۲۸ سال کے بعد ۱۹۰۰ء مین جو اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس عمر کے زیر تعلیم افراد کی تعداد ۹۰ فیصدی ہے، انگلستان کو توسیع تعلیم پر توجہ ۱۸۷۰ء مین ہوئی، ۱۸۷۰ء مین زیر تعلیم بچون کی تعداد ۴۳ر۲ تھی، پانچ ہی سال کے عرصہ مین ۶۶ فیصدی تک پہنچگئی، یہانتک کہ ۲۲ سال کی مدت مین ۱۸۹۲ء مین صد فیصد ہو گئی، یعنی کوئی بچہ ملک مین ایسا نہ رہا جو اسکول نہ جاتا ہو! کہہ سکتے ہو کہ یہ وہ ممالک ہین جہان قومی حکومتین ہین، اُن کا ہندوستان سے موازنہ صحیح نہین ہو سکتا، بہتر ہے ہم اِن مثالون سے قطع نظر کئے لیتے ہین، لیکن جزیرہ فلپائن مین تو قومی حکومت نہین، یہ ملک اس صدی کے آغاز مین امریکہ کے قبضہ مین آیا، ۱۹۰۳ء مین دو فیصدی آبادی زیر تعلیم تھی، ۱۹۰۸ء مین

اسکی تعداد بڑھکر پانچ فیصدی ہوگئی، جس پنچسالہ مدت مین امریکہ کے محکوم ملک فلپائن نے پانچ فیصدی سے آٹھ فی صدی تک یعنی تین فیصدی کی تعلیمی ترقی کی، اسی مدت مین برطانیہ کے محکوم ملک ہندوستان نے ۶ء۱ فیصدی سے ۹ء۱ تک یعنی ۳ء فیصدی کی ترقی کی !!

روس کی مملکت جب تک زندہ رہی، مغربی تمدن کے عارض کمال پر ایک داغ رہی، اور اسکی جہالت، تاریک خیالی، وتوحش سے ایک دنیا واقف ہے، ۱۸۹۷ء مین اسکی آبادی مین ۲ء۱ فیصدی بچے زیر تعلیم تھے، اس کے ۲۶، ۲۷ سال بعد ۱۹۲۶ء مین یہ تعداد بڑھکر ۵ء۱۴ فیصدی تک پہنچ گئی، لیکن روشن خیال وعلم دوست برطانیہ کے ظل عاطفت مین نشوونما پانیوالے ہندوستان کی زیر تعلیم آبادی ۲۸ سال کی مدت مین کل ۹ء۱ تک پہنچ سکی! کیا ہندوستان کی شوربختی اس درجہ کو پہنچگئی کہ یہان آکر ظل ہما مین بھی سایۂ بوم کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ؟

یہ ساری گفتگو بیرون ہند سے متعلق تھی، اب ایک سرسری نظر اندرون ہند پر بھی کر لینا چاہیئے، ہندوستان کی دیسی ریاستون کا شمار حدود ملک کے اندر ہی ہوتا ہے، انکے ہان وسعت تعلیم کا مقابلہ برٹش ہندوستان کے کیا حال ہے ؟ اُسکے جواب مین اعداد ذیل رونما ہوتے ہین :-

بڑودہ	۹ فیصدی
ٹراونکور	۶ء۶
کوچن	۴ء۷
میسور	۳ء۲۸
برٹش ہندوستان	۹ء۱ !!

معارف کا کام حکومت ہند کے خلاف برہمی پھیلانا نہین، اور نہ سیاسیات اُسکے دائرہ مین داخل ہے، لیکن تعلیمی ترقی کی رفتار کے ساتھ ملک کی حیات دماغی و تمدنی کی بقا وابستہ ہے، اس بنا پر اشاعت تعلیم سے متعلق اعداد و واقعات پیش کرتے رہنا بھی اُسکے فرائض کا ایک جزو بنجاتا ہے،

سال رواں کے آغاز سے اعلان خسروی نے حکومت ہند کے جس دور جدید کا افتتاح کیا ہے اور جسکا نفاذ چند ماہ کے بعد ہونے لگیگا وہ ایک بڑی حد تک علامہ شبلی کے اس خواب کی تعبیر ہے ؎

که این سر رشتهٔ تعلیم ما در دست ما باشد

اسکے لحاظ سے صوبجات مین صیغہ تعلیمات تقریباً ہندوستانیون کے ہاتھ مین آجائیگا، اور مرکزی حکومت مین بھی فرزندان وطن کا عنصر اب معقول تعداد مین ہونے لگیگا، اہل وطن اگر اب بھی اصلاح نظام تعلیم پر دل سے متوجہ نہون تو اسمین قصور دوسرون کا نہین بلکہ خود اُنکا ہوگا، ہندوستانیون کے ادعاے تعلیم دوستی کے اصلی امتحان کا وقت اب آرہا ہے،

مقالات

حقیقت علم

(نمبر اول)

از مولنا محمد یونس صاحب فرنگی محلی،

مضمون ذیل کے متعلق چند باتین ظاہر کردینا ضروری ہین

(۱) اس مضمون مین صرف علم بسیط کے جلی عنوانات پر بالاختصار بحث کی گئی ہے نفسیات کے تمام اصول کا استقصار مدنظر نہین ہے اسکے لیے ایک دفتر کی حاجت ہے،

(۲) مضمون ذیل کو پڑھتے وقت ارسطو کے نظریۂ علم کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جو زیادہ وضاحت کے ساتھ اسکے رسالہ "حس و محسوس" مین مندرج ہے،

(۳) فلاسفہ قدیم کے خیالات کا تذکرہ ضمناً در دا بحث مین آگیا ہے اسلیے جابجا فٹ نوٹ مین انکے متعلق کچھ لکھدیا ہے ورنہ انکو بحث سے خارج سمجھنا چاہیے،

(۴) اس مضمون مین علم بسیط کی جو تھیوری پیش کی گئی ہے وہ اسپرٹیسزم یا تجربیت اور اگنا سٹزم یا لاادریت دونون کی معجون مرکب ہے،

(۱) حقیقت علم کے متعلق مختلف فلاسفہ کے خیالات

انسان کے ذہنی حالات کچھ اسطرح پیچیدہ واقع ہوے ہین کہ انکی صحیح تشریح کرتا مشکل ہے، یہ سوالات کہ ہم کچھ جانتے ہین یا نہین ؟ یا جان سکتے ہین یا نہین ؟ ہماری بحث سے خارج ہین اور ان سوالات کے مختلف جواب فلاسفہ نے دیے ہین، ہم اس مضمون مین

صرف یہ بتانا چاہتے ہین کہ علم کی حقیقت کے متعلق مختلف فلاسفہ نے کیا خیالات قائم کیے ہین، اور علم کی واقعی حقیقت کیا ہے۔ علم وتصور یہ دو ایسے لفظ ہین جو ہمیشہ فلاسفہ کے زیر بحث رہے ہے شکگین کے علاوہ جو علم کے منکر ہین قائین علم نے علم کی مختلف حقیقتین بتائین اور قدما، اور یورپ کے جدید فلاسفہ کی تعریفات کی مختلف تعبیرین کی گئین لیکن ابتک کسی تعریف یا کسی تعبیر پر اتفاق عام نہین ہوا ہماری عربی کی کتابون مین علم وتصور کے بابت قدما، کا مسلک یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذہن یا عقل مین کسی شے کے آجانے یا منتقش ہوجانے کا نام علم وتصور ہے،

(۲) افلاطون کا مذہب | علم کے بابت سب سے پرانا مسلک افلاطون کا ہے۔ افلاطون اپنے اشراقی طرز مین علم کی تعریف یہ کرتا ہے کہ مثل افلاطونیہ (یعنی کلیات کی خارجی صورتین) خارج مین موجود ہین اور وہی سب علم ہین۔ چونکہ ہمارا نفس خود عالم عقلی مین اپنی ایک مثال اور اپنا ایک وجود عقلی رکھتا ہے اسلیے اس عالم مادی مین جب ہمارے نفس کے سامنے کوئی شے آتی ہے تو ایک روحانی شوق کی بنا پر ہمارا نفس اسکو پہچان لیا کرتا ہے اسیکا نام علم ہے، گویا وہ مثل جو خارج مین موجود ہین جب ذہنی جامہ پہنتے ہین تو ہمارے علم کے باعث ہوجاتے ہین۔ اس بنا پر افلاطون کا خیال ہے کہ علم کسی شے کے حصول ذہنی کا نام نہین ہے بلکہ تذکر کا نام ہے۔ لیکن یہ طریقہ کلیات کے علم کا ہے، افلاطون کے نزدیک جزئیات کے علم کو علم نہین کہتے، علم درحقیقت کلیات کا ہوسکتا ہے، کیونکہ کلیات جزئیات سے اشرف ہین، جزئیات کلیات کے محض پرتو ہین، اور جزئیات متغیر اور کلیات غیر متغیر ہین۔ اسلیے فلسفی اور فلسفہ کا فرض یہ ہے کہ جزئیات کو نظرانداز کرکے محض کلیات کو اپنا موضوع بحث قرار دے پس اوسکے اس اصول کی بنا پر محض احساس علم کی حد سے خارج ہے اور کوئی سائنس ایسی نہین ہوسکتی جسمین مشاہدات اور اشیار موجودہ فی الخارج سے بحث ہوتی ہو[۱]،

[۱] مزید وضاحت کی غرض سے افلاطون کی کتاب ریپبلک (جمہوریت) مین وہ مقام دیکھو جہان اسنے اوپنین Opinion یعنی رائے اور خیالات اور نالج (Knowledge) یعنی علم کے مابین فرق بتایا ہے اور فلسفہ کی غرض کی وضاحت کی ہے،

(۳) ارسطو کی تھیوری | ارسطو جو فلاسفہ یونان مین بہت دقیقہ سنج واقع ہوا ہے علم کی تشریح اسطرح کرتا ہے
کہ ذرائع علم حواس ہین، جسطرح موم کے کندہ کرنیسے حروف اتر آتے ہین اسیطرح جب کوئی شئے خارج مین
نفس کے سامنے آتی ہر تو اوسکی ایک ذہنی تصویر ذہن کے پردہ پر اُتر آتی ہے، اسی کا نام علم ہے۔
لیکن یہ صرف جزئیات کے علم کا طریقہ ہے، کلیات کا تصور اسطرح ہوتا ہے کہ انسان مین حواس خمسہ ظاہری
کیطرح پانچ حواس باطنہ ہین جنکے نام بالترتیب یہ ہین۔ حسّ مشترک۔ خیال۔ حافظہ۔ وہم۔ متصرفہ، قوت
حافظہ خیال کے حاصل کردہ جزئیات کو محفوظ رکھتی ہے، خیال مین اشیاء کے حاصل ہونے وقت انکی
مادیت سلب ہوجاتی ہے اور تشخص خارجی کے مثل ایک تشخص ذہنی شئے کو عارض ہوتا ہے، یہ جزئیات
ذہنیہ حافظہ مین مخزون رہتے ہین، پھر وہم ان جزئیات سے کلیات کو حاصل کرتا ہے، اور قوت
متصرفہ ان کلیات مین جو وہم نے حاصل کیے ہین تصرف کرتی ہے، اور انکو ترتیب دیکر ایک نیا موضوع
ذہنی پیدا کرلیتی ہے، یہ سب اعمال نفسانی بالترتیب انجام پاتے ہین، یہانتک کہ آخر مین نفس کو کلیات
کا علم ہوجاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ افلاطون کیطرح ارسطو کا بھی یہ خیال ہے کہ اصل اور حقیقی علم صرف کلیات
کا علم ہے اور فلسفہ کی غرض بھی محض کلیات سے بحث کرنا ہے، مشاہدات اور محسوسات کی فلسفہ مین
کوئی قدر و قیمت نہین، کیونکہ محسوسات مین ہر لحظہ اور ہر گھڑی تغیر ہوتا رہتا ہے جسکے باعث ان سے
کوئی علم کلی نہین حاصل کیا جاسکتا، بخلاف کلیات ذہنیہ کے کہ وہ باقی، دائم، اور غیر متغیر ہین۔

(۴) مادیین کی تھیوری | یونان کے ایک اور قدیم مادہ پرست فلسفی اپیکیورس کی تھیوری حقیقت علم کے
بابت یہ ہے کہ مادی اشیاء سے، اجزاء لایتجزی جن سے انکی ترکیب ہوتی ہے اپنے بعض غیر محسوس اجزا کو ہر وقت نکالا کرتے ہین جو
ہمارے حواس سے مماس ہوکر ان اشیاء کے احساس کے باعث ہوتے ہین، لیکن یہ بات کہ یہ غیر محسوس
اجزاء مادی اجزا کے اشباح ہین یا یہ بھی مادی ہین، اپیکیورس کے نزدیک لاینحل رہگئی۔ لیکن یہ صرف جزئیات
کے علم کا طریقہ ہے، اپیکیورس کے نزدیک بھی ارسطو کیطرح کلیات کے علم کا طریقہ جزئیات کے علم کے طریقہ سے

مختلف ہے اور کلیات کا علم اپیکورس کے نزدیک اسطرح ہوتا ہے کہ اسکے نزدیک انسان مین ایک قوت تصور ہے، یہی قوت ہے جسکو ارسطو قوت حافظہ کہتا ہے، یہ قوت انسان کے جزئی احساسات کو جمع کرکے انسے ایک تصور کلی پیدا کیا کرتی ہے۔ گویا کلیات کے علم کے متعلق اپیکیورس کی تھیوری ارسطو کی تھیوری سے ملتی جلتی ہے۔ اپیکیورس کی احساس کی تھیوری سے ملتا جلتا مذہب علمائے معتزلہ مین نظام کا مذہب ہے جو اساسات کا قائل ہے کہ رنگ، مزہ، خوشبو، وغیرہ اجسام کے ذرات مادی ہین جو مختلف اجسام سے نکل نکلکر ان مختلف احساسات کے باعث ہوتے ہین غالبًا نظام نے یہ خیال اپیکیورس سے اخذ کیا ہے،

(۵) فلسفہ تصوریت، فلاسفہ کے ان خیالات کا تعلق زیر بحث موضوع کے صرف اس حصہ کے ساتھ تھا کہ علم و تصور کی حقیقت کیا ہے؟ اور اسکے متعلق بحث کا وہ حصہ جو تقریبًا تمام فلاسفہ مین مشترک ہے، صحیح بھی ہے، لیکن علمیات مین جو مسئلہ ایک مدت تک معرکۃ الآرار رہا وہ یہ ہے کہ

(۱) ہمین ادراک کس چیز کا ہوتا ہے خود نفس اشیار کا یا انکے اشباح و امثال کا (عربی کتب درسیہ مین بھی یہ بحث حصول اشیا، بانفسہا و حصول اشیار باشباحہا کے عنوان سے ایک مدت تک علمار مین معرکۃ الآرار رہی ہے)

(۲) بہرحال کیا اصل اشیا، خارج مین ہمارے نفس سے باہر موجود ہین۔

ان دو سوالون مین سے پہلے سوال کا جو جواب فلاسفہ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمین خود اشیار کا ادراک نہین ہوتا بلکہ اونکے اشباح کا ادراک ہوتا ہے اور اس سے انکا مطلب یہ ہے کہ اصل شئے خارج مین صرف مادہ ہی اور مادہ کا ادراک ہمین نہین ہوتا ہمین ادراک جو ہوتا ہے تو وزن، رنگ، مقدار، امتداد، وغیرہ کے اشباح کا ہمارا نفس خود اشیار کا جو ادراک نہین کرتا تو اسکا سبب یہ ہے کہ مادہ اپنی ذات مین خود غیر متشکل ہے اور ہمارے حواس جو ذرائع علم ہین صرف ان ہی چیزون کا

ادراک کرسکتے ہین جو متشکل ہون اسلیے ہمین خود اصل شئے نہین دکھائی دیتی صرف اسکے مختلف اشکال نظر آتے ہین لیکن اب سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ اشکال جنکا ادراک نفس کرتا ہے یہ خود کیا ہین اس سوال کا جواب فلاسفہ یہ دیتے ہین کہ گو یہ اشکال محض خارجی صورتین ہین تاہم مادی ہین اور نفس ذہنی مادہ سے بری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایک مادی شئے روحانی شئے کو قبول نہین کرسکتی اسلیے یہ ضروری ہی کہ یہ خارجی صورتین ذہنی جامہ پہن لیتی ہین پس ہمارا نفس اشباح خارجی کا ادراک تصورات ذہنی کیصورت مین کرتا ہے برکلے نے اس سے آگے یہ بھی دعوی کیا کہ ہمارے نفس سے باہر خارج مین کوئی شئے موجود ہی نہین ہے وہ اپنے مخالفین سے پوچھتا ہے کہ وہ یہ دعوی جو کرتے ہین کہ نفس سے باہر عالم خارج مین مادہ موجود ہے اس سے اونکی مراد اگر یہ ہے کہ خارج مین مادہ کے مختلف تشکلات موجود ہین جو دوسرے الفاظ مین محض ہمارے ذہنی تصورات ہین تو بیشک یہ صحیح ہے کہ اشیار کا وجود ہمارے نفس سے باہر بھی ہے اور اگر اس سے انکا مقصد یہ ہے کہ ان تشکلات کے پردہ مین انکا حامل ایک اور موجود خارجی ہے جسکو مادہ کہتے ہین تو یہ غلط ہے مادہ کا وجود خارج مین بالکل نہین ہے۔

لوگ کہتے ہین کہ اپنی اس تقریر سے برکلے نے مادیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا لیکن مین کہتا ہون کہ بھکلے نے اسی تقریر سے الحاد کی بنیاد کو اور مستحکم کر دیا اور برکلے کے فلسفہ تصوریت نے ہیوم کے الحاد کے لیے راستہ صاف کر دیا ہیوم نے اسی تقریر کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم یہ جو سمجھتے ہین کہ ہم موجود ہین اور ہمارا نفس ادراک کرتا ہے یہ خیال بھی اسی طرح غلط ہے جسطرح یہ خیال کہ خارج مین ہمارے نفس کے باہر کوئی عالم مادی ہو غرض ہیوم کے خیال کی بنا پر نہ کوئی روح و مادہ ہے اور نہ کوئی روحانی و مادی دنیا۔ جو کچھ ہے محض تصورات ہین عقل سے اگر یہ ثابت کرنا چاہو کہ روحانی اور مادی اشیار فی الواقع خارج مین موجود ہین تو تم عقل سے یہ ثابت نہین کرسکتے

ہان چونکہ ہم اپنے ان تصورات کو جو بذریعہ حواس پیدا ہوے ہین جھٹلا نہین سکتے اسلیے ہم ان چیزونکا انکار نہین کرسکتے جو ہمکو خارج مین نظر آتی ہین خارج مین جو کچھ ہے یہی دنیا ہے جسکو ہم دیکھتے اور جسکا ہم تصور کرتے ہین لیکن اسکا وجود بھی ہم نے کسی عقلی دلیل سے تسلیم نہین کیا ہے پھر روحانی عالم جو ہمارے تصور اور ہمارے مشاہدہ سے بھی بالاہے ظاہر ہے کہ اوسکو ہم کسطرح مان سکتے ہین۔

(۵) فلسفۂ تجربی | حقیقت علم کے متعلق فلسفۂ تصوریت کی ان موشگافیون نے اس مسئلہ کو اور زیادہ پیچیدہ بنادیا اور فلاسفہ اصل حقیقت سے دور جاپڑے آخر اس انتشار سے گھبراکر امتداد زمانہ نے فلاسفہ کو یہ سبق سکھایا کہ حقیقت علم کی تشریح سے پہلے یہ طے ہونا چاہیے کہ ذرائع علم کیا کیا ہین یعنی یہ کہ علم حاصل کن ذرائع سے ہوتا ہے؟ تاوقتیکہ پہلے یہ نہ طے ہوجائے کہ علم کے حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہین اوسوقت تک حقیقت علم کے متعلق کوئی صحیح نظریہ نہ قائم ہوسکیگا اس خیال نے فلاسفہ کو حقیقت علم کے بجائے ذرائع علم کی بحث کے جانب ملتفت کردیا اور فلاسفہ مین تین گروہ پیدا ہوگئے۔

تجربیین نے کہا کہ ذرائع علم محض حواس خمسہ ہین حواس خمسہ نفس مین مختلف احساسات پیدا کرتے ہین اور تجربہ یعنی بار بار ان احساسات کے نفس مین وقوع پذیر ہونے سے ہمارے ذہن مین اشیار کے باہمی تعلقات کے متعلق ایک اذعانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے تجربے سے باہر ہوتی ہے اوسکا ادراک ہم نہین کرسکتے پس ہمارا علم محض اس خارجی دنیا تک محدود ہے جو ہمین نظر آتی ہے اور بار بار ہمارے حواس کے سامنے سے گذرتی ہے اسکے علاوہ حقائق عالم یا ان اشیار کی حقیقت سے ہم بالکل ناواقف ہین جو ہمارے تجربہ حسی کے ماتحت کبھی نہین آتین اس خیال کے لوگ لاک۔ ہیوم۔ برکلے۔ کانٹ۔ مل۔ وغیرہ ہوے ہین البتہ لاک نے اسپر اتنی بات اور زیادہ کی ہے کہ ہمکو کلیات مجردہ کا ادراک ایک ذہنی قوت کے ذریعہ سے ہوتا ہے جسکو وہ ریفلکشن Reflection کہتا ہے۔

(۷) انٹوئیشنل اسکول | لیکن تجربیین کے خلاف لبنٹز اور ڈیکارٹ کی سربراہی مین عقلیین کے گروہ نے یہ کہا کہ علم کو تجربۂ حسی کا مرادف قرار دینا کیونکر جائز ہوگا؟ حواس سے تو صرف جزئیات کا ادراک ہوسکتا ہے لیکن کلیات اور بہت سے اولیات عامہ ایسے ہین جنکے ادراک۔ کیلیے بجز ایک فوق الحواس قوت کے تسلیم کے چارہ نہین جو کلیات اور اولیات عامہ کے ادراک کا ذریعہ ہوتی ہو یہ ہم اپنے حواس سے بیشک دریافت کرتے ہین کہ جزء کل سے چھوٹا ہوتا ہے لیکن یہ کلیہ کہ ہر جزء اپنے کل سے چھوٹا ہوگا حواس سے نہین معلوم ہوسکتا اسکے ادراک کے لیے ایک فوق الحواس قوت کی ضرورت ہے اور وہ فوق الحواس قوت فطرت انسانی ہے جو ان اولیات عامہ پر بلا دلیل اور بلا وساطت حواس ایمان رکھتی ہے یعنی انسان کے بعض علوم ایسے ہین جو کسی دلیل کے محتاج نہین ہین اور فطری محض ہین ان فطری علوم کی علامت کلیت اور وجوب ہے کلیت اور وجوب جو اولیات عامہ کے مختصات سے ہین انکا ادراک حواس سے کسی طرح نہین ہوسکتا ہم بلاشبہہ یہ دیکھتے ہین کہ زید مرگیا اور تمام افراد انسانیہ مرتے رہتے ہین لیکن ان جزئی مثالون سے یہ کسی طرح ثابت نہین ہوتا کہ زید و عمرو کی طرح انسان کے تمام افراد مرجائینگے نیز ہم اپنے حواس کے سامنے اشیاء کو ایک خاص نہج اور خاص طرز پر موجود پاتے ہین لیکن یہ اس کا ثبوت نہین ہوسکتا کہ آیندہ بھی یہ اشیاء اسی خاص طرز اور اسی خاص نہج پر ہمیشہ موجود رہینگی۔ حاصل یہ کہ ہم اپنے حواس سے اشیاء کی موجودہ حالت کو دریافت کرسکتے ہین لیکن ہمین حواس کے ذریعہ کلیت (یعنی ایک حکم کا کسی نوع کے تمام افراد پر یکسان صادق آنا) اور وجوب (یعنے موجودات کا ہمیشہ یکسان وقوع پذیر ہونا) کا ادراک نہین ہوسکتا یہ ادراکات محض فطری اور تجربۂ حسی سے بالاتر ہین اسلیے کہ کلیت اور وجوب کی کوئی مثال ہماری نگاہ کے سامنے سے نہین گذرتی۔

(۸) فلسفۂ حسی یا سنسٹلزم | ان نظریات کے علاوہ فرینچ فلاسفر کانڈیلیک نے تیسرا نظریہ یہ قائم

کیاہے کہ گو ہم اشیار کی حقیقت کو نہین دریافت کرسکتے لیکن اپنے حواس کے ذریعہ سے مادی تشکلات کا ادراک کرسکتے ہین پس کوئی ضرورت نہین کہ ہم اپنے حواس کے حدود سے تجاوز کرین ہمارا علم صرف حسیات تک محدود ہے اور ہمارے علم کے ذرائع صرف حواس ہین ہمکو ان چیزون سے کوئی غرض نہین جو ہمارے حواس کے سامنے سے نہین گذرتین علم اور احساس یہ دونون مرادف ہین یہی احساس ہے جو کبھی تعقل کی صورت مین نمایان ہوکر کلیات کا ادراک کرتاہے اور کبھی محض احساس بسیط کی شکل مین جزئیات کے ادراک کا باعث ہوتاہے غرض تمام مراتب علم احساس کی مختلف شکلین ہین جنمین نوعیت کا نہین بلکہ صرف کمیت کا فرق ہے بلکہ علم کے علاوہ انسان کی جتنی کیفیات نفسانیہ ہین، وہ بھی احساس ہی کی مختلف شکلین ہین اور انکی حقیقت بجز اسکے اور کچھ نہین کہ وہ سب احساس کی تبدیل شدہ صورتین ہین پس انسان کی کیفیت نفسی صرف ایک ہے اور وہ احساس ہے اسکے بعد اور جتنی کیفیات نفسیہ پیدا ہوتی ہین انکی پیدائش احساس ہی سے ہوتی ہے لیکن اب اگر کانڈیلیک سے یہ پوچھو کہ احساس بسیط آخر ان تمام ذہنی کیفیات کا تشکل کیونکر اختیار کرتاہے تو اس سوال کے جواب مین وہ صرف اسیقدر کہکر چپ ہوجاتاہے کہ بچہ کو دیکھو کہ ابتدا مین وہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہوتاہے لیکن جتنا جتنا وہ بڑھتا جاتاہے اسکے پٹھے رگین اور اعضار مضبوط ہوتے جاتے ہین یہی حال انسان کے قواے دماغی کاہے کہ پہلے وہ احساس کی قوت سے بھی عاری ہوتاہے لیکن رفتہ رفتہ احساس کی قوت اس مین پیدا ہوتی ہے اور یہی احساس ترقی کرتے کرتے مختلف کیفیات نفسیہ کی صورت اختیار کرلیتاہے غرض کانڈیلیک یہ عقدہ حل کرنے سے قاصر ہے کہ اگر ہمارے علم اور دیگر کیفیات نفسیہ کی حقیقت محض احساس کی کیفیت بسیط ہے تو یہ بسیط احساس جذبہ ارادہ اور دیگر کیفیات نفسیہ کی مختلف صورتین کیونکر اختیار کرتاہے۔

حقیقت علم کے متعلق فلاسفہ کی غلطیون کے اسباب	یہ مختلف فلاسفہ کے خیالات ہین جو اُنھون نے علم انسانی کی حقیقت کے متعلق ظاہر کئے ہین، فلاسفہ کے خیالات ہین جو ایک انتشار پایا جاتا ہی

اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ انھون نے اپنے تخیل کو مطلق العنان چھوڑ دیا ہے، اور تخیل کی بلند پروازی بقول فختے کے اتنی بڑی ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے، حقیقت علم کے متعلق فلاسفہ کے بے بنیاد مباحث کا ابتک کوئی مفید نتیجہ جو برآمد نہین ہوا، اسکے چند اسباب ہین، جنکو ہم یہان بیان کرتے ہین،

فلاسفہ کی غلطیون کا پہلا سبب	(۱) قدما کا ایک عجیب وغریب کلیہ جسپر انکے فلسفہ کی بنا تھی، اور جو

فلاسفہ کی کجروی کا باعث تھا، یہ تھا کہ عالم مادی ذہنی کے مماثل ہے، یہی کلیہ تھا جسکی بنا پر بعض یونانیون کا خیال تھا کہ روح مین نہ صرف یہ کہ مادی اجزا، شامل ہین بلکہ روح خالص مادی ہے یہ خیال کہ ایک موجود خارجی نفس پر کیونکر اثر کرتا ہے، جبکہ دونون کی حقیقتین جدا جدا ہین، قدما کے لئے ناقابل فہم تھا، اُن کے نزدیک یہ بات ناممکن تھی کہ ایک مادی شے ایک روحانی شے پر اثر کرے، یہی وجہ ہے کہ اپیکورس اور دیگر یونانی فلاسفہ مادیین نے اس اصول کی بنا پر علم و تصور کی وہ عجیب وغریب توجیہ بیان کی جو اوپر ہم نقل کر چکے ہین، اور جسکا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ ناممکن ہے کہ ایک مادی شے ایک روحانی شے سے، یا ایک روحانی شے ایک مادی شے سے اثر پذیر ہو، اسلئے یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی مادی شے کا ہمارے حواس ظاہری کے سامنے آجانا ہمارے اندر علم واذعان کی کیفیت پیدا کرتا ہو، پس علم محض اسوجہ سے نہین حاصل ہوتا کہ کوئی شے ہماری آنکھ یا کان کے سامنے موجود ہے، اور ہمارے حواس کو متاثر کر رہی ہے، بلکہ ہمکو علم اسوجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ تمام مادی چیزین ہر وقت اپنے غیر محسوس اجزا، اپنے اندر سے نکالا کرتی ہین، جو ہمارے حواس سے مماس ہوتے اور ہمارے نفس مین علم کی کیفیت پیدا کرتے ہین -

غرض قدماء یونان کے اقوال کا ماحصل صرف اتنا ہے کہ چونکہ اُن کے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ کوئی مادی شے کسی روحانی شے سے یا کوئی روحانی شے کسی مادی شے سے اثر پذیر ہو، اسلئے جو فلاسفہ صرف مادہ کو اصل کائنات سمجھتے ہین، انھون نے نفس کو مادی مانکر علم کی تشریح یہ کی کہ اشیاء خود اپنے غیر محسوس مادی اجزا سے نفس کو اثر پذیر کرتے ہین، اور نفس ان اثرات کو قبول کر لیتا ہے اور جو فلاسفہ نفس کے روحانی ہونے کے قائل ہین، اُنکی تشریح کا ماحصل یہ ہے کہ جو شے خارج مین موجود ہے، اس شے پر جو ذہن مین ہے، اسوقت تک اثر نہین کر سکتی تا وقتیکہ توسط کسی روحانی شی کا نہو، یہی وجہ ہے کہ ارسطو اور افلاطون جو روحانیین مین سے ہین، اس بات مین متفق ہین کہ نفس ذہن ایک موجود روحانی ہے، نیز اس بات مین بھی متفق ہین کہ ایک موجود مادی کسی موجود روحانی پر از خود اثر نہین ڈال سکتا بلکہ ایک روحانی شے کے وسیلہ سے اثر ڈالتا ہے، لیکن اختلاف ہے تو اس امر مین کہ آیا وہ شے جو علم کا ذریعہ ہوتی ہے موجود خارجی کے ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے یا اس سے الگ اور قائم بالذات ہے، افلاطون تو اسکے متعلق یہ لکھتا ہے کہ علم کے یہ ذرائع خارج مین موجودات خارجیہ سے الگ قائم بالذات ہین، اور وہی جب ذہن مین آتے ہین تو اسکو ہم کیفیتِ علم سے تعبیر کرتے ہین، اس مذہب کا نام اصطلاح مین ریلزم ہے، یعنی یہ کہ کلیات کا وجود خارجی علٰحدہ ہے، بخلاف اسکے ارسطو کا خیال یہ ہے کہ یہ ذرائع موجودات خارجیہ سے علٰحدہ خارج مین کہین موجود نہین ہین، بلکہ ذہن مین آکر یہ اشباح ذہنی کی صورت اختیار کرتے ہین، اور ان اشباح کا ذہن مین آجانا اسی کا نام علم ہے،

غرض فلاسفۂ یونان بلکہ فلاسفۂ یورپ مین بھی اکثر کا اسپر اتفاق ہے کہ ذہن مین حصول اشیاء بانفسہا نہین ہوتا بلکہ حصول اشیاء باشباحہا ہوتا ہے، لیکن ڈاکٹر ریڈ نے نہایت سختی سے اس مذہب کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ذہن مین خود نفس شے حاصل ہوتی ہے، اور یہ

خیال کہ نفس تو روحانی شے ہے اسمین کسی مادّی شے کا انطباع کیسے ہوسکتا ہے، یہ خیال غلط ہے اصل یہ ہے کہ شبح و مثال کا خیال جس بنا پر فلاسفہ کو پیدا ہوا اور جو گویا آئیڈیلزم (فلسفہ تصوریت) کی بنا رہے، وہی سرے سے غلط ہے، آئیڈیلزم کی بنا صرف یہ ہے کہ فلاسفہ نے سب سے پہلے گویا اپنے نزدیک یہ طے کر لیا کہ ایک روحانی اور ایک مادی شے جنکے ظروف علحدہ علحدہ ہون بلا توسط کسی دوسری شے کے باہم یہ تاثر نہین کر سکتے، اور مادہ کا اثر روح پر یا روح کا اثر مادہ پر بلا توسط نہین پڑسکتا، اس خیال نے اُنکو دہوکہ مین ڈالا اور چونکہ وہ اسکا انکار نہین کر سکتے تھے کہ ذہن و مادّہ باہم ایک دوسرے سے اثر پذیر رہتے ہین، اسلئے انھون نے ایک دوسری بے بنیاد اصل یہ قائم کر لی کہ اندرونی دنیا بیرونی دنیا کے مشابہ ہے، اور یا اگر مشابہ نہین ہے، تو کم از کم اندرونی دنیا بیرونی دنیا سے بذریعہ علامات و آثار اور بذریعہ امثال و اشباح اثر پذیر ہوتی ہے، ارسطو کا تمام فلسفہ انہین بے بنیاد اصول پر مبنی ہے، اُسکے نفسیات اور الٰہیات سب مین اس بے بنیاد اصول کی جھلک پائی جاتی ہے، اس اصول کی بنا پر اس نے حواس خمسہ باطنی مین حس مشترک کو شامل کیا جو قوت باصرہ اور قوت خیالی کے مابین واسطہ ہے اور جسکو ایک طرف قوت باصرہ سے مادیت کی بنا پر مناسبت ہے اور دوسری طرف روحانیت کی بنا پر خیال سے، حالانکہ خود ارسطو نے علم کی تشریح کرتے ہوئے اپنا جو خیال انطباع صور کا ظاہر کیا ہے اُسکا تعلق درحقیقت قوت باصرہ سے ہے نہ کہ نفس سے۔

فلاسفہ کی غلطیون کا دوسرا سبب | (۲) دوسرا بڑا سبب اس مسئلہ مین فلاسفہ کی غلطیون کا یہ ہے کہ لوگ کسی مسئلہ پر اُسکے اپنے ذرایع اور اُسکے اپنے اصل ماخذ سے بحث نہین کرتے بلکہ ہر جگہ یکسان عقلی دلائل استعمال کرتے ہین، جسکے باعث کسی مسئلہ کا واقعی حل نہین ہوتا بلکہ اور پیچیدگی بڑھ جاتی ہے مزید بران انکے دلائل بھی اسقدر مغالطہ آمیز اور تشبیہات پر مبنی ہوتے ہین کہ انکو اصلی وجود

خارجی سے بالکل مطابقت نہین ہوتی، مثلاً یہی حقیقت علم کی بحث ہے کہ اسکا ماخذ درحقیقت علم النفس ہونا چاہیئے تھا جسمین انسان کے کیفیات نفسیہ سے بحث کیجاتی ہے، علم ایک کیفیت نفسی ہے، پھر نفسیات سے علم کی بحث مین قطع نظر کرلینے کے کیا معنی ہین، لیکن فلاسفہ نے حقیقت علم کی تشریح کرتے ہوئے اس نکتہ کو بالکل نظرانداز کیا اور عقلی دلائل سے اس مسلہ کو بھی حل کرنا چاہا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی حقیقت علم کے مسلہ پر جہالت کی تاریکی اسطرح چھائی ہوئی ہے جسطرح آج سے دو ہزار برس پیشتر چھائی ہوئی تھی، بس اس مسالہ کا حل کرنا درحقیقت الٓہیات اور علمیات کے بس کی بات نہین، بلکہ اس مسلہ کا تعلق علم النفس سے ہے، یہی نتیجہ ہی جسپر آج فلاسفہ مدتون کے غور وفکر کے بعد پہنچے ہین، اور اب وہ بجاے عقلی دلائل کے صرف نفس کے اندرونی قوانین کی بنا پر اس مسلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہین، ہم بھی ذیل مین انہین فلاسفہ کے تتبع مین محض نفسانی اصول کی رہبری مین اس مسلہ کو حل کرنے کی کوشش کرینگے،

کوائف نفسانیہ اور مدارج علم کی تشریح لیکن قبل اسکے کہ ہم حقیقت علم کی تشریح کو شروع کرین، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نفسانی کوائف اور مدارج علم کی بھی تشریح کردین، تاکہ یہ بات واضح ہوجاے کہ علم کو دیگر کوائف نفسانیہ کے ساتھ کیا تعلق ہے،

اپنے ذہنی حالات پر غور کرنے سے ہمین نظر آتا ہے کہ ہماری ذہنی کیفیتین چار قسم کی ہین،

(۱) حسیات یعنی وہ ادراکات جو بذریعہ حواس حاصل ہوتے ہین،

(۲) ادراکات وخیالات، یعنی وہ ادراکات جو اپنی اندرونی ترتیب سے ذہنی قوانین کی بنا پر نفس حاصل کرتا ہے،

(۳) جذبات، مثلاً جذبۂ غضب، وجذبۂ محبت وغیرہ،

(۴) ارادہ، جو ہماری حرکت عضلی کا باعث ہوتا ہے،

یہ ہماری ذہنی کیفیتون کی تقسیم ہے، جو اپنے ضمیر پر غور کرنے سے ہمین نظر آتی ہے، اس تقسیم مین نئی بات صرف یہ ہے کہ حسیات کو عام خیال کے خلاف ذہنی کیفیات مین داخل کیا گیا ہے، حالانکہ عموماً فلاسفہ نے انسان کے کوائف جسمانی مین حسیات کا شمار کیا تھا، لیکن ان لوگون کی بڑی فروگذاشت یہ تھی کہ چونکہ حس کی پیدائش کی باعث چند جسمانی کیفیتین ہوتی ہین، اسلئے ان لوگون نے اصل احساس کو کیفیات جسمانی مین شمار کیا، بلاشبہہ حاسۂ بصارت یعنی آنکھ، اور حاسۂ سماعت یعنی کان، یہ جسم کے حصے ہین، لیکن اصلی احساس جسمانی کیفیات مین سے نہین ہے بلکہ وہ ذہنی کیفیات مین سے ہے، اور اگر نفس کی کوئی صحیح تشریح ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ نفس ایک ذی حس جوہر کا نام ہے، پس اگر خود حس کو کیفیات نفسیہ سے نکال لیا جائے تو نفس کی حقیقت کے لئے کیا باقی رہ جائیگا، بہرحال اگر یہ صحیح ہے کہ حسیات کو حواس ظاہری کے ساتھ جو جسم کے خارجی اور عضوی حصہ ہین، ایک گونہ تعلق ہے، لیکن حسیات یعنی وہ ادراکات جو بذریعہ حواس حاصل ہوتے ہین خیالات اور ادراکات نفسانی کی طرح ان کا شمار بھی کیفیات نفسیہ مین ہونا چاہیئے۔

غرض کیفیات نفسیہ کی جو تقسیم اوپر کیگئی ہے، اُن مین سے حسیات کا تعلق تو ظاہر ہے کہ ہمارے حواس ظاہری کے ساتھ بطور علت و معلول کے ہے، یعنی یہ کہ مختلف حسیات کے لئے ہمارے جسم کے بعض حصے مخصوص ہین، البتہ بقیہ کیفیات نفسیہ (ادراکات، جذبات، ارادہ) کے متعلق یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ حسیات کی طرح ان کوائف نفسیہ کے لئے بھی کچھ اعضا مخصوص کردیئے گئے ہین یا نہین اس سوال کا جواب گو بعض علمائے تشریح نے اثبات مین دیا ہے، لیکن با اینہمہ وہ یہ بتانے سے قاصر رہے ہین کہ ان اعصاب باطنی یا اعضاے باطنی کی حقیقت کیا ہے

بہرحال اثبات ونفی کے ان دو مذاہب مین سے جو مذہب صحیح مانا جائے، ہماری بحث کا تعلق صرف اول الذکر دو کیفیات نفسیہ یعنی حسیات وادراکات کے ساتھ ہے تحصیل کے لئے خواہ کوئی حاسۂ باطنی مخصوص ہو یا نہو لیکن ہم ذیل مین محض ان قوانین نفسانی سے بحث کرینگے جنکے مطابق ذہن مین حسیات وادراکات پیدا ہوتے ہین۔

کیفیات نفسیہ کی جو تقسیم اوپر کیگئی ہے اُسکے دیکھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اول الذکر دو قسمون یعنی حسیات وادراکات کا تعلق نفس ذہنی کی حالت ادراکی یا قوت وقوفی سے ہی اور باقی کوائف کا تعلق نفس ذہنی کی قوت جذبی وارادی کے ساتھ، اس بنا پر اس مضمون مین ہمکو صرف اول الذکر دو کیفیتون سے بحث کرنا ہے، اور یہی دو کیفیتین ہین جنکے تحت مین تمام اقسام ادراک وعلم شامل ہین، حالت وقوفی یا کیفیات ادراکی کا وہ حصہ جو بیشتر بیرون اعضا پر انحصار کرتا ہے اسکو اُوپر کی تقسیم مین حسیات کے ضمن مین داخل کیا گیا ہے، اور علم کے دوسرے حصہ کو جسکی تنظیم وترتیب ذہنی قوانین کی بنا پر عمل مین آتی ہے اُسکو ادراکات کے علم مین، غرض انسان کی کیفیت وقوفی یا حالت ادراکی کو ان کوائف نفسانی کے اعتبار سے جن پر کیفیت علم مشتمل ہے تین قسمون مین تقسیم کرنا چاہیئے۔

(۱) حس (۲) تصور (۳) تجرید ذہنی یا تعقل،

ان مین سے حس کا شمار کوائف نفسانی کی پہلی قسم مین ہے، اور تصور و تعقل کا شمار کوائف نفسانی کی دوسری قسم مین ہے، یعنی ان ادراکات مین جو نفس کی اندرونی ترتیب اور اندرونی اثرات سے پیدا ہوتے ہین، لیکن چونکہ علم انسانی کا سب سے ادنی اور ابتدائی درجہ حس کا ہی اسلئے ہم سب سے پہلے حس کی تشریح سے بحث شروع کرتے ہین،

کیفیت حس کی تشریح حس، علم وادراک کی ایک بسیط کیفیت ہے، اسلئے اسکی حقیقت کو منطقی

تعریف سے واضح کرنا مشکل ہے، حس تو کیفیت نفسانی ہے جسکا تعلق نفس کے ساتھ ہے خود بعض مادّی کیفیتین ایسی ہین جنکی باوجود وضاحت کے تعریف نہین کیجا سکتی ہے، لیکن چونکہ ہمین حس کی قوت محرکہ کا علم ہے اسلئے ہم حس کی قوت محرکہ کو فصل قرار دیکر حس کی تعریف یون کرسکتے ہین کہ حس اس کیفیت کا نام ہے جو اسوقت وجود مین آتی ہے جب اعصاب حس پر کوئی مہیج خارجی عامل ہوتا ہے،

اصل یہ ہے کہ گو حس ایک کیفیت نفسانی ہے، لیکن یہ کیفیت اس قسم کی ہے کہ اپنے وجود کے لئے تمامتر مادی حالات کی محتاج ہے، اسلئے اسکا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے اسکے مقدمات مادی کو خیال مین رکھنا لازمی ہے، ان مقدمات مادی کو ہم ذیل کی مثالون سے واضح کرتے ہین،

فرض کرو کہ اسوقت بادل کی گرج کی آواز ہمین سنائی دی، اس موقع پر تین حادثہ ایک ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہین،

(۱) پہلے جو یا فضا مین ایک خاص تغیر واقع ہونے کے سبب ہوا مین خاص قسم کے تموجات پیدا ہوئے، جنکا تھپیڑا ہمارے کان کے اندرونی جلد پر آکر لگا۔

(۲) اسکے بعد اس مہیج مادّی سے عصب سمی یون اثر پذیر ہوا کہ اسکے ذرات مین ایک خاص طرح کی لرزش پیدا ہوگئی،

(۳) اب یہ لرزش جب دماغ کے اس حصہ تک پہنچی جو مرکز سماعت ہے تو وہان یہ ارتعاش تبدیل ہوکر ایک شعوری یا نفسی کیفیت بنگیا،

ان تین مدارج مین سب سے آخری منزل حس کی ہے اور بقیہ دو منزلین مقدمات مادّی سے متعلق ہین،

اسی طرح ہمارے سامنے ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، کتاب کے نظر کے سامنے آنے سے

ایہتر مین تموجات پیدا ہوئے، ان تموجات کا اثر یہ ہوا کہ اعصاب بصری کے ذریعہ سے مشبکہ پر کتاب کی تصویر چھپ گئی، اور جب یہ تصویر دماغ تک پہنچی تو نفس نے کتاب کا ادراک کر لیا، اسی طرح مثلاً ہمارے سامنے میز رکہا ہوا ہے، ہم میز کو دیکھتے ہین اور دیکھکر اسکا علم حاصل کرتے ہین غرض کیفیت حس کے تحت مین تمام وہ صورتین داخل ہین جنمین ایک شے ہمارے حاسہ کے سامنے ہوتی ہے، اور اس حاسہ کے ذریعہ سے ہم اس شے کا ادراک کرتے ہین، چھوکر کسی شی کو دریافت کرنا، سونگہکر خوشبو کا علم، چکہکر ذائقہ کا احساس یہ سب صورتین اسی قسم مین داخل ہین،

پس تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ علم احساس نفسی کی کیفیت انفعالی کا نام ہے، یعنی یہ کہ خارج مین جب کوئی نیا تغیر واقع ہوتا ہے تو اس تغیر سے بذریعہ اعصاب نفس اثر پذیر ہوتا ہے اور اپنے اس اندرونی تغیر کا جو اُسکی اثر پذیری کا نتیجہ ہوتا ہے ادراک کر لیتا ہے تو گویا اس بنا پر کیفیت حس نام ہے تغیرات خارجی کے اس عکس کا جو نفس پر پڑتا ہے اور جس سے نفس متاثر ہوتا ہے لیکن بعض لوگون کا اسکے خلاف یہ خیال ہے کہ کیفیت حس فعلی و انفعالی دو کیفیتون کے مجموعہ کا نام ہے یہ لوگ کہتے ہین کہ علم احساسی تین اعمال پر مشتمل ہوتا ہے،

(۱) شے خارجی حاسہ کے سامنے آتی یا اس سے مماس ہوتی ہے اسکے بعد

(۲) نفس مین اس سے ایک اثر پیدا ہوتا ہے،

یہ دونون عمل گویا نفس کی کیفیت انفعالی سے متعلق ہین اب اسکے بعد

(۳) جس چیز نے نفس کو اپنے سے اثر پذیر کیا ہے اُسکے خارجی وجود کا نفس اعتقاد کر لیتا ہے یہی عمل ہے جسکا تعلق نفس کی کیفیت فعلی کے ساتھ ہے،

اعصاب و اعضای حس اور مہیجات حواس تقریر بالا مین عمل حس کی تحلیل و تجرید کرنے سے حس کی تعریف تو ذہن نشین ہو گئی لیکن آیندہ بیانات مین سہولت تفہیم کی غرض سے اجزاء حس کو

ایکبار پھر ذہن نشین کرلو، اجزار حس تین ہین،

(۱) ہیج خارجی کا حاسہ کے سامنے آنا یا اس سے مماس ہونا

(۲) اعصاب حس مین تغیر جدید کا واقع ہونا،

(۳) اس جدید تغیر عصبی کا دماغ مین جاکر حس مین تبدیل ہونا،

ان تین اجزار حس مین سے پہلے اور دوسرے اجزار سے بحث کرنا علم تشریح اور علم وظائف الاعضا کا وظیفہ ہے، نفسیات مین ان سے بحث نہین ہوتی، نفسیات مین صرف تیسرے جزو سے بحث ہوتی ہے، لیکن بااین ہمہ نفسیات کو اس سے غرض نہین کہ ایک مادی ارتعاش کیونکر ایک کیفیت نفسی مین تبدیل ہوجاتا ہے، وہ اس حقیقت کو اصول موضوعہ کے طور پر تسلیم کرلیتا ہے، یہ بحث اگر ہوسکتی ہے تو الہٰیات اور مابعد الطبیعیات مین، البتہ یہان کیفیت حس کی مزید تشریح کی غرض سے اسکے مقدمات مادی کے متعلق یہ بتادینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اعمال نفس کی تنظیم و ترتیب کیلئے قدرت نے ہمارے جسم مین ایک نظام اعضا یعنی رگون اور پٹھون کا جال پیدا کیا ہے جو اندرونی اور بیرونی دنیا مین تعلق پیدا کرتا ہے، اجزار حس مین سے پہلے جزو کی تکمیل کے بعد دوسرے جزو کی تکمیل اسی نظام اعصاب کی بدولت عمل مین آتی ہے، ان اعصاب کا مرکز دماغ ہے جہان سے یہ پھوٹتے ہین، اور ایک جال کی صورت بناتے ہوئے تمام جسم مین دوڑ گئے ہین، ان اعصاب مین سے بعض ایسے اعصاب ہین جو نفس مین صرف تحریک پیدا کرتی ہین، حرکات عضلی اور تمدد عضلی کا تعلق اس قسم کے اعصاب سے ہے، لیکن بعض وہ ہین جو محض ذریعۂ احساس ہین، یعنی جنکے ذریعہ سے نفس عقلی حس کرتا ہے، ان اعصاب کو تحریک عضلات سے کوئی تعلق نہین، اس قسم کے اعصاب کی مختلف حالتین ہین، بعض وہ ہین جو صرف روشنی اور اتیھر سے اثر پذیر ہوتے ہین اور اُن کا وظیفہ محض بصارت ہے، بعض وہ ہین جو محض ہوا کے

تموج سے اثر پذیر ہوتے ہین اور روشنی اور دیگر اشیا، اُنکے تہیج مین بے اثر رہتی ہین اور اُن کا وظیفہ محض سماعت ہے، غرض ان اعصاب کے وظائف اور اُن کے مہیجات کے اختلاف کے باعث ان اعصاب کی حالتین مختلف ہوگئی ہین، اور اس بنا پر انسان کے حسیات کی ترتیب و تقسیم بھی عموماً اس طرز پر کیگئی ہے کہ ایک قسم کے تہیج سے جتنے حسیات پیدا ہوتے ہین، ان کا ایک طبقہ قرار دیا جاتا ہے لیکن چونکہ ان اعصاب کے وظائف کے اعتبار سے آلات حس مین بھی اختلاف و تنوع پیدا ہوگیا ہے، اسلئے حسیات کی تقسیم مین آلات حس کے اختلاف کو مدنظر رکھنا ازبس ضروری ہے، کیونکہ وظائف اعصاب کے اختلاف کے دریافت کرنے کا طریقہ اس سے بہتر کوئی نہین ہے کہ آلات حواس کے اختلاف کو پہلے مدنظر رکھا جاے، غرض آلات حس اور وظائف اعصاب کے لحاظ سے حیات انسانی کی تقسیم حسب ذیل کیگئی ہے:-

(۱) حس باصرہ، جس سے رنگ اور روشنی محسوس ہوتی ہے،

(۲) حس سامعہ، جس سے آوازون کا احساس ہوتا ہے،

(۳) حس شامہ، بو اور خوشبو کو دریافت کرنیکی قوت،

(۴) حس لامسہ، جسکا تعلق چھونے سے ہے،

(۵) حس ذائقہ، چیزون کا مزہ بتانے والی قوت،

(۶) حس عضلی، مزاحمت، وزن اعضا، جسم کی حرکات اور اُن کے تعلقات کو دریافت کرنے والی قوت،

(۷) حس جلدی، یہ قوت لامسہ سے بالکل متمائز ہے، گرمی، سردی، کھجلی اور دباؤ کا احساس اسی قوت سے ہوتا ہے،

یہ سات قواے حس ہین جنہین سے ہر ایک کے لئے جسم کے بعض حصہ مخصوص ہین جو بجز

حالتون مین بہت صاف اور واضح ہین، مثلاً حس سامعہ کے لئے کان، حس باصرہ کے لئے آنکھہ حس شامہ کے لئے ناک، حس ذائقہ کے لئے کام وزبان، اور جسم کے یہ مخصوص حصے آلات حس کہلاتے ہین، مثلاً آنکھہ آلۂ بصارت اور کان آلہ سماعت ہے، لیکن حس عضلی اور حس جلدی یہ دو ایسی قوتین ہین جنکے لئے اعضاء جسم کا مخصوص ہونا ابتک پردۂ خفا مین تھا جو ذرات کہ گرمی، سردی، درد اور مزاحمت کا احساس کرتے ہین، ان کا انکشاف ابھی حال مین ہوا ہے، قدماء فلاسفہ کے لئے وہ غیر معلوم تھے، اسلئے وہ حواس کو پانچ تک محدود رکھتے تھے، غرض یہی سات حواس ہین جو ہمارے تمام علوم وادراکات کے ذرائع ہین، جب کسی حاسہ کے سامنے کوئی شئے آتی ہے تو وہ حاسہ اس شئے سے اثر پذیر ہوتا ہے، اور نفس اس حاسہ کے ذریعہ سے اس اثر کو قبول کرتا، اور اس شئے کا علم حاصل کرلیتا ہے، لیکن چونکہ جیسا پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ ان اعصاب کے ہیجات بھی ایک خاص نوعیت کے ہوتے ہین، مثلاً آنکھہ کے لئے ایتھر اور کان کے لئے ہوا، اسلئے جو ہیج ایک حس کے لئے موثر ہوتا ہے وہ دوسرے حس کے لئے بالکل بے اثر رہتا ہے، اندہے کی آنکھہ کے قریب کتنی ہی تیز روشنی لاؤ، اسے مطلق تمیز نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان قوا مین سے ہر ہر قوت کا علحدہ علحدہ مخصوص کام ہے، کوئی قوت دوسری قوت کا کام نہین انجام دیسکتی ہم آنکھہ سے سن نہین سکتے، اور چھوکر دیکھہ نہین سکتے، کیونکہ کان صرف ہوا کے تموجات سے اور آنکھہ صرف ایتھر کے تموجات سے اثر قبول کرتی ہے، اور یہ دونون ہیجات بالکل مختلف الانواع ہین، اسی بنا پر یہ کلیہ قائم کیا گیا ہے کہ ان مین سے ہر ہر قوت کا علحدہ مخصوص کام ہے جسکو دوسری قوت نہین انجام دیسکتی، اس بات مین تمام عقد کا

بجز بعض اشاعرہ متکلمین کے اتفاق ہے[۱]

[۱] اس بحث مین درحقیقت دو سوال ہین ایک مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے اور دوسرا محض طبعی حیثیت سے یہ طبعی واقعہ ہر شخص کے تجربہ مین آیا ہے کہ آنکھین سُن نہین سکتین اور کان دیکھ نہین سکتے، لیکن سوال یہ ہو کہ "سکنے" یا "نہ سکنے" کے کیا معنی ہین، طبعی حیثیت سے یہ صحیح ہے کہ اسکے خلاف کبھی واقع نہین ہوتا کیونکہ یہ دونون حاسہ جن چیزون سے اثر پذیر ہوتے ہین وہ خاصیت تاثیر مین بالکل مختلف ہین اور خود ان حاسون مین بھی بلحاظ قابلیت تاثیر نیز بلحاظ صنع و ترکیب عضوی سخت اختلاف ہے، اور علوم طبیعیہ کا فرض اسی مقام پر آکر ختم ہوجاتا ہے، علوم طبیعیہ کے نقطۂ نظر سے علیت کی تعریف وہی ہے جو مل نے کی ہے کہ اشیاء کے دائمی اور غیر مشروط تقدم و تاخر کو علیت کہتے ہین، لیکن مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے علیت کے دوسرے ہی معنی آتے ہین، اور قابلیت یا صنعت و ترکیب عضوی کے مباحث سے متجاوز ہوکر علت و معلول کے اس اندرونی تعلق کو بھی دریافت کرنا چاہتا ہے جو درحقیقت واقعات و حوادث کے وقوع یا تخلیق کا باعث ہوتا ہے اور اس بنا پر مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے علیت کے لئے محض قبلیت و بعدیت کافی نہین اور نہ اسکو قابلیت تاثر اور ترکیب عضوی کے جوابات مطمئن کرسکتے ہین، چنانچہ اسی بنا پر واقعۂ خارجی سے نفس کے تاثر کے مسئلہ مین فلاسفہ کا سخت اختلاف ہوگیا ہی استقصاء مذاہب کی ضرورت نہین صرف تین مذاہب کا بیان کردینا کافی ہوگا جو اہم ترین ہین -

(۱) ارسطو اور لبنٹز کہتے ہین کہ خدا یا علت العلل نے ہر چیز مین ایک خاصیت ودیعت کی ہے اور اس خاصیت کی بنا پر ہر چیز (خواہ وہ عضو ہو یا عناصر ہون یا مرکبات ہون یا قوای جسمانیہ و نفسیہ ہون) اپنے اپنے شرط و حالات کے مطابق افعال صادر کرتے رہتے ہین،

(۲) میلبرانش کہتا ہے کہ یہ سب خدا کے کارنامے ہین، یہان طبیعت مین فعلیت کی صلاحیت ہی نہین ہے، جب ہم سنتے ہین تو خدا سننے کی قوت ہم مین پیدا کردیتا ہے،

(۳) ہیوم اور متکلمین اشاعرہ کہتے ہین کہ علیت کوئی چیز نہین ہی علت و معلول مین محض تعلق عادی ہوتا ہی، ہیوم اسکے آگے کوئی تشریح نہین کرتا، لیکن متکلمین آگے چل کر میلبرانش سے متفق ہوجاتے ہین یعنی وہ کہتے ہین کہ ہمارے اعضاء و قوی کے افعال محض فعل و مشیت باری سے انجام پاتے ہین، اصل یہ ہی کہ زیادہ عمیق نظر کرنے سے علیت کی تھیوری بیکار معلوم ہوتی ہے اور مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نگاہ سے متکلمین ہی کا مذہب صحیح ہے مگر مجھے بالذات متکلمین سے وہان پر اختلاف ہے جب وہ مسئلہ تشابہ اجسام کے ذریعہ سے علیت کو باطل کرتے ہین سائنس دان بھی تشابہ اجسام کے قائل ہین لیکن طبعی لحاظ سے اُن کا زاویۂ تحقیق دوسرا ہی تشابہ اجسام کا مطلب طبعی نقطۂ نظر سے صرف اسقدر ہی کہ بلحاظ اجزاء لایتجزی (خواہ یہ کسی طرح کے ہون برقی سالمات ہون یا کچھ اور) جو جسم کے آخری حصہ ہین تمام اجسام متشابہ الحقیقۃ ہین لیکن بلحاظ ترکیب اور بلحاظ خاصیت (جو ترکیب سے پیدا ہوئی ہے) مختلف ہین غرض تشابہ اجسام ایک طبعی مسئلہ ہی اور طبیعیات خاصیت و طبیعت و علیت کے منکر نہین ہین البتہ مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے متکلمین کا مذہب صحیح ہے

اسلام کی تمدنی کامیابیان

تمدنی ترقی کا اصلی راز

(از مولانا عبدالسلام ندوی)

عیسائی مذہب کی تمدنی ناکامیون کی جو داستان گذشتہ نمبر مین گذر چکی ہے، اسکے اخیر مین اس ناکامیابی کا راز ان الفاظ مین بیان کیا گیا ہے،

"صرف اخلاقی موثر قومون کی سعادت کا کفیل نہین ہو سکتا بلکہ اُنکی تمدنی عظمت کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے، اخلاقی موثر کی تشبیہ ایک بیج سے دیجا سکتی ہے، جو صرف عمدہ زمین مین نشو و نما حاصل کر سکتا ہے، بنجر زمین مین نہین اُگ سکتا، یہ کوئی نئی مثال نہین ہے بلکہ اسکو واعظون نے، علماے اخلاق نے، اور متکلمین نے انجیل مقدس کے بعد اس کثرت سے بار بار دہرایا ہے کہ وہ ایک بدیہی چیز ہوگئی ہے، لیکن بدقسمتی سے اس بدیہی مثال مین یہ غلطی بھی شامل کردیگئی ہے کہ بیج کی عمدگی زمین کو بھی عمدہ بنا لیتی ہے، اور یہ دعوی کردیا گیا کہ کوئی زمین ناقابل نہین ہوتی، خرابی صرف بیج مین ہوتی ہے"

عیسائی مذہب پہلا مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے اس غلط اصول پر عمل کیا اور بودھ مذہب نے اسکی تقلید کی، نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت افسوسناک طور پر بیج رائگان گئے، لیکن اسلام کے قبضہ مین جو قطعۂ زمین آیا تھا وہ ان سے بھی زیادہ ناہموار، بنجر، اور غیر صالح تھا، اور اسپر مستزاد یہ کہ اسکا رقبہ عیسائیت کے رقبہ سے بہت زیادہ وسیع تھا، عیسائیت صرف ایک قوم ایک ملک، اور ایک خطہ کی اصلاح کرنا چاہتی تھی، لیکن اسلام تمام دنیا کے لئے ابر رحمت بنکر

آیا تھا، اِسلئے اگر وہ عملاً وہی غلطی کرتا جس نے عیسائیت کو تمدنی ترقی مین اسقدر ناکامیاب رکھا تو دنیا کی تمام کھیتیان اس سے بھی زیادہ افسوسناک طریقے سے برباد ہوتین، لیکن اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہی کہ اُس نے تخم ریزی سے پہلے عمدہ زمین کا انتخاب کیا، اور جو زمینین ناہموار ہتین، اُنکو ہموار بنایا،

مسلمان ابتک صرف اس نشہ مین چور ہین، کہ اسلام ایک شاندار تمدن کا بانی ہی لیکن حسبِ تذکرہ بالا نظریہ کو سامنے رکھکر اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو تو تمکو نظر آئیگا کہ اسلام صرف ایک عظیم الشان تمدن کا بانی نہین، بلکہ وہ ایک عظیم الشان تمدنی نظریہ کا موجد ہے، اگر گذشتہ زمانہ مین عیسائی مذہب اسکے تمدن کے سامنے سرنگون تہا تو آج اسلام کا یہ علمی نظریہ عیسائی مذہب کے طریقۂ تعلیم کو شرمندہ کرسکتا ہے، کسان کو جو کچھ دشواریان پیش آتی ہین، زمین کے صالح بنانے مین پیش آتی ہین، زمین مین بیج کا بکھیرنا نہایت آسان کام ہے اور اُسکو ہر شخص کرسکتا ہے اسلام صرف زمین کے صالح بنانے کے لئے آیا تہا اسلئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرض نبوت اداکرنا چاہا تو سخت مشکلین درپیش ہتین اگر آپکا فرض اسیقدر ہوتا کہ مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر اکتفا فرمائین، یا حضرت کلیم کی طرح اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل جائین تو مشکل نہ تھی، لیکن خاتم انبیا کا کام خود سلامت رہ کر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام سے منور کرنا تہا، اسلئے نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا پڑا۔[1]

اسلام کے جیب ودامن مین سب سے زیادہ قیمتی بیج توحید کا تہا، جسکے لئے عمدہ قطعۂ زمین کا انتخاب نہایت ضروری تہا، عرب کی تمام زمین اگرچہ ناہموار، بنجر اور غیر صالح تھی، تاہم

---

[1] سیرت نبوی جلد اول،

ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایسا بھی تھا جسمین نہایت آسانی کے ساتھ اُسکو نشو و نما حاصل ہوسکتی تھی، رسول اللہ صلعم نے پہلا بیج اسی زمین مین ڈالا، اور وہ بہت جلد بار آور ہوا، یعنی آپ نے جنلوگون کو اول اول دعوت توحید دی وہ آپکی پہلی آواز پر اسلام لائے اور اُنکے ذریعہ سے اور لوگون نے بھی اسلام قبول کیا، تین برس تک آپ نے اسی طرح اسلام کی اشاعت کی اور اس طرح جب مسلمانون کی ایک جماعت تیار ہوگئی تو صاف حکم آیا،

فاصدع بما تومر — تجھکو جو حکم دیا گیا ہے اُسکو صاف صاف بیان کردے،

لیکن اس غلغلہ انگیز صدا کا دائرۂ تموج بھی محدود کردیا گیا اور حکم آیا،

وانذر عشیرتک الاقربین — اور اپنے نزدیک کے خاندان والون کو خدا سے ڈرا،

آپ نے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن ابتدائی نتیجہ ناکامی کی صورت مین ظاہر ہوا، اسکے بعد دوبارہ آپ نے تبلیغ دعوت کے لئے تمام خاندان بنو مطلب کو جمع کرکے فرمایا کہ "مین وہ چیز لیکر آیا ہون جو دین و دنیا دونون کی کفیل ہے، اس بارگران کے اٹھانے مین کون میرا ساتھ دیگا" اس پیغمبرانہ آواز کو سن کر تمام مجلس مین سناٹا چھا گیا، لیکن حضرت علی نے آپ کے ساتھ دینے کی حامی بھری، اب آپ نے اپنی دعوت کو اور وسعت دی، اور حرم کعبہ مین جاکر توحید کا اعلان کیا، کفار نے یہ آواز سنی تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، اور ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے، اسلام کی تاریخ کا یہ پہلا دور ہے، اور اسمین صرف اسقدر ترقی ہوئی کہ مسلمانون کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوگئی، اور اسلام کی مخفی آواز گھر کے صحن سے نکل کر حرم کی فضا مین گونجی، اسکے بعد عرب کے قبائل جو موسم حج اور عرب کے قومی میلون مین جمع ہوجاتے تھے اس سے گوش آشنا ہوئے، لیکن اب تک صرف توحید کی ایک آواز تھی جو مکہ و طائف کی پہاڑیون مین گونجتی تھی، فرائض و احکام کے قبول کرنے کے لئے ابتک زمین مین استعداد نہین پیدا ہوئی تھی، چنانچہ صحیح بخاری باب تالیف القرآن

مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ "پہلے عذاب و ثواب کی آیتین نازل ہوئین، جب دلون مین استعداد اور رقت پیدا ہوگئی تو احکام نازل ہوئے، ورنہ اگر پہلے ہی دن یہ حکم ہوتا کہ شراب نہ پیو تو کون مانتا، اِسلئے فرائض کی تکمیل اور احکام کا وجوب بتدریج ہوا، مکہ معظمہ کے قیام تک روزہ سرے سے فرض نہین کیا گیا، مدینہ منورہ مین روزے فرض ہوئے، زکوۃ کی فرضیت سات آٹھ سال کے بعد ہوئی، کیونکہ ابتک مالی حالت اس حد تک پہنچے نہین پائی تھی کہ زکوۃ کی فرضیت کا موقع آئے، فتح مکہ سے پہلے مسلمان اس سرزمین مین قدم نہین رکھہ سکتے تھے، اسلئے اسوقت تک حج بھی فرض نہین ہوا، نماز روزانہ کا فرض ہے، اور یہ فرض اگرچہ اسلام کے وجود کے ساتھ آیا لیکن اُسکی تکمیل بتدریج ہجرت کے چھہ سات برس کے بعد ہوئی، غرض فتح مکہ کے بعد جب کفر کا زور ٹوٹ گیا اور عرب کی زمین ہموار ہوگئی تو مذہبی احکام کی تفصیل اور نظام شریعت کی تکمیل کیگئی،[۱]

لیکن اسلام کا کام صرف عرب کی کھیتون کا سرسبز کرنا نہ تہا، بلکہ تمام دنیا مین نیکی کا بیج بونا تھا، جسکے لئے دو چیزون کی ضرورت تھی، ایک تو یہ کہ ایسے کسان تیار کئے جائین جو فنِ زراعت کے ماہر ہون، دوسرے یہ کہ جو بیج بویا جائے وہ ایسے ملکون مین بویا جائے جنکی آب و ہوا اُس کے نشو و نما کی صلاحیت رکھتی ہو، اسلام نے اول اول کسانون کی بھی جماعت تیار کی، اُسکے بعد اُنکو زمین کے شاداب قطعون مین پھیلا دیا کہ وہ کامیابی کے ساتھ تخم ریزی کر سکین، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین:-

> یہ امام جو تمام قومون کو ایک مذہب کے علم کے نیچے جمع کرنا چاہتا ہے، گذشتہ اصول کے علاوہ دوسرے اصول کا محتاج ہوتا ہے، ان مین ایک اصول یہ ہے کہ وہ ایک قوم کو سنت راشدہ کی دعوت دیتا ہے، انکی اخلاقی اصلاح کرتا ہے اور انکی حالت کو بہتر بناتا ہے پھر

---

[۱] یہ تفصیل سیرۃ نبوی سے ماخوذ ہے

ان کو بمنزلہ اپنے اعضاء کے قرار دیتا ہے، اور اُن کے ذریعہ سے تمام دنیا سے جہاد کرتا ہے اور اُنکو دوسرے ممالک مین پھیلا دیتا ہے، یہ آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (تم بہترین امت ہو جو لوگون کی اصلاح کے لئے عالم وجود مین آئی ہو) اسیکی طرف اشارہ کرتی ہے، یہ اسلئے کہ خود یہ امام غیر محدود قومون سے جہاد نہین کرسکتا، اور جب یہ حالت ہے، تو یہ ضروری ہے کہ اُسکی شریعت کا مادہ ایسا ہو جو تمام اقالیم صالحہ کے لئے بمنزلہ مذہب طبیعی کے ہو، اور جو ممالک معتدل مزاج پیدا ہونیکی صلاحیت رکھتے تھے، وہ اس زمانہ (بعثت) مین دو بادشاہون کے قبضے مین تھے، ایک کسریٰ جو عراق، یمن، خراسان اور اُن کے متصل کے ملکون پر قابض تھا، اور ماوراء النہر اور ہندوستان کے بادشاہ اسکے زیر اثر تھے اور اسکو سالانہ خراج دیتے تھے، دوسرا قیصر جو شام، روم اور اُسکی حوالی پر متسلط تھا، اور مصر، مغرب، اور افریقہ کے بادشاہ اُسکے ماتحت تھے، اور اُسکو خراج ادا کرتے تھے انہی دونون بادشاہون کے اقتدار کا توڑنا ، اور انکے ملک پر قبضہ کرنا، تمام دنیا پر قبضہ کرنا تھا، انہی کی امیرانہ عادتین ان تمام ملکون مین جاری ہتین جو اُنکے قبضہ مین تھے اور ان عادات کے بدلدینے اور اُن سے روکدینے سے ان تمام ممالک کو تنبیہ ہوسکتی تھی، ان کے علاوہ اور ممالک جو اعتدال مزاج سے دُور تھے وہ قابل لحاظ نہ تھے، اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "ترکون کو چھوڑدو جب تک وہ تمکو چھوڑین، اور حبشہ کو چھوڑدو جب تک وہ تمکو چھوڑین" بہرحال جب خدانے کج شدہ مذہب کو سیدھا کرنا، دنیا کے لئے ایک ایسی امت کو ظاہر کرنا جو لوگون کو نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے، اور اُن کی بری رسمون کو مٹانا چاہا تو یہ انہی دونون سلطنتون کے زوال پر موقوف تھا، اسلئے خدانے ان کے زوال کا فیصلہ کردیا، اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسریٰ ہلاک ہوا، اسکے بعد

کسریٰ نہوگا، قیصر ہلاک ہوا اور اسکے بعد قیصر نہوگا۔ اور اس حق نے جو تمام دنیا کے لئے
دماغ شکن تھا رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے باطل عرب کی دماغ شکنی کی اور عرب کے
ذریعہ سے ان دونون بادشاہون کے باطل کی دماغ شکنی ہوئی، اور ان بادشاہون کے
درباریون کے ذریعہ سے اور تمام ملکون کی گردن سیدھی ہوئی[۱]۔

پہلا مرحلہ یعنی ایک ایسی جماعت کی تیاری جو آپ کے اعضاء و جوارح کا کام دیسکتی تھی،
ہجرت کے بعد طے ہو گیا، اسلئے صلح حدیبیہ کے بعد ہی آپ نے اس بیج کو جو عرب کی سرزمین مین
سرسبز ہو چکا تھا، دوسرے ممالک مین بونا شروع کر دیا، اور کسریٰ و قیصر کو اسلام کی دعوت دی
زمین اگرچہ صالح تھی تاہم اسمین جو نشیب و فراز پیدا ہو گئے تھے وہ آسانی کے ساتھ نہین مٹ
سکتے تھے، اسکے لئے پیغمبرانہ طاقت کے علاوہ شاہانہ طاقت کی ضرورت تھی، اسلئے اسلام نے
طاقت کو اپنی کامیابی کا دوسرا اصول قرار دیا، چنانچہ شاہ صاحب اسی کتاب مین لکھتے ہین:-

"اور اس امام کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اسکی دینی تعلیم، خلافت عامہ کے قیام کے ساتھ
مروج ہو، اور اسکے بعد جو خلفا، بنائے جائین وہ اسکے شہر اور اسکے قبیلہ کے ہون"

اور آپ کے بعد اس طاقت نے ان دونون سلطنتون کے پرخچے اڑا دیئے، اب عرب سے لیکر
عجم تک ایک ہموار زمین تھا، اور اسلامی تمدن کو انہین ہموار زمینون مین سرسبزی حاصل ہوئی، عیسائی
مذہب کے دست و بازو مین صرف اسقدر طاقت تھی کہ وہ بیج کو پھینک سکتا تھا مگر زمین کو ہموار نہین کر سکتا تھا،
لیکن اسلام نے تخم ریزی سے پہلے بتدریج زمین کے ہموار کرنیکی طاقت پیدا کی اور جب یہ طاقت مکمل
ہو گئی تو تمام دنیا کو یہ مژدہ سنا دیا گیا، الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا،

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴ و باب الحاجۃ الی دین منسخ الادیان،

یونانی تمدن

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

اگرچہ موجودہ زمانہ مین اسپرنگ بیلینس کی ایجاد نے بہت سی ناقابل وزن اشیار کے مقدار و وزن کے معلوم کرنے مین بڑی بڑی سہولتین پیدا کر دی ہین، تاہم علوم یونانیہ مین جو نزاکت موجود ہے وہ مادیات کے خفیف سے خفیف ٹیس کی بھی متحمل نہین ہوسکتی، اس بنا پر یونانی علوم وفنون کی مقدار و وزن کا پتہ چلانا خود سائنس کی دسترس سے بھی باہر ہے،

الٰہیات یونان مین علماے الٰہیین کے تین گروہ تھے، پہلا گروہ قدمار کا تھا جو وجود صانع کا منکر تھا، اور عالم کی پیدائش، عناصر اربعہ یا فضا، خلار، اور تاریکی وغیرہ سے مانتا تھا[1]، چنانچہ طالیس Thales کا یہی خیال ہے، جسکو یونانی زبان مین اطوماطون کا عقیدہ کہتے ہین، طالیس نے اس خیال کی بنیاد اسپر رکھی ہے کہ دنیا مین مختلف قسم کے شر موجود ہین، حالانکہ اگر عالم کا کوئی صانع ہوتا تو شر کا وجود نہوتا[2]، اپیکورس بھی زینونی فلاسفہ کے قول کے مطابق طالیس کا ہمخیال تھا[3]، اسکے نزدیک عالم کی اصل دو چیزین ہین، خلار، اور صورت، صورت سے تمام چیزین پیدا ہوئی ہین، اور فنا ہونے کے بعد بھی اسی سے جا ملتی ہین، اس بنا پر مبدء و معاد کا تعلق صرف صورت سے ہے، اپیکورس کے نزدیک عالم حادث اور حساب وکتاب، اور جزا وسزا کا خیال بالکل لغو ہے، کیونکہ انسان بالکل غیر مکلف اور دنیا کے دیگر حیوانات کی طرح آزاد پیدا کیا گیا ہے[4]، دیمقراطیس کے نزدیک عالم کا خالق تنہا کوئی ایک عنصر یا عقل نہین ہے، بلکہ اسطقسات (عناصر اربعہ) ہین جو دفعۃً ایک ساتھ پیدا ہوگئے ہین[5]،

---

[1] شہرستانی صفحہ ۲۶۳ جلد ۲ [2] مختصر الدول صفحہ ۶۳ [3] کنز العلوم صفحہ ۲۰ [4] شہرستانی صفحہ ۱۷ [5] ایضاً صفحہ ۱۲۔

دوسرا گروہ طبیعی فلاسفہ کا تہا، جو طبائع کے تاثیر و تاثر اور کائنات کی خلقت سے بحث کرتا، اور حیوانات و نباتات کی ساخت پر غور کرکے ایک عظیم الشان ہستی کے وجود کا اعتراف کرتا تہا، وہ روح کو فانی کہتا تہا، جو جسم کے فنا ہونے کے ساتھ ساتھ فنا ہو جاتی ہے، چنانچہ ہند قلیس.... (Empedocle) کا یہی مذہب بیان کیا جاتا ہے، وہ صانع کی چند صفات مانتا ہے، اور انکو عین ذات قرار دیتا ہے، اسکا قول ہے کہ "اس (صانع) کی ذات عین وجود اور اسکا وجود عین ذات ہے، اور حیات و حکمت دو اضافی چیزین ہین، جن سے ذات مین کوئی اختلاف نہین واقع ہو سکتا" اسکے نزدیک معاد کا مسئلہ بالکل لغو ہے، اور اسلیے وہ معاد روحانی اور معاد جسمانی دونون کا منکر ہے[1]، بطلیموس معاد کا[2]، اور فورون Pyrrhon معاد روحانی کا قائل ہے[3]، ہرکلیس کے نزدیک خدا ایک نور ہے جو سب سے پہلے پیدا ہوا ہے، اور عالم مین سب سے پہلے محبت و منازعت پیدا ہوئی[4]، ہومر بھی خدا کا قائل تہا، چنانچہ اسکے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو بالکل شر سے پاک ہو وہ میرا خدا ہے" وہ اکثر کہا کرتا تہا کہ "تعجب ہے لوگ خدا کو چھوڑ کر بہائم کی اقتدار کرتے ہین"، اسکے نزدیک عالم دو ہین، متحرک اور ساکن، پہلا حادث اور دوسرا قدیم ہے اور اگرچہ دونون کو دست فطرت نے پیدا کیا ہے تاہم اسمین خدا کا ارادہ بھی شامل تہا[5]،

تیسرا گروہ الٰہی حکما کا تہا جسمین تمام متاخرین یونان شامل تھے، چنانچہ زینون اکبر کے نزدیک خدا قادر ہے، علیم ہے، عالم کی دو اصل ہین خدا اور عنصر، ان مین خدا علت فاعلہ ہے اور عنصر اسکے حکم سے متاثر ہوتا ہے، نفس ناطقہ غیر فانی ہے[6]، خروسیس اور زینون اصغر کے نزدیک صانع اول ایک ہے، اس نے پہلے عقل اول یا نفس کو اور پھر اسکے ساتھ ملکر تمام چیزون کو

[1] مختصر الدول صفحہ ۵۰، [2] شہرستانی صفحہ ۳۴، [3] مختصر الدول صفحہ ۷۸، [4] شہرستانی صفحہ ۱۵،
[5] شہرستانی صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، [6] ایضاً صفحہ ۱۰ و ۱۲،

پیدا کیا ہے، خدا اور نفس جوہر یعنی غیر فانی ہین، فیثا غورث کے نزدیک خدا ایک ہے اور اعداد اصل کائنات ہین، کیونکہ ہر مرکب بسیط سے بنتا ہے اور عدد سے بڑھکر کوئی چیز بسیط نہین[1]، وہ معاد کا قائل[2]، اور دنیا کے عدم محض ہونیکا منکر ہے، کیونکہ وہ تمام چیزون کو ایک حالت سے دوسری حالت مین متغیر مانتا ہے[3]، سقراط بت پرستی کو روکتا ہے[4]، افلاطون عالم کی اصل خدا، ہیولیٰ اور صورت کو قرار دیتا ہے، وہ تناسخ کا قائل ہے، اور فرقۂ مزدکیہ اور بالشویک کی طرح جنس لطیف کو عام سمجھتا ہے[5]، اکاڈیمی کے فلاسفہ عالم کی ایک انتہا مانتے ہین، اُنکے نزدیک ہر مرکب کی تحلیل ہوسکتی ہے، جسکے جواہر تحلیل کے بعد اپنی اپنی اصلون سے جاکر مل جاتے ہین[6]، ارسطو محرکِ اول کو واجب الوجود کہتا ہے، اور جیسا کہ اثولوجی مین لکھا ہے اسکے نزدیک تین جواہر ہین، جنمین دو طبیعی اور ایک غیر متحرک ہے، واجب الوجود عدد اور کلمہ (اسم اور ذات) کے لحاظ سے ایک ہے، اُسپر تغیر و تبدل نہین طاری ہوتا[7]، وہ حی، باقی اور عالم کلیات ہے، اس سے عقول عشرہ پیدا ہوئین، جنمین سے نو تدبیر نفوس کرتی ہین، اور ایک عقل فعال ہے، نظام و ترتیب اُسی سے صادر ہوئی ہے، نظام عالم خیر کی طرف مائل ہے، اور شر تبعاً ہوتا ہے مثلاً پانی برسنے سے تمام دنیا کو نفع پہنچتا ہے، لیکن اسکے ساتھ بعض غربا کے مکانات بھی منہدم ہوجاتے ہین جو بالکل جزوی نقصان ہے[8]، ارسطو سزا و جزا کو روحانی مانتا ہے اور حشر اجسام کا قائل نہین ہے[9] تناسخ مین افلاطون کے بالکل خلاف ہے، اور اسکے مذہب کو باطل سمجھکر کہتا ہے کہ "افلاطون دوست ہے اور حق بھی دوست ہے، لیکن غور کرنے کے بعد مین نے حق کو ترجیح دی ہے[10]"، صاحب طبقات الامم نے

---

[1] مختصر الدول صفحہ ۸۴ [2] طبقات الامم صفحہ ۳۴ [3] الفلسفۃ العربیۃ والاخلاق صفحہ ۳۳ [4] ایضاً صفحہ ۳۵
[5] مختصر الدول صفحہ ۹۰ [6] شہرستانی صفحہ ۱۴۵، ۱۱۵ [7] ایضاً صفحہ ۲۴۴ [8] ایضاً صفحہ ۹۵ تا ۴۹۰،
[9] اخبار الحکما صفحہ ۴۰ [10] مختصر الدول صفحہ ۹۲،

لکھا ہے کہ ارسطو تناسخ کا قائل تہا، لیکن یہ بالکل غلط ہے اور اسکی خود ارسطو کی تصنیفات سے تردید ہوتی ہے،[۱]

دیوجانس قدر کا قائل ہے اور خدا کو برائیون کے بجاے بہلائیون کا سبب مانتا ہے[۲] اشیخ یونانی مبدع اول کی کوئی شکل وصورت نہین مانتا، اسکو تمام علوی وسفلی چیزون سے الگ تسلیم کرتا اور اُسکی قوت کو ان چیزون کی قوت سے جداگانہ سمجہتا ہے، کیونکہ وہ شکل وصورت اور قوت سے بالاتر ہے، اور اس نے عقل کے توسط سے ان چیزون کو پیدا کیا ہے، وہ ایک قدیم اور دائم ذات ہے، ثاؤفرسطیس الہیت کو متحرک نہین مانتا یعنی وہ خدا مین تغیر و تبدل کا قائل نہین ہے[۳]

یہ تو حکما و فلاسفہ کے مذاہب تھے، یونان کے عوام، قدیم آریون کی طرح بہت سے دیوتا مانتے تھے، جنکی تعداد ہزارون تک پہنچتی ہے، چنانچہ ازیودس نے لکہا ہے کہ اسکے شہر مین ۳۰ ہزار دیوتا پوجے جاتے ہین جنمین ٹیلے، میدان، بیابان، اور پانی کی موجین تک داخل ہین، لیکن بڑے بڑے دیوتاؤن کی تعداد بیس کے قریب ہے جو درج ذیل ہین،

زیوس[۱]: (مشتری) یہ سب سے بڑا دیوتا ہے، اور آسمان اور نور کا دیوتا کہلاتا ہے اُسکے متعلق ابر کی جمع و ترکیب بھی ہے،

ہیرا[۲]: (جونون) اثینیہ[۳]: (منرفا) صاف ہوا، حکمت، اور ایجاد و اختراع کی دیوی، ابولون[۴]: شعر، موسیقی، فنون لطیفہ کا دیوتا، اور وحی کا رئیس، ارتمیس[۵]: (دیان) جنگل، شکار اور موت کی دیوی، ہرمیس[۶]: (عطارد) آب زلال، بازار، مقامات، تجارت، فصاحت اور چوری کا دیوتا، ہیفزتوس[۷]: (فولکین) آگ کا دیوتا اور کڑک کا نازل کرنیوالا، ہستیا[۸] (فیسا) اریس[۹] (مریخ) جنگ کا دیوتا، افرودیت[۱۰] (زہرہ) حسن کی دیوی، بوزیدون[۱۱]: (نبتون) سمندر کا دیوتا، الفیتریت[۱۲]، بردنتہ[۱۳]، کرونوس[۱۴] (زحل)

---

[۱] طبقات الامم صفحہ ۵۰، [۲] شہرستانی صفحہ ۶۹، [۳] ایضاً صفحہ ۷۰

ریہیا[15]، (سیبل) دیمتیر[16] (سیریس) برسیفونہ[17] (بروزربین) ہادلیس[18] (بلوتون) دیونیزوس[19] (باخوس)

ان کے علاوہ لیمینرلیس کا بھی یونان کے مذہبی لٹریچر مین اکثر ذکر آتا ہے جو انتقام وغضب کی دیوی سمجھی جاتی ہے،

یونانیون کو دیوتاؤن کی غیر محدود کثرت اور ازلیت سے کچھ بحث نہ تھی، اُن کا خیال تہا کہ عالم فطرت کی ہر قوت ایک قوت الٓہی ہے، اس بنا پر سمندر، ہوا، آفتاب سب خدائے الٓہی ہین، اور ان سب کا ایک ایک رب ہے، جسکی ایک خاص شکل اور ایک خاص نام ہے، چنانچہ ہومر نے آشیل دیوتا کی نسبت لکھا ہے کہ "اریس اور اتہینہ سردار لشکر تھے اور سونے کے ہار پہنتے تھے، اور صورت ایسی پاکیزہ تھی جو دیوتاؤن کے شایان ہوتی ہے، کیونکہ آدمی پست اور کوتاہ قامت ہوتے ہین" یونانی دیوتا آدمی ہوتے تھے، وہ کپڑے پہنتے اور محلون مین رہتے تھے، اور جب کسی طرح نہ مرتے تو زخمی ہوجاتے تھے، چنانچہ ہومر نے اریس دیوتا کے ایک شخص کے ہاتھ سے زخمی ہونے اور اُس کی تکلیف سے چیخنے چلانے کا تذکرہ کیا ہے، اس تجسید ارباب کے عقیدہ کو "انتروپومورفسیم" کہتے ہین،

چونکہ دیوتا آدمی ہوتے تھے اسلئے ان کے خاندان اور اعزہ واقارب مانے جاتے ہین اور انکی تاریخ اور واقعات محفوظ رکہے جاتے ہین جنکو یونانی میتھالوجی یعنی تاریخ الارباب کہتے ہین،

دیوتا عموماً بے رحم، سفاک، مکار، حاسد، اور بیوقوف ہوتے تھے، چنانچہ زیوس دیوتا تمام دیوتاؤن سے تہدیداً کہتا ہے کہ "تم آسمان مین ایک سونے کی زنجیر باندہو اور اسمین لٹک جاؤ، اس صورت مین اگر زیوس کو زمین کی طرف کہینچنا چاہوگے تو پوری سعی وکوشش کے بعد بھی ناکام رہوگے کیونکہ وہ ایک حکمران بادشاہ ہے، بخلاف اِسکے اگر مین چاہونگا تو زنجیر کے ساتھ زمین اور سمندر تک کو کہینچ لونگا، اور اسکو کوہ اولمپ کی چوٹی مین باندھ دونگا، جس سے تمام عالم اسوقت تک معلق اور مصلوب رہیگا، جب تک مجھے دیوتاؤن اور انسانون پر فضیلت حاصل رہیگی" (ہومر)

کوہِ اولمب یونان کا ایک مقدس پہاڑ ہے، جو دیوتاؤن کا آسمان کہلاتا ہے، یہان دیوتاؤن کی کونسل ہوتی ہے جسمین دنیا کا انتظام کیا جاتا ہے، اس مجلس کی صدارت زیوس (مشتری) کرتا ہے[۱]،

افلاطون نے ارباب پرستی کے متعلق جمہور کے خیالات کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے، دیوتاؤن کے سامنے عاجزی سے گڑگڑانا، اور نماز، نذر، اور اعمال صالحہ کا پابند رہنا تقویٰ ہے جسمین شہر اور آبادی کی نجات مضمر ہے، اسکے برعکس شقاوت ہے، جس سے تمدن برباد ہوتا ہی، اور سلطنتون کے تخت اُلٹ جاتے ہین، کسینوفان نے کتاب الفروسیۃ مین لکہا ہے کہ "دیوتا صرف مطالب کے دقت یاد کرلینے سے خوش نہین ہوتے بلکہ امن و امان اور اطمینان مین یاد کرنے سے خوش ہوتے ہین" اس بنا پر یونانی اپنے دیوتاؤن کو خوش رکہنے کی سخت کوشش کرتے تھے، چنانچہ ایک کاہن اپولون سے کہتا ہے "مین نے برسون تیرے نام پر موٹے موٹے بیل آگ مین جلائے ہین، اسلئے تو میری گریہ وزاری کو سُن اور میرے دشمنون کو سہام غضب سے چھلنی کر" یہ لوگ ذرا ذرا سی بات مین دیوتاؤن کی مرضی معلوم کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ شیو (صاقز؟) مین ایک مدرسہ کی چہت گری اور بہت سے لڑکے دب کر مر گئے، تو اُسکو انھون نے دیوتاؤن کا غضب سمجہا، اسی طرح زلزلہ، کسوف، یہانتک کہ چہینک سے بھی یہ لوگ فال لیتے، اور اسی پر اپنی سعادت و شقاوت کا دار مدار سمجہتے تھے،

دیوتاؤن کے بعد ابطال کا درجہ ہے، بطل اس مشہور آدمی کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد ایک با اختیار روح ہو جاتا ہی اور چونکہ وہ دیوتا نہین ہوتا اسلئے نہ تو کوہ اولمب پر رہتا ہے اور نہ تدبیر عالم کرتا ہے، تاہم وہ انسانون سے زیادہ قدرت رکہتا ہے، وہ اپنے دوستون کی مدد کرتا،

[۱] الفلسفۃ العربیۃ والاخلاق صفحہ ۱۴،

اور اُن کے دشمنون کو برباد کرتا ہے،

اس بنا پر یونانی اسکی بھی پرستش کرتے اور اسپر قربانی چڑہاتے تھے، ابطال بہت سے ہین جنمین اشیل (جنگ کا دیوتا) ادلیس، اغاممنون، ہیراکلیس، ادیب، ہیلین، دوروس، اور عولس کا یونان کی میتھالوجی مین زیادہ ذکر آتا ہے، ان نامون مین سے ادیب اور ہیراکلیس بالکل بے اصل ہین باقی اور نام بھی فرضی معلوم ہوتے ہین، کیونکہ ان نامون کے اشخاص کا تاریخ مین ذکر نہین ہے، بعض ابطال درحقیقت انسان تھے، اور انھون نے اپنے قوم و ملک کی نہایت نمایان خدمات انجام دی تہین مثلاً لیونیداس، اور لینیر اندر مشہور سردار تھے، دیمقراط اور ارسطو فلسفی تھے، لیکورگ اور سولن مقنن تھے، بعض اشخاص صرف حسین ہونیکی بنا پر ابطال مین شامل کرلئے جاتے تھے، چنانچہ کروتون مین فیلبس نام ایک شخص کی پرستش ہوتی تھی جو اپنے زمانہ مین سبسے زیادہ حسین شخص تہا،

ابطال کو خدائی طاقت حاصل ہوتی تھی، وہ خیر و شر کرسکتے، اور لڑائیون مین مدد دیسکتے تھے، چنانچہ اہل اتینھز نے جنگ مارا تون مین اپنے بطل تیبز یہ کو دیکہا تہا، اور جنگ سلامینیا مین وہ نہایت آبدار اسلحہ سے مسلح ہوکر آیا تہا اسی طرح اجاکس اور تیلامون نامی دو ابطال نے جو کسی زمانہ مین جزیرہ سلامینیہ کے بادشاہ گذرے تھے، پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی پر آکر اپنے ہاتھ سے یونانی بیڑے کی طرف اشارہ کیا تہا، اسی بنا پر تیموکلس نے کہا ہے کہ "ایرانیون کو ہم نے مسخر نہین کیا، بلکہ دیوتاؤن نے مسخر کیا ہے"،

اگرچہ ایک ایک بطل پورے پورے لشکر کا مقابلہ کرسکتا تہا تاہم وہ اسقدر کمزور بھی ہوتا تہا کہ جب محلے والے اس سے پریشان ہوتے اور اسکے دشمن کی ہڈیان لاکر اپنے محلہ مین دفن کرتے تو وہ فوراً اس محلہ کو چھوڑ کر بہاگ جاتا تہا،[۱]

---

[۱] تاریخ الحضارۃ صفحہ ۲۷۶ تا ۳۰۷ جلد ۱،

طبعیات اگرچہ یونان مین فلاسفہ طبیعین کی بہت بڑی جماعت پیدا ہوئی، چنانچہ قدماء مثلاً طالیس اور فیثاغورث وغیرہ سب کے سب طبیعی تھے، اور اسقلابیوس، ارسطراطس، لوقس، نولوس وغیرہ کا بھی یہی مذہب تھا، تاہم ارسطو سے بڑھکر کوئی طبیعی عالم نہین پیدا ہوا، ارسطو کے بعد بقراط اور جالینوس کا درجہ ہے، جنھون نے متقدمین کی غلطیان نکالین، اور اپنے مذہب کو نہایت صحیح دلائل سے ثابت کیا[1]

ذیمون اکبر بہت سے ایسے عالم مانتا تھا جو ہمکو حواس اور عقل سے معلوم ہوتے ہین اور جنکے وجود وعدم کی نسبت ہم ایک رائے رکھتے ہین، بعض ایسے عالم بھی تسلیم کرتا تھا جو مدرک بالحواس نہین ہین، اور نہ ہمین اُنکی نسبت کوئی اطلاع حاصل ہے، اسکے نزدیک موجودات ابدی ہین، وہ ہمیشہ باقی رہین گی، لیکن انکی صورت تبدیل ہوتی رہیگی، اس بناپر اُنکے فنا ہونیکے یہ معنی ہین کہ اُنکی اگلی صورت بدلجائے،[2]

طیطیانوس ہمارے اس عالم کی طرح بہت سے عالم تسلیم کرتا تھا[3]، ہرقل (ہرکلیس) آسمان کو متحرک، اور زمین کو گول، ساکن، اور جامد مانتا تھا، اور اجزاء ارضی کے متعلق یہ کہتا تھا کہ آفتاب نے زمین کی رطوبت کو پگہلایا تو اس سے سمندر بنا، جن حصون مین آفتاب گُھس گیا، اور وہان کی رطوبت بالکل جذب کرلی، وہ کنکر، پتھر اور پہاڑ ہوگئے، اور جہان کی حرارت پورے طور پر جذب نہ ہوئی وہ مٹی کہلائی، انجام عالم کی نسبت اُسکا خیال تھا کہ اخیر زمانہ مین آسمان کی ساری زیب وزینت خاک مین ملجائیگی، کیونکہ ستارے روز بروز نیچے کی طرف لٹکتے آتے ہین، یہانتک کہ ایک زمانہ مین زمین کو گھیرلین گے، اور اسکے گرد ایک سنہرا حلقہ نظر آئیگا، اور چونکہ ستارے آگ کے بنے ہوئے ہین اسلئے لطیف مخلوقات زمین کو چھوڑکر عالم بالا کو پرواز کرجائیگی، اور خبیث مخلوق نہین

[1] طبقات الامم صفحہ ۲۴ تا ۲۹ [2] شہرستانی صفحہ ۱۰ [3] مختصر الدول صفحہ ۱۲۴

رہجائیگی، جسکے لئے زمین جہنم ثابت ہوگی،[1]

فیثاغورث زمین کو گول مانتا تھا اور اسکے اردگرد کی ہوامین نہایت خفیف حرکت کا قائل تھا اور اسی کو زمین کے فنا ہونے کا سبب قرار دیتا تھا،[2]

ارسطو کے نزدیک عالم ایک ہے، اور اُسکی خلقت اس طرح ہوئی ہے کہ جوہر ایک جسم ہے جو طول وعرض اور عمق مین متحرک رہتا ہے، اسکا وہ حصہ جو اسنداری حرکت کرتا ہے آسمان کہلاتا ہے اور جو وسط مین ہے اور آسمان سے دور واقع ہونے کے سبب سے اسکی حرکت اور اسکا اثر قبول نہین کرتا، بلکہ ساکن اور ٹھنڈا ہوکر رہ گیا ہے، زمین کہلاتا ہے، جو اجسام نیچے سے اُوپر چڑھتے ہین دہوان اور بخار کہلاتے ہین، اور چونکہ اُن مین زمین کے اجزا ر شامل ہوتے ہین اسلئے وہ کثیف ہوجاتے ہین، اور ہوا وغیرہ کی بدولت ایک جگہ مجتمع ہوجاتے ہین، اور یہ ابر و کہر کہلاتے ہین، اور جب اُنکو ٹھنڈک پہنچتی ہے تو وہ پانی اور برف کی شکل مین ٹپک پڑتے ہین، ہوا اور دہوان جب بادلون کے اندر رک جاتا ہے اور زور بھر کر اُن سے نکلنا چاہتا ہے تو ایک آواز پیدا ہوتی ہے جسکا نام رعد ہے، اور نکلتے وقت جو احتکاک و تصادم سے چمک پیدا ہوتی ہے وہ برق ہے، کبھی کبھی دہوین مین دُہنیت غالب ہوتی ہے اور وہ مشتعل ہوجاتا ہے اور یہ شہاب ثاقب ہے،[3] اسی طرح ہالۂ قوس و قزح، دمدار ستارہ، کہکشان، اور متعدد آفتابون کے وجود پر بھی ارسطو نے نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اسکو ثامسطیوس اور بوعلی سینا نے اسکی کتاب آثار علویہ سے نقل کیا ہے،

ارسطو عالم کو قدیم اور اسکے نظام کو برباد ہونے سے محفوظ مانتا تھا،[4] اور آسمان کو کروی اور اُنکی حرکت کو مستدیر تسلیم کرتا تھا،[5]

---

[1] شہرستانی صفحہ ۱۴۰۵،[2] الفلسفۃ العربیۃ والاخلاق صفحہ ۳۳،[3] شہرستانی صفحہ ۹ ۳ تا ۵ ۳۱۰،[4] ایضاً صفحہ ۳۰۰،[5] علم الافلاک صفحہ ۳۴

فیثاغورث اور ارسطرخس (Aristarchus) آفتاب کو ساکن اور زمین کو اُسکے گرد متحرک مانتے تھے[۱]، بطلیموس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب اور ستارے اسکے گرد حرکت کرتے ہین[۲]، یہ خیال اسقدر عام ہوا کہ تمام دنیا نے اسکو تسلیم کرلیا اور پندرہوین صدی عیسوی تک ایک مذہبی عقیدہ کی طرح مانا گیا، لیکن جب کوپرنکیس نے دلائل حسی سے فیثاغورث کے مذہب کی تائید کی تو نظام بطلیموسی درہم برہم ہوگیا،

دیمقراطیس اجزا، لایتجزی کا قائل تہا یعنی ایسے اجسام مانتا تہا جنکی تحلیل کرنے کے بعد ایسے اجزا بھی نکل سکتے ہین جو تحلیل وتجزی کے متحمل نہین ہوسکتے[۳]، شیخ یونانی زمین کو گول مانتا تہا[۴] اور ثامسطیوس ستارون کو ایک مشتعل آگ کہتا اور اُن مین تغیر وانحلال کا قائل نہ تہا[۵]۔

صابئہ یونان کے نزدیک آفتاب کے پاس ایک گاڑی ہے جسپر وہ بیٹھکر دن بھر تمام عالم کا گشت لگایا کرتا ہے، اس گاڑی مین چار گھوڑے جوتے جاتے ہین[۶]۔

---

[۱] علم الفلک صفحہ ۲۲۸، [۲] کنز العلوم صفحہ ۷۵، [۳] طبقات الامم صفحہ ۴۱ [۴] شہرستانی صفحہ ۷۶،

[۵] ایضاً صفحہ ۸۶، [۶] الفلسفۃ العربیۃ ص ۱۵،

مترجما

مریخ سے نامہ و پیام

اہل مریخ سے نامہ و پیام قائم کرنے کا خیال دنیا والون کے لئے نیا نہین، آج سے پیشتر یہ خیال بار ہا ظاہر ہو چکا ہے، اور ۱۹۰۹ء مین تو اس نے خاص طور پر قوت پکڑ لی تھی، چنانچہ اس زمانہ مین بہ کثرت مضامین و رسائل اس بحث کی تائید و تردید مین لکھے گئے، کہ آیا مریخ مین آبادی ہے اور اگر ہے تو اس سے اہل ارض کیونکر سلسلۂ گفتگو قائم کر سکتے ہین؟ حال مین یہ بحث از سر نو زندہ ہوئی ہے، اور اُسکے متعلق کچھ مختصر معلومات معارف کے گذشتہ نمبر مین اخبار علمیہ کے تحت مین درج کئے گئے ہین،

موجودہ بحث کا خلاصہ کیا ہے؟ آیا یہ کوئی سائنس کا مسلّم مسئلہ ہے یا ہنوز اسکی محض نظری حیثیت ہے؟ منکرین و مویّدین اپنے کیا کیا دلائل پیش کرتے ہین؟ یہ اور اس قسم کے دوسرے ضروری سوالات کے جوابات بجاے اسکے کہ ہم خود دین، مختلف علما ، سائنس و ماہرین فن کے بیانات کے واسطہ سے ناظرین تک پہنچا دینا بہتر سمجھتے ہین،

سب سے پہلے سنیٹر مارکونی کے بیان کو سننا چاہیئے جو بے تار کی تار برقی (لاسلکی) کے موجد ہونیکی حیثیت سے اسوقت دنیا مین ایک مکتشف اعظم کی شہرت رکھتے ہین اور مسئلۂ زیر بحث بھی محض انہین کے بیان سے چھڑا ہے، وہ کہتے ہین:-

" وقتاً فوقتاً لاسلکی کے ذریعہ سے عجیب قسم کی صدائین اور علامتین پیدا ہوتی رہتی ہین جنکا مبدء ممکن ہے کہ کرۂ ارض سے باہر ہو،

ان آوازون مین ایک حرف "ی" (جسکی علامت لاسلکی رسم الخط مین تین نقطہ ہین) کی شناخت ہوتی ہے،

یہ آوازین لندن و نیویارک مین نہ صرف ایک ہی وقت مین پیدا ہوتی ہین بلکہ ان کی قوت بھی دونون جگہ مساوی ہے،

ابھی تک اس امر کا قطعاً کوئی ثبوت نہین مل سکا ہے کہ ان آوازون کا آغاز کہان سے ہوتا ہے، ممکن ہے کہ یہ آفتاب مین بعض چیزون کے پھٹنے کے دہماکے ہون، اور مین اسے بھی ناممکن نہین قرار دیتا کہ ان کے ذریعہ سے کوئی دوسرا سیارہ کرۂ ارض سے نامہ و پیام کرنا چاہتا ہو"

مارکونی کا بیان صرف اسی قدر تہا، میجر ہیک کالم، جو مارکونی ہاوس لندن کے افسر اعلی اور مسائل لاسلکی سے متعلق کافی تجربہ رکہتے ہین، انھون نے حسب ذیل بیان شایع کیا ہے،

مین سمجھتا ہون کہ سنیٹر مارکونی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ آوازین اس کثرت سے آتی ہین کہ انہین اتفاقی وغیر ارادی اسباب پر محمول نہین کیا جا سکتا، لیکن اگر انکا میدان ماہتاب یا مریخ کو فرض کیا جائے تو سوال یہ ہے کہ یہ پیام، لاسلکی رسم الخط مین کیون آرہا ہے ؟

اگر ان کا مبدا مریخ کو فرض کیا جائے جیسا کہ زیادہ قرین قیاس ہے، اور پروفیسر لاول و دیگر محققین کے اقوال کے مطابق اسمین آبادی کا وجود تسلیم کرلیا جائے تو اس سوال کا جواب بہ آسانی مل جاتا ہے،

اہل مریخ اغلباً ہم سے بہت زیادہ متمدن ہین، وہ لاسلکی کا کام صدیون سے کر رہے ہین اُنکے آلات لاسلکی بہت زاید قوی ہونگے، ممکن ہے کہ انھون نے ہمارے پیامات لاسلکی کو محسوس کرلیا ہو، اور اُنکے رسم الخط کو پوری طرح دریافت کرلیا ہو، اور ایسا ہونا کچھ بھی مستبعد نہین، دوران جنگ مین ہم نے جرمنی کے ساتھ بارہا یہی کیا، لیکن اگر انھون نے ایسا کرلیا ہے

تو یقیناً اسکے بعد انھون نے اپنا ایک نظام عمل بھی بنا لیا ہوگا، اور مفروضہ وقفون کے بعد کرۂ ارض کو یقیناً پیامات بھیجنے کی کوشش کرینگے،...... یہ پیامات جو ابتک مارکونی و دیگر اشخاص کے علم مین آئے ہین، امریکہ، انگلستان اور ہر ملک مین مساوی قوتنکے ساتھ پہنچے ہین، جس سے اس خدشہ کا بھی امکان باقی نہین رہا کہ کوئی شخص مزاحاً ایسا کر رہا ہو...... یہ دعوی کرنا کہ مریخ سے زمین تک لاسلکی پیام کا پہنچانا ناممکن ہے، بالکل حماقت ہے، اگر آلات قوی ہین تو فاصلہ کوئی چیز نہین،

اگرچہ ابھی تک ایسا نہین کیا گیا ہے لیکن اس امر کی تعین کر لینا ممکن ہے کہ کرۂ ارض سے ایک لاکھ میل کے اندر کس سمت سے یہ پیامات آرہے ہین"

سرنارمن لاکیر، اسوقت انگلستان کے سب سے مشہور ہیئت دان ہین، نامور رسالہ نیچر انہین کی نگرانی مین نکلتا ہے، ہیئت کے مسائل مین انکا قول فیصلہ کن ہوتا ہے، وہ فرماتے ہین:۔

"سیارون کی جانب سے اشارات ہونا ناممکن نہین، جس طرح آفتاب کے مقناطیسی تہیجات تمام کرۂ ارض کے آلات مقناطیسی کو ایک ساتھ متاثر کرتے ہین، اُسی طرح امواج برقی کا بھی کرۂ ہوا کو طے کر کے تمام آلات ارض کو متاثر کرنا ممکن ہے۔"

پروفیسر موڈی، جو اکسفرڈ مین کیمیائیات طبعی کے استاد، اور سائنس کے ایک مستند فاضل ہین، لکھتے ہین:۔

سینیٹر مارکونی کا بیان یقیناً قابل غور و اعتنا ہے، اسقدر تجربہ کار فاضل کا یہ خیال کہ یہ اشارات غالباً کرۂ ارض کے باہر سے پیدا کئے جا رہے ہین، اس قابل نہین کہ اسے سرسری طور پر ٹال دیا جائے، مین اس سے زیادہ ابھی کچھ نہین کہہ سکتا"

فرانس کا نامور عالم فلکیات کیمیل فلامریان کہتا ہے:۔

مجھے مارکونی کی اس راے سے اتفاق ہے کہ ممکن ہے یہ آوازین آفتاب کے مقناطیسی طوفانون کا نتیجہ ہون جنکا مشاہدہ ہم سال گذشتہ مین خصوصاً ۱۰، ۱۲ اگست کے درمیان کر چکے ہین“

کیا ہمارا دلکش ہمسایہ مریخ ہم سے اشارات کر رہا ہے؟ یہ سوال مدت دراز سے ہماری توجہ و دلچسپی کا مرکز رہا ہے، خصوصاً اسوقت سے جب سے کہ جغرافیۂ مریخ کا نقشہ تیار ہوگیا ہے جسمین نہرین وغیرہ متعدد ایسی چیزون کا ظہور ہے، جو بخت و اتفاق پر محمول نہین کیجا سکتین، بلکہ جو اہل مریخ کے کمال فنِ انجینیری کی دلیل ہوسکتی ہین،

ہمین یقیناً اپنا قدم اس آسمانی ہمسایہ کی طرف بڑہانا چاہیئے جو شاید صدیون سے ہماری جانب پیامات بھیج رہا ہے، مگر ہم خاکدان ارض کی مادّی دلچسپیون مین اسقدر منہمک رہے ہین کہ آج تک اُنکے سمجھنے اور جواب دینے کی بھی ہمین توفیق نہین ہوئی، جن ہیئت دانون نے اپنے تئین ان "خاکی" دلچسپیون سے کسیقدر فرصت حاصل کرلی ہے، اب زمانہ قریب آرہا ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کے کامیاب نتیجہ تک پہنچ سکین گے“

کمانڈر ہیلی، جنہین مسائل لاسلکی کے متعلق وسیع اور گہرا تجربہ ہے، کہتے ہین:-

میرے خیال مین اگرچہ اکثر حکما، ان آوازون کا مبدا زمین ہی کو بتائین گے تاہم اُنکے غیر ارضی مبدا کے وجود کو بھی کوئی ناممکن نہین کہہ سکتا، ابھی تک کوئی تصفیہ اس مسئلہ کا نہین ہوسکا ہے، جنگ کے زمانہ مین لاسلکی قوت نے جو جو عجائبات ظاہر کئے، اُنکے لحاظ سے تحقیقات و تفتیش کا ایک بالکل جدید باب کھل گیا ہے، ۱۹۱۳ء مین جن چیزون کے امکان کا بھی خیال نہین ہوتا تھا، وہ آج صرف ممکن ہی نہین بلکہ وقوع پذیر ہوگئی ہین ایسی حالت مین کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل کے لئے فلان فلان چیزین ناممکن ہین“

پروفیسر آئینسٹن، جنکے جدید مسئلۂ انحراف نور نے نیوٹن کے قانون کشش کو ماند کردیا ہے،

اور جو فن ریاضی وہیئت مین اپنی قوت اجتہاد کے لحاظ سے نہ صرف جرمنی بلکہ شاید دنیا مین بھی کوئی افضل و برتر نہین رکھتا، اس سے جب اس مسئلہ پر راے لیگئی تو اس خیال کے ماننے مین تردد ظاہر کیا:-

"یہ باور کرنے کے معقول دلائل موجود ہین کہ مریخ و دیگر سیارون مین آبادی کا وجود ہے اور آخر اسکی وجہ ہی کیا ہوسکتی تھی کہ منجملہ تمام سیارون کے آبادی صرف کرۂ ارض ہی پر ہو، لیکن دوسرے سیارون مین آبادی تسلیم کرنیکے ساتھ میرا یہ خیال نہین کہ وہ لوگ ہمسے بواسطہ لاسلکی نامہ وپیام کرنا چاہین گے، نور کی شعاعین، جن سے بآسانی کام لیا جاسکتا ہے میرے نزدیک اُنکے لئے بہتر پیامبر ہوسکتی ہین، تاہم جب تک یہ نہ معلوم ہولے کہ وہ لوگ تمدن وترقی کے کس مرتبہ پر ہین، کوئی قطعی راے نہین قائم کیجاسکتی، .... میری ذاتی راے ابھی تک اس معاملہ مین یہ ہے کہ یہ آوازین یا تو کسی فضائی تموج وطوفان کا نتیجہ ہین، یا سطح ارض ہی پر کہین خفیہ طور سے لاسلکی کے کسی جدید نظام کے تجربات ہو رہے ہین"

ڈاکٹر ایبٹ، جو اسمتھسونین انسٹیٹیوٹ کی رصدگاہ کے ڈائرکٹر ہین، وہ اس معاملہ مین اور ہی راے رکھتے ہین، وہ کہتے ہین کہ

اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ اشارات کوئی سیارہ کر رہا ہے، تو وہ سیارہ مریخ نہین بلکہ اغلباً زہرہ ہے، جہانتک مریخ کے حالات معلوم ہوئے ہین، اسمین کسی آبادی کا وجود نہین ہوسکتا، آفتاب سے بہت دور ہونے کے باعث وہ بمقابلہ کرۂ ارض کے صدچند سرد ہوگا، بخلاف اسکے زہرہ کے تمام حالات اس نتیجہ کی طرف لیجاتے ہین کہ اسمین ضرور آبادی ہوگی، اسکی جسامت تقریباً کرۂ ارض کے مساوی ہے، اور آفتاب سے اور بھی قریب تر ہے، پھر اسکی فضا مین جو ابر چھایا ہوا رہتا ہے، اس سے اسکا بھی ثبوت ملتا ہے کہ

اسمین بخارات مائی اس مقدار مین موجود ہین کہ نباتی وحیوانی زندگی کے لئے کافی ہوسکین اب رہا کسی دوسرے سیارے سے کرۂ ارض تک اسکی پیامات پہنچنے کا امکان، سو اس لحاظ سے بھی زہرہ ہماری زمین سے ۲۵ لاکھہ میل کے فاصلہ تک آسکتا ہے، بخلاف اسکے مریخ کی بہت نزدیک ترین مسافت بھی اُسکی بیس گنی، یعنی پانچ کرور میل سے کم نہین ہوتی؛

امور بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی سیارہ ہم سے نامہ وپیام کی فکر مین ہے تو وہ مریخ نہین بلکہ زہرہ ہے، اس امر کا قطعی ثبوت موجود ہے کہ مریخ پر کسی طرح کی آبادی کا امکان نہین بخلاف اسکے زہرہ کے متعلق جو کچھ حالات ومعلومات پیش نظر ہین، وہ سب اس فیصلہ کی طرف لیجاتے ہین کہ اسمین ہماری جیسی مخلوقات آباد ہے"

بعض ماہرین فن، مارکونی کے رائے سے ہر پہلو سے شدید وقطعی اختلاف رکھتے ہین اس قسم کی بھی چند رائین قابل مطالعہ ہین، مسٹر نوبل جو دوبار رائل اسٹرانومیکل سوسائٹی کے صدر رہ چکے ہین، کہتے ہین،

"یہ خیال نہایت ہی مستبعد ہے کہ ان پر اسرار اشارات کا مبدا کوئی دوسرا سیارہ ہے یہ باور کرنے کی ہمارے پاس کوئی شہادت موجود نہین، کہ برقی امواج فضاے مابین آسمان و زمین کو طے کرسکتی ہین"

مسٹر مانڈر، سابق مہتمم شعبۂ شمسیات رصدگاہ گرینیچ کہتے ہین وہ

"مجھے مارکونی کے مشاہدات کی تفصیل نہین معلوم، سوال یہ درپیش ہے کہ آیا یہ آفتاب کے مقناطیسی تہیجات ہین؛ مجھے یہ دریافت کرنے افسوس ہوا کہ مارکونی کے نزدیک اُن کا مبدا ماہتاب یا کسی اور سیارہ کا بھی ہونا ممکن ہے، یہ خیال تمامتر مہمل ہے"

پروفیسر ٹرنر جو آکسفرڈ مین فلکیات کے پروفیسر ہین انکا بیان ہے:-

"اگر مارکونی کے خیال کے مطابق ان اشارات کا مبدء کسی دور دراز فاصلہ پر ہے تو نظام شمسی کے کسی حصہ مین ہوگا، لیکن یہ دعوی کہ وہان سے کسی ذیعقل ہستی نے انہین قصداً پیدا کیا ہے، میرے نزدیک بجاے عقل وشہادت کے خواہش وجذبات پر مبنی ہے"

بیانات بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ متعدد ومشاہیر علماء سائنس کی راے مین ان اشارات کا مریخ سے پیدا ہونا مستبعد نہین، بعض اس معاملہ مین متردد و مذبذب ہین، ایک صاحب کی راے مین بجاے مریخ کے یہ اشارات زہرہ سے پیدا ہو رہے ہین، اور دو ایک شخص ایسے بھی ہین جنکے نزدیک اس قسم کا امکان ہی باطل ہے، اور یہ قیاس سرے سے بے بنیاد ہے،

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، مریخ سے نامہ وپیام کا خیال کوئی نیا خیال نہین، آج سے بارہ سال پیشتر امریکہ کے ایک سائنٹسٹ پروفیسر نکولا ٹسلا نے جس نے مسائل لاسلکی کا طویل وعمیق مطالعہ کیا تھا، شد ومد سے یہ دعوی کیا تھا کہ باشندگان مریخ کرۂ ارض کی جانب برقی پیامات بھیج رہے ہین، اور باشندگانِ ارض پر انکا جواب دینا واجب ہے، وہ کہتا تھا کہ

"کہربائے لاسلکی کے سامنے فاصلہ کوئی حقیقت نہین رکھتا، اسمین، اگر کافی قوت ہو تو پیامات جس طرح صدہا میل تک جاسکتے ہین، اسی آسانی کے ساتھ لاکھون کرورون میل کی مسافت بھی قطع کرسکتے ہین"

چنانچہ اسی زمانہ مین اس نے جزیرہ لانگ مین دریاے نیاگرا کے دہانہ کے قریب نہایت وسیع وعظیم الشان پیمانہ پر ایک برقی کارخانہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا، جسمین کئی ارب گھوڑون کی قوت کا ذخیرہ ہوا، اسکے بعد سے پھر ٹسلا صاحب نے اپنی مہر سکوت نہ توڑی،

اسکے بعد چند سال کا ذکر ہے کہ پروفیسر ٹاڈ نے یہ ارادہ کیا کہ ایک خاص غبارہ پر سطح زمین سے دس میل کی بلندی پر اڑ کر ان لاسلکی پیامات کو جو کسی سیارہ سے آرہے ہین، درمیان سے

اچک لیا جائے، لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ کہربائے فضائی کی مداخلت اس تجربہ کو کامیاب ہونے دیگی، تو بالآخر وہ اس قصد سے دست بردار ہو گیا،

ایک اور تجویز یہ بھی پیش ہو چکی ہے کہ روشنی کو آلۂ مخاطب بنایا جائے، یعنی زمین پر نور کے مثلث وغیرہ اشکال ہندسی ایسے بنائے جائین جو اہل مریخ کی خاص طور پر جانب توجہ کرین، لیکن زمین سے مریخ تک فاصلہ اسقدر ہے کہ اگر یہان کسی مقام پر ۴۰ کھرب (۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) بتیون کی قوت یکجا کیجائے تو کہین جا کر اسکی ذراسی جھلک مریخ مین نظر آسکتی ہے، لیکن اتنی قوت کی برقی روشنی پیدا کرنے کے معنی یہ ہین کہ فی گھنٹہ .... روپیہ (پچاس کروڑ روپیہ) کا صرف گوارا کیا جائے:

پھر اگر لاسلکی ہی طاقت کے ذریعہ سے زمین و اجرام فلکی کی درمیانی مسافت طے کیجائے تو مریخ، زہرہ وغیرہ تو الگ رہے، جو سیارہ کرۂ ارض سے قریب ترین ہے، وہ الفاسنٹاری ہے اور اسکا فاصلہ زمین سے ۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ کیلومیٹر ہے، (ایک کیلومیٹر پانچ فرلانگ کے مساوی ہوتا ہے) اور لاسلکی کی انتہائی رفتار ابتک فی سکنڈ ۲۹۵۰۰۰ کیلومیٹر کی ثابت ہوئی ہے، اس حساب سے اگر اس قریب ترین ستارہ کے پاس بھی آج لاسلکی پیام روانہ کیا جائے تو پورے چار برس چار مہینہ مین وہان تک پہنچ سکیگا،

مذکورۂ بالا بیانات شایع ہو چکنے کے بعد لندن کے مشہور اخبار مانچسٹر گارڈین کے ایک نمایندہ نے مارکونی سے جا کر پھر ملاقات کی، اور مارکونی نے حسب ذیل بیان دیا:-

مریخ سے گفتگو؟ جی نہین، مین مریخ سے گفتگو مین مشغول نہین ہون، اس عام خیال کی اشاعت کا مین ذمہ دار نہین، بلکہ مسٹر ویلز و مسیو فلامریان اُسکے ذمہ دار ہین، اور اسی عام خیال کے

محیط ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ میرے پچھلے بیان کو لوگون کے متخیلہ نے طرح طرح کے معنی پہنانا شروع کر دیئے ہین،

تاہم مین اسکا ضرور قائل ہون کہ لاسلکی پیامات کا فضا کو طے کر جانے کا امکان ہے، میرے نزدیک دوسری قسم کے امواج کو بھی فضا کا طے کر جانا ناممکن نہین، جیسا کہ بعض اشخاص اسوقت دعوی کر بیٹھے ہین، برقی امواج، اُن امواج حرارت و نور سے بہت قریب کا تعلق رکھتی ہین، جو خلا کو طے کر کے ہمارے کرۂ ارض تک پہنچتی ہین، اور برقی امواج کا خلا کو طے کر سکنا زیادہ تر اس امر پر مبنی ہے کہ اُن کا طول کسقدر ہے،

..... اپتھر کے اندر سے برقی امواج کا گذر یقیناً ہو سکتا ہے، اور بعض دوسرے اصناف مادہ کے اندر سے بھی ممکن ہے، گو بہت کم حد تک، لاسلکی پیامات بڑی بڑی مسافتین طے کر کے دیوار کے اندر سے گذر کر پہنچتے ہی رہتے ہین، چنانچہ اسوقت خود اسی کمرہ مین جو چارون طرف سے بند ہے، اور دیوارون کے حائل ہونے کے باوجود، لاسلکی پیامات کا ہجوم ہے جو تمام دنیا سے آرہے ہین، اور جنہین ایک چھوٹا سا آلہ قبول کر رہا ہے، البتہ مادہ کی بڑی بڑی ٹھوس ضخامتین مثلاً پہاڑ، غالباً ان امواج کے لئے سدّ راہ ہوتے ہونگے، اور اسوقت سے یہ امواج اُن کے اُوپر سے گذر کر آتے ہونگے،

میرے خیال مین یہ امواج زمین کے ٹھوس کمرہ کے اندر داخل ہو کر نہین سفر کر سکتی ہین چنانچہ کرۂ ارض کے دوسرے سرے سے جو پیامات آتے ہین، مین سمجھتا ہون کہ وہ قشر حوض کو توڑ کر نہین آتے بلکہ سطح ارض کا چکر لگاتے ہوئے آتے ہین،

قوت برقی کی چھوٹی موجین بیشک قشر ارض اور فضا کی بالائی سطح تک محدود ہین لیکن طویل امواج کے لئے فاصلہ کی کوئی تعداد نہین مقرر کیجا سکتی ہے، جس حد تک ان امواج کی

تخلیق پر قدرت حاصل کیجا چکی ہے، اسکے لحاظ سے امواج کی قوت مین تخفیف و اضافہ کرتے رہنا بالکل ہمارے اختیار مین ہے، اور اس بنا پر مجھے یقین ہے کہ امواج کا اجرام فلکی تک پہنچ جانا بالکل ممکن ہے،

رہا یہ کہ حال مین جو لاسلکی ہیجانات تجربہ مین آئے ہین، اُنکے متعلق مین پیشتر کہہ چکا ہون کہ ممکن ہے اُنکا تعلق آفتاب کے داغون سے ہو، لیکن ابتک مجھے اسکا ثبوت مطلق نہین ملا ہے اور یہ مین علانیہ تسلیم کرتا ہون کہ ابھی تک ہمارے معلومات اس باب مین بہت ہی ناقص و نامکمل ہین

ڈاکٹر برنین نے جو برقیات کے ماہر ہین، مسئلہ کے نفی و اثبات دونون کے دلائل کا خلاصہ لکھا ہے، وہ تائیدی شواہد حسب ذیل درج کرتے ہین:-

(۱) مریخ کی سطح پر خطوط مستقیم کا جال نظر آتا ہے، جنمین سے بعض خطوط دہرے ہین،

(۲) کرۂ مریخ کے قطبین پر وہان کے موسم سرما مین بڑی بڑی سفید چادرین سی نظر آتی ہین، جو برفستان معلوم ہوتی ہین، موسم گرما کی آمد کے ساتھ یہ رفتہ رفتہ پگھلتی جاتی ہین، اور وہ خطوط جنکو ہم نہرین سمجھتے ہین وسیع ہوتے جاتے ہین،

(۳) اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ مریخ بالکل خشک کرّہ ہے، جہان پانی کا قحط ہے اور وہان کے باشندون نے جو انجنیری مین استاد کامل معلوم ہوتے ہین، اپنے ہان آبرسانی کا ذریعہ انہین نہرون کو رکھا ہے، جنہین وہ برفستانی انقطاع سے کاٹ کر لاتے ہین، یہ خیالات ہین اس فریق کے جو مریخ سے امکان نامہ و پیام کا مدعی ہے، فریق مخالف اُنکے جواب مین امور ذیل پیش کرتا ہے:-

(۱) علمار فلکیات کی تحقیقات سے مریخ مین نہرون کا تو کیا، خطوط مستقیم ہی کا وجود ثابت نہین قوی ترین دوربینون، نیز اجرام فلکی کی تصاویر کی مدد سے بھی جو شے ابتک مشاہدہ مین آئی ہے

وہ سطح مریخ کے بعض شگاف یا دراز ہین، مگران پرخطوط مستقیمہ کا اطلاق کسی طرح ہنین ہوسکتا،

(۲) قیام حیات کے لئے آفتاب کی حرارت ضروری ہے، لیکن مریخ آفتاب سے اس قدر دور، دوراز فاصلہ پرہے، کہ آفتاب کی جسقدر حرارت ہم تک پہنچتی ہے، اسکا صرف ۲/۵ حصہ مریخ تک پہنچ سکتا ہے، ایسی حالت مین وہان انسانی آبادی کا وجود کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے،

(۳) مریخ کی فضا مین بخارات مائیہ کا وجود ابتک باوجود تلاش وتحقیقات ہنین ثابت ہوا ہے اور انکی عدم موجودگی کے ساتھ مریخ مین انسانی آبادی کی موجودگی پرکیونکر یقین آسکتا ہے،

ڈاکٹر برنین اپنی ذاتی راے یہ لکھتے ہین کہ موجودہ معلومات وشواہد کے لحاظ سے مریخ کے ساتھ نامہ وپیام کا مطلق امکان ہنین معلوم ہوتا۔

(ماخوذ از سائنس سلیفننگز ودیگر رسایل)

تلخیص وتبصرہ

چارہزار سال قبل کا تمدن

بابل وکلدان کے تمدن کی قدامت یورپ کو مدت سے مسلم ہے، حال مین اُسکے متعلق کچھ اور اکتشافات ہوے ہین، جنکی بابت پروفیسر سائیس نے لندن کے اخبار آبزرور مین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے،

پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ قدیم مشرقی تمدن گو آرات مادی کے لحاظ سے ہمارے موجودہ تمدن کے ہمسر نہو، گو اسوقت ریل، ٹراموے، تار، ٹیلیفون، دخانی جہاز، ہوائی جہاز وغیرہ نہون، تاہم جہانتک تہذیب وشائستگی کا تعلق ہے، وہ اس سے کسی طرح کم نہ تھا، بلکہ بعض حیثیات سے افضل واشرف بھی تھا،

قدیم یونان ورومہ کی عظمت وبزرگی سے ہم مدت ہوئی کافی واقف ہوچکے ہین، اسکے بعد مصری تمدن کے متعلق انکشافات ہوے، اور پھر کریٹ کے صنائع وتہذیب سے ہم روشناس ہوے، اب بابل کی باری ہے، بابلی تمدن کی اصلی فضیلت مصر وکریٹ کی طرح فنون لطیفہ کی حیثیت سے نہین بلکہ ادبی وتجارتی حیثیت سے تھی،

بابل کے تازہ ترین اثری اکتشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی ولادت سے صدہا سال قبل کلدان کو متعدد فرمانروا اپنا پایہ تخت بنا چکے تھے، اور ان سلاطین کے زیر نگین سوسہ سے لیکر بحر روم اور کوہ طارس سے لیکر خلیج فارس تک پورا علاقہ تھا، ایشائے کوچک کے مشرقی حصہ مین قیصریہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر اہل بابل کی ایک نیم تجارتی ونیم فوجی

نوآبادی قائم تھی، جو شمال و مغرب کی شاہراہ پر قابض تھی، اور جو دہات کی تجارت کا مرکز تھی،
ایشیاے کوچک مین چاندی، تانبا، اور پارہ کی جو کانین تہین، ان مین بابل کے کارخانہ دار
کام کرتے تھے، اور مغربی ایشیا کے لئے معدنیات کی بہم رسانی کرتے تھے،"

حال مین جو صد ہا کتبات مٹی کے پترون پر لکھے ہوے بابل مین دستیاب ہوئے ہین جو ۲۴۰۰ سنہ
قبل مسیح کے ہین، یعنی آج سے ۴۳۲۰ سال قبل کے، ان کتبات مین بعض خطوط ہین جو کاروباری
معاملات پر ہین، اور بعض خطوط تجارتی و قانونی معاملات سے متعلق ہین، ان کتبات کے مطالعہ سے
یہ بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ دار السلطنت پر دفعتہً کوئی مصیبت نازل ہوئی، جسکے بعد اسکی عظمت
گم شدہ واپس نہ آسکی،

نوآبادیون مین زیادہ تعداد اہل اسیریا کی تھی، اسیریا اس زمانہ مین بابل کا ایک
صوبہ تہا، اسکا نظام حکومت جمہوری تہا، اگرچہ براے نام شاہان بابل کا تسلط بھی اسیریا
پر تہا، حقیقتہً اسپر حکمرانی خود وہین کے عہدہ دار کرتے تھے، صوبہ کا حکمران والی کہلاتا تہا اور
شہر کا حکمران "رئیس"، ان دو کے علاوہ متعدد جج اور دیگر حکام بھی ہوتے تھے، جنکے نام سے
پنج روزہ، ہفتہ، موسوم ہوتا تہا، (سال کی تقسیم اس زمانہ مین پنج روزہ ہفتون مین تھی)۔

کتبات سے اسکا بھی پتہ چلتا ہے کہ ملک بھر مین سڑکین قائم تہین، اور ان پر ڈاکیہ ڈاک
لیکر آتے جاتے تھے، اگرچہ مکتوبات، انکے لفافہ، انکے ٹکٹ، ہر چیز مٹی کی بنی ہوئی ہوتی تھی،
ڈاک کے ہرکارون کی آمد و رفت شبانہ روز برابر جاری رہتی تھی، چنانچہ ایک خط مین کاتب
صاحب مکتوب الیہ کو لکھتے ہین کہ کاش شب مین مطلع صاف اور چاندنی رہے، تاکہ ڈاکیہ راستہ
جلد طے کرسکے، بعض خطوط مین ایسے اشارات بھی ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین چک
اور ہنڈی کا بھی رواج تہا۔

ایک عجیب بات یہ دریافت ہوئی ہے کہ ہروالی صوبہ کے ساتھ ایک "والیہ" اور ہر رئیس کے ساتھ ایک "رئیسہ" بھی ہوتی تھی، جنہین والی و رئیس کے بالکل حقوق و اختیارات حاصل رہتے تھے، مردون کی طرح عورتین تجارت کرتی تھین، اپنی ذاتی جائدادین رکھتی تھین، اور قانونی و آئینی حیثیت سے مردون کے ہم رتبہ تھین، سب سے بڑھکر یہ کہ مضافات شہر مین ایک مقام عورتون کی بستی سے موسوم تھا، جہان مخصوص عورتون کے لئے ایک دارالعلوم قائم تھا، جسکے دو شعبہ ادب و فنون سے متعلق تھے، اور ہر شعبہ کا افسر اعلیٰ ایک مرد پرنسپل ہوتا تھا۔

اجتماعیات جدیدہ

اجتماعیات (Sociology) اور بلدیات (Civics) یہ دو علوم عموماً جدید سمجھے جاتے ہین، اور آخرالذکر تو بالکل ہی نوپید اسمجھا جاتا ہے، چند ماہ ہوے معارف مین یہ تذکرہ آچکا ہے کہ بمبئی یونیورسٹی نے یورپ کے نامور فاضل پروفیسر گیڈیس کو اپنے ہان اجتماعیات کا پروفیسر مقرر کیا ہے، ہندوستان کی خوش قسمتی سے پروفیسر موصوف نے اس منصب کو قبول کرلیا، ماہ گذشتہ مین انھون نے "اجتماعیات و بلدیات" کے عنوان سے بمبئی مین ایک پبلک لکچر دیا جسکا خلاصہ کرانیکل مین شایع ہوا ہے، ذیل مین اسکے بعض مقامات کے اقتباسات درج کیے جاتے ہین،

پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ گرچہ اجتماعیات کا علم عموماً جدید خیال کیا جاتا ہے لیکن حقیقتہً وہ ایک نہایت قدیم علم ہے، اور کم ازکم ہندوستان تو شاستروں کی وساطت سے اس سے بہت مدت سے روشناس ہے، اجتماعیات کا اصلی فرض یہ ہے کہ وہ تاریخ کی ترجمانی، تاریخ کی تعبیر و تفریح کرے، اور تاریخ کے اقتصادی، اخلاقی، اثری، روحانی و دیگر عناصر کی تحلیل و تعلیل کرے، چنانچہ اجتماعیات کے مبادی، نفسیات، حیانیات و طبیعیات ہی کے قضایا سے ماخوذ ہوتے ہین،

لیکن اسکے فرائض یہین ختم نہین ہوجاتے، اسکا کام محض یہی نہین کہ ماضی کی تفسیر کرے، اور موجودہ علوم مین تنظیم پیدا کرے، بلکہ اسکا کام یہ بھی ہے کہ ارتقاء اقوام و اُمم معاصرہ پر ایک گہری نظر کرے، افراد و جماعات کے تعلقات متعین کرے، واقعات حاضرہ کے پورے مفہوم کو سمجھے، اور معاشرت کے جملہ مسائل کو زیر نظر رکھے، اس بنا پر اجتماعیات کی حیثیت محض نظری نہین بلکہ عملی زندگی مین بھی قدم قدم پر اسکی ضرورت پڑتی ہے، اس علم کی بنیاد دور جدید مین اگرچہ فرانس مین پڑی، لیکن اب امریکی یونیورسٹیون کے نصاب درس مین یہ شامل ہے، اور اُمید ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیون مین بھی عنقریب اُسکے لئے پروفیسرون کا تقرر ہو،

آگے چل کر علم المعاشرت کے مختلف مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد فاضل لکچرر نے بیان کیا کہ جنگ عظیم اس حقیقت کی ایک تازہ نظیر تھی، کہ محاربات مادی بھی درصل مختلف نظریات ہی کی معرکہ آرائیان ہوتی ہین، گذشتہ جنگ کی مثال بالکل یہ ہے کہ دو فریق باہم علمی مناظرہ کر رہے ہون اور مناظرہ کرتے کرتے ہاتھا پائی کی نوبت آگئی ہو، یہ جنگ درحقیقت دو فریقون کا مناظرہ تھا، جنمین سے ایک حکومت کے مطلق الاختیار و مقصود بالذات ہونے پر زور دیتا تھا، اور دوسرا حریت انسانی کا مدعی تھا، اور اسی عقلی کشمکش کا نتیجہ بالآخر اس ہولناک جنگ کی صورت مین رونما ہوا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسائل عقلی کا دائرہ محض نظریات و افکار تک محدود نہین بلکہ اُن کا اثر عملی زندگی پر بھی بہت کافی پڑتا ہے، پس اگر نفسیات اجتماعی کا ہمین صحیح علم ہو تو ہم نفس بشری کے محرکات کو بھی اچھی طرح سمجھ سکتے ہین،

کائنات کا کوئی واقعہ دوسرے واقعات سے غیر متعلق نہین، ہر واقعہ دوسرے واقعات سے علل و معلول کے رشتہ مین مربوط ہوتا ہے، اور مستقبل تمامتر ماضی و حال کا نتیجہ ہوتا ہے، افراد کا کوئی فعل محض ذاتی فعل نہین ہوتا، بلکہ ہر انفرادی فعل ایک اجتماعی اثر رکھتا ہے، اجتماعیات کی

یہ تعلیم، اقتصادیات و سیاسیات کی اس قدیم تعلیم سے بالکل مختلف ہے، جسکا ماحصل یہ ہے کہ انسان (فرد) کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ حدود قانون کے اندر رہکر محض ذاتی حیثیت سے وہ تنازع للبقا مین اپنے لئے کامیابی حاصل کرلے، اجتماعیات کی یہ تعلیم اس خود غرضی کے بالکل مخالف ہے کہ ہر فرد پر کثرت سے اجتماعی ذمہ داریان عاید ہین، اور تعلیم، حفظان صحت، مکانات اور شہرون کی نقشہ بندی پر توجہ کرنا ایک معاشری و اجتماعی فرض ادا کرنا ہے،

موجودہ نظام تعلیم مین ایک بڑا نقص یہ ہے کہ تاریخ کو قطعی حیثیت سے مختلف ادوار و قرون مین تقسیم کر دیا گیا ہے، حالانکہ تاریخ ایک مسلسل شے ہے، پہلے کالجون مین تاریخ یورپ، جنگ واٹرلو پر ختم کردیجاتی تھی، پھر محاربۂ فرانس و جرمنی (سنہ ۱۸۷۰ء) پر ختم کی جانے لگی، لیکن درحقیقت واقعات حاضرہ کو تاریخ کے دائرہ سے الگ رکھنا گویا طب کے دائرہ سے زندہ اشخاص کو باہر رکھنا ہے، تاریخ ماضی نام ہے سیاسیات گذشتہ کا، اور تاریخ حال نام ہے سیاسیات حاضرہ کا، واقعات و احوال حاضرہ کو تاریخ کے دائرہ سے باہر رکھنے کے کوئی معنی ہی نہین،

اسکے بعد فاضل پروفیسر نے ماضی سے لیکر حال تک کی مختلف عظیم الشان عمارات کا تذکرہ کیا اور پھر یہ کہا کہ شہرون کی نقشہ بندی اور سلیقہ کے ساتھ عمارات کی تعمیر، تاکہ ہر عمارت، صفائی، خوشنمائی، کفایت وغیرہ ہر حیثیت سے بہتر ہو، ایک اہم اجتماعی فرض ہے، سڑکون کی توسیع کے ساتھ ناکارہ عمارات کا انہدام بھی فرائض بلدیہ مین داخل ہے، لیکن ایسا صرف اشد ضرورت کے وقت کرنا چاہیئے، ورنہ جہانتک ممکن ہو، قدیم عمارات کی مرمت کرکے، اور انہین صاف کرکے کام نکالنا چاہیئے، بڑودہ مین ایک تالاب گندہ ہوگیا تھا، انجینیرون نے یہ راے پیش کی کہ اسے بند کردینا چاہیئے اور اسکا تخمینہ مصارف لاکھون روپیہ کا پیش کیا، اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک ماہر فن نقشہ بندی اُدہر آنکلا، اُس نے اُسکی گندگی و غلاظت دور کرکے صرف پانچسو روپیہ مین اُسے

ہر حیثیت سے مفید و خوش منظر بنادیا، اسکے آگے پروفیسر گیڈیس کے الفاظ قابل غور ہین :-

"سونے کے کانون سے کہین زاید قابل قدر اشخاص کی جانین ہین، ہندوستان کے افلاس

اور انگلستان کے تمول کا اصلی راز یہ نہین کہ یہان کے مقابلہ مین وہان آلات، روپیہ، اور

مادّی ساز و سامان زیادہ ہے، بلکہ یہ ہے کہ وہان ہندوستان کی سی ہولناک شرح اموات

نہین، انگلستان مین اوسط عمر ۴۰ سال ہے، بخلاف اسکے ہندوستان مین ۲۶ءہے، البتہ

یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ ہندوستان مین اسکا احساس پیدا ہو چلا ہے"

آخر مین لکچرر نے اجتماعیات و بلدیات کے مسایل کی اہمیت علمی و عملی دونون حیثیات سے

بیان کی اور اسی پر اُنکے لکچر کا خاتمہ ہوا -

سری کرشن

بنارس کے دقیق النظر فلسفی بابو بھگوان داس کا ذکر ایک آدھ مضمون کی تقریب سے اس سے

پیشتر بھی معارف مین آچکا ہے، حال مین اُنھون نے رسالہ ہندوستان ریویو کے دو نمبرون مین

ہندوؤن کے مشہور مقدس بزرگ سری کرشن پر ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے، جسکے بعض مقامات

اُردو خوان پبلک کے سامنے لائے جانے کے قابل ہین،

ہندوؤن کے ہان ایک مشہور مسئلہ اوتارون کا ہے، عام ہندوؤن کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا

اپنے تئین دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف قالبون مین پیش کیا کرتا ہے، چنانچہ رامچندر، کرشن،

وغیرہ خدا کے اوتار ہوئے ہین، بابو صاحب موصوف کہتے ہین کہ ان اوتارون کا ظہور خود بخود

نہین ہوا کرتا، بلکہ اسی وقت ہوتا ہے، جب دنیا مین انکی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ اوتار مختلف

مقاصد کے پورا کرنے کے لئے مختلف حیثیات و مختلف مدارج قوت کے پیدا ہوتے رہتے ہین اور

یہ اوتار جس طرح نیکی کے ہوتے ہین، اسی طرح بدی کے بھی ہوتے ہین، مثلاً رامچندر نیکی کے اوتار تھے اور راون بدی کا تھا، بھگود گیتا مین ارشاد ربانی ہے کہ

"مین اگرچہ ہرشے اور ہرہستی مین عام اس سے کہ وہ متحرک ہویا غیرمتحرک، موجودہون تاہم میرے غیرمعمولی طورپر قوی مظاہر اوتار، میری قدرت، میری قوت فعال کو خاص طورپر ظاہر کرتے ہین"

جب کسی علاقہ مین قانون شکنی وبدامنی حدسے زاید ہوجاتی ہے تووہان قیام نظم وامن کیلئے خاص طورپر انتظام کرنا ہوتا ہے، اورتعزیری پولیس وغیرہ زاید بھیجنی پڑتی ہے، اسی طرح جب دنیا مین بداخلاقی ومعصیت حدسے تجاوزکرجاتی ہے تواسکی اصلاح کے لئے خدا اپنے صفات مین سے کسی ایک صفت کوجسم انسانی مین متشکل کرکے ہدایت واصلاح خلق کے لئے بھیجتا ہے اوروہی شخص خداکا اوتار کہلاتا ہے، مصلحین وہادیان خلق کے مختلف مدارج ہوتے ہین، ان مین سب سی اونچا طبقہ اوتارون کا ہوتا ہے،

یہ ہادیان طریقت کتنی قسم کے ہوتے ہین، اسکے جواب مین فاضل موصوف کہتے ہین کہ انکی اتنی ہی اقسام ہوتی ہین جتنی خود شعبۂ حیات کی، حیات نفسی کے اہم شعبہ جات تین ہین، علم یا وقوف، احساس یاخواہش، ارادہ یاعمل، حیات اجتماعی مین جب کچھ نقص یافساد ہوگا وہ انہین تین مین سے کسی ایک صورت مین پیدا ہوگا، اوراسلئے اصلاح وہدایت کے بھی خاص راستہ یہی تین ہین، اس بناپر مصلحین کے مراتب ذیل قرار پاتے ہین،

(۱) سب سے پہلا طبقہ اُن مصلحین کا ہوتا ہے جو اسوقت پیدا ہوتے ہین جب دنیاپرمادیت کا ابرغلیظ چھایا ہوتا ہے، اورحرص وہوس، نفسانیت وخودغرضی، خودی وخودبینی کی تعلیمات شایع ہوتی ہین، ایسے موقع پر مجددین کا ظہور ہوتا ہے، جوغلط تعلیمات کے بجائے دنیاکو اخلاق کا درس،

اور نیکی کی تعلیم دین، دنیا کے بڑے بڑے شعراء، حکماء، وغیرہ اسی طبقہ مین آتے ہین، ہندوستان کی تاریخ مین بیاس، شنکراچاریہ اسی جماعت کے ارکان ہوئے ہین،

(۲) فساد و فتنہ کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اہل دنیا کے احساسات فاسد ہوجاتے ہین، اور محض علمی یا عقلی حیثیت سے نہین بلکہ بہ لحاظ جذبات رذیلہ و شہوات دنیا مین بدکرداری و بدچلنی کا سیلاب آیا ہوتا ہے، اسوقت ایسے داعیان حق وجود مین آتے ہین، جنکی زندگی خلوص و ایثار، تقدس و پاکبازی کا مجسمہ ہوتی ہے، اور دنیا کے سامنے سب سے بڑا درس حق خود ان حضرات کی بے لوث زندگی، اور معجزانہ سیرت ہوتی ہے، گرونانک، بابا کبیرداس، گوتم بدھ، و حضرت مسیح کے نام اس سلسلہ مین لئے جاسکتے ہین،

(۳) لیکن ہر دو طبقات بالا کے مصلحین کی کوششین ناکام ثابت ہوتی ہین، جب غلط تعلیمات و فاسد جذبات کی اشاعت بجاے گھٹنے کے روز بروز ترقی پر ہوتی جاتی ہے، اسوقت وہ بلندترین ہستیان منصۂ شہود پر آتی ہین، جو تاریخ عالم کا رخ بدل دیتے ہین، اور جو نوع انسان کی مسلسل غلط کاریون و گمراہیون کے بجاے اپنا آئین اصلاح، اور شریعت رشد و ہدایت دنیا کے لئے ورثہ مین چھوڑ جاتے ہین، ہندوستان مین اس درجہ کے ہادی رام، و کرشن ہوئے ہین، اور

"ہندوستان کے باہر پیغمبر محمد، جو نہ صرف ایک جدید مذہب بلکہ ایک جدید تمدن و سلطنت بھی قائم کرگئے"

یہ اوتارون کا ایک عام اجمالی بیان تھا، سری کرشن کی اصلی خصوصیت (جسمین چند ہی افراد اُنکے شریک و سہیم ہین) یہ تھی کہ ان مین ہر سہ فضائل بالا حد کمال تک موجود تھے، اُن کی جامعیت فضائل و کمالات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہندوؤن کے ایک بہت بڑے گروہ کے عقیدہ کے لحاظ سے وہ ذات ایزدی کے کامل ترین مظہر تھے، یہانتک کہ رامچندر سے

بھی اُن کا پایہ بلند تھا! یہ خوش اعتقادی اگرچہ قطعاً مبالغہ پر مبنی ہے، اسلئے کہ ہستی مطلق کا کامل ظہور ایک ہستی محدود کے ذریعہ سے ہونا بداہتہً محال ہے، تاہم اس اعتقاد سے اس کا قیاس ہوسکتا ہے کہ سری کرشن کی محبت وعظمت کا کسقدر گہرا نقش قلوب انسانی پر جما ہوا ہے اسمین شبہہ نہین کہ رامچندر و سری کرشن دونون ہندو قوم کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس ہستیان ہین، تاہم جو جامعیت و ہمہ گیری کرشن کی زندگی مین تھی اُسکے لحاظ سے انکا کوئی شریک نہین، اور اسکے اسباب بھی موجود ہین،

جسطرح موجودہ حکماء مغرب، دنیا کی عمر کو دور حجر، دور جدید وغیرہ مختلف ادوار مین تقسیم کررہے ہین، اسی طرح حکماء ہند نے دنیا کی عمر کو چار زمانون یا جگون مین تقسیم کیا ہے، ست جگ[1] ترتیا جگ[2]، دواپر جگ[3]، اور کل جگ[4]، ست جگ گویا انسان کی معصومیت کا دور تھا، اسوقت ہر طرف نیکی ہی نیکی تھی، اور بدی بمنزلہ صفر تھی، دوسرے دور ترتیا مین نیکی کی قوت کسیقدر گھٹنے لگی، اور بدی و نیکی کے عناصر مین ایک اور تین کا تناسب قائم ہوگیا، تیسرے دور دواپر مین نیکی و بدی کی قوتین مساوی ہوگئین، اور دونون کے عناصر یکسان قوی ہوگئے، چوتھے دور کلجگ مین بدی کا غلبہ ہے، اور ہر طرف بدکرداری، خودغرضی و نفسانیت کا دور دورہ ہے،

رامچندر کی پیدائش ترتیا کے خاتمہ اور دواپر کے آغاز مین ہوئی، بخلاف اسکے کرشن کی پیدائش اسوقت ہوئی جبکہ دواپر ختم اور کلجگ شروع ہورہا تھا، چنانچہ مہابھارت کی جنگ جو اسوقت ہوئی، بلحاظ اپنے شدائد کے اس جنگ سے کہین بڑھی ہوئی تھی، جو رامچندر کے زمانہ مین ہوئی تھی، اور چونکہ سری کرشن کی پیدائش کے ساتھ ہی خودغرضی و نفسانیت کا موجودہ دور شروع ہوگیا تھا، اس لئے انکی زندگی حالات حاضرہ کے لحاظ سے خاص طور پر سبق آموز و بصیرت افروز ہے

بھاگوت پران مین ہے کہ کرشن کی عمر ۱۲۵ سال کی ہوئی، اس طویل زندگی کا ہر ہفتہ

بلکہ ہر روز بد کرداروں کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ مین صرف ہوا ہے، اپنی شیر خوارگی کے زمانہ مین کرشن نے اپنی دایہ پٹنا کو دانت سے کاٹ کر ہلاک کیا، جو اپنے زہر آلود سینہ سے اسکی رضاعت کے لئے بھیجی گئی تھی، اور اپنی دنیوی زندگی کے آخری دن اُنھون نے اپنے ہاتھ سے اپنے ایک مجذوب شاگرد کو جو قاتل تھا، قتل کیا! جسوقت وہ تولد ہوئے تھے، دنیا پر ظلم و جبر، حرص و طمع، سفاکی و شقاوت کی حکمرانی تھی، اور تاجداروں کا نمبر رہزنون سے بڑھا ہوا تھا، سری کرشن کی ساری عمر دنیا کو ان ظالمون کے پنجہ سے نجات دلانے مین گذری، مہابھارت کی جنگ عظیم انہین نے برپا کرائی، جسمین فریقین کی مجموعی تعداد ۴۰ لاکھ تھی، (۲۵ لاکھ فوج کوروون کی، اور ۱۵ لاکھ پانڈون کی تھی) اور جب اُنھون نے دیکھا کہ ابھی اُن کا مقصد حاصل نہین ہوا تو دوارکا کے قریب دوسری جنگ برپا کراکے اُنھون نے خود اپنے ہی کنبہ اور برادری کے ۵ لاکھ آدمیون کو اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کرادیا، جب جاکر کہین دنیا کو امن و سکون نصیب ہوا،

سری کرشن کی اصلی تعلیم محبت و مساوات کی ہے، وہ تعصب، استبداد اور ظلم کے دشمن تھے ہیئت اجتماعی کا نظام اسی وقت درست رہ سکتا ہے، جب ہر طبقہ، ہر جماعت، اور ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ پر آزادی و اطمینان حاصل ہو، اور کوئی کسی دوسرے کے کام مین خوامخواہ مداخلت نہ کرے وہ دنیا سے سیاسی و معاشری استبداد کو دفع کرنے آئے تھے، اور جب یہ دور ہوگیا تو از خود ہر شخص اپنے حدود سے تجاوز کرکے دوسرون کے دائرہ عمل مین دخل دینے لگتا ہے، سری کرشن نے اسی بُت کو توڑا۔

بھگوت گیتا (کرشن کے لکچرون کا مجموعہ) کی تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کو بہ کمال دیانت و بےنفسی اپنے فرائض کا علم حاصل کرنا چاہیئے، اور جب ایکبار اُسے اپنے فرائض معلوم ہوجائین تو پوری بے خوفی کے ساتھ اور بلا پس و پیش انکے مطابق عمل شروع کردینا چاہیئے؛ ادای فرض کی راہ مین

کسی خوف وطمع، دوستی، قرابت و دنیوی تعلق کو نہ حایل ہونا چاہیئے ۔

اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر کرشن کی تعلیم بھی تمامتر محبت وخلوص کی تھی تو حضرت مسیح کی طرح کیون نہ انھون نے ہر موقع پر انسان کے لئے حلم وانکسار لازمی قرار دیا، بیشک ان دونون مقدس ہستیون کی بعض تعلیمات مین کافی اختلافات ہین، لیکن یہ اختلافات اس اختلاف کی فرع ہین جو دونون کے مقصد حیات وغایت بعثت مین تھا، مسیح کے پیش نظر تمامتر روحانی پاکیزگی تھی، کرشن کا مقصود اسکے علاوہ دین کے ساتھ دنیا کی بھی اصلاح تھی، لیکن دونون کی تعلیمات مین تناقض مطلق نہین، مسیح کا فرمان ہے کہ "اپنا داہنا رخسار بھی سامنے کردو"! مگر کب؟ جب طمانچہ خود تمہارے بائین رخسار پر پڑا ہو، کرشن کا ارشاد ہے کہ "جنگ کرو" مگر کب؟ جب اس شخص پر زد آتی ہو جو تمہاری حفاظت وامن مین ہے، ایسی حالت مین کون کہہ سکتا ہے کہ ایک کی تعلیم دوسرے کی تلقین کے منافی ہے؟

اخبار علمیہ[۱]

متمدن ممالک اپنے ہان تعلیم پر فی کس جس شرح سے خرچ کرتے ہین، نیز برٹش ہندوستان مین فی کس کیا اوسطاً صرف تعلیم پڑتا ہے، اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا، جو اگرچہ جنگ سے قبل کے ہین، تاہم یہی تناسب اب بھی قائم ہے، اور صحیح موازنہ کے لئے یہ کافی ہے،

پنس شلنگ (ایک شلنگ بارہ پنس کا ہوتا ہے)

ملک	پنس	شلنگ	ملک	پنس	شلنگ
(۱) امریکہ	۰	۱۴	(۱۰) سویڈن	۷	۵
(۲) سویٹزرلینڈ	۸	۱۳	(۱۱) بلجیم	۴	۵
(۳) اسٹریلیا	۳	۱۱	(۱۲) ناروے	۱	۵
(۴) انگلستان	۰	۱۰	(۱۳) فرانس	۱۰	۴
(۵) کناڈا	۹	۹	(۱۴) اسٹریا	۱½	۳
(۶) اسکاٹ لینڈ	۴½	۹	(۱۵) اسپین	۱۰	۱
(۷) جرمنی	۱۰	۶	(۱۶) اٹلی	۴½	۱
(۸) آیرلینڈ	۵	۶	(۱۷) جاپان	۲	۱
(۹) ہالینڈ	۴½	۶	(۱۸) روس	۴½	۰
(۱۹) برٹش ہندوستان	۰	۱			

(گویا امریکہ کے مقابلہ مین ہندوستان مین فی کس مصارف تعلیم کا اوسط $\frac{1}{192}$ ہے!)

۱ اس عنوان کے ماتحت تعلیمی اعداد زیادہ تر پرنسپل شیوراوہ ایم اے کے مضمون مطبوعہ یونائٹڈ انڈیا (لندن) سے ماخوذ ہین،

یہ موازنہ باہر کے ممالک متمدن کے ساتھ تھا، لیکن خود ہندوستان ہی کی روشن خیال و ترقی پذیر دیسی ریاستون" کو اس باب مین برٹش ہندوستان سے کیا نسبت ہے؟

	شلنگ	پنس	
بڑودہ	۰ —	۷	(بیرونی ممالک سے صحیح تناسب قائم رکھنے کی
ٹراونکور	۰ —	۷، ½	غرض سے یہان بھی انگریزی سکہ شلنگ اور پنس کا
کوچن	۰ —	۶	برقرار رکھا گیا)
میسور	۱ —	۰	
برٹش ہندوستان	۰ —	۱	

جنگ سے پیشتر ہر ملک مین فیصدی جسقدر افراد مشغول خواندگی رہتے تھے انکا تناسب ہندوستان کے مقابلہ مین حسب ذیل تھا،

امریکہ	۳۱	فیصدی
انگلستان	۲۰	//
کناڈا	۲۰	//
اسٹریلیا	۲۰	//
سوئٹزرلینڈ	۱۷	//
جرمنی	۱۷	//
اسٹریا	۱۶	//
ناروے	۱۵	//

فرانس	۱۴	فیصدی
ڈنمارک	۱۳	"
بلجیم	۱۲	"
جاپان	۱۱	"
اسپین	۸	"
روس	۵	"
ہندوستان	۱۰۹	"

مسٹر گارنر، جنکی خبر وفات حال مین شایع ہوئی ہے، ایک مشہور سیاح تھے، جنھون نے سالہا سال افریقہ کے جنگلون کی خاک چھانی تھی، آج سے تقریبًا تیس سال قبل انھون نے اس دعویٰ کا اعلان کیا تھا کہ بندرون مین بھی باہم ایک طریقہ کی گفتگو ہوتی ہے، ۱۸۹۲ء مین وہ مقام گیبون مین مقیم ہوئے، جہان بندرون کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنف گوریلا کی بکثرت آبادی ہے، یہان کئی مہینہ تک اُنھون نے اپنے تئین ایک بڑے قفس آہنی مین ایک چمپانزی کے ساتھ مقید رکھا، اور اُسکے ذریعہ سے بندرون کی باہمی "گفتگو" سنتے رہے، لیکن ان کے اس دعوی کو سائنٹفک حلقون مین زیادہ مقبولیت نہ حاصل ہوئی، اور جمہور محققین کا فیصلہ اسوقت یہ ہے کہ نطق وگویائی کی قوت انسان کے لئے مخصوص ہے، جسمین بندر وغیرہ کوئی صنف حیوانات اسکی شریک نہین،

بعض سائنٹفک حلقون مین یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ ایک ایسی ہوائی چھوڑی جائے جو

ماہتاب تک پہنچے، اسکے متعلق مشہور سائنٹفک رسالہ نیچر" لکھتا ہے، کہ زمین سے ماہتاب تک پہنچنے کے لئے اسکی شرح رفتار سات میل فی سکنڈ ہونا چاہیئے، لیکن یہ امر بہت ہی مشتبہ ہے کہ ہم اسکی یہ شرح رفتار رکھنے پر قادر بھی ہوسکین گے،

سر ہرمان ویبر، جنھون نے ۹۰ سال کی عمر مین وفات پائی ہے، اور جنکے قوائے جسمانی و دماغی آخر وقت تک پوری تندرستی کی حالت مین رہے، انکی کتاب "طویل العمری" سے متعلق حال مین دوبارہ شایع ہوئی ہے، طویل العمری کے مختلف نسخے مختلف اشخاص نے تجویز کئے ہین، لیکن سر ہرمان ویبر کے نزدیک اسکا راز صرف تین چیزون مین شامل ہے، اولاً جسمانی محنت و ورزش یعنی انسان کاہل نہو، بلکہ تازہ ہوا مین کافی طور پر چلتا پھرتا رہے، دوسرے یہ کہ اپنی طبیعت کو قانع رکھے، قناعت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ فکر و مایوسی اُسکے پاس نہ آنے پائیگی اور طبیعت بشاش رہیگی، تیسری اور سب سے اہم شرط یہ ہے کہ کھانے پینے مین بے اعتدالی نہ کرے، بلکہ ہمیشہ اعتدال ملحوظ رکھے، شرائط بالا کی پابندی کے ساتھ مصنف مرحوم کا دعوی ہے کہ ہر شخص انہین کی سی عمر و صحت حاصل کر سکتا ہے،

انگلستان مین سنہ ۱۹۱۹ء و سنہ ۱۹۱۸ء مین تعداد مطبوعات کا جو تناسب رہا وہ اعداد ذیل سے ظاہر ہوگا،

نام فن	(سنہ ۱۹۱۹) تعداد مطبوعات	(سنہ ۱۹۱۸ء)
فلسفہ	۲۲۹	۲۰۹
مذہب	۶۶۶	۶۸۳

علم المعاشرت	۸۲۴	۶۶۲
قانون	۲۶۱	۱۳۰
تعلیم و تربیت	۲۵۶	۱۸۷
لسانیات	۱۸۲	۱۴۲
سائنس	۴۳۴	۳۲۹
صنائع	۶۸۶	۳۷۸
طب و حفظان صحت	۳۶۷	۳۸۰
زراعت و باغبانی	۲۲۸	۱۸۲
امور خانہ داری	۴۷	۵۷
تجارت و کاروبار	۱۳۹	۱۷۹
فنون لطیفہ	۱۲۷	۱۳۸
موسیقی	۲۹	۲۷
شکار و تفریح	۹۶	۴۱
ادب	۲۸۱	۲۵۰
شاعری و ڈراما	۴۹۵	۶۴۲
افسانہ	۱۲۱۷	۱۰۱۴
تاریخ	۴۲۲	۶۲۹
سفر و سیاحت	۲۱۱	۱۸۰
جغرافیہ	۱۲۶	۶۸

سوانح عمری	۲۹۵	۲۲۱
کتب جوامع (انسائیکلوپیڈیا وغیرہ	۱۲۱	۱۶۶
کتب برائے اطفال	۵۶۴	۳۸۴
حربیات (بری دبحری)	۲۱۶	۳۱۴
میزان	۸۶۲۲	۷۷۱۶

یہ تعداد مطبوعات اگرچہ سالہاے ماقبل جنگ کے مقابلہ مین بہت کم ہے، تاہم کاغذ کی گرانی، سامان طباعت کی کمیابی وغیرہ مشکلات موجودہ پر نظر کرتے ہوئے مبصرین کی راے مین بہت غنیمت ہے، جدول بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سال گذشتہ تاریخ، شاعری، ڈرامہ سے متعلق کتابین نسبتہً کم نکلین، لیکن دوسری طرف علم المعاشرت، سائنس، سوانح عمری و صنائع کے زیرعنوان کافی اضافہ رہا،

امریکہ کے مطبوعات سال گذشتہ سے متعلق اعداد حاصل نہین ہوئے، تاہم گذشتہ سال کے ایک ماہ یعنی اکتوبر مین جتنی کتابین شائع ہوئین، اُن سے سال بھر کی طبع واشاعت کا کسیقدر اندازہ ہوسکتا ہے،

افسانہ	۸۹
تاریخ	۷۰
علم المعاشرت	۶۹
کتب برائے اطفال	۶۸
مذہب	۵۷

سائنس	۵۵
مطبوعات قدیمہ کے جدید ایڈیشن	۱۱۴
دیگر علوم و فنون	
میزان	۸۶۹
میزان بابتہ ۱۸ءسنہ	۷۷۱

انگلستان کے ڈاکٹر سیسل لیسٹر (Cecil Lester) اکسریز کے اثر سے مرض سرطان مین مبتلا ہوکر وفات پاگئے، رسالہ سائنس سفٹنگر لکہتا ہے کہ انکی وفات ڈاکٹر بل کی اس راے کی ایک تازہ شہادت بہم پہنچاتی ہے کہ اکسریز جواتبک اس مرض کا علاج سمجہا جاتا ہے وہ بجاے اس مرض کو دور کرنے کے اوراسکی تخلیق کا سبب بنتا ہے،

خطِ استوا پر افریقہ مین جو علاقہ فرانس کے قبضہ مین ہے، وہان حال مین ایک گوریلا بن مانس کا شکار کیا گیا ہے، جسکا قد ۹ فٹ سے نکلتا ہوا تہا، اور جسکا وزن ۷½ من کا تہا، ماہرین فن کا بیان ہے کہ اسقدر قوی ہیکل دو دیو جثہ گوریلا پہلی بار تجربہ مین آیا ہے،

ماہ گذشتہ مین سائنٹفک رسالون نے دنیا کے فربہ ترین لڑکے کی خبر وفات شایع کی ہے اسکا نام لینی میبن تہا، وہ لیسٹر انگلستان کا باشندہ تہا، اسکا سن پندرہ سال کا تہا، اسکی کمر کی پیمائش ۶۴½ انچ کی، سینہ کی ۶۹ انچ کی، اور ران کی ۳۸ انچ کی تہی، اسکی وفات کے بعد بلحاظ فربہی اسکی جانشینی کا قرعۂ انتخاب امریکہ کے ایک ہشت سالہ لڑکے پر پڑا ہے،

انیسوین صدی کے آغاز مین جرمی بنتہم یورپ مین ایک مشہور فلسفی ہوا ہے، جو اصول قانون و فلسفۂ اخلاق مین خاص طور پر شہرت رکھتا ہے، اسکی وفات کو نوے سال گذر چکے تاہم اسکا پیکرِ مادی تقریبًا اصلی خط و خال کے ساتھ لندن کے یونیورسٹی کالج کے ایک حصہ مین محفوظ ہے اس کمرہ مین بنتہم کا ڈھانچہ اس لباس مین ملبوس ہے جسے وہ اپنی زندگی مین پہنتا تھا، کرسی پر جلوہ افروز نظر آتا ہے، سر پر چٹائی کی اونچی ہیٹ ہے، جسم پر سیاہ کوٹ اور زردی مائل پتلون ہے اور اپنے ہاتھ مین ایک موٹی چھڑی ہے، اسرو چہرہ موم کا بنا ہوا ہے، جو ہوبہو اصلی سرو چہرہ معلوم ہوتا ہے، لباس بھی جون کا تون ہے، بجز اسکے کہ پتلون مین کیڑے لگ گئے ہین،

لندن کا روزنامہ ڈیلی اکسپرس، امریکہ کی ایک عجیب و غریب لڑکی کے حالات شائع کرتا ہے جسکی حیرت انگیز دماغی قوت ایک معجزہ ہے، اسکا سن ابھی پورے ایک سال کا بھی نہین ہونے پایا تھا کہ اسی وقت سے وہ مسلسل گفتگو کرنے لگی، دو برس کے سن مین اُس نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، چار برس کی عمر مین اس نے یورپ کی سیر کرنا شروع کردی، اور نہ صرف اپنا سفرنامہ لکھتی رہی، بلکہ ساتھ ہی ساتھ مشہور لاطینی شاعر ورجل کے کلام کا ترجمہ بھی کرتی گئی! پانچ برس کی عمر مین اُس نے برلن (جرمنی) مین تعلیم حاصل کی، اور اسوقت سے نثر و نظم مین اسکا سلسلۂ تصنیف و تالیف برابر جاری ہے، اب اسکا سن سترہ سال کا ہے، لیکن اتنے عرصہ مین وہ سترہ کتابون کی مصنف ہو چکی ہے، اور دس ہزار سے زاید شعر کہہ چکی ہے! اور حال مین اس نے اپنے روزنامچہ کے شایع کرنے کا اعلان کیا ہے، جسے وہ دو برس کے سن سے لکھ رہی ہے، وہ سترہ زبانین بول سکتی ہے، لکچر دیتی ہے، اور بائسکوپ کے لئے ایکٹرس کا کام بھی کرتی ہے، اسکا مستقل مشغلہ تصنیف و تالیف و مضمون نگاری ہی چنانچہ

اسوقت وہ ۱۱۰ پونڈ (۱۶۵۰ روپیہ) ماہوار محض قلم کی محنت سے کما رہی ہے، اس معجزانہ دماغی زندگی کے ساتھ اسکی جسمانی صحت و توانائی بھی قابل رشک ہے، اسکا قد ۵ فٹ ۱/۲ ۷ انچ کا ہے، جو طویل القامت مردون کا ہوتا ہے، اور اسی جثہ کی مناسبت سے طاقت بھی رکھتی ہے، چنانچہ کشتی مین بہتون کو زیر کر چکی ہے، وہ متاہل زندگی کو پسند کرتی ہے اور شادی کا ارادہ رکھتی ہے، اسکا نام مس سیکول اسٹونر ہے۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (دار العلوم السنہ مشرقیہ) لنڈن کی آخری سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوا کہ سال گذشتہ (سنہ۱۹) مین اسمین ۳۸۲ طلبہ تھے، سنہ۱۸ مین انکی تعداد ۲۱۴ اور سنہ۱۷ مین ۱۲۵ تھی، فوجی طلبہ کو عربی، ترکی، جاپانی، سواحلی، و فارسی زبانون کی تعلیم دیگئی، عموماً طلبہ کی کثرت سب سے زیادہ عربی، جاپانی و ہندوستانی (اردو) کے صیغون مین تھی، طلبہ مین عورتون کی تعداد ایک ثلث سے کچھ کم تھی۔

ادبیات

کلامِ عزیز

اس وہم کی انتہا نہین ہے
سب کچھ ہی مگر خدا نہین ہے

سرگرم تلاش رہنے والے
تیرا بھی کہین پتا نہین ہے

اے محو نگاہِ ناز ہشیار
یہ نالۂ نارسا نہین ہے

دنیا کا فریب کھانے والے
اس جھوٹ کی انتہا نہین ہے

اسطرح ستم وہ کر رہے ہین
جیسے کہ مرا خدا نہین ہے

تم خوش ہو تو ہے مجھے ندامت
ہر چند مری خطا نہین ہے

دیکھو تو نگاہِ واپسین کو
اس ایک نظر مین کیا نہین ہے

دنیا کا بھرم نہ کھول اے آہ
یہ راز ابھی کھلا نہین ہے

یہ کہکے اٹھے مری لحد سے
ہے تو کوئی خفا نہین ہے

امڈا ہے جو دل عزیز رو لو
آنسو کوئی روکتا نہین ہے

ساقی روز ازل یہ کیا پلایا تھا مجھے
کچھ خبر بھی ہو تجھے کب ہوش آیا تھا مجھے

شبنم آلودہ کلی ہون جوش حسرت دل مین ہے
اب ہنسائے بھی وہی جسنے رلایا تھا مجھے

کیون کرون ناکامیون مین زندگانی مین بسر
تونے پیدا کرکے کیون بندہ بنایا تھا مجھے

عالمِ ارواح مین تھی مجلسِ ماتم برپا | میری قسمت کا نوشتہ جب سُنایا تھا مجھے
کلکِ قدرت نے بھی لکھا تھا وہی روزِ وفات | تمنے جسدن اپنی محفل سے اُٹھایا تھا مجھے
دل کی کوشش سے حیاتِ جاودانی ملگئی | آپنے تو اپنے امکان بھر مٹایا تھا مجھے

مین اُسی دن حسن کی شوخی کا قائل تھا عزیزؔ
اُس نے جسدن خاک کا پتلا بنایا تھا مجھے

رباعیاتِ ہوشؔ

از سید ناظر الحسن ہوشؔ بلگرامی

مہلک بیماریان اور اسلام ضعیف | لازم ہے علاج مین نہ تاخیر کرین
گو موت و حیات مین بشر ہے مجبور | جب تک چلتی ہے سانس تدبیر کرین

دیکھی ہنین شکل اپنے مستقبل کی | ہان آئینہ دارِ حال و ماضی ہین ہم
آنے دو ہوا کو ہم ہین نقشِ کفِ پا | مٹنے پہ فنا ہونے پہ راضی ہین ہم

جن لوگون مین اتحاد کی ہے برکت | عزت بھی ہے علم بھی ہے دولت بھی ہے
باقی ہنین جن مین اتفاق کلمہ | ذلت بھی ہے جہل بھی فلاکت بھی ہے

مطبوعات جدیدہ

اکابر قوم۔ مسلمانون کی قومی زندگی ایک ساکن دریا ہے، اسلئے ضرورت ہے کہ اصلاحی آوازون کے ذریعہ سے اُسکی سطح کو جنبش دیجائے، تاکہ اس دریا مین تلاطم پیدا ہو، مولوی اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی نے "سلسلۂ اصلاح قومی" کے ذریعہ سے اسی ضرورت کو پورا کیا ہے اکابر قوم اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے، جسمین آنھون نے علما، مشائخ، صوفیہ، رؤسا، امرا کی اخلاقی حالت پر نہایت نیک نیتی کے ساتھ نکتہ چینی کی ہے، اور علی گڈھ کالج، ندوہ، دیوبند، محمدن ایجوکیشنل کانفرس، اور مسلم لیگ، غرض مسلمانون کی تمام مذہبی، علمی، اور سیاسی تحریکات کے نقائص ظاہر کیے ہین اور اُنکے علل واسباب سے بحث کی ہے، رسالہ کی قیمت ۸ہ ہے، اور مصنف سے کوٹھی نمبر ۲ مکلوڈ روڈ لاہور کے پتہ سے مل سکتا ہے،

البرہان فی فلسفۃ القرآن، اسلام ایک فطری مذہب ہے اسلئے اُسکے اصول و ارکان اور احکام و قوانین بھی فطری ہین، لیکن مسلمانون نے اس صاف و شفاف چشمہ کو مذہبی اختلافات کے ذریعہ سے گدلا کر دیا ہے، مولوی عبد الرؤف صاحب ساکن مؤائمہ نے اس کتاب مین اسلام کے تمام اوامر و نواہی کو قرآن مجید سے یکجا کر کے اس چشمہ کو صاف کرنا چاہا ہے، یہ کتاب چار جلدون مین ہے، اخیر جلد مین فلسفۂ قرآن سے بحث کیگئی ہے، اور اُسکی ترجیح مین علماء یورپ کے اقوال نقل کیے گئے ہین، کتاب پر قیمت درج نہین ہے مصنف سے مؤائمہ ضلع الہ آباد کے پتہ سے ملیگی

ملّتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر، ۱۹۱۱ء مین پرنسپل صاحب علی گڈھ کالج کے ایماء سے ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے اس عنوان پر ایک فلسفیانہ لکچر دیا تھا کہ مسلمانون کی موجودہ بیداری کا

ان کے مستقبل پر کیا اثر پڑنے والا ہے، جسکے ضمن مین انھون نے جماعت اسلامی کی ہیئت ترکیبی، اسلامی تمدن کی ہمرنگی، اور ایک خالص اسلامی نظام اخلاق کی ضرورت پر بحث کی ہے اور یہ دکھلایا ہے کہ مسلمانون کی قومیت، وطنیت، اور عصبیت، دوسری قومون سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ اُسکا مرکز صرف اسلام ہے جو دوسرے مذاہب کی طرح عقلی اور نظری نہین بلکہ عملی ہے، ان کا تمدن عالمگیر ہے، اور ان چیزون کے ترکیب و امتزاج سے جو لوگ پیدا ہوئے ہین وہ اسلامی اخلاق کے خالص نمونے ہین، اِسلئے اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہین تو اُنکو یہی اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے، اُسکے بعد اُنھون نے مسلمانون کی موجودہ تعلیمی اور اقتصادی حالت سے بحث کی ہے، اور اس ضمن مین ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام، تعلیم نسوان، مسلمانون کے عام افلاس اور صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت پر بہت زور دیا ہے، آخر مین دکھلایا ہے کہ اگر مسلمان صحیح معنی مین ایک متمدن قوم بننا چاہتے ہین تو اُنکو سب سے پہلے سچا مسلمان بننا چاہیئے، یہ لکچر انگریزی زبان مین دیا گیا تھا، مولوی ظفر علیخان صاحب بی، اے ایڈیٹر زمیندار نے مذکورہ بالا نام سے اُسکا اسی زمانہ مین اُردو مین ترجمہ کر دیا تھا، اب وہ مرغوب ایجنسی لاہور سے مل سکتا ہے، قیمت ۴ر،

حسن تجپیسی، ہر قوم کی اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اُسکے نظام تربیت کی اصلاح کیجائے مولوی حامد حسن قادری نے اسی جانب اپنا عملی قدم بڑھایا ہے، اور بچون کے خیالات کی اصلاح کے لئے ایک اخبار نکالا ہے، جسمین نہایت صاف اور سادہ پیرایہ مین اُنکو اخلاقی تعلیم دیجاتی ہے حسن تجپیسی بھی اسی سلسلہ کا ایک مفید رسالہ ہے، بسم اللہ کی رسم ہندوستان مین عام طور پر نہایت دھوم دھام سے ادا کیجاتی ہے، جسمین نہایت فیاضی کے ساتھ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، مولویصاحب موصوف نے اس مسرفانہ طریقہ کو روکنے کے لئے اپنے لڑکے کی بسم اللہ بالکل سادہ

طور پر کی، اور اسکی یادگار مین یہ رسالہ لکھا جسمین حضرت رسالت پناہ صلعم، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے پچیس اخلاقی واقعات درج کئے گئے ہین، رسالہ کی قیمت ۴؍ ہے، منیجر اخبار سعید کانپور سے طلب کیجئے،

روزگار، اودھ کے دار السلطنت لکھنؤ سے روزگار نام ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، جسکا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر ہے، اسمین زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اور تعلیم پر عمدہ مضامین لکھے گئے ہین، راے زادہ صاحب آفتاب نے زراعت پر ایک عمدہ نظم لکھی ہے، اور ایڈیٹر صاحب نے شذرات مین انہین مضامین پر اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہین، رسالہ بحیثیت مجموعی اپنے مقاصد مین کامیاب ہے، اُردو مین ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی، حجم ۴۸ صفحات، قیمت للعہ سالانہ، پتہ: دفتر روزگار نمبر ۱۱۶ امین الدولہ پارک لکھنؤ،

سیف الدین، مولانا طاہر سیف الدین داعی فرقہ بوہریہ نے اپنے فرقہ کے عقائد مین ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام ضوء نور الحق المبین ہے، اس کتاب پر متعدد اشخاص نے اعتراضات کئے تھے، جنمین ولی محمد اسمعیل صاحب سر یادہ کا لب ولہجہ نہایت سخت تھا، یہ رسالہ انہین کے جواب مین ہے، اور لطف یہ کہ ایک اہلسنت والجماعت کا لکھا ہوا ہے، رسالہ کی قیمت ۴؍ ہے، اور مطبع ہاشمی، ہاشمی منزل میرٹھ سے مل سکتا ہے،

مجلد پنجم	ماہ شعبان ۳۸ھ مطابق ماہ مئی ۲۰ء	عدد پنجم

مضامین

جدید مطبوعات

شذرات

سیرۃ النبیؐ حصۂ دوم جسمین واقعات ذیل یعنی اسلام کی امن کی زندگی، قیام امن، اشاعت اسلام، تاسیس حکومت، تکمیلِ شریعت، اور اختتام فرض نبوت کے علاوہ رسول اللہ صلعم کی وفات، شمایل، اخلاق و عادات، عبادات، ازواجِ مطہرات اور اولاد کے حالات بھی شامل ہین، چھپکر تیار ہوگئی ہے، اس جلد کا زیادہ تر حصہ اگرچہ علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا ہے، تاہم چونکہ وہ اسکو نامکمل چھوڑکر وفات پاگئے، اسلئے جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے جابجا اضافہ کرکے اُسکو مکمل کردیا ہے، یہ حصہ معارف پریس کی طباعت کا بہترین کارنامہ ہے جو نامی پریس کا بنوت سے کسی حال مین کم نہین، کتاب حسب دستور تین قسم کے کاغذ پر چھپی ہے، قیمت قسم اول غیر مجلد عہ ۱۲/ ، قسم دوم عہ (۷) ، قسم سوم للعہ (۴) - مجلد کی فرمایش نہوا انتظام نہین ہوسکا۔

مولانا سید سلیمان ندوی ایڈیٹر رسالہ ہذا جسوقت سے یورپ روانہ ہوئے ہین، اُن کے وقت کا ایک ایک لمحہ خدمت قوم و ملت مین گذر رہا ہے، اور مقاصد وفد کی تبلیغ و اشاعت سے وہ جسقدر بھی وقت نکال سکتے ہین، وہ کتبخانون کی سیر، مستشرقین سے ملاقات و مراسلت، و دیگر علمی مشاغل مین صرف ہوتا ہے، انڈیا آفس کا کتبخانہ اُنھون نے پہنچتے ہی دیکھا اور امید ہے کہ اسوقت تک لندن میوزیم، اور آکسفرڈ و کیمبرج کے تمام مشہور کتبخانون کی زیارت کرچکے ہون، ۲۰ مارچ کو

رایل ایشیاٹک سوسائٹی کی جدید عمارت کے افتتاح کا جلسہ تھا اسمین وہ شریک ہوئے، اور پروفیسر اسٹوری و ڈاکٹر آرنلڈ وغیرہ سے ملاقاتین کر چکے ہین، مسئلہ خلافت کا حشر جو کچھ بھی ہو لیکن اسمین کوئی شبہہ نہین کہ علمی حیثیت سے مولانا کا یہ سفر بہرصورت نہایت مفید و نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔

موصوف کے دلچسپ و پر معلومات مکاتیب جو ہر ہفتہ موصول ہوتے رہتے ہین، لکھنؤ کے مشہور روزنامہ ہمدم کو اشاعت کے لئے دیدیئے جاتے ہین، اور یکم اپریل سے برابر انکی اشاعت کا سلسلہ اسمین جاری ہے، اس سلسلہ مین انکے وہ خطوط (مع انکے جوابات کے) قابل دید ہین انھون نے پروفیسر براؤن (کیمبرج) و پروفیسر مارگولس (آکسفورڈ) کے نام عربی زبان مین تحریر فرمائے تھے، ان کا ترجمہ ہمدم مین نکل چکا ہے اگر ناظرین معارف کی خواہش ہو تو انکی اصل آئندہ نمبر مین پیش کیجا سکتی ہے،

وفد خلافت کو جب وزیر ہند کے ہان باریابی ہوئی تو کچھ دیر انڈیا کونسل ہال مین بیٹھکر انتظار کرنا پڑا، یہ وہی کمرہ ہے، جہان وزارت ہند نشست کرتی ہے، اور جہان سے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ صادر ہوتا رہتا ہے، اس ایوان عالی کے میز پر کاغذ دبانے کے لئے پیتل کے چند موٹے پتھر (پیپر ویٹ) مع ایک چھوٹے دستہ کے رکھے ہوئے تھے، مولانا سید سلیمان کی نکتہ رس نگاہ نے دیکھا کہ ان پر فارسی و اردو کے اشعار کندہ ہین، جو انکی عنایت سے ادبیات کے زیر عنوان ناظرین معارف کے پیش کش ہین، فارسی اشعار زیادہ تر سعدی کے ہین، اور ہر شعر مین بادشاہ کو عدل و رعایا پروری کی تعلیم دیگئی ہے، پرنس غلام حسین آف میسور نے غدر سے تین سال پیشتر ۱۸۵۴ء مین انہین تحفۃً پیش کیا تھا کیا عجب ہے کہ یہ دربار میسور کی آخری یادگارین ہون،

اسمین تو شبہہ نہین کہ پنیل کی یہ بے زبان مورتین ہر نئے فیصلہ کے وقت اپنا خاموش فرض موعظت ادا کرتی رہتی ہونگی، البتہ اگر وزرائے ہند ان مواعظ پر کان رکھنے کے خوگر ہوتے تو ہندوستان کی تاریخ کسقدر مختلف ہوتی!

صوبجات متحدہ کی پچھلی تعلیمی سالانہ رپورٹ (بابت ۱۹۱۸و۱۹ء) مین دار المصنفین کی خدمات کا بھی تذکرہ ہے، اور انہین کافی سراہا گیا ہے، سیرۃ نبوی، ارض القرآن، سیر الصحابہ، مبادی و مکالمات برکلے، ان مین سے ہر شے سے متعلق حوصلہ افزائی کیگئی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ سارا تذکرہ ندوۃ العلما کے کارنامون کے ذیل مین کیا گیا ہے، اور سیاق عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا یہ سب کام ندوہ کی ماتحتی مین انجام پا رہے ہین، اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، یہ سچ ہے کہ دار المصنفین کے اکثر کارکن ندوہ ہی کے تربیت یافتہ ہین، ندوہ کے فضایل و مناقب بھی بجائے خود مسلم ہین، لیکن اسکے یہ معنی نہین کہ دار المصنفین ندوہ کی شاخ یا کسی حیثیت سے بھی دست نگر ہے، در حقیقت دار المصنفین اپنا مستقل وجود، اپنا مستقل نظام، اپنا مستقل نصب العین، ندوہ سے بالکل الگ رکھتا ہے، اور برا یا بھلا جو کچھ بھی کام اتبک اس سے بن پڑا ہے، اسکا وہ تنہا خود ہی ذمہ دار ہے،

فرانس مین خواتین کی عصمت و پارسائی کا جو عام معیار ہے، اس سے ہم بخوبی واقف ہو چکے ہین، روس مین بالشویک گروہ نے اپنے نظام معاشرت مین رسم نکاح کو جو مرتبہ دیا ہے اسکا تذکرہ بھی ہم سن چکے ہین، امریکہ مین طلاق و افتراق کے مقدمات جس نوعیت کے ساتھ اور جس کثرت سے پیش ہوتے رہتے ہین اسکی کچھ جھلک اخبارات کی وساطت سے اہل ہند بھی دیکھ رہے ہین، حال مین برٹش حکومت کے ایک شایع کردہ بیان سے معلوم ہوا کہ ۱۸ء مین

برطانیہ مین جن ناجایز بچون کی ولادت کا علم سرکاری حکام کو ہو سکا انکی تعداد ۲۰۳ ا ہا تھی؟ پھر ان بچون کی شرح اموات بھی بمقابلہ جائز و منکوح والدین کی اولاد کے پوری دگنی ہوتی ہے، اور زندہ بچ رہنے والون مین بھی ایک بڑی تعداد مریض و ناقص العضو بچون کی ہوتی ہے!

جو حضرات مشرقی شرافت و عفت کے تخیل کو محض ایک وہم پرستی قرار دیتے ہین، ان سے روئے سخن نہین، البتہ جن لوگون کی "روشن خیالی" ابھی اس حد تک نہین پہنچی ہے اور وہ اپنی خانگی زندگی کو مغربی آئین معاشرت کے قالب مین ڈہالنا چاہتے ہین، انہین میر تقی کے اس شعر کو سن رکھنا چاہیئے،

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر
اسپر بھی جی مین آئے تو دل کو لگائیے

لنڈن یونیورسٹی کالج کا شعبۂ کیمیا ایک خاص شہرت رکھتا ہے، انگلستان کے بعض بہترین ماہر کیمیا یہین کے اساتذہ ہوئے ہین، حال مین اس شعبہ کا سالانہ جلسۂ ضیافت منعقد ہوا، جسکے صدر پروفیسر ڈونان تھے جو اسوقت اس فن کے ایک ممتاز عالم ہین، اُنھون نے بعض ہندوستانی طلبہ کے کمال فن کی خاص طور پر داد دی، اور ڈاکٹر گھوش، مسٹر مکرجی، و مسٹر بہٹا گر کے نام لیکر اسکی تصریح کی کہ ان مین سے ہر فرد اہم مسائل کیمیائی سے متعلق تحقیقات عالیہ و اکتشافات مین مصروف ہے، اور اپنے اپنے دایرہ مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر چکا ہے، فرزندانِ وطن کے اس امتیاز و ترقی سے کون قلب ایسا ہے جو مسرور نہو گا، لیکن ہماری مسرت اور زاید ہوتی اگر ہم اس خوش نصیب جماعت مین جابر اور خالد بن یزید کے کسی ہمقوم کا بھی نام پاتے۔

انجیل کے نشر و اشاعت کے لئے مسیحی دنیا مین متعدد برقوت مجلسین اور انجمنین بھی قائم ہین، منجملہ ان کے ایک انجمن کا نام برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی ہے، سال گذشتہ مین صرف اس ایک انجمن نے انجیل کے نسخے حسب ذیل تعداد مین مختلف اقطاع عالم مین شائع کئے

جاپان	۸۰۰۰۰
ہندوستان	۱۲۲۵۰۰۰
چین	۳۰۰۰۰۰
میدان جنگ مین	۹۰۰۰۰۰
میزان	۱۴۰۲۵۰۰۰

یہ تقریبًا ڈیڑھ کرور نسخے اُس نے صرف ایک سال کی مدت مین شائع کئے، لیکن اگر آغاز قیام سے اس انجمن کی رفتار عمل کا حساب لگایا جائے تو ابتک ۳۰ کرور سے زاید تعداد مین صرف یہ انجمن اپنے صحیفۂ مقدس کی اشاعت کرچکی ہے!

لیکن کارکنان انجمن اس نکتہ سے بھی واقف تھے کہ تمام دنیا تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے محض چند زبانون کی وساطت کافی نہین، اسلئے انجمن نے یہ کوشش بھی جاری رکھی کہ اُسکا دایرۂ تبلیغ دنیا کی جتنی زیادہ سے زیادہ زبانون تک پھیل سکے، پھیلایا جائے، چنانچہ صرف تھارہین جنگ کے سلسلہ مین انجمن نے اپنے کلام الٰہی کو "اسّی" زبانون سے زاید مین منتقل کیا! اسکے علاوہ انجمن ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایسی زبانون مین انجیل کو منتقل کررہی ہے، جو ابتک اس قسم کے لٹریچر سے کیا معنی، ہر قسم کے لٹریچر سے محروم ہتین، سال گذشتہ مین اس طرح کی چھ زبانون مین انجیل کا ترجمہ تکمیل کو پہنچا، جنین سے پانچ افریقہ کے وحشی قبائل کی زبانین ہین، اور ایک "بھیلی"

زبان ہے، جو گجرات، راجپوتانہ و ممالک متوسط کے جنگلون کے وحشی باشندے "بھیل" بولتے ہین
اور اسی قسم کی چھ اور نامانوس و غیر متمدن زبانون مین بھی انجیل کا ترجمہ اسوقت ہو رہا ہے تاکہ جو دعوت
مسیحیت کے صلاے عام سے متمدن و غیر متمدن، عالم و وحشی کوئی محروم نہ رہے!

یہ کارنامہ متعدد و متحد المقصد انجمنون مین سے صرف ایک کے ہین، اُنکی مدد سے ان مجالس
کے مجموعی کارنامون کی غیر محدود وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا تثلیث
پرستون" کی حیرت انگیز قوتِ عمل کی یہ داستان بھی حاملان توحید کے ولولۂ عمل کو حرکت دینے
مین ناکام رہیگی، ہلال کا بدر کامل بنا صرف اسکی حرکت پر موقوف ہے، لیکن اگر اس سے استعداد
حرکت سلب ہو گئی ہے تو اسکی براے نام روشنی صلیب کو ماند نہین کر سکتی۔

ساتھ ہی مسیحی اصحاب سے بھی بصد ادب استفسار ہے کہ جس انجیل کی وہ لاکھون بلکہ کرورون
کی تعداد مین اشاعت فرما رہے ہین، آیا یہ وہی صحیفۂ مقدس ہے جسمین خون ریزی کو ہر صورت
مین بدترین معصیت قرار دیا گیا ہے، جسمین دنیوی جاہ و حشم، دولت و ثروت کی انتہائی مذمت
کیگئی ہے، اور جسکی ایک ایک سطر حلم و عفو، ایثار و بے نفسی کی تعلیمات سے لبریز ہے، یا اسکی آیات سے
یہ مواعظ حسنہ خارج کر دیئے گئے ہین؛ عجائب عالم کی فہرست مین اس واقعہ کو سب سے اوپر جگہ
دینا چاہیئے، کہ جو مذہب دنیا کو رہبانیت کی تعلیم دینے، اور کشت و خون بلکہ غیظ و غضب، حسد و
عناد کی بیخکنی کے لئے دنیا مین آیا تھا، آج اسی کے پیروؤن نے حکومت و امارت کو اپنا قبلۂ مقصود
بنا لیا ہے، مال و دولت کی پرستش شروع کر دی ہے، اور جنگجوئی، سفاکی و خون ریزی کے لحاظ سے
تاریخ انسانی مین ایک بالکل جدید باب کا اضافہ کر دیا ہے،

ہندوستان کے طول وعرض مین ہندی زبان ودیوناگری رسم الخط کی تعمیم واشاعت کیلئے جس سرگرمی وانہماک کے ساتھ ایک مدت سے کوششین ہورہی ہین وہ رفتہ رفتہ بارآور ہورہی ہین، صوبۂ مدراس مین مسٹر دیوداس گاندہی (فرزند مہاتما گاندہی) نے مخصوص اسی مشن کی اشاعت کے لئے مدتون قیام کیا، اور اب ایک پنڈت صاحب اُنکی جانشینی کررہے ہین، شہر مدراس مین ہندی پرچار (ترویج ہندی) کے لئے ایک مستقل دفتر ہے، مشہور روزانہ اخبار ینوانڈیا مین ہر ہفتہ ایک ہندی کالم ہوتا ہے، متعدد اضلاع مثلاً کمباکونم، سالم، ترچناپلی، مدُرپورا، وغیرہ مین ہندی کے مدارس قائم ہوچکے ہین، تعلیم یافتہ گروہ کے ایک حصہ نے عہد کرلیا ہے کہ آیندہ بجز ضرورت خاص کے ہرموقع پر ہندی ہی کا استعمال کرینگے، متعدد مشاہیر مثلاً جسٹس سشاگری آیر، و جسٹس سداشیوآیر نے ہندی زبان سیکھ کر برابر اسی کو استعمال کرنا شروع کردیا ہے، ہرسال مدراس کے پرجوش وباہمت تعلیم یافتہ نوجوانون کی ایک جماعت صوبہ متحدہ سے ہندی زبان سیکھکر جاتی ہے، اور اسے کم از کم تین برس تک حسب معاہدہ اپنے صوبہ مین اسکی تعلیم دینا ہوتی ہے، غرض ہمارے ہندو قوم پرست احباب کے اس خواب کی تعبیر عنقریب پوری ہوا چاہتی ہے کہ کشمیر سے لیکر راس کماری تک ہندی زبان اور ہندی رسم الخط کا پرچم لہراتا ہوا نظر آئے،

کسی زبان یا رسم الخط کی ترقی ہرگز دوسرون کے لئے موجب رشک وحسد نہین ہوسکتی لیکن اسی ملک مین ایک زبان اُردو بھی ہے جسکے بعض خصوصیات لسانی ہندی سے مختلف ہین، اور جسکا رسم الخط تو اس سے بالکل ہی علٰحدہ ہے، اور جسکے متعلق اُسکے ہمدردون کا دعوی یہ تھا کہ وہ ملک کی عام ومشترک زبان ہے، سُنتے ہین کہ اس زبان کی حمایت، تحفظ وترقی کیلئے ملک

مین متعدد انجمنین قائم ہین، اوران مین سب سے زیادہ مشہور نام انجمن ترقی اُردو کا ہے، جسکی سالانہ رپورٹین بھی کبھی کبھی دیکھنے مین آجاتی ہین، دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا اس انجمن نے اردو کی توسیع وترویج کا کچھ بھی فرض ادا کیا! اُردو کی تعلیم کے لئے اُس نے کوئی ایک درسگاہ بھی کھولی؟ کسی ایک غیر اُردو دان نے بھی اسکی کوششون سے متاثر ہوکر اردو سیکھی؟ اُردو کی ترویج واشاعت کے لئے اس نے ایک بھی مشنری تیار کیا؟ انجمن کے موجودہ سکریٹری اپنی ذات سے اردو کیلئے بے شبہہ ایک حقیقی خدمتگزار ہین، لیکن یہ سوالات انکی شخصیت سے متعلق نہین بلکہ انجمن سے ہین ـ

شب تار مین ہلکی سی روشنی بھی ایک نعمت معلوم ہوتی ہے، مسلمانون کے عام قحط الرجال مین اگر ایک آدھ مثال بھی کمال فن کی نکل آتی ہے تو دفعتہً پژمردہ چہرے چمک اُٹھتے ہین، ڈاکٹر ایس، اے، خان سے تعارف، فروری کے معارف مین ہوچکا ہے، حال مین یہ دریافت کرکے ہمین مزید مسرت ہوئی کہ اُن کا تقرر مدراس یونیورسٹی مین معاشیات ہند کے اسسٹنٹ رلیسرچ پروفیسر کی حیثیت سے معقول مشاہرہ پر ہوا ہے، اس یونیورسٹی مین اس فن کے پروفیسر معاشیات کے نامور عالم ڈاکٹر گلبرٹ سلیٹر ہین،

ڈاکٹر شفاعت احمد خان کا سن ابھی تیس سال سے کم ہے، اور اتبک انکے جوکچھ حالات ٹائمز کے تعلیمی ضمیمہ مین شایع ہوئے ہین وہ کافی امید افزا ہین، بہ صدق دل دعا ہے کہ مستقبل ان توقعات کو پورا کرے، اوران کا وجود ملک، قوم، بلکہ ساری دنیا کے لئے مفید ثابت ہو ـ

مقالات

ماہیتِ علم

(۱۵)

حصول اشیاء بانفسہا وحصول اشیاء باشباہہا

بیانات سابقہ کا تعلق کیفیت حس کے دو ابتدائی مدارج سے تھا تیسرا جز رجو اصل احساس ہے یعنی ایک مادی ارتعاش کا کیفیت نفسی مین تبدیل ہوتا اسکے متعلق یہ بتایا جاچکا ہے کہ علم النفس اس واقعہ کی توجیہ نہین کرسکتا علم النفس اس واقعہ کو بطور اصول موضوعہ کے تسلیم کرلیتا ہے لیکن علم النفس کے نقطۂ نظر سے چونکہ عالم کائنات مرکب ہے، دو اجزا عالم ذہنی اور عالم خارج یا مدرِک اور مدرَک سے ذہن و مدرِک کا کام علم و ادراک و ارادہ ہے اور جن چیزون پر یہ اعمال علم و ادراک وارد ہوتے ہین اونکا مجموعی نام خارج یا مدرَک ہے اس بنا پر فلاسفہ کا وہ گروہ جو عالم خارج اور عالم ذہن یعنی نفس و مادہ سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ انکی حقیقتین جدا جدا ہین نیز یہ کہ نفس و مادہ یا عالم خارج اور عالم ذہن کے مابین عملی تلازم بالفاظ دیگر تاثیر و تاثر کا عمل کسطرح اور کیون وقوع پذیر ہوتا ہے اس نے حقیقت علم کو واضح کرتے ہوئے اس بات سے بھی بحث کی ہے کہ حس کے تیسرے جز یعنی تغیر عصبی کا دماغ مین جاکر حس مین تبدیل ہوتا اسکے معنی چونکہ یہ ہین کہ نفس شئ خارجی کا مدرِک ہوگیا اسلئے دیکھنا یہ ہے کہ جسوقت کوئی مادی ارتعاش دماغ مین جاکر ایک کیفیت حسّی مین تبدیل ہوتا ہے تو اوس وقت اس ذریعہ سے نفس کو کس چیز کا ادراک ہوتا ہے اوس تغیر ذہنی یا حس کا جو ذہن مین تغیر عصبی کی منقلب شدہ صورت ہے یا خود اشیاء موجودہ فی الخارج کا،

اس سوال کو مثال مین یون سمجھو کہ مثلاً جب ہم انگلی آگ مین ڈالتے ہین ہم کو گرمی اور جلن محسوس ہوتی ہے، یا مثلاً جب ہماری آنکھ کے سامنے کوئی شئے آتی ہے ایتھر کے تموجات سے ہماری آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور اس شئی کی صورت ہماری آنکھ مین چھپ جاتی ہے، یا مثلاً جب ہم گرج کی آواز سنتے ہین تو ایک خارجی تغیر کے وقوع پذیر ہونے کے سبب ہمارا عصب السمعی متاثر ہوکر اس آواز کا ادراک کرلیتا ہے یہ سب احساس بسیط کی صورتین ہین ان تمام مثالون پر غور کرنے سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حس بسیط محض ایک تغیر کا نام ہے، جو ہماری اندرونی دنیا مین واقع ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ اندرونی تغیر خارجی تغیر کا عکس ہے یا یہ کہ یہ تغیرات خود ہماری اندرونی دنیا کے ذاتی تغیرات اور ہمارے نفس کی مختلف صورتین ہین،

اس سوال کا جو جواب دیمقراطیس سے لیکر ارسطو تک تمام قدما فلاسفہ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ حس کی صورت مین جو تغیر ہمارے نفس کے اندر واقع ہوتا ہے وہ اس تغیر کا عکس ہوتا ہے، جو خارج مین واقع ہوا ہے گویا کہ نفس ایک آئینہ ہے جسمین تمام خارجی صورتین ہمکو منعکس ہوکر نظر آتی ہین یہ فلاسفہ کا عام خیال تھا جو ارسطو کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے، قدما، فلاسفہ عموماً اس بات کے قائل تھے کہ اعصاب حس کے ذریعہ سے مدرک مین اشیار کی صورتین چھپ جاتی ہین اور ہمکو انہی ذہنی تصاویر کا علم ہوتا ہے جو خارجی اشیار کے مطابق ہوتی ہین، لیکن سب سے پہلے اس خیال کی غلطی جن لوگون نے ظاہر کی وہ نیو اکاڈمی اور فرقۂ اسٹوائک کے فلاسفہ تھے نیو اکاڈمی کے فلاسفہ کا خیال ہے کہ حس کی صورت مین مدرک کو نہ اشیاء موجودہ فی الخارج کا علم ہوتا ہے اور نہ انکی کوئی ذہنی تصویر ذہن مین چھپتی ہے اور ارسطو نے علم کے متعلق اپنا جو خیال

انطباع صور کا ظاہر کیا ہے، وہ ایک دھوکہ پر مبنی ہے، ارسطو گویا نفس کو ایک شیشہ یا مہر کے مانند سمجھ رہا ہے حالانکہ نفس کوئی ایسا ظرف نہین جسمین تصویر اترتی ہو یا حروف کندہ ہوتے ہون، ارسطو کو اصل مین شبہہ اس بات سے ہوا کہ چونکہ اس نے دیکھا کہ آنکھ سے جو چیزین ادراک کی جاتی ہین اُنکی تصویر مشبکہ پر اترتی ہے اسلئے ارسطو نے خیال کیا کہ انطباع صورت خود علم ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مشبکہ پر جو تصویر اترتی ہے وہ اور چیز ہے اور اس سے جو احساس ہمارے نفس مین پیدا ہوتا ہے، وہ اور چیز ہے، یہ تصویر خود احساس نہین بلکہ ذریعۂ احساس ہے،

یہ فلاسفہ کہتے ہین کہ فرض کرو ہمین آگ کا علم ہوا آگ مین چند چیزین ہین اُسکا رنگ ہے جو دیکھنے سے نظر آتا ہے اسکی گرمی ہے جو چھونے سے معلوم ہوتی ہے اور اسیطرح اسکے دوسرے اوصاف وحالات کا علم ہمین دوسرے حواس سے ہوتا ہے، اب فرض کرو کہ ہم نے آگ کو چھوا ہمین گرمی اور جلن محسوس ہوئی ہمنے آگ کو دیکھا اور مشبکہ پر اسکی تصویر اتر آئی، لیکن ہم پوچھتے ہین کہ آگ کو چھونے سے گرمی اور جلن جو ہمکو محسوس ہوئی ہے کیا وہ آگ سے مشابہ ہے، یا اسی طرح ہمنے قوت باصرہ سے اسکے رنگ کا علم جو حاصل کیا ہے، تو کیا رنگ کا احساس اس آگ کی حقیقت پر کچھ روشنی ڈالتا ہے، اس جلن کو جو چھونے سے محسوس ہوئی آگ کی گرمی یا خود آگ سے کیا مناسبت ؟ اسیطرح رنگ کے احساس کو یا خود آگ سے کیا نسبت ؟ ہان البتہ اس احساس سے یہ بات ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ آگ مین فلان رنگ ہے، یا آگ مین گرمی ہے، لیکن اس جملہ کے کیا معنی ہین ؟ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمکو آگ کا تجربہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جب آگ ہمارے حس کے سامنے آتی یا اُس سے مماس ہوتی ہے تو محض اس

تعلق کی بنا پر ہمارے ذہن مین مختلف تغیرات پیدا ہوتے ہین، جو مدارج، کیفیت، اورکمیت
مین مختلف ہوتے ہین، اور اسی اختلاف نوعیت وکمیت کی بنا پر ہم ان مین سے ایک احساس
کو رنگ کے احساس دوسرے کو درد اور تیسرے کو گرمی کے احساس سے تعبیر کرتے ہین اور
اور جب ہم یہ کہتے ہین کہ آگ مین گرمی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب آگ ہمارے
کسی عضو سے مماس ہوتی ہے تو ہم مین ایک حسی تغیر پیدا ہوتا ہے، جسکو ہم حس حرارت
سے تعبیر کرتے ہین، یا مثلاً جب ہم کہتے ہین آگ مین رنگ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہی
کہ آگ جب ہمارے حاسۂ بصر کے سامنے آئیگی تو ایتھر کے خاص تموجات کی بنا پر ہمارے
نفس مین ایک خاص تغیر واقع ہوگا، جسکو ہم احساس لون سے تعبیر کرتے ہین غرض مطلب
یہ ہے کہ حس کی صورت مین جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خارج کے بعض تغیرات کی بنا پر
ہمارے ذہن مین خاص تغیرات پیدا ہوتے ہین، جنکو خود اشیاء خارجی سے کوئی نسبت
نہین ہوتی ہے یہ اشیاء خارجی مادی ہین اور اُنسے جو تغیرات نفس مین پیدا ہوتے ہین
وہ کوائف نفسانی ہوتے ہین اور ظاہر ہے کہ کوائف نفسانی کو خود اشیاء خارجی کی شبیہ
ومثال کہانتک کہا جا سکتا ہے[۱]،

پس ان لوگون کے نزدیک مادہ کے جتنے اوصاف ہین، یعنی رنگ، امتداد، صلابت
وغیرہ، یہ سب ہمارے نفس کے اندرونی تغیرات کے مختلف اسماء ہین، اور یہ تغیرات

---

[۱] اس متمیز کیفیت کو اتباع ارسطو صورۃ علمیہ کہتے ہین اور ذہن مین اسکو موجود مانتے ہین، صورت علمیہ کا یہ وجود محض ذہنی تجرید ہی آثار ذہنیہ ہی خود کیفیات علمیہ ہین اور یہ آثار ذہن کے اندر اسیطرح موجود ہوتے ہین جسطرح کام ودہان مین مزہ معلوم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص یہ کہنے کا مجاز ہو کہ کام وزبان کے اندر مزہ موجود ہے تو ہم بھی یہ کہنے کو تیار ہین کہ ذہن کے اندر صورۃ علمیہ موجود ہے ۱۲،

ہمارے نفس مین اُسوقت وقوع پذیر ہوتے ہین، جب اشیاء موجودہ فی الخارج کو ہمارے حواس سے تعلق مقارنت یا تعلق علیت و معلولیت پیدا ہوتا ہے، موجودہ زمانہ مین نیو اکاڈمی کے فلاسفہ کی یہ رائے نہایت پسندیدہ خیال کی گئی ہے، برکلے اور ہیوم کے فلسفے اسی خیال کی تشریحات ہین، یہانتک کہ اب فلاسفہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم خارجی اشیاء کی حقیقتونکو نہین معلوم کرسکتے اور ہمین بعض اپنے احساسات بالفاظ دیگران ذہنی تغیرات کا علم ہوسکتا ہے جو ہمارے نفس اور خارجی اشیاء کے مابین کوئی تعلق پیدا ہونے پر ہمارے نفس مین پیدا ہوتے ہین

علم حس کے متعلق مذکورہ بالا خیال نے تحقیق کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے، اور اس تحقیق نے ارسطو کے نظریۂ علم باشباحہا کی تغلیط کر دی ہے لیکن اس بحث کے متعلق فیصلہ کرنا ہمارا فرض نہین البتہ ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے حسب ذیل چند نتائج اخذ ہوتے ہین جو علم کی تھیوری مین نہایت اہم ہین،

(۱) حواس کے ذریعہ ہمین جو علم ہوتا ہے وہ اسطرح نہین ہوتا کہ ذہن یا عقل مین کوئی صورت آتی یا منقش ہوتی ہو جو ارسطو کا مذہب ہے بلکہ حواس کے ذریعہ سے ہمین محض اُن اثرات اور تغیرات کا علم ہوتا ہے، جو حواس اور شئے خارجی کے مخصوص تعلقات کی بناء پر نفس مین پیدا ہوتے ہین،

(۲) جب یہ کہا جاتا ہے کہ حواس ذرائع علم ہین تو اس کا مطلب یہ نہین ہوتا کہ وہ شئے خارجی کی صورتون اور اشباح کو لیجا کر نفس کے سامنے پیش کر رہے ہین بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک شئے خارجی اور ہمارے حواس کے مابین مخصوص تعلقات نہ پیدا ہونگے، اسوقت تک ہمارے نفس کو شئے خارجی کا حس،

یا علم نہ ہوگا

کیفیت حس کی تفریعات(۶) علم حسی کے متعلق جو کچھ اوپر مذکور ہوا اس سے علم حسی کے مدارج سہ گانہ کی کافی تشریح ہوگئی، لیکن علم حسی کی تشریح بالا سے چند اصول متفرع ہوتے ہین، جو نہایت اہم ہین، اسلئے اب ہم یہان سے ان تفریعات کا بیان شروع کرتے ہین، لیکن علم حسی کا تعلق چونکہ حالات بیرونی اور کوائف اندرونی دونون سے ہی اسلئے اس کیفیت کی تشریح بالا سے جو اصول متفرع ہوتے ہین وہ بھی دو قسم کے ہوگئے ہین، بعض کا تعلق مہیجات بیرونی اور اعصاب کی نوعیت، کمیت، کیفیت کے ساتھ ہے، مثلاً حیات انسانی کی تحدید کی بحث، یا مثلاً مہیجات بیرونی کی تہیج کے لئے ایک خاص تعداد اور ایک خاص قوت کی شرط اور اسکی تحدید، یا مثلاً حس اور مہیج کی قوت کے تناسب کی بحث، یا مثلاً یہ بحث کہ ایک ہی مہیج سے متمایز حسیات کس اصول پر پیدا ہوتے ہین، یہ تمام مباحث علم حسی کی واقعی تشریح سے واقفیت تامہ حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہین، اور ان تمام فطری واقعات کے لئے علمی اصول بھی منضبط ہین، لیکن ان مباحث کا تعلق زیادہ تر نظام اعصاب کی کامل تشریح اور وظائف الاعضاء کی بحث سے ہے اسلئے ہم ان مباحث سے اپنے مضمون کو طول دینا نہین چاہتے، ہمنے پہلے ہی اپنے مباحث کو صرف اُن نفسانی اصول کے بیان مین محدود کرلیا ہے جن سے مدارج علم کی حقیقت کی تشریح مین مدد ملتی ہے، ہم اس مضمون مین مجملاً صرف مدارج علم اور علم بسیط کی حقیقت سے بحث کرنا چاہتے ہین، حتی کہ علوم مرکبہ اور تجربہ و استدلال سے بھی قطع نظر کرینگے، اس بنا پر ہمنے کیفیت حس کے اصول کے انتخاب

سلہ نیز تقریر بالا کی ایک تفریع اور مستنبط ہوتی ہے وہ یہ کہ علم حصول یا دخول ذہنی کا نام نہین ہی بلکہ عالم و معلوم کے باہمی تعلق و مقارنت کا نام ہے، احساسات مین تعلق خارجی ہوتا ہے اور تصورات ذہنی مین تعلق ذہنی ۱۲

ہین جو معیار مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ذیل ہین صرف اُن چند نفسانی اصول سے بحث کرنا چاہتے ہین جو لازمی طور پر ہمارے مذکورۂ بالا بیانات اور کیفیت حس کی تشریح بالا سے متفرع ہوتے ہین، اور جن سے کیفیت حس کی تشریح مین کچھ اعانت ہوتی ہے

علم حسی کا پہلا نفسانی اصول[۱۷] (۱) پس ہمارے مذکورۂ بالا معیار کے مطابق کیفیت حسی کی تشریح بالا سے جو پہلا نفسانی اصول متفرع ہوتا ہے وہ یہ ہے، کہ ہیج کی مدت قیام اور حس کی مدت قیام ایک ہوتی ہے، جتنی دیر تک ہمارے حواس کے سامنے ہیج قایم رہتا ہے اتنے ہی عرصہ تک نفس مین کیفیت حسی کا بھی قیام رہتا ہے، اور جون ہی ہیج حواس کے سامنے سے ہٹا یہ کیفیت بھی نفس سے مٹجاتی ہے اب بعد کو ذہن مین جو کچھ باقی رہجاتا ہے وہ اس حس کی یادداشت ہوتی ہے ورنہ خود حس کی کیفیت اپنے ہیج کے ساتھ ہی ختم ہوجاتی ہے ہم سنتے اسوقت تک ہین جب تک ہوا مین تموجات قایم ہین، سونگھتے اسوقت تک ہین جب تک کسی شئے کے ذرات مادی ہوا کے ذریعہ سے یا خود ہماری قوت شامہ سے مماس ہوکر اسکو متاثر کرتے ہین، ہم دیکھتے اسوقت تک ہین جب تک کوئی مرئی رنگین شئے ایک خاص فاصلہ اور ایک خاص جہت کے ساتھ ہماری قوت باصرہ کو متاثر کرتی ہے،

اسی طرح ہم چکھتے اسوقت تک ہین جب تک کسی بامزہ چیز کے ذرات مادی چباتے وقت لعاب دہن مین مخلوط ہوکر اپنے اثر کو کام و زبان تک پہنچاتے اور کام و زبان کو اپنے اثر سے اثر پذیر کرتے رہتے ہین، اسی طرح ہم کسی شئے کو چھوتے اسوقت تک ہین جب تک کوئی شئے ہمارے اعصاب لامسہ کو جو تمام بدن مین دوڑے ہوئے ہین، اپنے وجود سے خبردار کرتی اور اپنے اثر سے متاثر کرتی رہتی ہے، لیکن ہمارے حواس کے

سامنے سے ان محسوسات کے ہٹتے ہی فوراً ان حسیات کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے البتہ ان حسیات کا کچھ مٹا مٹا سا اثر ذہن مین باقی رہجاتا ہے، یہ ایک نفسانی اصول ہے جو علم کی تھیوری مین نہایت اہم ہے،

علم حسی کا دوسرا نفسانی اصول (۱۸) (۲) کیفیت حس کا دوسرا نفسانی اصول یہ ہے کہ چونکہ حس ایک بسیط نفسانی کیفیت ہے اسلئے حس کی صورت مین نفس ذہن کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ یقینی اور بدیہی ہوتا ہے اور اس مین شک وشبہہ کی گنجایش نہین ہوتی ہے عرف عام مین جس چیز کو التباس حواس کہاجاتا ہے وہ اصل مین حاسہ کی غلطی نہین ہوتی، بلکہ وہ اصل مین حس کی غلط تعبیری ہے، مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس زبان مین ایسے الفاظ نہین جنکے ذریعہ سے ہم ٹھیک ٹھیک اپنے اندرونی حسیات کا اظہار دوسرن سے کرسکین، زبان کی کمزوری اور خیال کی وسعت آخر کار ہمارے حس کو سادہ نہین رہنے دیتی، اور حس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہماری اپنی سمجھ اور ہماری اپنی تعبیر کا میل ضرور ہوجاتا ہے، حس اور حواس کی غلطیون اور انکے اسباب سے ہم آگے چلکر بالتفصیل بحث کرینگے لیکن یہان صرف اتنا خیال مین رکھنا چاہئے کہ احساسات بسیطہ کے نتائج ہمیشہ صحیح اور بدیہی ہوتے ہین صحت سے مراد یہ ہے کہ انمین غلطی کا احتمال نہین ہوتا اور انکے بابت شک وشبہہ کی بھی گنجایش نہین ہوتی اور بداہت کا مطلب یہ ہے کہ انسے جو معلومات حاصل ہوتے ہین اُنکا حصول بلا واسطہ ہوتا ہے اور جس شئے کے وجود سے ہمارا حاسہ خبر دیتا ہے، اسکے وجود پر عقلی دلائل قایم کرنے کی حاجت نہین ہوتی، احساسات بسیطہ کے یہی دو اوصاف ہین، جنکی بنا پر انسان کے تمام علوم مین ان بسیط احساسات کو خاص امتیاز حاصل ہے، اور دیگر علوم کے لئے یہ مبادی کا کام دیتے ہین اور اپنی صحت وبداہت کے لحاظ سے دیگر علوم پر شرف رکھتے ہین،

علم حسی کا تیسرا نفسانی اصول[19] (۳) ذرائع علم حواس ہین، انسان کے تمام علوم بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف حواس سے حاصل ہوتے ہین، اس کلیہ کی وضاحت ہمنے ایک دوسرے مضمون مین تفصیل کے ساتھ کی ہے، جسکو ہم یہان نقل کرتے ہین،

"ہمین جتنے علوم وادراکات حاصل ہوتے ہین انکی دو قسمین ہین، ایک وہ علوم جزئیہ جنھین ہم براہ راست حواس سے حاصل کرتے ہین، مثلاً قوت باصرہ سے ہم چیزونکو دیکھتے ہین قوت سامعہ سے سنتے ہین، قوت ذائقہ سے چکھتے ہین، اور قوت لامسہ سے چھوتے ہین، اور حاسہ کا فعل تمام ہوتے ہی بر مذہب مادیین اعصاب دماغی مین ایک تموج پیدا ہوتا ہے جسے ہم علم وادراک کہتے ہین،

دوسرے وہ علوم کلیہ جو خود تو براہ راست حواس سے حاصل نہین ہوتے لیکن اگر انکی تحلیل کیجائے تو انتہا حواس ہی پر ہوتی ہے،

مثلاً یہ ایک کلیہ ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے، ظاہر ہے کہ ہمنے یہ علم نہ تو قوت باصرہ سے حاصل کیا ہے، اور نہ قوت لامسہ سے، لیکن اگر غور سے دیکھو اور اسکے اجزاء کی تحلیل کرو تو تمہین معلوم ہوجائیگا کہ بغیر حواس کی مداخلت کے یہ علم نہین حاصل ہوسکتا تھا تمنے بار بار دیکھا ہے کہ سفید چیز کالی نہین ہوسکتی، گرم چیز ٹھنڈی نہین ہوسکتی، بلند اور پست نہین ہوتی، اور کڑوی چیز بیک وقت میٹھی نہین ہوسکتی، گو یہ بھی کلئے ہین لیکن ان سب کی تحلیل اگر کیجائے تو انتہا یہی ہوگی کہ ہمنے مختلف رنگون، مختلف مزون، اور اسیطرح تمام کیفیات کا جو حواس سے ادراک کیجاسکتی ہین حواس کے ذریعہ سے ادراک کیا اور متباین کیفیات کو یکجا جمع ہوتے نہین دیکھا، پس ہمنے حکم لگادیا کہ اجتماع ضدین نہین ہوسکتا

اس پوری تقریر سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ علوم کلیہ علوم جزئیہ پر موقوف ہوتے ہین، یعنی اگر

ہمین ایک قسم کے علوم جزئیہ نہون تو اُس قسم کے علوم کلیہ سے بھی ہمارا ذہن خالی رہے گا،

اوپر ہم بیان کر آئے ہین کہ تمام عقلاء کا اس بات مین اتفاق ہے کہ کوئی حاسہ دوسرے کا کام نہین انجام دے سکتا، پس اگر کوئی شخص اِن حاسون مین سے کسی حاسہ سے فطرتًا محروم ہو تو جو اشیا اسی حاسہ سے ادراک کی جاتی ہین، ان کا علم اُسکو نہ ہوگا، مثلًا مادرزاد اندھے کو ان باتون کا علم نہین ہو سکتا جو قوت بصر سے ادراک کی جاتی ہین، اسی طرح بہرہ آوازون کا حال نہین جان سکتا، کیونکہ یہ کام قوت سامعہ کا ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی عائق کیوجہ سے یہ قوتین اپنا کام نہین کرتین، اگر تم آفتاب کیطرف دیر تک دیکھتے رہو تو تمہاری آنکھ چوندھیا جاوے گی، اور کچھ دیر تک تمہین اندھیرا معلوم ہوگا اور جو چیز تمہاری آنکھ کے سامنے ہوگی وہ دھندلی دکھائی دے گی یا بعض اوقات سخت نزلہ کیوجہ سے سونگھنے کی قوت اپنا کام نہین کرتی بس جو لوگ ان حاسون مین سے کسی حاسہ سے محروم ہوتے ہین وہ ان تمام چیزون کے ادراک سے بھی محروم ہوتے ہین جو اس حاسہ سے ادراک کیجاتی ہین اور اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُنکو اس قسم کے علوم کلیہ بھی حاصل نہین ہوتے اور جو تمام حواس سے محروم ہوتا ہے، وہ دنیا کا کوئی علم نہین حاصل کر سکتا،

ہم یہان بغرض اختصار صرف تین نفسانی اصول پر اکتفا کرتے ہین اگرچہ حس کے متعلق اور بھی چند نفسانی اصول ہین، لیکن ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے انکو اتنا گہرا تعلق نہین ہے، تفریعات حس کے بیان سے فراغت پاکر اب ہم اس سوال پر آتے ہین کہ حس غلطی کیونکر کرتا ہے، اور حس کی غلطیون کے کیا اسباب ہوتے ہین،

حس کی غلطیان اور انکے اسباب (۲۰) ہم اوپر حس کے متعلق یہ ایک نفسانی اصول بیان کر چکے ہین کہ

احساسات سا ذج یقینی اور بدیہی ہوتے ہین انمین شک وشبہہ کی گنجایش نہین ہوتی ہے
لیکن ہمارے نفسی حالات اسطرح پیچیدہ واقع ہوئے ہین، کہ اگر ہم ہوشیاری کے ساتھ
تمام کیفیات نفسیہ کی تحلیل کرکے ان مین باہم تفریق کرین، تو ہمارے علوم مین غلطی واقع
ہوجائے، احساسات مین اس قسم کے اختلاط اور اس قسم کی پیچیدگی کی ایک وہ مثال
ہے، جسے عرف عام مین التباس حواس کہتے ہین، قدماریونان مین فلاسفۂ منکرین نے
اپنے فلسفہ کی بنا اسی اصول پر رکھی تھی کہ ہمارے حواس ادراک اشیا مین غلطی کرتے
ہین، اسلئے ہمکو اپنے حواس پر اعتبار نہین، یہ فلاسفہ کہتے تھے کہ ہمارے حواس کو بعض وقت
چھوٹی چیز بڑی دکھائی دیتی ہے اور بعض وقت بڑی چیز چھوٹی دکھائی دیتی ہے اسیطرح
ان لوگون کے نزدیک التباس حواس کی ایک عام صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک بلند منارہ
کو سو گز کے فاصلہ سے تم دیکھو تو وہ تمہین مدور نظر آئے گا، لیکن اسی منارہ کو اگر ہم بیس
گز کے فاصلہ سے دیکھتے ہین تو وہ ہمکو مربع نظر آتا ہے حالانکہ وہ منارہ اصل مین نہ مربع
ہوتا ہے اور نہ مدور، تدویر اور تربیع کا علم جو ہمکو مختلف اوقات مین ہوا اسکی وجہ صرف
یہ ہے کہ ہمارے حاسہ نے ہمکو غلط اطلاع دی، اسی طرح یہ لوگ کہتے ہین کہ اگر تم سایہ
کو دیکھو تو تمہارا حاسہ تمکو یہ اطلاع دیتا ہے کہ سایہ ساکن ہے لیکن براہین ہندسیہ
سے قطع کرکے جو اسکے متحرک ہونے کی شہادت دیتے ہین اگر تم سایہ کو طویل مدت
تک نہایت غور سے دیکھتے رہو تو تمکو معلوم ہوگا کہ سایہ متحرک ہے اور اُسوقت
سے اسوقت تک سایہ نے اپنی جگہ سے حرکت کرکے اتنی مسافت طے کی ہے،
یہ بھی ایک قسم کا التباس حواس ہے اسی طرح وہ کہتے ہین کہ یہ واقعہ اکثر پیش آتا
ہے کہ ہمارا وہم ہماری نگاہ کے سامنے ایک فرضی تصویر بناکر پیش کر دیتا ہے خصوصاً

جب رنج وغم یا غیظ وغضب یا خوف کے جذبات ہم پر طاری ہوتے ہین تو اسوقت نظام دماغی مین ایک خاص اختلال کے پیدا ہو جانے کے باعث اکثر التباس حواس کی حالت بھی طاری ہو جایا کرتی ہے، فلاسفہ منکرین کو التباس حواس پر نہایت اصرار تھا اور انکے فلسفہ کی بنا بھی التباس حواس پر تھی اور چونکہ اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے ہین جو معمولی نظر مین التباس حواس سمجھے جا سکتے ہین، اسلئے فلاسفہ سے لیکر عوام تک مین یہ مشہور ہو گیا کہ حاسے ہمکو اکثر غلط اطلاع دیا کرتے ہین، یہانتک کہ اب فلسفہ کی نہایت معتبر کتابون مین بھی ہمکو یہ مسئلہ نظر آنے لگا، کہ ہمارے حواس کو اکثر دھوکہ ہو جایا کرتا ہے لیکن اگر تم ہمارے ان گذشتہ بیانات کو غور سے پڑھو جنکا تعلق کیفیت حس کی تشریح سے ہے تو تمکو نظر آئیگا کہ اصل حس مین غلطی واقع ہونے کی کوئی وجہ نہین، ہمنے بیان کیا تھا، کہ اجزاء حس تین ہین، (۱) کسی شئے کا حاسہ کے سامنے آنا یا اس سے مماس ہونا (۲) اعصاب مین ایک لرزش کا پیدا ہونا (۳) اس لرزش کا کیفیت نفسی مین تبدیل ہونا، یہ تین اجزاء حس ہین ان اجزاء مین سے کس جزء مین غلطی واقع ہو سکتی ہے پہلے جزء مین ظاہر ہے کہ غلطی کا احتمال نہین ہو سکتا اور گو اکثر یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ ہمارے نظام دماغی مین کسی خاص اختلال کے پیدا ہو جانے کے باعث بعض وقت ہمارا حاسہ ہماری نگاہ کے سامنے ایک فرضی غیر واقعی تصویر بنا کر پیش کرتا ہے اور ہم اس فرضی تصویر کی واقعیت پر ایمان لے آتے ہین لیکن خارج مین ان تصاویر کی کوئی حقیقت نہین ہوتی اور گو ہم یہ سمجھتے ہین کہ ہم ایک واقعی چیز کا ادراک کرتے ہین لیکن وہان درحقیقت خارج مین کسی شئے کا پتہ نہین ہوتا یہ صرف ہمارے خیال کی کرشمہ سازی ہوتی ہے جو ایک غیر واقعی چیز کو ایک واقعی صورت مین ہماری نگاہ کے سامنے پیش کرتا ہے، ان صورتون مین درحقیقت اصل حس تو کجا

حس کے پہلے ہی جزء کا وجود واقعی نہین ہوتا،

اسی طرح حس کا دوسرا جز (یعنی اعصاب مین ایک خاص لرزش کا پیدا ہونا) یہ بھی غلطی کے احتمال سے پاک ہے البتہ جب توازن دماغی مین اختلال پیدا ہوجاتا ہے تو اسوقت بیشک بلا مہیج خارجی کے ہیجان کے اسباب مین آپ سے آپ تموج پیدا ہوجاتا ہے مثلاً حالت جنون اور سرسام مین یا جن لوگون کی قوت تخیل قوی ہوتی ہے انکو اکثر اس قسم کے واقعہ پیش آتے ہین، لیکن تخیل کی اتنی قوت وشدت بھی ایک حیثیت سے اختلال دماغی کی ایک خاص شکل کا نام ہے، اسی طرح حس کے تیسرے جز مین بھی کسی غلطی کا احتمال نہین ہوسکتا بشرطیکہ یہ کیفیت نفسی دوسرے کوائف نفسانی سے ممتاز حالت مین رہے، چونکہ حس ایک بسیط کیفیت حسی کا نام ہے، جسکا وجود اپنی اصلی حالت مین بہت کم ہوتا ہے اور ہر علم حسی مین فطرو استنتاج کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور شامل ہوتا ہے، اسلئے اکثر کیفیت حس کو دوسرے کوائف نفسانی سے امتیاز کرنا بھی مشکل ہوتا ہے، پس بجز ان صورتون کے اصل کیفیت حسی اپنی ممتاز حالت مین غلطی سے بالکل پاک ہوتی ہے، حاصل یہ کہ گو یہ عام طور پر مشہور ہے کہ حواس اکثر غلطی کرتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ حواس کبھی غلطی نہین کرتے ہین، بعض محسوسات مین بے شبہہ غلطی ہوجاتی ہے لیکن وہ غلطی حاسون کی نہین ہوتی ہے بلکہ وہ غلطی تمہاری سمجھ اور تعبیر کی ہوتی ہے، حاسہ کے سامنے جو چیز ہوگی اس سے حس متاثر ہوگا، اور اس اثر کو نفس تک پہنچا دے گا اب اس نتیجے کے احساس کو دوسرے احساسات سے متمائز کرنا تمہارا فرض ہے اور یہ جو مثلاً کہا جاتا ہے کہ ایک منارہ سو گز کے فاصلہ سے مدور نظر آتا ہے لیکن بیس گز کے فاصلہ سے اسی منارہ کو اگر ہم دیکھتے ہین تو اب وہ مربع نظر آنے لگتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ منارہ خارج مین نہ مربع

تھا اور نہ مدور بلکہ یہ تدویر و تربیع محض التباس ہے جو اس کے نتائج ہین یہ خیال اس معنی کر کے تو بیشک صحیح ہے کہ تربیع و تدویر کے یہ احساسات جو ہمارے نفس مین پیدا ہوئے وہ ان تعلقات کا نتیجہ ہین جو ہمارے حاسہ کو ان اشیاء کے ساتھ مختلف اوقات مین پیدا ہوتے ہین لیکن اس سے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ درحقیقت وہ منارہ مربع تھا مگر حاسہ نے اسکا غلط ادراک کیا، حقیقت یہ ہے کہ دونون صورتون مین تمہارے حاسہ نے جو شہادت تمکو پہونچائی وہ صحیح تھی پہلی صورت مین تمکو تدویر کا جو احساس ہوا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ دوری کیوجہ سے تمہاری نظر پہلی اور منارہ تمہین ایک ایسی حالت مین نظر آیا جسکو تم نے تدویر سمجھ لیا، پھر جب دوری کم ہوئی اور تمہاری نظر مین وسعت پیدا ہوئی تو اب تمہین وہ پہلی حالت سے مختلف حالت مین نظر آیا اور تمنے اس شکل کو مربع سمجھ لیا[1]، اس سے معلوم ہوا کہ حاسہ کی شہادت بے لوث اور غلطی سے پاک تھی، لیکن تدویر و تربیع کے نتائج جو تمنے پیدا کئے تھے وہ غلط تھے اور تمہارا حاسہ ٹھیک ٹھیک اپنے اصول و قوانین کے مطابق عمل کر رہا تھا، غرض مطلب یہ ہے کہ اسکی غلطی کے متعلق جو عام خیال لوگون کے ذہنون مین راسخ ہوگیا ہے وہ بے معنی ہے البتہ تعبیر احساسات مین اور اسیطرح حس کے نفسانی عمل مین بے شک غلطیان ہوجاتی ہین، لیکن حس کا پہلا جز ہمیشہ غلطی سے پاک رہتا ہے، اور اگر کبھی اسمین غلطی بھی ہوجاتی ہے تو محض ایک فرضی واقعہ کی بناء پر یہ غلطیان جو غلط تعبیری یا کیفیت حسی کو دوسرے کو الگ سے ممتاز نکرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہین، انکے چند اسباب ہین جنکو ہم ذیل مین بالتفصیل بیان کرتے ہین

[1] اس سے مراد نفس قرب و بعد بالنفس فاصلہ کی رویت نہین ہے کیونکہ زمانۂ حال کی تحقیقات کے مطابق فاصلہ کا حس رویت سے نہین ہوتا ہے،

حس کی غلطی کا پہلا سبب (۱) ہم اوپر بتا چکے ہین کہ انسان کے معمولی حالات کے اندر حس کے اجزا مین کسی غلطی کا احتمال نہین ہو سکتا خصوصاً حس کے پہلے جز مین تو کبھی غلطی نہین ہوتی یعنی ایسا نہین ہوتا کہ ہمارا حاسہ ہمکو غلط اطلاع دیتا ہو البتہ اگر انسان کے نظام دماغی مین اختلال پیدا ہو جاتا ہے تو اسوقت دماغی ترتیب کے الٹ پلٹ ہو جانے کی وجہ سے التباس حواس کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہانتک کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دماغی نظام کی بے ترتیبی سے جو شئے حاسہ کے سامنے نہین ہے اسکی ایک فرضی تصویر حاسہ کی سامنے آتی ہے، پھر اس قسم کے واقعات کے لئے یہ بھی ضروری نہین ہے کہ دماغی نظام مین کوئی بے ترتیبی پیدا ہو بلکہ یہ حالت اکثر اسوقت بھی پیش آتی ہے، جب ہمارے اوپر درد و غم، خوف، اور یاس وہراس کے جذبات کی شدت ہوتی ہے، اور کبھی اس قسم کا واقعہ اُسوقت بھی پیش آجاتا ہے، جب ہم عالم محویت مین کسی چیز کا تصور کر رہے ہون، اسی طرح اکثر یہ ہوتا ہے کہ رات کے وقت سناٹے مین ہمکو ایک خیالی صورت نظر آتی ہے جو ہمارے خیال کی پیدا کردہ ہوتی ہے لیکن ہم جن بھوت سمجھکر اس تصویر سے ڈر جاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم نے بھوت دیکھا، حالانکہ ہم درحقیقت بھوت کو نہیں بلکہ ایک خیالی تصویر کو دیکھکر ڈر جاتے ہین، ان سب صورتون مین ہوتا یہی ہے کہ کسی خیال کی محویت، یا کسی خاص جذبہ کی شدت و قوت، یا کسی جسمانی یا دماغی بیماری کے باعث قوائے دماغی اور حواس کے توازن مین اختلال پیدا ہو جاتا ہے اور ہمارا حاسہ ایک فرضی تصویر اپنے سامنے پاتا ہے، جسکا درحقیقت وجود نہین ہوتا، بلکہ وہ تصویر خود دماغی اختلال کی بنا پر دماغ کی اندرونی اثرات کی ترتیب سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح اجزاء حس کے دوسرے اور تیسرے جزو مین بھی اکثر اختلال دماغی کے باعث اس قسم کی غلطیان پیدا ہو جاتی ہین، اور چونکہ حس کا دوسرا جزء اکثر حالتون مین پہلے جزو

کے تابع ہوتا ہے، اسلئے اکثر یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ حاسہ کے عمل مین اختلال نہ پیدا ہوتے ہی ماغ حس کے دونون آخری اجزا مین بھی اختلال پیدا ہوجاتا ہے، حاصل یہ کہ جس واقعہ کو عام زبان مین التباس حواس کہتے ہین اسکا ایک نفسانی سبب نظام دماغی مین کسی قسم کے اختلال کا پیدا ہوجانا ہے،

حس کی غلطی کا دوسرا سبب[۲۲] (۲) حس کی غلطی کا دوسرا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے احساس مین اور اس شئے مین جس نے یہ احساس پیدا کیا ہے فرق نہین کرتے، جو علوم احساس سے پیدا ہوسکتے ہین انکے متعلق ایک یہ بات ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ احساس جو کسی شئے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ چیز جو اس احساس کی پیدائش کی باعث ہے یہ دونون الگ الگ چیزین ہوتی ہین، مثلاً ہم سفید کپڑا دیکھتے ہین کپڑے کی سفیدی ہمارے ذہن مین سفید رنگ کا احساس پیدا کرتی ہے، لیکن سفیدی کا احساس اور سفیدی یہ دونون دو مختلف چیزین ہین، مشکل یہ ہے کہ زبان مین سفید شئے کی صفت کے لئے سپیدی اور خود سپید شئے کے لئے سپید کے الفاظ تو موجود ہین، لیکن خارج مین ہمارے حاسہ کے سامنے سفید رنگ کے آنے سے سپید رنگ کا احساس جو ہمارے ذہن مین پیدا ہوتا ہے اس کے لئے زبان مین کوئی لفظ موجود نہین یہانتک کہ اسی خلط ملط کے باعث ہم اکثر اپنے بعض مرکب احساسات کی صورت مین اپنے حس کو خود وہ شئے سمجھ لیتے ہین جسنے یہ احساس ہمارے ذہن مین پیدا کیا ہے، پھر مسموعات مین مبصرات سے زیادہ اس قسم کا خلط ملط واقع ہوتا ہے، مسموعات مین مثلاً آواز ہے زبان مین آواز کا لفظ آواز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور پھر ہر قسم کی آواز کے لئے جدا جدا الفاظ بھی ہین پست، دھیمی، کرخت، تیز، بلند، سریلی، نغمہ، راگ، خوش الحانی، غرض آوازون کے معمولی معمولی فرقون کے لئے زبان مین متعدد الفاظ پیدا ہوگئے ہین، چونکہ آوازون کے یہ مختلف

فرق حاسہ کو جلد محسوس ہوتے ہین اور حس کو انہین باہم نمایان فرق محسوس ہوتا ہے اس لئے
انہین سے ہر ایک کیلئے زبان مین جدا جدا الفاظ ہو گئے مگر وہ احساس خود چونکہ اس شئے
سے زیادہ ممتاز نہین ہوتا، جسنے یہ احساس ذہن مین پیدا کیا ہے، اس لئے اس احساس
کے ادا کرنے کے لئے زبان مین کوئی لفظ نہین پیدا ہوا اور یہی خلط ملط ہے، جسکی وجہ
سے ہم برابر اپنی بول چال مین کہتے ہین کہ ہمنے مثلاً سفید کپڑا دیکھا یا ہمنے ایک آواز سنی
حالانکہ ہمارے ذہن مین جو سفید کپڑے کا احساس پیدا ہوا ہے یہ اور وہ سفید کپڑا جو خارج
مین ہے بالکل الگ چیز ہین، دراصل ہوتا یہ ہے کہ سفید کپڑا ہمارے ذہن مین ایک
احساس پیدا کرتا ہے جسکو ہم سفیدی کا احساس کہتے ہین، اس قسم کی غلطی ہمسے برابر
بول چال مین صادر ہوتی ہے یہانتک کہ یہ غلطی اسقدر عام ہو گئی ہے کہ اسکا صدور
فلاسفہ سے بھی ہونے لگا ہے، چنانچہ ارسطو اور دیگر فلاسفہ یورپ اس بات کے
قائل ہو گئے کہ حس کے ذریعہ سے جو صورت ہمارے ذہن مین آتی ہے وہ اشیاء
خارجی کے مماثل ہوتی ہے، اس غلطی کی بناء یہ ہے کہ فلاسفہ اپنے احساسات اور ان
چیزون کے باہمی فرق کا لحاظ نہین کرتے جو احساسات کی پیدائش کے باعث ہوتے ہین
پس اگر ہم اپنے اندرونی احساسات اور اس شئے کے باہمی فرق صاف صاف ادراک
کر کے اس فرق کو ملحوظ رکھین تو ہم بہت سی غلطیون سے محفوظ رکھ سکتے ہین،

حس کی غلطی کا تیسرا سبب (۳) لیکن ان غلطیون کے علاوہ حس کی غلطی کا تیسرا سبب یہ ہوتا ہے
کہ اکثر حالتون مین احساس اور استنتاج دونون باہم مخلوط ہوتے ہین اور استنتاج
کی غلطی سے ہمارا احساس بھی غلط ہو جاتا ہے ہمارے احساسات مین یہ بڑی خرابی ہے
کہ کبھی استنتاج سے الگ ہو کر کسی نتیجہ پر نہین پہونچتے یہانتک کہ ان دو کیفیات

نفسانی کا اختلاط اتنا بڑھا ہوا ہے کہ ہمارے احساسات مین تو حصّے استنتاج اور ایک حصہ احساس محض ہوتا ہے،

اس اختلاط کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ ہمارے سامنے ایک سفید میز رکھا ہے ہم اسکو دیکھکر کہتے ہین کہ ہمنے سفید میز دیکھا بلاشبہہ ہمنے ایک مخصوص جسم اپنے سامنے دیکھا ہی اور ایک خاص رنگ کا بھی احساس کیا ہے اور ان دونون چیزدن سے ہمارے ذہن مین دو احساس پیدا ہوئے ہین لیکن اب باقی رہی یہ بات کہ یہ جسم میز ہے اور یہ رنگ سفید رنگ ہے یہ بات اس احساس سے نہین معلوم ہوئی احساس سے صرف امتداد مخصوص اور لون مخصوص کا علم ہوا ہے، لیکن چونکہ بار بار تجربون سے ہمکو اس بات کا علم ہوگیا ہے کہ اس جسم کو میز اور اس رنگ کو سفید رنگ کہتے ہین، اس بنا پر ہمارے ذہن مین یہ خیال پیدا ہوتا ہے، کہ ہمنے ایک سفید چیز دیکھی، اسی طرح ہم مثلاً ایک آواز دیوار کے پیچھے سے سنتے ہین اور فوراً ہماری زبان سے نکلتا ہے کہ زید پکار رہا ہے، اور درصل جو کچھہ ہمنے سنا وہ ایک آواز تھی لیکن یہ جو ہم کہتے ہین کہ یہ آواز زید کی ہے تو یہ محض اپنے سابقہ تجارب کی بناء پر کہتے ہین، یا مثلاً ہم ایک پھول سونگھتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمنے گلاب کا پھول سونگھا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہمنے گلاب کا پھول نہین سونگھا اور نہ یہ خوشبو گلاب کی خوشبو کی ہے، ہمنے سونگھنے سے جس بات کا احساس کیا وہ ایک مخصوص قسم کی خوشبو تھی لیکن یہ بات کہ یہ خوشبو گلاب کی تھی یا بیلہ کی یہ تجربہ پر منحصر ہے اگرچہ واقعہ یہی ہے کہ وہ گلاب کا پھول اور وہ خوشبو بھی گلاب کی تھی لیکن سونگھنے سے صرف خوشبو کا احساس ہوسکتا ہے خوشبوؤنکی تمیز نہین ہوسکتی اور ہم یہ تمیز جو کرتے ہین تو محض اپنے تجربہ کی بناء پر۔

حس کی غلطی کا چوتھا سبب

حس کی غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزون کے متعلق کافی

علم حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہی کہ تمام حواس کی شہادتون کو جمع کیا جاے لیکن باوجود اسکے ہم ایسے موقع پر محض دو ایک حاسون کی شہادت کو فراہم کرکے اپنے حس پر یقین کر لیتے ہین اور اگر ہمارا یہ علم واقعہ کے خلاف نکلتا ہے، توہمکو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے حاسہ نے غلطی کی حالانکہ ان صورتون مین ہمارا حاسہ غلطی نہین کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ قدرت کی جانب سے ہر حاسہ کا ایک ایک فرض متعین کر دیا گیا ہے، اس بنا پر یہ ناممکن ہے کہ صرف دو ایک حاسونکی شہادت کسی شئے کے متعلق پورا علم حاصل کرنے مین کفایت کرے، اس قسم کی غلطیون کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ مثلاً تمہارے سامنے کوئی میوہ رکھا ہے فرض کرو کہ وہ ناسپاتی ہے ظاہر ہے کہ ناسپاتی مین چند مختلف اشیار ہین جنکا تعلق ایک ایک حاسہ کے ساتھ الگ الگ ہے ناسپاتی کے رنگ استداد مخصوص اور شکل مخصوص کا علم حاسۂ بصارت سے ہوتا ہے اسکے مزہ کا علم چکھنے سے اسکے وزن کا حال چھونے سے دریافت ہوتا ہے، اور جب ان تمام حاسون کی شہادت کو ہم متفق پاتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ ناسپاتی کا پہل ہے، لیکن بخلاف اسکے فرض کرو کہ تمنے اس پہل کو جو تمہارے سامنے رکھا ہے ایک نظر دیکھا اور چھوا اور معاً یہ کہدیا کہ یہ سیب کا پہل ہے ظاہر ہے کہ اس صورت مین تمہارا یہ حکم واقعہ کے یقیناً خلاف ہوگا کیونکہ تمنے حاسون کی شہادتونکو فراہم کرینگے کے بعد یہ رائے نہین قائم کی اور اگر تم عام حاسون کی شہادتون کو فراہم کرکے یہ رائے قائم کرتے تو کبھی تمکو یہ دہوکہ نہ ہوتا۔

احساسات مرکبہ (۷۵) لیکن حس کی اس قسم کی غلطیون کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ دریافت کرلین کہ مختلف حواس کی شہادتون کو کسطرح جمع کیا جاتا ہے اور ان شہادتونکے فراہم کرنے کی ضرورت کن احساسات مین ہوتی ہے۔

اوپر یہ نہین یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ہمارے حاسہ کے سامنے جو شئے آتی ہے وہ ہمارے ذہن کے

اندر ایک خاص تغیر پیدا کر دیتی ہے اسی تغیر کو احساس کہتے ہین، نیز یہ کہ جسطرح نفس کو اپنے وجود کا علم ہوتا ہے اسی طرح جو تغیرات ذہنی دنیا مین پیدا ہوتے ہین انکا علم بھی نفس کو ہوجاتا ہے، لیکن پے در پے احساسات جو نفس مین پیدا ہوتے ہین انکی حالت متواتر اور تعاقب کے اعتبار سے شعلہ جوالہ اور ترکیب و تحلیل کے اعتبار سے جواہر کیمیاوی کی ایسی ہوتی ہے ایک شعلہ کو اگر تم جلدی جلدی گھماؤ تو چونکہ شعلہ تمہاری نظر کے سامنے سے بار بار گذرتا ہے اسلئے تم اسکو دائرہ سمجھتے ہو، حالانکہ وہ دائرہ نہین ہوتا بلکہ ایک چنگاری یا ایک شعلہ ہوتا ہے اسی طرح اگر تم چند جواہر کیمیاوی کو باہم ممزوج کردو تو اُنسے ترکیب پاکر ایک نیا جوہر پیدا ہوجائے گا بعینہ یہی حالت ان مختلف اور پے درپے گذرنے والے احساسات کی ہوتی ہے کہ متواتر وقوع پذیر ہونے کے بعد نفس مین یہ سب مجتمع ہوجاتے ہین، لیکن ان متواتر احساسات کا وقوع نفس مین دو طرح پر ہوتا ہے اگر نفس مین ان احساسات کا وقوع اس طرح پر ہوا ہے کہ نفس مین ان مختلف احساسات کے اجتماع سے ایک نئے احساس کی تشکیل ہوگئی ہے تو ان سبکے مجموعہ سے نفس کو اس شے کا علم ہوتا ہے جو اس کے سامنے ہے، اور اگر بجائے اسکے نفس مین برابر مختلف احساسات کی پیدائش کا سلسلہ دیر تک جاری ہے تو اس تسلسل کی بنا پر ان احساسات کے اجتماع سے نفس مین ایک واقعہ کا خیال پیدا ہوتا ہے غرض دو نفسی واقعات ہین جو احساس مین ترکیب پیدا کرتے ہین۔

ان واقعات نفس کی حقیقت کو مثال مین یون سمجھو کہ مثلاً، تمہارے سامنے نارنج رکھا ہوا ہے نارنج مین مختلف چیزین ہین اسکا رنگ ہے جو دیکھنے سے نظر آتا ہے اسکا مزہ ہے جسکا علم چکھنے سے ہوتا ہے اسکی خوشبو ہے جسکا ادراک سونگھنے سے ہوتا ہے اسکے وزن کا چھونے سے غرض یہ مختلف چیزین ہین جنکا احساس ایک ایک حاسہ سے الگ الگ

وقت مین ہوتا ہے اور جب یہ تمام احساسات ہمارے نفس مین جمع ہوجاتے ہین، تو ان احساسات کے اجتماع سے ہمارے ذہن مین ایک نیا خیال ایک خاص چیز کا پیدا ہوتا ہے اور جب تم اس نئے خیال کو نارنج کے سابقہ تجاربکے مطابق پاتے ہو تو تم کہتے ہو کہ یہ پھل جو ہمارے سامنے رکھا ہے نارنج ہے۔ اس مثال مین تمنے دیکھا کہ یہ سب احساسات باہم مختلف تھے لیکن انکے اجتماع سے ایک خاص خیال پیدا ہوا ہے جو کسی ایک احساس کا نتیجہ نہین ہے بلکہ اس خیال کے پیدا کرنے مین ان تمام احساسات کو دخل ہے، یہی حالت جواہر کیمیاوی کی ہوتی ہے، کہ ہر ہر جز اپنی جگہ پر گو علحدہ ہوتا ہے لیکن جب ان تمام اجزا کا باہم امتزاج ہوتا ہے تو اسوقت ایک نئی چیز پردہ عدم سے نکل آتی ہے، اسی طرح دوسری مثال مین دیکھو مثلاً سفید رنگ ہے جو بظاہر تنہا احساس منفرد نظر آتا ہے لیکن درحقیقت یہ احساس سات قسم کے الوان منشوری کے احساسات کے اجتماع سے ذہن مین پیدا ہوا ہے،

سورۂ یوسف کے ایک واقعہ کی تفسیر[1]

(از مولوی مناظر احسن صاحب بہارمی، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

عقلی اور ذہنی اعتبار سے اس قصہ مین جتنی الجھنین پیدا کی گئی تھین، اس مین کوئی شبہ نہین کہ تبصرہ مشیر دانیہ سے انکا بالکلیہ ازالہ ہوجاتا ہے، اسکے بعد شاید کسی اضافہ کی ضرورت بھی نہین رہی تھی، لیکن چونکہ تفسیر جدید مین بعض قرآنی قرائن سے تائید حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ہم چاہتے ہین کہ اسکا بھی فیصلہ کر دیا جائے، اور پھر دکھا دیا جائے کہ نصوصی اشارات بھی واقعہ کی کس شکل کی تائید کرتے ہین، مندرجہ ذیل ملاحظات مین غور فرمایا جائے،

(۱)

واقعہ کی جو تصویر تفسیر جدید مین دکھائی گئی ہے، اسکی صحت وسقم کی تحقیق کے لئے ہمارے خیال مین سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے، کہ اس سوال کی تنقیح کر لی جائے،

"آیا زنان مصر کو مجلس زلیخا مین شریک ہونے سے پہلے صرف زلیخا کے عشق و محبت کا علم تھا، یا اسکے ساتھ وہ یہ بھی جانتی تھین کہ یوسف ع اس سے راضی نہین ہین، اور اسکے ہتھے نہین چڑھتے"،

یقیناً سوال کا پہلا جزء یعنی زلیخا کے عشق و فریفتگی کا علم قرآن حکیم سے ثابت ہے، جیساکہ قرآن ان عورتون کی زبانی ناقل ہے،

[1] اس مضمون کو پڑھتے وقت مولانا شمروانی کے مضمون مندرجۂ معارف بابت ماہ جنوری کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، یہ مضمون گویا اسکا تکملہ ہے

وقال نسوۃ فی المدینۃ امرأۃ العزیز تراود فتاھا عن نفسہ قد شغفھا حبا انا لنراھا فی ضلل مبین،

اور شہر کی چند عورتون نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو چاہتی ہے محبت اسکے دلمین اتر گئی ہے اور ہم اسکو کھلی گمرہی مین دیکھتی ہون (یعنی عزیز کی بیوی ہوکر ایک کنعانی غلام پر مرتی ہے)

زنان مصر کے اس مقولہ سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقط زلیخا کی الفت و فریفتگی سے مطلع ہوچکی تھین، لیکن سوال کا دوسرا جزء یعنی یوسف علیہ السلام پر زلیخا قابو پاسکی ہے یا نہین، کوئی شبہہ نہین کہ قرآن مجید کے کسی لفظ سے اسکا سراغ نہین ملتا، حالانکہ اس تفسیر کی صحت کا سارا دارومدار اسی جزء کے ثابت ہونے پر ہے، ان عورتون کا یہ طعنہ کہ زلیخا اس لڑکے کو کیون نہین پرچالیتی ایک لونڈے کا بہلا لینا کتنی بڑی بات ہے اور پھر انہین طعنون سے متاثر ہوکر زلیخا کا بنظر کامیابی انکو بلانا، اسکے بعد سازشی مشورہ، اور مشورہ کے بعد مجلس کی ساری زہد شکن ایمان سوز تدبیرین، حتی کہ ہاتھ کاٹ کر یوسفؑ کو سزا کی دھمکی دینی، وغیرہ وغیرہ کیا اس امر پر مبنی نہین ہین، کہ جہان زنان مصر کو عشق زلیخا کا علم تھا، اسی کے ساتھ اعراض یوسف سے بھی باخبر ہوچکی تھین، اگر ہم اس جزء کو بین تقریر سے باہر نکال لیتے ہین، تو اس مین کوئی شبہہ نہین کہ جدید مفسر کی ساری کی کرائی محنت یکایک برباد ہوجاتی ہے، اور انشاء اللہ ہم یہی کرینگے،

آپ قرآن مین غور کیجئے، بادنی تامل واضح ہوسکتا ہے کہ یقیناً ان عورتون کو یوسفؑ کے اعراض کا علم اس مجلس سے پہلے کبھی نہین تہا، وہ زلیخا کی لگاوٹون کو جانتی تھین لیکن اسکی جانب سے بالکل خالی الذہن تھین، کہ آخر یوسف کا اسکے ساتھ کیا برتاؤ ہے،

تفصیل اسکی یہ ہے کہ مجلس دعوت مین یوسفؑ کو دیکھکر جب عورتون نے

ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم — یہ آدمی نہیں ہے، یہ تو ایک شائستہ فرشتہ ہے،

کا فیصلہ صادر کیا، تو اسکے بعد زلیخا اُن سے یہ کہہ کر کہ یہی وہ ہے جس پر تم ملامت کرتی تھین، یہ خبر دیتی ہے،

ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم — مینے اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ بچا رہا

صاف ظاہر ہے، کہ اگر یوسف علیہ السّلام کے اعراض واستعصام کا علم ان عورتون کو اس سے پہلے ہو چکا تہا اور اسی اعراض وتقویٰ کو توڑنے کے لئے وہ ابھی ابھی ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر فارغ ہوئی تھین تو پھر ان ہی عورتون کو مخاطب بنا کر زلیخا یہ کیا کہنے بیٹھی ہے کہ "مین اسے بہت پھسلاتی ہون لیکن یہ نہین مانتا" کیا مجلس مین جو اب تک کارروائی ہوئی تھی، وہ اسی لئے نہین ہوئی تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ جدید تفسیر کو سامنے رکھنے کے بعد زلیخا کا یہ جملہ بالکل مہمل سا نظر آتا ہے، اور یہ سارا قصور اسکا ہے کہ ہمارے مفسر صاحب نے خواہ مخواہ استعصام کے علم کو ان عورتون کے سر تھوپ دیا ہے، ورنہ قدماء مفسرین نے قصہ کی جو ترتیب لکھی ہے، ان سے یہ بے ربطیان بالکل پیدا نہین ہوتین

(۲)

زلیخا یہ کہکر کہ "یہ نہین مانتا" یوسف علیہ السّلام کو دہمکی دیتی ہے،

وان لم یفعل ما آمرہ لیسجنن ولیکونا من الصاغرین — اگر اس نے وہ نہین کیا جسکا مین حکم دیتی ہون تو یہ قید کیا جائیگا اور ذلیل لوگون مین ہو جائے گا۔

یوسفؑ اس دہمکی کو سنکر یکایک چیخ اُٹھتے ہین، اور یعقوبؑ کے خدا کو پکارنے لگتے ہین۔

رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ وان تصرف عنی — اے میرے پروردگار! قید خانہ مجھے گوارا ہے اس سے جسکی طرف یہ عورتین مجھے بلاتی ہین، اور اگر آپنے ان چالون کو

أَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ، — دور نہین فرمایا، تو مین انکی طرف مائل ہوجاؤنگا اور جاہلون مین ہوجاؤنگا،

ذرا دیکھنا! یوسفؑ پر ایک عورت نہین چند عورتین اور پھر وہ بھی مصر کی مشاق شاطرہ عورتین، ہر چہار طرف سے یوسفؑ کو گھیرتی ہین، خدا جانے کن کن طریقون سے انکو اپنی طرف ریجھاتی ہین، اور اخیر مین یہ کہ چھری لے لے کر اپنے ہاتھون کو لہولہان کرلیتی ہین اور پھر اس واقعی جرم کو بناکر اب کہتی ہین کہ" دیکھ مان جا؛ ورنہ ہم ان زخمون کو دکھاکر تجھے مجرم بنائینگے، سزا دلائینگے" اللہ اللہ اسوقت تو یوسفؑ بالکل خاموش ساکت و صامت بنے کھڑے رہتے ہین، نہ چیختے ہین، نہ چلاتے ہین، نہ اپنے خدا کو پکارتے ہین، کچھ نہین، لیکن جب وہ عورتین تھک کر بیٹھ جاتی ہین اور زلیخا اُنسے اپنا دکھڑا رونے بیٹھتی ہے اور اسی سلسلہ مین ضمنی طور پر انکو بغیر کسی سازشی ثبوت کے یون ہی دھمکی دیتی ہے کہ مین تجھے قید کر دونگی یا رسوا کر دونگی، تو یکایک آپ چیخ اٹھتے ہین، اور اپنے کو اسدرجہ بے تاب پاتے ہین کہ خدا کو اپنا یہ آخری پیغام پہونچا دیتے ہین کہ اگر آپ نے مجھے نہین بچایا تو مین انکی طرف مائل ہوکر جہالت کی باتین کر گذرونگا،

انکی یہ دعا کس قدر بے محل اور بے موقعہ معلوم ہوتی ہے؟ اور یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ تفسیر جدید مین خواہ مخواہ یہ فرض کرلیا گیا تھا کہ یوسفؑ کو ان عورتون نے بھی دھمکیان دی تھین، بہرحال یوسفؑ کا زلیخا کی دھمکی کے بعد دعا کرنا اس بات کو چاہتا ہے کہ اس سے پہلے آپکو اس مجلس مین کسی قسم کی دھمکی وغیرہ نہین دی گئی اور یہی اقدمین رحمہم اللہ اجمعین کا خیال عالی ہے، ورنہ اسی دعاو کو بجاے زلیخا کی دھمکی کے زنان مصر کی ہنگامہ آرائیونکے بعد ہونا چاہیے تھا۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی دعا میں جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کید مین تمام عورتین شریک تھین،

بلاشبہہ ایسا معلوم ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کید قطع ید وغیرہ تہا، اسکا بھی کوئی ثبوت ہے؟ ہم کہہ سکتے ہین جیسا کہ امام رازی کا بھی خیال ہے، اور خود دعا، کا زلیخا کی دہمکی کے بعد واقع ہونا اسکو چاہتا ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو قید اور ذلت کی دہمکی دی، تو زنان مصر جنکو زلیخا کی مجبوریون پر رحم آچکا تھا، اور جنکی ملامت اب عنایت سے بدلگئی تھی اسی طرح یوسفؑ کے معصومانہ حسن دلکش، انہوی کشش وجذب نے بھی انپر اثر کیا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے، کہ وہ یوسف علیہ السّلام کو سمجھائین، اور قرینہ چاہتا ہے کہ انھون نے یوسف علیہ السلام کو کہا ہوگا کہ میان لڑکے! دیکھو اپنی ضد سے بازآؤ، اپنے اوپر رحم کرو، ورنہ یہ دیوانی عورت خدا جانے تمہارے ساتھ کیا کچھ کر گذرے، تم اب مجبوریون کے حکم مین ہو، اور حالت مجبوری مین تو ناجائز سے ناجائز چیز بھی انسان کے لئے جائز ہوجاتی ہے، جب اس قسم کے خطرہ مین آدمی مبتلا ہوجاتا ہے، تو اسوقت اسکے فعل پر مواخذہ نہین ہوتا الی غیر ذلک

واقعہ یہ ہے، کہ یوسفؑ کی وہ دعا، اور خداوند تعالیٰ کو اس یاس انگیز انداز سے پکارنا کہ اگر اپنے نہین بچایا تو مین گیا، ناممکن ہے کہ بغیر اس قسم کی گیا دیون کے وقوع پذیر ہو، تقوے وورع کی قوت جذبات کے ہیجان کو تہام سکتی تھی، اور تھامتی ہے لیکن عقل پر جب حملہ ہوجاتا ہے، اور وہ مغلوب ہونے لگتی ہے تو اسوقت انسان کی کوئی قوت اسے نہین بچاسکتی اسوقت وہ صرف بشریت سے بالاتر قوت کا محتاج ہوجاتا ہے،

اس سے پہلے یوسف علیہ السّلام کے محض جذبات کو مغلوب کرنے کی کوشش زلیخا کی طرف سے عمل مین آرہی تھی، جیسا کہ قصہ کے اجزا، سابقہ سے معلوم ہوتا ہے، لیکن اب جبکہ زلیخا

انکی قید کا فیصلہ کر چکتی ہے، اور ہر طرح کی رسوائی پر آمادہ ہے، پھر یہ عورتین حضرت یوسفؑ کی بہی خواہ بن کر انکی عقل سے یہ اپیل کرتی ہین جسکا حاصل یہ تھا کہ الکائدین اتقار بھی مغالطہ مین آجائے، اور انکی عقل بھی درست نہ رہے، یہ وقت تھا کہ اب یوسفؑ اپنے کو بالکل خدا کے سپرد کردین، اور انھون نے یہی کیا، انکا اخیر دعا ءمین من الجٰہلین کہنا بھی یہی چاہتا ہے، کہ اب اپنی علم وعقل کو مغلوب ہوتی ہوئی پا رہے ہین،

اس تشریح کے بعد دعا، بھی ٹھیک موقع پر آجاتی ہے اصب الیھن کا مطلب بھی واضح ہوجاتا ہے، یعنی مین انکی باتون کی طرف مائل ہوجاؤنگا، کیدھن یدعوننا وغیرہ کی جمعیت کا راز بھی واشگاف ہوجاتا ہے، اور نہ صرف یہی بلکہ آئندہ کلام مین حضرت یوسفؑ نے جو بکیدھن علیم فرمایا اسکی تفسیر بھی معلوم ہو جاتی ہے پھر بادشاہ کے آدمی کا ان عورتون سے اذ راودتن بصیغہ جمع کہنے کا بھی مطلب معلوم ہوجاتا ہے کہ جب تملوگون نے یوسف علیہ السلام کو پھسلانا چاہا یہ اسلئے کہ گویا زلیخا کے لئے اب سب پھسلا رہی تھین، اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے، کہ اگر یہ عورتین اپنے لئے پھسلاتین، ان کا پھسلانا زلیخا کے لئے نہوتا، تو خواہ مخواہ زلیخا کو اس کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ انا راودتہ عن نفسہ گویا وہ بھی یہی بیان کرتی ہے، کہ دراصل مین اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی، باقی ان عورتون نے بھی جو مراودت کی وہ بھی ہمارے لئے تھی، رہا قیدخانہ سے نکلنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتون کو قطعن ایدیھن سے کیون موصوف کیا اور جدید مفسر صاحب نے اس سے یہ سمجھنا چاہا ہے کہ حضرت یوسف بجرم قطع مین قید خانہ گئے تھے اسیلئے وہ اس کی تحقیق کا حکم دیتے ہین اسکا جواب آگے آتا ہے

(۳)

قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا، نقل کرنے کے بعد خبر دیتا ہے۔

فاستجاب لہ ربہ فصرف عنہ کیدھن — پھر یوسفؑ کے پروردگار نے انکی دعا قبول کی اور انکے کید کو دور فرمایا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ دعا مستجاب ہوئی، اب سوال یہ ہے کہ اگر ان عورتوں کی کید یعنی ساختہ زخموں کی بدولت حضرت یوسفؑ کو زندان مصر کا منہ دیکھنا پڑا، تو پھر صرف کید کیا معنی؟ اور دعا مستجاب ہوئی تو کیا ہوئی؟

اس سے قطعاً معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت یوسفؑ کا قید خانہ جانا کسی اور وجہ سے واقع ہوا، جسکا پتہ اگرچہ ہمکو نہ ہو[1]، تاہم اسقدر ضرور ہے، کہ مفسر جدید کی اختراعی زخم جنکو انھون نے عورتون کا کید قرار دیا، یہ وجہ تو قطعاً نہ تھی، ورنہ قرآن مجید کی خبر مین صریح کذب کی گنجایش پیدا ہوتی ہے۔

علاوہ اسکے اگر حضرت یوسف پر بھی مقدمہ دائر ہو گیا تھا، اور حکام کے سامنے یہ ثابت کر دیا گیا کہ اس کنعانی غلام نے شرفاد عیان مصر کی خاتونون پر ناجائز حملہ اسطرح کیا کہ آخیر مین چھری سے ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے، تو مین نہین سمجھتا کہ حکومت فرعونیہ جو بنی اسرائیل کے معصوم بچون کو تہ تیغ کرنے مین کبھی نہین شرمائی وہ اتنے قوی جرم کی سزا صرف لیسجننہ حتی حین دیتی ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ میعاد مقررہ تک وہ قید کی سزا بھگتین، حالانکہ قرائن کا مقتضی یہی ہے کہ ایسے غلامون (جو اپنی جان

---

[1] ممکن ہی اور جیسا کہ مفسرین لکھتے ہین، کہ اس واقعہ کے بعد یوسف علیہ السلام کے حسن کا چرچا اور پھیلا ان عورتون نے اپنے چشم دید حالات بیان کرنے شروع کئے فتنہ کا خوف ہوا پھر زلیخا کی طبیعت مین سکون پیدا کرنا بھی منظور تھا، ساتھ اسکے یہ بھی سمجھا گیا کہ کچھ دنون کے لئے اگر یوسفؑ امارت سے نکالکر قید خانہ بھیجدئے جائینگے، تو انکے روز افزون حسن مین گو نہ کمی واقع ہوگی وغیرہ یہ دیکھ بھال کر مصریون نے آپکو قید خانہ

کے مالک نہین ہوتے تھے) کو قتل سے فروتر سزا دیتی، خلاف عقل ہے اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ زخم بنا بنایا تیار تھا، اور مقدمہ بھی عصمت دری کا، اور ایک عورت کا نہین چند کا، مدعی علیہا بچارا غلام۔ اسکی مالکہ زلیخا (جس سے پالائش کی امید ہوتی) وہ اس پر دعوے دائر کرتی ہے، لیکن خدا جانے حکام کیا سوچتے ہین، کہ اولاً فیصلہ بھی اپنا ہلکا دیتے ہین اور ایک زمانے کے بعد دیتے ہین جیساکہ ثم بدالھم من بعد ما راوا الایات مین لفظ ثم کا مقتضی ہے بحالیکہ تراضی کی ظاہرا کوئی وجہ نظر نہین آتی،

رہا آیات سے عورتون کے زخم مراد لینے مین اسکا جواب دون، یا ہنس کر چپ ہو رہون

(۴)

اگر یوسف علیہ السلام کے اس جملہ

ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن۔ ان عورتون کا کیا بیان ہی جنھون نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے،

کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ جن عورتون کے ہاتھ کاٹنے کے جرم مین مجھے قیدخانہ بھیجا گیا ہے، انکا کیا حال ہے؟ تو بادشاہ کے قاصد کو ان عورتون سے جاکر یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ کیا واقعی یوسف علیہ السلام نے تمھاری عصمت پر حملہ کیا تھا، اور اسی بنا پر انھون نے تمھارے ہاتھ کاٹے تھے؟ اسکے جواب مین اگر وہ عورتین اپنے کئے پر پشیمان ہو چکی تھین تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ نہین یوسف کا کوئی قصور نہین، ہم نے سازش کرکے خود اپنے زخم بنائے تھے مگر قرآن مجید بجائے اس سلسلہ کے جو بات نقل کرتا ہے وہ یہی کہ قاصد ان سے پوچھتا ہے کہ تم یوسف کو جب پھسلا رہی تھین، تو اسوقت اسکا کیا حال تھا؟ عورتین جواب مین کہتی ہین کہ ہم نے اس

مین کوئی برائی نہین پائی۔

حالانکہ تفسیر جدید مین یوسف علیہ السّلام کے سوال مین جو مطلب بھنایا گیا ہے اس سے ان جوابون کو کیا تعلق؟

بلکہ ظاہرا اسکا مطلب وہی ہے جو عالمہ مفسرین لکھتے ہین کہ چونکہ یوسف علیہ السلام کے حسن کا چرچا پھیلا، تو حکام وقت کو خطرہ ہوا کہ کہین یوسفؑ کی بدولت کوئی فتنہ نہ پھیلے، شریف خاتونین اس کنعانی غلام کے ہاتھون کہین برباد نہون، اور اسی لئے انکو جیل سپرد کر دیا حالانکہ یوسفؑ کا کیا قصور تھا، مستحق جیل اگر ہو سکتی تھین تو مصر کی عورتین مگر بہرحال بدگمان ہوکر لوگون نے انکو قیدخانہ بھیجدیا تھا، اب جبکہ بادشاہ کی طرف سے آپکی رہائی کا پیغام آیا تو اپنے مناسب خیال کیا کہ اس بدگمانی کا ازالہ کرکے جیل سے باہر نکلون آپنے خیال فرمایا کہ پاکبازی کی شہادت ان عورتون سے بڑھکر اور کون دے سکتی ہین جنکے سامنے عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا ہے۔ کہ

لقد راودته عن نفسه مین اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہون، لیکن

فاستعصم، یہ بچتا رہا

ان عورتون کو خوب معلوم ہے کہ زلیخا نے مجھے کن کن طریقون سے گھیرنا چاہا مگر مین راضی نہین ہوا تھا، نہ صرف زلیخا بلکہ ان عورتون نے بھی مجھے اسوقت سمجھایا تھا مگر اسوقت میرے طرز عمل کو ان عورتون نے خوب دیکھا تھا بہرحال اسلئے آپنے ان عورتون کا پتہ دیا، اور اسی لئے قاصد نے بھی ان عورتون کے ہاتھ کاٹنے کی تحقیق نہین کی بلکہ یہ پوچھا کہ جب یوسف کو پھسلایا جارہا تھا تو تم نے انکو کیسا پایا، انھون نے سچا اظہار دیا، اور اسکے بعد زلیخا نے بھی کہدیا، کہ یوسف کا کوئی قصور نہین، بلکہ

انا راودتہ عن نفسہ وانہ لمن الصادقین
مین نے اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، اور یوسف سچون مین ہے،

(۵)

جدید تفسیر مین حدیث انکن لصواحب یوسف سے بھی استدلال کیا گیا ہے، اسلئے مین بھی اسکے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہون،

بات یہ ہے کہ اس حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہن کو یوسف علیہ السلام کی ان عورتون سے تشبیہ دی ہے، اب سوال وجہ شبہ مین ہے، ہمارے جدید مفسر صاحب کا خیال ہے کہ ان بیحیا عورتون نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ بُرے فعل پر مجبور کرنا چاہا تھا اور اسی لئے ہاتھ کاٹ لیا کہ یہ آخری صورت یوسف ع کے خراب کرنے کی تھی، اور العیاذ باللہ اسی بیہودہ اور فحش صفت کو آپ وجہ تشبیہ قرار دیکر آیت قطعن ایدیھن کا مطلب حسب مدعا نکالنا چاہتے ہین، مین اس جرات و دلیری کے متعلق کچھ عرض نہین کرتا، فالی اللہ المشتکی باقی ہمارے نزدیک تو یہ حدیث خود اس بات کی دلیل ہے کہ جسطرح ان عورتون نے سمجھا بجھا کر حضرت یوسف ع کو امر حق سے روکنا چاہا تھا اسی طرح امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو امر حق (یعنی امامت ابی بکر رضی اللہ تعالے عنہ) سے باز رکھنا چاہا تھا، اپ نے اس مناسبت سے فرمادیا، "انکن لصواحب یوسف" اور یہ تشبیہ بالکل صحیح ہے

هذا ما عندی واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

فلسفۂ عروج وزوال اسلام

یا

مسلمانون کی ترقی وتنزل کے قوانین نفسی

از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

عالم کائنات کا ذرہ ذرہ تغیر وانقلاب کا پیکر ہے، پیر میخانۂ فطرت جب آسمان کی بزم رنگین مین ایک جام زرنگار کو گردش دیتا ہے، ساقی بزم الست جب شفق کی ارغوانی شراب سے خمخانۂ شب کو لبریز کرتا ہے، دریا جب جوش وغرور کے عالم مین موجون کے ذریعہ سے اپنی پیشانی پر بل ڈالتا ہے، حباب جب اپنی ہستی کے اعلان کے لئے سطح آب پر سر اٹھاتا ہے، پھول جب وفورمستی کی حالت مین اپنے گریبان کو چاک کرتا ہے، سرو وصنوبر جب شاہدان چمن کے جھرمٹ مین اپنی گردن کو بلند کرتے ہین، موتی جب دریا کے باہر آکر اپنی آب وتاب سے چشم اختر کو خیرہ کرتا ہے، تو ان دلفریب مناظر کو دیکھکر عالم کا ذرہ ذرہ رقص کرنے لگتا ہے، لیکن کیا یہ حالت ہمیشہ قائم رہتی ہے؟ نہین! بلکہ آفتاب زرنگار چہرۂ عاشق کی طرح زرد ہوجاتا ہے، گلگونۂ شفق کافور کی طرح اڑجاتا ہے، دریا کا بل چشم ماہتاب کی حرف ایک گردش نکالدیتی ہے، حباب کا پیالہ دیدۂ عاشق کی طرح چھلک جاتا ہے، پھول نشۂ غفلت کو کھو کر گردن مینا کی طرح جھک جاتا ہے، سرو وصنوبر اپنی خود بینی سے پشیمان ہوکر پست ہوجاتے ہین، موتی خاک کے ذرون مین رل مل کر اپنی آب وتاب کو کھو دیتا ہے،

عالم مادیات کی طرح عالم روحانی بھی تغیر وانقلاب کا مظہر ہے، آسمان کا دور لیل ونہار کی

گردش، زمانہ کے انقلابات اسکے ہر ہر ذرہ پر اثر کرتے ہین، اور وہ ان سے نہایت شدت کے ساتھ متاثر ہوتا ہے، ایک قوم معمورۂ ارض کے کسی گوشہ مین قعر ذلت مین پڑی ہوتی ہے، فطرت کا ہاتھ اسکو گوشۂ گمنامی سے کھینچ لاتا ہے، وہ اُٹھتی ہے، اُبھرتی ہے، پھیلتی ہے، پھولتی ہے اور پھر اپنی عمر طبعی کا زمانہ ختم کرکے ہمیشہ کے لئے پردۂ عدم مین چھپ جاتی ہے، مصری اُٹھے اور چہرۂ کائنات کو اپنی تہذیب کے رنگ و روغن سے رنگین کردیا، بابلی اُبھرے اور دنیا کے ذرہ ذرہ کو آفتاب تمدن کے نور سے چمکا دیا، فنیقی نکلے اور سطح سمندر کو اپنی بحری قوت کی نمائشگاہ بنادیا، یونانی آے اور دنیا کو علوم و فنون سے بھردیا، مسلمان اُٹھے اور عالم مادی کے قالب مین مذہب و اخلاق کے ذریعہ سے جان ڈالدی، لیکن کیا ان قومون مین سے کوئی قوم بھی آج اپنی زندگی کا ثبوت پیش کرسکتی ہے؟ یقیناً نہین کرسکتی، اور جب یہ تمام قومین اپنی زندگی کا دور ختم کرچکی ہین تو ہم کو اُن علل و اسباب کی جستجو کرنی چاہیئے، جنکو قومون کی ترقی و تنزل، عروج و زوال، اور تغیر و انقلاب مین حقیقی طور پر دخل ہوتا ہے،

دنیا کی تمام قومون کی طرح مسلمانون کی ترقی و تنزل کے بھی کچھ اسباب ہین، جنکو علماے اسلام نے مختلف پیرایہ مین بیان کیا ہے، اور اگرچہ ابن مسکویہ نے اسلام کے قرن اول کو سلسلۂ علت و معلول سے الگ رکھا ہے، تاہم اُسکے نزدیک بھی زمانۂ مابعد کے واقعات اسی سلسلہ مین داخل ہین، کیونکہ

"دنیا کے واقعات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہین اور اسکے واقعات مین باہم تناسب ہے"[1]

اس بنا پر ضرورت ہے کہ اسلام کی ترقی و تنزل کے علل و اسباب پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی جائے، علم الاجتماع کے علما کا قول ہے کہ قومون کی ترقی و تنزل کا اصلی راز انکے طریقۂ تعلیم

---

[1] تجارب الامم صفحہ ۲۰،

و تربیت مین مخفی ہوتا ہے، چنانچہ جس قوم کا نظام تربیت اعلیٰ اور مکمل ہوتا ہے وہ ترقی کے تمام مدارج طے کر سکتی ہے، بخلاف اسکے جن قومون کا نظام تربیت ناقص ہوتا ہے وہ ان اعلیٰ مدارج تک نہین پہنچ سکتین، اسلئے

اگر مسئلہ اجتماع کی صرف ایک لفظ مین تلخیص کیجائے تو اسکا محور تربیت ہی قرار پاتی ہے، کیونکہ مسئلہ اجتماع کے حل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان دنیا کے ان جدید حالات کو محجوب رکھے جو اسکو کسب معاش پر قادر بنانا چاہتے ہین، کیونکہ وہ قدیم وسایل جن سے انسان کام لینے کا عادی ہے، اب بالکل بیکار و ناکافی ہوگئے ہین، اور ہمارا قدم ایک ایسے زمانہ کی طرف بڑھ رہا ہے جسمین یہ تغیر نہایت نمایان صورت مین نظر آئیگا خواہ اسمین سعادت حاصل ہو یا شقاوت، لیکن یہ کشمکش اس وجہ سے پیدا ہو گی کہ ہمارے قدیم طریقہ تربیت اور حالات جدیدہ کے اقتضار مین سخت تضاد پایا جاتا ہے[1]"

لیکن درحقیقت کسی قوم کا نظام تربیت اسکی ترقی و تنزل کی علت تامہ نہین بن سکتا کیونکہ

تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اگرچہ اوصاف عقلیہ مین کسیقدر تغیر پیدا ہو سکتا ہے لیکن اخلاقی محاسن پر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، یہ سچ ہے کہ جو لوگ ضعیف القلب اور ضعیف الارادہ ہوتے ہین انکے اخلاق پر تربیت کا اثر پڑ جاتا ہے، لیکن اس قسم کی نرم اور اثر پذیر طبیعت صرف قوم کے افراد کی ہو سکتی ہے، خود قوم مین مجموعی حیثیت سے اسکا وجود نہین پایا جاتا[2]۔

اس بنا پر قومون کی ترقی و تنزل کی اصلی علت خود اُن کا مزاج عقلی ہے، جو زمانہ کی سیکڑون برس کی گردش کے بعد پیدا ہوتا ہے، اور جسمین اعراض جسمانیہ کی طرح استقلال، استحکام اور

[1] سر تقدم الانگلیز صفحہ ۸۰ [2] انقلاب الامم صفحہ ۲۶،

پائداری پائی جاتی ہے، یہ مزاج چند نفسانی عناصر سے مرکب ہوتا ہے جنین بعض اخلاق سے اور بعض دماغ یعنی ذہانت وطباعی سے متعلق ہوتے ہین،

اخلاق کی تولید صرف، چند عناصر مخصوصہ کے امتزاج وترکیب سے ہوتی ہے جنکو علم النفس کی اصطلاح مین احساس اور شعور کہتے ہین، ان مین ملکات ارادیہ مثلاً اقدام، عزم اور ضبط نفس کو اخلاق کی تولید مین سب سے زیادہ دخل ہے،.....

.....اخلاق کی تولید کا ایک موثر سبب ادب یعنی قدیم قومی نظام کا وہ احترام بھی ہے جسپر قومی زندگی کا دار ومدار ہے[1]"

یہی وہ اخلاقی محاسن ہین جنپر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، اور جنپر قومی زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے بخلاف اسکے وہ نفسانی عناصر جنکا تعلق عقل اور دماغ سے ہوتا ہے، مثلاً تعقل اور غور وخوض وغیرہ تو انکی سطح پر نہ جماعت انسانی کا نظام قائم ہو سکتا ہے، نہ کسی مذہب کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے اور نہ وہ سلطنتون کی ترقی کا معیار قرار دیے جاسکتے ہین، اس بنا پر قومی زندگی مین انکا حصہ بہت کم ہے، یہی وجہ ہے کہ موسیو ریبو نے عقلی انقلابات مین ذہانت کو دوسرے درجہ کا انقلاب بتلایا ہے کیونکہ

تمام قومین اخلاق ہی کے ذریعہ سے حس وحرکت کرتی ہین اور صرف غور وفکر کرنے سے دنیا کا کام نہین چلتا[2]"

اور یہی وجہ ہے کہ ان مین تعلیم وتربیت کے ذریعہ سے کسیقدر تغیر پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قوم کی فصل ممیز نہین ہوتے بلکہ فصل ممیز صرف اسکا اخلاق ہوتا ہے جو کبھی نہین بدلتا،

جب کوئی قوم اپنے دور تکوین سے گذر جاتی ہے تو اُسکے اخلاق مین استحکام پیدا ہوتا ہے

[1] انقلاب الامم صفحہ ۲۶ [2] ایضاً صفحہ ۲۸،

یعنی اسکے تمام فرقون کی اخلاقی خصوصیات مٹ کر ایک جدید متحدہ نظام اخلاق قائم ہوتا ہے جو اُن کے جذبات، خیالات، اور احساسات کو متحد کر دیتا ہے، اور جب یہ اتحاد درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس سے حسب ذیل اصول پیدا ہوتے ہین،

(۱) قوم کا احساس عام ہو جاتا ہے

(۲) فواید عام ہو جاتے ہین،

(۳) عقاید عام ہو جاتے ہین،

"اور دنیا مین جب کوئی قوم اتحاد و امتزاج کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے تو خود بخود غیر محسوس طور پر تمام افراد اپنے فواید مین متحد ہو جاتے ہین، اور منازعات و مخاصمات کے اسباب کا قلع و قمع ہو جاتا ہے، جذبات، خیالات، عقاید و منافع عامہ کا اتحاد ایک ایسی چیز ہے جو مزاج عقلی کے اتحاد کو مستقل اور پائدار بنا دیتا ہے اور اسکے ذریعہ سے ہر قوم تسلط عام حاصل کر لیتی ہے[۱]"

چنانچہ مسلمانون کو اسکی بدولت خلافت راشدہ کے زمانہ مین عروج حاصل ہوا تھا کیونکہ ان کے اساسی اخلاق مثلاً اقدام، عزم، شجاعت، جانبازی، اور ضبطِ نفس مین استحکام اور استواری پیدا ہو گئی تھی، عدنانیون اور قحطانیون کی اخلاقی خصوصیات مٹ گئی تہین اور انکے بجاے ایک اسلامی نظام اخلاق قائم ہو گیا تھا جس نے تمام عرب کے جذبات و احساسات کو متحد کر دیا تھا اور یہ اتحاد اسقدر گران قیمت تھا کہ خدا نے خود رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا،

لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم	اگر تم زمین کی تمام دولت صرف کر ڈالتے تب بھی اُنکے دلون کو متحد نہین کر سکتے،

[۱] انقلاب الامم صفحہ ۱۳،

اس بنا پر اسکی بدولت عربون مین وہ اصول ثلاثہ پیدا ہوے جن سے انکی روح پیدا ہوئی ہے
یعنی ان کا (۱) احساس عام ہوگیا، (۲) انکے فوائد عام ہوگئے، (۳) اور انکے عقاید عام ہوگئے،
اور اس اتحاد و امتزاج نے خود بخود انکے فواید کو متحد کردیا، اور منازعات و مخاصمات کے
اسباب معدوم ہوگئے، کیونکہ عرب کے جذبات، خیالات، عقاید اور منافع عامہ کو مذہب نے
متحد کیا تہا، اور

جب دنیا کو چہوڑکر لوگون کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہے تو ان کا مقصد متحد ہوجاتا ہی
رشک وحسد کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اختلافات کم ہوجاتے ہین، طریقہ امداد و اعانت
اور اتحاد مین وسعت پیدا ہوجاتی ہے[1]،

اور یہی چیزین ہین جو مزاج عقلی کے اتحاد کو مستقل اور پائدار بنادیتی ہین، چنانچہ اسی استقلال اور
پائداری کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ اہل عرب نے تسلط عام حاصل کرلیا، اور وہ دنیا کے چپہ چپہ مین
پہیل گئے،

لیکن جب نظام اخلاق مین ابتری واقع ہوتی ہے، تو خود مزاج عقلی بھی متغیر ہوجاتا ہے،
جس سے قومون کے تنزل اور انحطاط کا زمانہ شروع ہوتا ہے، لیکن یہ انحطاط مختلف صورتون
مین نمایان ہوتا ہے، ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ

مزاج عقلی اپنے اندر اخلاقی تغیرات کی ایک ایسی مخفی قابلیت رکہتا ہے جو اکثر اوقات
اگرچہ حالات کی ناسماعدت سے ظاہر نہین ہوتی، لیکن جب موافق حالات جمع
ہوجاتے ہین تو اسکا ظہور ہوتا ہے، اور اسوقت قوم ایک نئے قالب مین دنیا کے
سامنے نمایان ہوتی ہے لیکن قومی اخلاق کا یہ انقلاب فوری اور وقتی اسباب کا نتیجہ ہوتا ہے[2]،

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۲۳، [2] انقلاب الامم صفحہ ۱۹،

جس سے اساسی اخلاق مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوتا، بلکہ اس سے صرف وہ اخلاق متاثر ہوتے ہین جو اساسی اخلاق کے حریف مقابل ہین، اور جنہین خاص طور پر انقلاب و تغیر کی قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ اسلام کی تاریخ مین بنو امیہ اور بنو عباس کو اسکی مثال مین پیش کیا جا سکتا ہے، جنکے زمانہ مین اگرچہ اساسی اخلاق مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوا تھا، تاہم ان کے مظاہر مین تبدیلی پیدا ہو گئی تھی، بخلاف اسکے تنزل و انحطاط کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ خود اساسی اخلاق مین انقلاب پیدا ہوتا ہے، یہ قومون کے تنزل کی آخری صورت ہے، اور بدقسمتی سے آج مسلمان اسی کے حدود سے گذر رہے ہین،

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ مزاج عقلی مین قوم کی جسمانی ترکیب، رنگ و روپ، ڈیل ڈول اور خط و خال کی طرح استحکام اور پائداری پائی جاتی ہے۔ لیکن

"اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ قوم کے نفسانی اخلاق مین تغیر و تبدل کی سرے سے صلاحیت ہی نہین[۵]،"

بلکہ مقصد یہ ہے کہ چونکہ وہ اعراض جسمانیہ کی طرح مستقل اور مستحکم ہوتے ہین، اسلئے ان مین تغیر و انقلاب کا ظہور بھی ایک طویل زمانہ کے بعد ہوتا ہے، اسی بنا پر کسی قوم کا نظام اخلاق مدتون کے بعد بدلتا ہے، لیکن جب ان مین تغیر واقع ہو جاتا ہے تو دفعۃً تہذیب و تمدن کی بنیادین ہل جاتی ہین، اسوقت قوم کو اپنے حالات، رسوم، اور نظام مین شک پیدا ہوتا ہے، اور وہ ان کلیات کو چھوڑ کر دوسرے کلیات اور اصول قائم کرتی ہے، اسکے ملکات ارادیہ یعنی اقدام عزم، اور ضبط نفس پر ضعف و اضمحلال طاری ہو جاتا ہے، وہ قدیم قومی نظام کا احترام چھوڑ دیتی ہے اسکے دوسرے اخلاقی محاسن مثلاً شجاعت وغیرہ اپنا محل استعمال مفقود پا کر فنا ہو جاتے ہین، اسکے

[۵] انقلاب الامم صفحہ ۲۱،

مزاج کے نفسانی عناصر مین غور و فکر اور تعقل کو غلبہ حاصل ہوجاتا ہی جس سے اُسکی تمدنی حس و حرکت موقوف ہوجاتی ہے، اب اسکے اخلاق مین تزلزل پیدا ہوجاتا ہے، اُسکے جذبات وخیالات مختلف ہوجاتے ہین، اور اسکے احساسات، اسکے فواید، اور اُسکے عقاید مین تعمیم نہین باقی رہتی، کیونکہ

جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور سے آراستہ، اور نفوذ و قوت کے ہتیار سے مسلح ہوجاتی ہے اور اسکو ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہی زندگی بسر کرنے لگتی ہے، اسلئے اسکے تمام فوجی محاسن برباد ہوجاتے ہین تمدنی ترقی کے ساتھ اسکی ضروریات مین اضافہ ہوجاتا ہے، ہرشخص کے دل مین خودغرضی اپنا قدم جمالیتی ہے، اور اسکا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہی کہ جومال و دولت اسکے ہاتھ آے اس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی فائدہ اُٹھاے: اس بنا پر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہوجاتے ہین جو اسکی عظمت کا حقیقی سبب تھے۔[۱]

اور جب کسی قوم کا تنزل اس حد تک پہنچ جاتا ہی تو وہ بہت جلد فنا ہوجاتی ہے کیونکہ وہ قومین جو اخلاقی طاقت مین اس سے زیادہ قوی ہوتی ہین اُسپر ٹوٹ کر گرتی ہین اور اُسکے تمدن کو نگل جاتی ہین آج مسلمانون کی بعینہ یہی حالت ہی اُنکے مزاج کے تمام اخلاقی عناصر فنا ہوچکے ہین اور انکی جگہ عقل و ذہانت نے لی ہے اسلئے اسکے تمام مظاہر تمدن پر آثار فنا طاری ہوگئے ہین کیونکہ انھون نے اصول کو چھوڑ دیا ہی اور

"ہر نظام اصول ہی سے متفرع ہوتا ہی اور جب تک مقدمات کا وجود نہو نتیجہ کا وجود نہین ہوسکتا اصول درحقیقت کائنات کے اندرونی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلئے اگر وہ فنا ہوجائین تو تمدن اور نظام حکومت کی تمام مخفی بنیادین متزلزل ہوجاتی ہین اس لحاظ سے قومون کے ابتلاء و امتحان کا سخت ترین زمانہ وہ ہوتا ہی جب اصول اور عقاید ساتھ ساتھ ایک ہی قبر مین دفن کردیئے جاتے ہین"۔[۲]

اور آج مسلمانون کے ہر گھر مین یہ مقبرہ تیار ہوگیا ہے،

[۱] انقلاب الامم صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰ [۲] ایضاً صفحہ ۱۷۰،

تلخیص وتبصرہ

ایک عظیم الشان کتبخانہ

منجملہ ان چند کتبخانون کے جو اسوقت دنیا مین سب سے زیادہ شہرت رکھتے ہین آکسفرڈ کی بوڈلین لائبریری بھی ہے، بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آکسفرڈ یونیورسٹی کی عظمت کا اصلی راز اسی کتبخانہ کا وجود ہے اخبار سنڈے ٹائمز مین مسٹر ولکنس نے اسکے متعلق بعض معلومات تفصیل سے قلمبند کیے ہین اسکے ضروری اقتباسات ہدیۂ ناظرین ہین۔

سولھوین صدی عیسوی کے آخر مین انگلستان کے ایک نامور فرزند سر ٹامس بوڈلی تھے، انھون نے سنہ۱۶۰۲ مین اس کتبخانہ کی بنیاد دو ہزار کتابون سے ڈالی، چند سال کے بعد منتظمین کتبخانہ اور حکومت برطانیہ سے معاہدہ ہوگیا، کہ مملکت برطانیہ مین جتنی کتابین طبع ہونگی سب کا ایک ایک نسخہ اس کتبخانہ کو بھی ملیگا، اس معاہدہ کے رو سے اب تقریباً پچاس ہزار کتابین سالانہ اس کتبخانہ کو مختلف مطابع سے ملنے لگین،

کتبخانہ کی موجودہ عمارت درصل ایک سلسلۂ عمارات ہے جسکے مختلف حصون مین مختلف علوم و فنون کے ذخیرے محفوظ ہین، کتب مطبوعہ کی مجموعی تعداد اسوقت دس لاکھ سے متجاوز ہے، اسکے علاوہ چالیس ہزار قلمی نسخے ہین، جنمین دو ہزار یونانی و لاطینی زبانون مین ہین، اور سات ہزار مشرقی زبانون مین ہین کتابون کی تعداد کے لحاظ سے اس کتبخانہ کا نمبر مملکت برطانیہ مین صرف لندن میوزیم کے بعد ہے، اور مملکت برطانیہ کے علاوہ تمام دنیا مین اس سے بڑے کتبخانے صرف پانچ ہین، ایک روما کا کتبخانہ پوپ، دوسرے پیرس کی نیشنل لائبریری، تیسرے امریکہ کی کانگرس لائبریری،

چوتھے برلن کا شاہی کتبخانہ، اور پانچوین پٹرو گراڈ کا قدیم کتبخانہ،

کتبخانہ کا افسراعلیٰ مہتمم کتبخانہ ہے، اسکی ماتحتی مین دو نائب مہتمم ہین، اور بارہ اور مددگار مہتمم ہین، بیس چپراسی ہین جنکا کام محض کتابون کو الماریون سے نکالنا اور رکھنا ہے، اور متعدد دفتری وغیرہ مختلف کاریگرون کا عملہ رہتا ہے، اس عملہ کی مجموعی تعداد ستّر افراد سے کم نہین، کتابون کی فہرست کی ترتیب و تہذیب ہر وقت جاری رہتی ہے، اور چونکہ ہر روز جدید کتابون کا داخلہ ہوتا رہتا ہے اسلئے آج کی مکمل فہرست کل ناقص ہوجاتی ہے،

مطالعہ کرنے والون اور کتبخانہ سے مستفید ہونے والون کی تعداد مین بھی روز افزون اضافہ ہوتا رہتا ہے، چنانچہ ۱۹۱۸ء تک ناظرین کتب کا جو اوسط تھا، اسکے مقابلہ مین ۱۹۱۹ء مین پورے ایک ہزار کی بیشی ہوئی!

لیکن باوجود اسقدر اہتمام و وسعت کے کتبخانہ کی آمدنی نہایت محدود ہے، یعنی کل ۲ ہزار پونڈ سالانہ، درآنحالیکہ لندن میوزیم لائبریری کی آمدنی ایک لاکھ پونڈ سے کم نہین، اس محدود آمدنی کا ۹۵ فیصدی حصہ ملازمین کی تنخواہون، عمارت کی ضروریات اور دفتری خانہ وغیرہ کی مدات مین نکل جاتا ہے، باقی پانچ فیصدی جو بچ رہتا ہے وہ بیرونی کتب کی خرید کے لئے رہجاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اتنے سرمایہ سے کہانتک خرید ہوسکتی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ کے باہر کی چھپی ہوئی کتابین جو عموماً دوسری زبانون کی ہین، نسبتاً قلیل تعداد مین ہین، جو اتنی بڑی لائبریری کے مرتبہ کے مقابلہ مین بہت ہی کم معلوم ہوتی ہین، انتظامی کمیٹی اس کوشش مین ہے کہ جلد سے جلد اس داغ کو بھی دور کرے، چنانچہ اسکی طرف سے قوم کی خدمت مین ایک لاکھ پونڈ کے سرمایہ کے لئے مرافعہ کیا گیا ہے، اگر اسقدر سرمایہ مخصوص اسی مد کے لئے محفوظ رہے تو اسکے منافع سے کتبخانہ کا یہ شعبہ بھی اپنے کمال کو پہنچ سکتا ہے، اتنی رقم کا فراہم کردینا برطانیہ کے باہمت افراد کے لئے معمولی بات ہے۔

ماہیتِ خواب

عالم رویا کی ماہیت مدت دراز سے حکماء یورپ کے ہان زیر بحث چلی آرہی ہے، حال مین جدید علمی رسالہ ڈسکوری کے ایک نمبر مین پروفیسر ٹی، ایچ پیئر نے جو مانچسٹر یونیورسٹی مین سائیکالوجی (نفسیات) کے پروفیسر ہین، اس مبحث پر قلم اٹھایا ہے، اور گو انکا مضمون سرسری ہے تاہم چونکہ مسئلہ کے بعض دلچسپ پہلوؤن پر اس سے روشنی پڑتی ہے، اسکے بعض اقتباسات یہان درج کیے جاتے ہین،

پروفیسر موصوف فرماتے ہین کہ مسئلہ خواب کی تحقیق کو اگر تمامتر بیسوین صدی کا کارنامہ کہا جاے تو بیجا نہوگا، اسلئے کہ اس شعبۂ علم کی بنیاد سنہ ۱۹۰۰ء سے پڑتی ہے جسوقت کہ پروفیسر فرائڈ کی کتاب "تعبیر الرؤیا" پر شائع ہوئی[1]

فرائڈ کے مسلمات اولیہ یہ دو ہین، اور انہین قضایا پر اسکے نتائج کی بنیاد قائم ہے:-

(۱) اول یہ کہ واردات نفسی کی تحلیل و تشریح مصطلحات نفسی ہی کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے، دماغی و عصبی تغیرات اور حوادث مادی بیشک حیات نفسی کی تعبیر و تفہیم مین معین ہوسکتے ہین، لیکن کیفیات نفسی کے قائم مقام نہین ہوسکتے، ذہنیات کی توجیہ و تعلیل ذہنیات ہی کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے، نہ کہ مادیات کے ذریعہ سے، اس بنا پر خواب جو شخصی تجربہ کی چیز ہے، اسکی تحلیل ہمیشہ

[1] حیرت ہوکہ فاضل مضمون نگار کے قلم سے اسقدر بے بنیاد دعوی کیونکر نکلا، انیسوین صدی کے نصف آخر سے علماء نفس برابر اس موضوع پر طبع آزمائیان کررہے ہین اور سنہ ۱۸۶۱ء و سنہ ۱۸۷۰ء، سنہ ۱۸۹۰ء و سنہ ۱۸۹۲ء مین مستقل تصانیف اس موضوع پر شائع ہوچکی ہین، خود فرائڈ اپنی تصنیف مین ان سب کا حوالہ دیتا ہی بلکہ وہ اٹھارہوین بلکہ سترہوین صدی تک مین اس موضوع پر تصانیف موجود پاتا ہی اور ان سے استناد کرتا ہی، یہ دوسری بات ہی کہ اسکی تحقیق کے نتائج تمام گذشتہ محققین سے الگ ہین،

عناصر تجربی ہی مین ہونا چاہیئے،

(۲) دوسرے یہ کہ مادیات وطبیعیات کی طرح کائنات نفسی مین بھی بخت واتفاق کی کوئی گنجائش نہین، بلکہ جو کچھ ہوتا ہے سب علت ومعلول کے سلسلہ مین وابستہ ہوتا ہے، اس بنا پر ذہنی کیفیت خواہ وہ بظاہر کیسی ہی نامعقول بلکہ مجنونانہ ہی معلوم ہو، ضرور کسی نہ کسی پچھلے تجربہ نفسی کی معلول ہوگی،

ہر دو اصول بالا کو ملحوظ رکھنے کے بعد فرایڈ کہتا ہے کہ ہر خواب دو طرح کے اجزا سے مرکب ہوتا ہے، ایک اجزا ظاہری، دوسرے اجزا مخفی، عموماً جب لوگ اپنا خواب بیان کرنے بیٹھتے ہین تو انہین اجزا ظاہری کو حک واضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہین، لیکن اگر غور کرکے دیکھا جائے تو یہ اجزا ظاہری مظاہر ہوتے ہین، ان اجزا مخفیہ کے جو شعور خفی مین کام کرتے ہوتے ہین، بالکل اسی طرح کہ جیسے پارلیمنٹ کا ایک ممبر نمایندہ ہوتا ہے اس راے کا جو اسکے حلقۂ انتخاب کنندہ کی ہوتی ہے،

فرایڈ کا دعوی ہے کہ خواب کے تمام مناظر، خواہ وہ پوری طرح پہلے تجربہ مین آچکے ہون، خواہ وہ کسی جدید مرکب کی شکل مین رونما ہون، بہرحال ہوتے ہین گذشتہ یادداشتون ہی کا مجموعہ، اور ان کا یہ اجتماع اصول تداعین کے ماتحت ہوتا ہے، اسی طرح کہ جیسے بیداری کے عالم مین شعور جلی کے تحت مین نفس کی فعلیت ہوتی رہتی ہے،

نفس کی ساری فعلیت قانون ائتلاف کے تابع ہے، مگر ائتلاف کی دو صورتین ہین، ائتلاف[1] منضبط، اور ائتلاف[2] منتشر، صحیح الحواس انسان عموماً اول الذکر کے ماتحت سوچتا ہی اور فاتر العقل کا دماغ آخر الذکر کا پابند رہتا ہے، فرض کرو اسوقت ہمارے سامنے گلابی رنگ کا جاذب کاغذ رکھا ہوا ہے، ایک صحیح الحواس شخص اسے دیکھکر کہیگا کہ اسکا رنگ گلابی ہے، اسکی دبازت اسقدر ہے اسمین روشنائی کو جذب کر لینے کی قوت ہے، یہ فلان کارخانہ مین تیار ہوا ہے فلان قیمت کو

مل سکتا ہے، وغیرہ، لیکن ایک فاتر العقل کی زبان سے اسے دیکھکر ممکن ہے یہ الفاظ نکلین، گلابی، باغ، ہریالی، مولوی نذیر احمد، جیرت، کربلا، لائڈ جارج،

اس مثال مین دونون دماغون نے قانون ائتلاف ہی کی ماتحتی مین کام کیا، فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر نے جاذب کو اپنا مرکز بنائے رکھا، اور آخر الذکر نے کسی شے کو اپنا مستقل مرکز نہین رکھا، بلکہ مختلف ائتلافات مین سے بلا لحاظ مقصد کسی ایک کو چن لیا،

ہر انسانی دماغ بیداری کی حالت مین آخر الذکر اصول پر بھی برابر کام کرتا رہتا ہے، لیکن شعور کا اصلی فرض یہ ہے کہ نظم و ترتیب پیدا کرتا رہے، اور جو ائتلافات، مانحن فیہ سے غیر متعلق ذہن کے سامنے آتے رہتے ہین، انہین دفع کرتا رہے، حالت خواب مین چونکہ شعور کی حکومت معطل ہو جاتی ہے، اور بجائے اسکے شعور خفی کا تسلط ہو جاتا ہے، ائتلافات مین انضباط نہین باقی رہجاتا، اور ذہن کے سامنے از خود جتنی یادداشتین تازہ ہو جاتی ہین، وہ سب بدستور قائم رہجاتی ہین،

خواب مین انسان کن چیزون کو دیکھتا ہے؟ اسکے جواب مین فرائڈ کہتا ہے کہ "خواب نام ہے بیداری مین نہ برآنے والی آرزوؤن کے برآنے کا" اور آرزو کو وہ نہایت وسیع معنی مین لیتا ہے، جسکے تحت مین ہر طرح کے جذبات، احساسات، خیالات، افکار، دعزائم آجاتے ہین، فرض کرو ہمین کسی ایسی عورت کے ساتھ محبت پیدا ہوئی جسکے ساتھ عقد کا کوئی امکان ہی نہین حالت بیداری مین ہم عقل سے کام لیکر ایسے مہمل خیال کو بجبر اپنے دماغ سے نکال دیتے ہین، لیکن حالت خواب مین جب شعور کے قوائے عقلیہ معطل ہوتے ہین، اس آرزوے مخفی کو بے روک ٹوک بر دسے کار آنے کا موقع ملتا ہے اور ہم یہ دیکھنے لگتے ہین کہ اسکے ساتھ نکاح ہو گیا ہے،

ڈراؤنے خواب جن سے ہم چونک پڑتے ہین، ان مین بھی فرایوڈ کے اصول کے مطابق ہم اہنین وحشت ناک چیزون سے دوچار ہوتے ہین جنکی طرف سے ہمین حالت بیداری مین کبھی اندیشہ رہ چکا ہے، گو ہم نے قوت ارادی کی مدد سے کبھی اپنے تئین دانستہ اُنکے خوف سے متاثر نہین ہونے دیا ہے،

سائنس کا تعلق حکومت سے

ہندوستان مین صنعتی کمیشن نے دو تین سال ہوے جو تحقیقات کی تھی اور جسکی رپورٹ بھی کچھ روز ہوے شایع ہو چکی ہے، اس نے منجملہ اور مسائل کے ایک تجویز یہ بھی پیش کی ہے کہ ایک مستقل محکمہ سائنس براہِ راست حکومت ہند کی ماتحتی مین قائم کیا جاے جو صنعت وحرفت سے متعلق ایجادات واختراعات کرتا رہے، اس تجویز کی مخالفت مین انگلستان کے مشہور سائنٹفک رسالہ نیچر نے پرزور مضامین لکھے، اور انگلستان کے مشاہیر ماہرین سائنس سے اس باب مین استفسار کیا، ان حضرات نے جو مضامین اس موضوع پر لکھے ہین، ان مین سے بعض کے اقتباسات درج ذیل ہین:-

ڈاکٹر بیٹسن، فیلو رایل سوسائٹی، جو علم الحیات کے مشہور ماہر ہین، اور برٹش الیوسی ایشن کی صدارت بھی کر چکے ہین، لکھتے ہین کہ

> سائنٹفک تحقیقات اور حکومت کے باہمی تعلقات عام اس سے کہ وہ حکومت ملکی ہو یا مذہبی، شاذو نادر ہی خوشگوار و پسندیدہ رہے ہین، سائنس کو مدتون ایک خوفناک اژدہا سمجھا جاتا رہا، جسکا قتل کر دینا یا جسے محبوس رکھنا واجبات سے تھا مگر اب جب سے یہ محسوس ہوا ہے کہ اس جانور کو مطیع کر کے اسکے ذریعہ سے بہت سے

کام بھی لئے جاسکتے ہین، اسوقت سے دم دلاسہ دے دیکر اسکو رام کرنیکی کوشش جاری ہے لیکن درحقیقت ہمارے حق مین بہتر ہوتا اگر ہمارے ساتھ وہی پیشتر والا سلوک قائم رکھا جاتا، ایسی حالت مین ہم سب کو پروفیسر سوڈی کی اس راے سے اتفاق ہوگا، کہ انڈین انڈسٹریل کمیشن کی یہ تجویز صریحًا ہماری غلامی کی تجویز ہے، ابھی وقت ہے اور ابھی ارباب حل وعقد سے صاف صاف کہدینا چاہیئے کہ ملازمت کی ان شرائط کو کوئی خود دار و دیانت دار سائنٹفک شخص نہین قبول کر سکتا "

آگے چل کر ڈاکٹر موصوف فرماتے ہین، کہ

اکتشاف واختراع کا کام مثل فن، ادب، و دیگر اعلیٰ اعمال ذہنی کے محض آزادی کی فضا مین ہوسکتا ہے، علمی ترقی کسی متعین شاہراہ کی پابند نہین رہ سکتی، اور ارباب حل وعقد کا کوئی ایسی راہ متعین کرنا کام کرنیوالون کی ذہانت وزندہ دلی کو ہلاک کردیتا ہے کوئی شخص جو سائنٹفک اکتشافات کی ذرا بھی اہلیت رکھتا ہے، ہرگز ایسے کام کو ہاتھ نہین لگائیگا جسکی اشاعت کا دارومدار محض افسر اعلیٰ کی خوشنودی مزاج پر ہے، ان شرائط وقیود کے ساتھ بیشک ایسے صنعتی مشاغل جاری رکھے جاسکتے ہین، جنکا مقصد کسی رقیب تجارت کو نیچا دکھانا ہو، لیکن ان عظیم الشان مقاصد کے ساتھ جو حکومت ہند کے پیش نظر ہین ایجاد واجتہاد کے کام کو جاری رکھنا ناممکن ہے "

پروفیسر سیوارڈ، فیلو رائل سوسائٹی لکھتے ہین:۔

" حکومت ہند کی تجویز اس باب مین معنًا یہ حکم رکھتی ہے کہ سائنٹفک تحقیقات عام دفتری اقتدار کے تسلط مین آجاے، اور حیرت یہ ہے کہ کمیشن کے سامنے بعض سائنٹفک گواہون نے بھی اسکی تائید کردی، درآنحالیکہ سائنٹفک کام کرنے والے اور ایجاد

واجتہاد مین کامیابی حاصل کرنے والے کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ اُسے کامل آزادی عمل حاصل ہو"

اسکے بعد پروفیسر موصوف کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ افسری وماتحتی اور ملازمت کے پورے قیود کے ساتھ کوئی بھی قابل کام کرنیوالا اپنی غلامی پر رضامند نہین ہوسکتا، حکومت کا یہ بے شبہہ فرض ہے کہ کام کرنے والون کی ہمت افزائی کرے، انہین معقول معاوضہ دے، انکی راہ مین سہولتین بہم پہنچاے، لیکن اگر وہ عام دفتری ملازمون کی طرح انہین اپنے گرفت مین لانا چاہتی ہے تو کوئی صاحب فن اپنی آزادی نہین فروخت کرسکتا،

پروفیسر سوڈی، فیلو رائل سوسائٹی نے جو اسوقت علوم طبیعہ کے نامور اساتذہ مین ہین، ورطبیعیات پر متعدد محققانہ کتب کے مصنف ہین، ایک طویل مضمون اس بحث پر لکھا ہے اسمین وہ فرماتے ہین کہ حکومت ہند کی اس تجویز کی مخالفت مین جو صریحا سائنس کو حکام ملکی وسیاسی کا غلام بنادینا چاہتی ہے، اپنی متحدہ قوت صرف کرنا چاہیئے، یہ خوب بات ہے کہ جو لوگ اکتشافات وتحقیقات عالیہ کا کام کرتے ہین اُنہین محکوم بلکہ غلام بنادیا جائے ان حضرات کی گردش چشم کا، جو مسائل فن سے براے نام واقفیت کے باوجود افسری کی بلند کرسیون پر ممتاز اور بیش بہا مشاہرون سے سرافراز ہین!

ایک اور ممتاز عالم لکھتے ہین کہ حکومت ہند کی یہ تجویز نااہلی اور ناقابلیت کے لئے ایک صلاے عام ہے،

آثارِ علمیہ و ادبیہ

ایوان وزارتِ ہند مین مشرقی کلام

ایوان وزارت ہند (لندن) مین پتھر اور دہات پر مشرقی شعرار کا جو کلام منقوش ہے اور جسکا ذکر شذرات کے ذیل مین آچکا ہے، یہان بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

سامنے کی دو لوحون پر یہ اشعار ہین

(۱)

ہر کہ اُو را عدل عادت می شود — بیگمان عمرش زیادت می شود

ہر کرا بر خلق بخشائش شود — آبروے اُو درا فزائش شود

از سخاوت آبرو افزون شود — از بخیلی بیخبر ....[۱] شود

با رعیت چون کند حاکم ستم — ......[۲] در ملک کم

(۲)

بد و نیک ہر چند ہے بے ثبات — ولیکن جہان مین ہی بہتر یہ بات

کہ نام نکوئی رہے یادگار — ہمیشہ نکو نام ہے برقرار

ہمیشہ جو کوئی کرے کام نیک — تو بیشک ہو آغاز و انجام نیک

ستانا دل کا ای صاحب[۳] برا ہے — قلوب مردمان عرشِ خدا ہے

چپ و راست کے چھ پتھرون پر یہ اشعار ہین،

---

۱ و ۲ یہ عبارتین پڑہی نہین جا سکین ۳ صاحب لوگون کی مناسبت سے "اے صاحب" کسقدر پر لطف ہے

(۳) شنیدم کہ در وقت نزع روان / بہ ہرمز چنین گفت نوشیروان

ازان بہرہ ور تر در آفاق کیست / کہ در حکمرانی بہ انصاف زیست

---

(۴) چو نوشیروان عدل کرد اختیار / کنون نام نیک ست زو یادگار

چو ایزد ترا این ہمہ کام داد / چرا بر نیاری سرانجام داد

---

(۵) ثباتے ندارد جہان اے پسر / بغفلت مبر عمر و روزے بسر

خواہی کہ خداے بر تو بخشد / با خلق خداے کن نکوئی

---

(۶) تا توانی حاجت مردم برآر / تا برآرد حاجتت را کردگار

برآوردنِ کار امید دار / بہ از قید بندی شکستن ہزار

شاہ ما آن کند کہ او گوید / حیف باشد کہ جز نکو گوید

---

(۷) جہان را بہ انصاف آباد دار / دلِ اہلِ انصاف را شاد دار

ترا زین بہ آخر چہ حاصل شود / کہ نامت شہنشاہ عادل بود

---

(۸) عدل کر دنیا میں غافل زندگانی پھر کہاں / زندگانی گر رہی تو یہ حکومت پھر کہاں

سدا عیش دنیا دکھاتا نہیں / گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

اخبار علمیہ

یورپ مین ایک بجلی کی پچکاری نکلی ہے جسکے ذریعہ سے جلد کا رنگ تبدیل کیا جاسکتا ہے، جس حصہ جسم کا رنگ تبدیل کرانا مقصود ہوتا ہے، وہان مرغوب رنگ کی ایک مقدار کے ساتھ یہ پچکاری لگا دی جاتی ہے، خارجی رنگ مسامات کے ذریعہ سے جسم مین داخل ہوجاتا ہے اور اس حصہ جسم کا وہی رنگ منتقل بنا دیتا ہے، سرخ، سفید، گلابی، ارغوانی، سیاہ، غرض ہر قسم کا رنگ اس پچکاری کی مدد سے جسم انسانی اختیار کرسکتا ہے، مغربی خواتین جو اپنے رخساروں کو سرخ و سفید، اپنے بالون کو سیاہ، اور اپنے ہونٹون کو گلابی بنانا چاہتی ہین، اس اختراع سے بہت بڑی تعداد مین فائدہ اُٹھا رہی ہین،

کیسٹر آئیل (ارنڈی کا تیل) بحیثیت دوا کے عام طور پر استعمال کرایا جاتا ہے، لیکن اسکا ذائقہ ایسا ناخوشگوار ہے کہ اکثرون کو اُسکی برداشت نہین ہوتی، ایک ڈاکٹر نے اسکا علاج یہ بتایا ہے کہ پہلے ایک گلاس مین برف کا پانی لیا جائے، پھر اسمین اس تیل کی ایک مقدار ڈالدیجائے، نتیجہ یہ ہوگا کہ تیل ایک جمے ہوے تھکے کی شکل مین اوپر تیرنے لگیگا اور اس طرح بغیر اسکے کہ اُسکا ذائقہ زبان، ہونٹون یا دانتون کو محسوس ہو اسے پانی کے ساتھ باسانی حلق سے نیچے اتارا جاسکیگا۔

مریخ سے نامہ و پیام کے سلسلہ مین جسکی بابت مختلف ماہرین فن کی رائین معارف کے گذشتہ دو نمبرون مین درج کیجا چکی ہین، مسٹر اے، سی، سوینٹس، اف آر، اس، لکھتے ہین کہ

اخبارون کا یہ لکھنا کہ یہ آوازین مریخ سے آرہی ہین غلط ہی نہین بلکہ مضحکہ انگیز ہے، کیونکہ وہان سے یہانتک لاسلکی آواز کے پہنچنے کے لئے کم ازکم ۱۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گھوڑون کی قوت کی ضرورت ہوگی!

حال مین مشہور ڈاکٹر سر جیمس کینٹلی نے لندن مین ایک لکچر کے سلسلہ مین بیان کیا کہ سوءِ ہضم اور امراض دندان کے متعلق اسوقت اس کثرت سے جو شکایات پیدا ہورہی ہین اُنکا بہت بڑا سبب یہ ہے کہ دُودھ کے استعمال مین ہم لوگ بے احتیاطی سے کام لیتے ہین اور حضرت موسیٰ کی ہدایات پر عمل نہین کرتے، آجکل گوشت اور مچھلی کے ساتھ ایک ہی وقت مین دودھ بھی استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ اگر آلات ہضم کی صحت اور اپنے دانتون کا تحفظ منظور ہے تو مچھلی کھانے کے دو گھنٹہ، مرغ کھانے کے تین گھنٹہ، اور گوشت کھانے کے چار گھنٹہ بعد تک دودھ کو قطعاً منہ نہ لگانا چاہیئے۔

ہندوستان سے متعلق تعلیمی اعداد ناظرین معارف کے سامنے ایک سے زاید بار پیش کئے جاچکے ہین، لیکن وہ مجموعی اعداد تھے، جو تعلیم کے ہر درجہ و مرتبہ پر حاوی تھے تعلیم کی ماہرین فن نے تین بڑی منزلین قرار دی ہین، تعلیم ابتدائی (معمولی نوشت وخواند کی تعلیم) تعلیم ثانوی (ہائی اسکولون کی تعلیم) اور تعلیم اعلیٰ (یونیورسٹیون کی تعلیم) ذیل مین ان منازل سہ گانہ سے متعلق ہندوستان کے الگ الگ اعداد دوسرے ممالک کے اعداد کے مقابلہ مین درج کئے جاتے ہین جن سے صحیح موازنہ مین سہولت ہوگی۔

سب سے پہلے ابتدائی مدارس کے طلبہ کی تعداد کو لینا چاہیئے :-

نام ملک	فیصدی طلبۂ مدارس ابتدائی
امریکہ	۱۹ ر ۸۷
انگلستان	۱۶ ر ۵۲
جرمنی	۱۶ ر ۳۰
فرانس	۱۳ ر ۹۰
جاپان	۱۳ ر ۰۷
سیلون	۸ ر ۹۴
رومانیہ	۸ ر ۲۱
روس	۳ ر ۷۷
برازیل	۲ ر ۶۱
ہندوستان	۲ ر ۳۸

اسکے بعد ثانوی مدارس کی آبادیوں کا نمبر آتا ہے :-

نام ملک	فیصد طلبۂ مدارس ثانوی
امریکہ	۱ ر ۵۰۲
جرمنی	ر ۹۸۸
انگلستان	ر ۶۲
ہندوستان	ر ۴۸۶

جاپان	۳۵۴ ر
فرانس	۳۲ ر

آخر مین یونیورسٹی کے طلبہ کی تعداد کو لیتے ہین :-

امریکہ	۲۱۸ ر
فرانس	۱۰۶ ر
اٹلی	۰۶۳ ر
ڈنمارک	۰۶۱ ر
انگلستان	۰۵۴۰ ر
ہندوستان	۰۲۴ ر

اعداد بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے بھی ہندوستان ایک مفلس ملک ہے تاہم اسکا افلاس سب سے زیادہ ابتدائی تعلیم کے دائرہ مین ظاہر ہوتا ہے، حکومت کے عام ارباب حلّ وعقد اسکا علاج یہ بتاتے ہین کہ ثانوی اعلیٰ تعلیم کو محدود کیا جائے، تاکہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ان کا تناسب قائم رہے، لیکن کلکتہ یونیورسٹی کمیشن نے اُسکا صحیح حل یہ بتایا ہے کہ خود ابتدائی تعلیم ہی کو زیادہ وسعت دینا چاہیئے -

---

آخری سرکاری اعداد کے مطابق ہندوستان مین تقریبًا ایک لاکھ بیالیس ہزار ابتدائی مدارس ہین، ان مین سے ۲۸۶۷ ۱۰۱ خانگی مدارس ہین، (جنمین سے ۳۵ ۳۲۵ ۸۵ کو سرکاری

امداد ملتی ہے)، ۲۹۱۷۲ مدارس ایسے ہین جو منوسپلیٹون یا ڈسٹرکٹ بورڈون کے ماتحت ہین، اور باقی ۳۴۵۳۱ سرکاری مدارس ہین، ان مدارس مین کل طالبعلمون کی (لڑکون اور لڑکیون کو ملاکر) مجموعی تعداد ۱۸۱۰۵۳۰۷ ہے، ثانوی مدارس شمار مین ۳۹۶۷ ہین، اور انمین شاگردون کی کل آبادی ۳۳۵، ۸۶۰۱ ہے، اعلیٰ تعلیم کے مدارس مین کالجون کی تعداد ۱۸۴ ہے، کالجون اور ہائی اسکولون کی تعداد ہندوستان کے کل حصون مین سب سے زاید بنگال مین ہے، اور باقی دو ثلث سے کچھ کم برٹش ہندوستان کے مختلف صوبون مین منتشر ہین،

وسط اپریل گذشتہ مین بمقام بردوان ایک چھتری زمیندار نے ۶ بجے شام کو وفات پائی، متوفی کا تعلق چونکہ سورج بنسی خاندان سے تہا، اسلئے نعش شب مین نہین جلائی جاسکتی تھی، دوسرے روز صبح سویرے متوفی کے ایک عزیز نے نعش کا فوٹو لیا، لیکن جب فوٹو تیار ہوا تو اسمین پانچ شکلین اور بھی نظر آئین، جنمین سے ایک شکل مرحوم کے زوجۂ متوفیہ اور ایک مرحوم کے بچہ کی پہچانی گئی، جسکا مدت ہوے انتقال ہوچکا ہے، باقی تین شکلین بہت دھندلی آئی ہین، انکی شناخت نہو سکی، بنگال کے اخبارات اس روایت کے ذمہ دار ہین، اور بنگال کے سائنٹفک حلقون مین اس خبر نے ایک خاص تحریک پیدا کردی ہے -

---

سنہ ۱۴ء تک روے زمین کا کوئی خطہ بجز قطب شمالی وجنوبی کے جغرافیانہ حیثیت سے اسقدر غیر معلوم نہ تہا جتنا کہ ملک عرب تہا، لیکن دوران جنگ مین ایک انگریز مسٹر فلبی سی، آئی، ای نے جو ہندوستانی سول سروس کے ایک رُکن ہین، عرب کے متعلق معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ بہم پہنچا دیا ہے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھون نے صحراے

عرب کو عبور کیا، حالانکہ یہ مہم اسقدر دشوار و خطرناک ہے، کہ آج تک بجز ایک یوربین مستشرق کے اور کسی کو اسکی ہمت نہین ہوئی تھی اور اسکو بھی پورے سو برس گذر چکے، مسٹر فلبی نے جان پر کہیل کر خلیج فارس سے لیکر بحر قلزم تک پورا صحرائے عرب ایک بدوی کی لباس مین طے کیا، اُنکو عربی زبان پر اتنی غیر معمولی قدرت حاصل ہے کہ اثناء سفر مین کسی بدوی کو اُن پر اجنبی ہونے کا شک نہوا، ورنہ وہ اسی وقت قتل ہوگئے ہوتے، اُنھون نے اپنے ملک مین واپس پہنچکر عرب سے متعلق ہر قسم کے معلومات کا وہ نادر ذخیرہ پیش کیا جو اب تک یورپ کی دسترس سے باہر تہا، ان خدمات کے اعتراف مین چند ہفتہ ہوئے کہ انگلستان کی رایل جیوگرافیکل سوسائٹی نے اپنے سالانہ اجلاس مین انہین بیش بہا تمغون سے ممتاز کیا ہے۔

سال گذشتہ (۱۹ سنہ) مین انگلستان و امریکہ کی علمی رفتار کا موازنہ ان دونون ممالک کی تعداد مطبوعات سے ہو سکیگا، ذیل مین ہر دو ممالک کی فہرست مطبوعات کے ابتدائی دس دس عنوانات کے ماتحت تفصیلی اعداد دینے کے بعد کل مطبوعات کی مجموعی میزان دیجاتی ہے جو کتب جدیدہ، نیز کتب قدیمہ کے نئے ایڈیشنون دونون پر حاوی ہے،

نام فن	تعداد مطبوعات امریکہ	تعداد مطبوعات انگلستان
(۱) علم المعاشرت و معاشیات	۸۹۱	۸۲۴
(۲) تاریخ	۸۱۲	۴۲۲
(۳) ناول و افسانہ	۹۰۴	۱۲۱۷
(۴) مذہب	۶۹۵	۷۶۶
(۵) سائنس	۵۸۶	۴۳۴

	امریکہ	انگلستان
(۶) شاعری و ڈراما	۵۰۰	۴۹۵
(۷) انجینیری و دیگر عملی صنایع	۵۰۷	۴۸۶
(۸) بچون کے لئے	۴۳۳	۵۶۴
(۹) زراعت و باغبانی	۴۰۷	۲۲۸
(۱۰) طب و حفظان صحت	۴۰۱	۳۶۷
میزان کتب جدیدہ	۷۶۲۵	۷۳۲۷
میزان کتب قدیمہ، طبع جدید	۵۶۹	۱۲۹۵
میزان کل	۸۵۹۴	۸۶۲۲

یہ واضح رہے کہ امریکہ کی اس تعداد مطبوعات مین ۱۴۱۵ کتابون کے مصنفین و مولفین غیر امریکی ہین، جنمین زیادہ تر انگریز ہی ہین،

سال پیوستہ کے مقابلہ مین علمی ترقی کا اندازہ کرنے کیلئے ہر دو سِنین کے اعداد کو بالمقابل رکھنا چاہیئے،

	امریکہ	انگلستان
سنہ ۱۸	۹۲۳۷	۷۷۱۶
سنہ ۱۹	۸۵۹۴	۸۶۲۲

ایک سائنٹفک رسالہ لکہتا ہے کہ چاند کے گرد ہالہ کے فاصلہ کی کمی و بیشی آیندہ موسم کے متعلق پیشینگوئی کرنے کے لئے ایک عمدہ معیار ہے، اگر ہالہ چاند سے زیادہ فاصلہ پر ہوگا تو بارش کی بہت جلد توقع رکہنی چاہیئے، اگر وہ بالکل متصل ہے تو بارش ایک عرصہ تک نہوگی،

ہمارے ملک کے عوام و دہقان بھی کہا کرتے ہین کہ "دور سے کنڈل نیرے پانی، نیرے کنڈل دور رے پانی"

ایک امریکی شخص نے پوستین کے قسم کی ایک دریائی چھال کو لیکر، جو پانی پر تیرتی رہتی ہے، ایک پوشاک بنائی ہے، جسے پہنکر انسان کبھی غرق نہین ہو سکتا، خواہ کسی حالت مین ہو، چنانچہ امریکہ مین بعض بحری افسر اسکے جوتے پہنکر سمندر مین کودے اور سطح آب پر بے تکلف مثل خشکی کے برابر چلتے رہے، امریکہ مین اس عجیب و غریب چھال کے بکثرت سوٹ اور جوتے تیار ہو رہے ہین، اور شوقین حضرات انہین پہن پہن کر بلا تکلف سمندر مین کودتے ہین، اور معمولی سڑکون کی طرح سطح آب پر چلتے پھرتے ہین،

تجہیز و تدفین و عام مراسم عزا کے متعلق ہر ملک اور ہر قوم مین ایک جداگانہ دستور ہے، اس سلسلہ مین سوئٹزرلینڈ کے ایک دستور کا بھی حال دلچسپی سے پڑھا جائیگا، یہان ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی خوشحال شخص وفات پاجاتا ہے تو اسکے ورثا اخبارات مین ماتمی جدول کے ساتھ یہ اعلان شایع کراتے ہین کہ رسم تعزیت فلان روز فلان وقت فلان مقام پر ادا کی جائیگی، وقت مقررہ پر مکان کے باہر دروازہ کے سامنے ایک سیاہ میز بچھا کر سیاہ چادر ڈالدیجاتی ہے اور اسپر ایک مٹی کی بنی ہوئی انگیٹھی لاکر رکھدیجاتی ہے، جو ماتمی انگیٹھی کہلاتی ہے، اب متوفی کے تمام اعزہ، احباب، و شناسا آتے ہین اور اس ماتمی انگیٹھی سے یون رسم تعزیت ادا کرتے ہین کہ اپنے اپنے نام کے کارڈ جنپر سیاہ جدول ہوتے ہین لاکر اسمین ڈالتے ہین اور جنکو مرحوم سے زیادہ خصوصیت ہوتی ہے وہ کچھ کلمات تعزیت بھی اسپر لکھدیتے ہین، اس رسم کا تدفین سے پیشتر ادا ہوجانا ضروری ہے، اسکے بعد تابوت اٹھتا ہے، جسکے ساتھ صرف مرد جاسکتے ہین -

---

ادبیات

افاداتِ اکبر

ماہ اپریل کے ابتدائی ایام مین چند گھنٹے لسان العصر حضرت اکبر مدفیوضہ کی صحبت مین جنکا وجود موجودہ زمانہ کے لئے ایک نعمت ہے، صرف ہوئے، تیسرے دیوان کا مسودہ پریس مین جانے کے لئے صاف ہو رہا تھا، فرصت اگرچہ نہایت قلیل تھی تاہم دل نے گوارا نہ کیا کہ ناظرین معارف اس چمنستان ادب و معانی کے لطف سے بہرہ ور نہون، عجلت مین گلدستہ تو تیار نہ ہوسکا البتہ موسم بہار کی چند تازہ کھلی ہوئی کلیان دامن مین لے لین، اور وہ کچھ آج کی صحبت مین اور باقی آیندہ صحبتون مین پیشکش ہوتی رہین گی۔ (عبد الماجد)

رفتار اور سمت مین موجِ ہوا کی ہے
ای قصہ گوے بدر، ضرورت حرا کی ہے

تو وضع پہ اپنی قائم رہ قدرت کی مگر تحقیر نکر
دے پائے نظر کو آزادی، خود بینی کو زنجیر نہ کر

گو تیرا عمل محدود رہے اور اپنی ہی حد مقصود رہے
رکھہ ذہن کو سائنس فطرت کا بند اُسپہ درِ تاثیر نہ کر

تو خاک مین مِل اور آگ مین جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلون کے عنصر پر بنیاد نہ رکھہ تعمیر نہ کر

باطن مین اُبھر کر ضبط فغان لے اپنی نظر سے کار زبان
دل جوش مین لا فریاد نہ کر تاثیر دکھا تقریر نہ کر

ہستیٔ بے ثبات نے جانِ بشر کو کیا دیا　　نفس سے حرص آ گئی، ہوش نے مین ہٹا دیا

نفس نے کہدیا غلط، عقل نے بھی ملائی ہان　　منزلِ ذوق روح کا دل نے اگر پتا دیا

چشم خرد سے عار تہا، حسنِ جنون پسند کو　　عقل نے آنکھ بند کی اُس نے حجاب اُٹہا دیا

جہان ہستی ہوئی محدود لاکھون پیچ پڑتے ہین
عقیدے، عقل، عنصر، سب کے سب آپس مین لڑتے ہین

کسی کو بھی کسی سے کچھ نہین اس باب مین جھگڑا
کرو تم دھیان پرمیشر کا دل کو اُسکا درشن ہو
مگر مشکل تو یہ ہے نام سب لیتے ہین مذہب کا
غرض لیکن یہ ہوتی ہے جتھا ہو اور بھوجن ہو

مقابل ترے ہیچ سب ہیچ ہے　　مگر تو ہی خود پیچ در پیچ ہے

تقلیلِ غذا مین جو پیرمنٹ ہی ہے　　کر ضبطِ ہوس سلف گورنمنٹ ہی ہے

کچھ دیکھتا نہین مین دلِ زار کے لئے　　جو کچھ یہ ہو رہا ہے سب اخبار کے لئے

میر کی آپ بیتی

مت سہل ہمین جانو پہرتا ہی فلک برسون — تب خاک کے پردہ سے انسان نکلتے ہین

پہر اپنی صورت احوال ہر اک کو دکہانا یان — مروت قحط ہی آنکہین نہین کوئی ملاتا یان

خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکہنوئ سے تہا — وہین مین کاش مرجاتا سراسیمہ نہ آتا یان

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جوان تہا — اندازِ سخن کا سبب شور و فغان تہا

جادو کی پڑی پرچۂ ابیات تہا اُسکا — منہ تکئے غزل پڑہتے عجب سحر بیان تہا

جس راہ سے وہ دل زدہ دلّی مین نکلتا — ساتہ اسکے قیامت کا سا ہنگامہ روان تہا

افسردہ نہ تہا ایسا کہ جون آب زدہ خاک — آندہی تہا، بلا تہا، کوئی آشوب جہان تہا

اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن — وے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین

شام ہی سے بجہا سا رہتا ہے — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

کوئی دن کریئے معیشت جا کسو کامل کے پاس — ناقصون مین رہئے کیا رہیئے تو صاحبدل کے پاس

ہو کوئی بادشاہ کوئی یان وزیر ہو — اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو

میر کیا ہے فقیر مستغنی — آوے اس پاس بادشاہ تو کیا

صحبت کسو سے رکہنے کا اُسکو نہ تہا دماغ — تہا میر بیدماغ کو بھی کیا بلا دماغ

باتین کرے برشتگیٔ دل کی پر کہان — کرتا ہے اس دماغ جلے کا وفا دماغ

دو حرف زیر لب کہے پہر ہو گیا خموش — یعنی کہ بات کرنے کا کسکو رہا دماغ

بیہوش مےِ عشق ہون کیا میر ابہر دسہ — آیا جو بخود صبح تو مین شام نہ آیا

رفتۂ عشق کیا ہون مین اب کا — جا چکا ہون جہان سے کب کا

جنون نے تماشا بنایا ہمین رہا دیکھہ اپنا پرایا ہمین
سدا ہم تو کھوئے گئے سے رہے کبھو آپ مین تم نے پایا ہمین

کی زیارت میر کی ہمنے ٹی کل لاابالی سا ہے پر کامل ہے یان

وحشت ہے بہت میر کو مل آیئے چل کر کیا جانئے پھر یان سے گئے کب ہو ملاقات

ملنے والے ابھی ملیگا ہے وہ عالم دیگر ین میر فقیر کو سکھی یعنی مستی کا عالم ہی اب

مرنے مین میر سب یہ نہ اس بیکسی کے ساتھ ماتم مین تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

تربتِ میر پر ہین اہلِ سخن ہر طرف حرف ہے حکایت ہے
تو بھی تقریب فاتحہ سے چل بخدا واجب الزیارت ہے

محمد الیاس برنی - ایم، اے، ال، ال بی)

باب التقریظ والانتقاد

البستانی

ٹاگور عربی لباس مین

مکتبۂ الہلال (مصر) کی فہرست کتب مین سر رابندرا ناتہ ٹیگور کے اشعار کے عربی ترجمہ کا اشتہار میری نظر سے گذرا اور مین نے اسکے لیے فوراً آرڈر دیدیا، اسکے متعلق مین نے محترمی علامہ سید سلیمان صاحب کو اطلاع دی تھی کہ ٹیگور کی گیتانجلی کا ترجمہ عربی مین ہوگیا ہے، چنانچہ دسمبر کے معارف مین اُنھون نے ایک نوٹ اسکے متعلق شایع کیا تہا، اب کہ یہ کتاب میرے پاس پہنچگئی ہے، اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ گیتانجلی کا نہین بلکہ ٹاگور کے ایک اور عشقیہ مجموعۂ منظومات مسمیٰ "بہ گارڈنر" کا ترجمہ ہے، جسے مصر کے ایک مشہور اہل قلم ودیع البستانی نے ترجمہ کر کے شایع کیا ہے، اور اسکا نام اصل کتاب کے نام اور اپنے نام کی مناسبت سے البستانی رکہا ہے

بستانی موصوف فن ترجمہ کا ماہر مشاق ہے، اور اس سے پیشتر لارڈ اویبری کی مشہور تصانیف "یوز آف لائف" "پلیسرس آف لائف" "بیوٹیز آف نیچر" وغیرہ کا "معنی الحیاۃ" "مسرات الحیاۃ" "محاسن الطبیعہ" کے نام سے علی الترتیب ترجمہ کر چکا ہے، آج تک "رباعیات عمر خیام" کا تقریباً دنیا کی تمام زبانون مین ترجمہ ہو چکا ہے، لیکن عربی زبان مین اسکی کمی تھی، اس کمی کو بھی بستانی موصوف ہی نے پورا کیا ہے جو موجودہ ادب عربی مین ایک قابل قدر اضافہ سمجہنا چاہیئے۔

ترجمہ کی دقتون سے وہی لوگ خوب واقف ہین جنہین اس کام سے کبھی سابقہ پڑا ہے ایک زبان کے محاورات، بندش، اسلوب بیان کا دوسری زبانون مین ترجمہ کردینے سے

وہ خوبی اور زور اثر قائم ہنین رہتا، اور مترجم کو اپنی طرف سے بعض ضروری تصرفات کرنے پڑتے ہین، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بستانی کا یہ ترجمہ انگریزی ترجمہ سے جو خود مصنف نے کیا ہی زیب تر ہے، اور موجودہ عربی زبان کا ایک عمدہ نمونہ ہے، جسمین ہندی خیالات کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا گیا ہے،

سر رابندرا ناتھ ٹگور کی شہرت تعارف کی محتاج ہنین ہے، ٹاگور کی جو قدر شناسی یورپ نے بذریعہ نوبل پرائز (سوا لاکھ روپیہ کا عطیۂ ادبی) کی ہے وہ ابنائے وطن سے پوشیدہ ہنین ہے، ٹگور کی نظمون مین وسعت و لطافت تخیل، سادگی و صداقت جذبات معاملہ بندی کے علاوہ مخصوص و لطیف طرز بیان کے ساتھ ندرت تشبیہات و استعارات کی جو چاشنی ملی ہوئی ہے وہ ہر ایک پڑھنے والیکو "شیرین کام" بنا دیتی ہے، اسکا کلام "از دل برخیزد بر دل ریزد" کا پورا پورا مصداق ہے، اور اس لحاظ سے خاص طور پر قابل داد ہے، پس یہ کہنا کسی طرح مبالغہ ہوگا کہ وہ ایشیار کا ملک الشعرار ہے، اہل یورپ جنکی شاعری مشرقی تنوع تخیلات اور ندرت استعارات و تشابیہ سے بالکل معرٰی ہے، اور جسمین کسی طرح کا سرور وجدانی حاصل ہنین ہوتا، انکو ٹگور کا کلام ایک نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوا، اور انھون نے اسکی اس سے زاید قدر کی جسکا کہ وہ مستحق تھا، لیکن انکی نظر سے اسلامی شعرار (عربی، فارسی، اردو) کا وہ بہترین کلام ہنین گذرا جسکا ایک ایک شعر ٹگور کے سارے دفتر منظومات کا جواب ہو سکتا ہے، اگر موقع ملا اور حیات مستعار باقی ہے تو انشاء اللہ ہم ٹگور کے کلام کا اسلامی شعرار کے کلام سے مقابلہ کرکے دکھا دینگے،

خیر، یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا، سردست ہم کو بستانی کے ترجمہ کا نمونہ قارئین کرام کی خدمت مین پیش کرنا ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ مترجم کو اسمین کہانتک کامیابی ہوئی ہے یہان یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مترجم مذکور ٹگور کی تصانیف کو پڑھکر ہندستان

مین اسکی ملاقات کو آیا تہا، اور اُسکی مشہور تصانیف گیتانجلی (قرابین الآغانی) گارڈنر (البستانی) کریسنٹ مون (الہلال) وغیرہ کی بعض چیدہ اور منتخب نظمون کو اُسکے پاس سے نقل کرکے لیگیا، جنمین سے بعض کا عربی مین ترجمہ کرکے اُس نے مجلہ الہلال (مصر) مین شایع کرایا تہا، مترجم نے (جیسا کہ وہ دیباچہ مین کہتا ہے) گارڈنر کا ترجمہ عربی مین کیا، اور پھر عربی کا لفظی ترجمہ انگریزی مین کرکے خود ٹگور کو دکھلایا تہا جسکو اس نے پسند کیا اور جایز و مناسب تصرفات کو بھی قائم رکہا، اسکے بعد یہ کتاب میکملن اینڈ کو کی اجازت خاص سے مطبع معارف مصر مین طبع ہوئی۔

(ترجمۂ عربی)	(ترجمۂ اُردو)
(۱) مصافحة بالایادی ومناظرة بالعیون	ہاتھ سے ہاتھ ملتے ہین اور آنکھون سے آنکھین
کذالک افتتح قلبانا باب الغرام اللیلة	اور یون ہمارے دلون کی تاریخ شروع ہوتی ہے
مقمرة من لیالی شہر "مارس" وعبیر الحناء	مارچ کی چاندنی رات ہے اور مہندی کی خوشبو
ملؤ الہواء، ونایی ملقی علی الارض	سے ہوا لبریز ہے، میری بانسری یونہی بے پروائی
وطاقة الزھر فی یدک لم یتم تنظیمھا	کی حالت مین زمین پر پڑی ہے اور تمہارا پھولون کا
ان المحبة التی بینی وبینک ھی الاغنیة	ہار ناتمام، ہماری تمہاری محبت ایک گیت کی طرح سادہ ہے،
للبساطة وسلامة نیة)	تمہاری زعفرانی نقاب میری آنکھون کو مخمور
نقابک بلونہ الزعفرانی یُسکر عینی واکلیل	کر رہی ہے، چنبیلی کا ہار جو تم نے میرے لئے گوندہا ہی
الیاسمین الذی ضفرتہ یھیج فوادی	میرے دل مین تعریف کی طرح لرزش پیدا کردیتا ہے
کالمدح، وما ھی الا لعبة منح ومنع، وتحجب واسفا	یہ ایک کہیل ہی دینے اور باز رکہنے کا، افشا کرنے
شیئ من البسمات الی شیئ من الخجل، الی	اور پھر پردہ داری کرنے کا، چند تبسمون کا تھوڑی
شیئ من باطل المجاھدة والمعاناة ان	سی حیا کا، اور چند شیرین بیسود بیہودہ تہاپائیون کا،

ما بینی وبینک من الحب ھو کالاغنیۃ	یہ محبت تمہارے اور میرے درمیان نغمہ کی طرح سادہ ہے
سذاجۃ (وسلامۃ نیۃ)	ہمارا کوئی راز زمانہ حال سے باہر نہین ہے،
لا غرابۃ ولا اسرار فیما وراء الزمن	ہماری کوئی سعی ناممکن کے لئے نہین، کوئی تاریکی
الحاضر، ولا محاولات ضائعۃ سدًی	دلفریبی کے پس پردہ نہین، کوئی جستجو ظلمت کی
فی سبیل المستحیل، ولا ظلال وراء سحر	گہرائی مین نہین - یہ محبت تمہارے اور میرے
الجمال ولا محاولات فی اعماق الظلام	درمیان نغمہ کی طرح سادہ ہے،
ان الذی بینی وبینک من الحب لکا	ہم تمام ذخیرۂ الفاظ ختم نہین کر دیتے کہ سکوت
لاغنیۃ بساطۃ (وسلامۃ نیۃ)	دائمی اختیار کرنا پڑے، ہم امید سے باہر چیز دن
نحن لا نخرج من الکلام الی الصمت الابدی ولا	کے لئے فضول ہاتھ نہین اُٹھاتے، جو کچھ ہم
نتطاول للتناول ما عدا ما یمکن ان ینال من	دیتے ہین اور جو کچھ ہم پاتے ہین وہ کافی ہے
الاعمال حسبنا الاخذ مما نعطاہ ولم	ہم نے مسرت کو بالکل پامال نہین کر دیا ہے کہ
نعتصر الفرح لنخرج لنا خمرۃ الالم ان الحب الذی	اس سے شراب الم نچوڑین، یہ محبت تمہارے
بینی وبینک کالاغنیۃ بساطۃ (وسلامۃ نیۃ)	اور میرے درمیان نغمہ کی طرح سادہ ہے،

مترجم نے یہی نہین کیا کہ ہر نظم کا نثر ترجمہ کر دیا ہے بلکہ ہر نثر ترجمہ کے بعد اُس کو قوالب شعریہ مین ڈھالا ہے، مسطورۂ بالا نثر کو اُس نے اس طرح منظوم کیا ہے:-

نظراتٌ فیھا المنی تتجلّیٰ   وسلامٌ والف اھلاً وسھلاً

ھکذا قلبنا الغرام استھلّ   وھوانا اغنیۃٌ لیس الّا ...

لیلۃ بدرھا من الزھر حالٍ   والثریّا ذی درّۃ بہ یتحلّی

وعبير الحناء عرفٌ شذيٌّ علّ منه النسيمُ حتى ابتلّا

ملّ يا ليل الشجي ومعصمات بغضّ نضير كأزهار في الصفر ملا

وكلانا عن دأبه راح يلهو وتخذنا تبادلَ اللحي شغلا

هكذا قلبنا الغرام استهلّا وهوانا أغنيّةٌ ليس إلّا

تجتني الوجه بالمعصفر عنّي واتركي العين بالمعصفر تملى

واضفري لي الأكاليل من ياسمين فتشد الا كالحبل بالقلب فعلا

بسماتٌ أردُّها باسماتٍ وحيينا اعذوا اذ رحتِ تجلى

يومنا يومنا يمرّ ويمضي وغدٌ مقبلٌ رويدا ومهلا

ليس إلا ما نحن فيه ولسنا نحسب الليلة العتيدة تجلى

أحسنا يبدو فيخلب لبّي لا أرى خلفه خيالا وظلّا

هكذا قلبنا الغرام استهلّا وهوانا أغنّيةٌ ليس إلّا

لا هذار يعلو فيتلوه صمتٌ إن خير الكلام قلّ فدلّا

لا نضمّ اليدين حول خيالٍ أو إلى المستحيل ننقل رِجلا

فوق ساجي القرار نطفو بلطفٍ لا نعاني غوصا كفى أن نُبلّا

إن تلاقت عينٌ بعينٍ وقلبٌ بفؤادٍ فحسبنا ذاك وصلا

هكذا قلبنا الغرام استهلّا وهوانا أغنية ليس إلّا

قلبي - طائر البرية - قد وجد
سماءه في عينيك، هما مهد الصباح
ومملكة النجوم، واغاني تهيم في
قرارهما فصبي لي ان احلق في تلك
السماء واهيم في وحشتها، بل
دعيني اشق غيومها وابسط جناحي
في سنائها،

میرے طائر آوارہ دل نے تمہاری آنکھوں مین
اپنا آشیانہ پالیا ہے، وہ تمہاری آنکھین صبح کا
گہوارہ ہین، وہ تارون کی سلطنت ہین، میرے
نغمے انکی گہرائی مین گم ہو جاتے ہین، مجھے اس (اپنی
آنکھون کے) آسمان مین اُنکی تنہا وسعت مین اڑنے
دو، مجھے اسکے بادلون سے چمٹ جانے اور اسکی
دھوپ مین بازو پھیلانے دو۔

ويح قلبي من طائر في البراري ... ليته بين مقلتيك يطير
بين عينيك عرش ملك الدراري ... بين عينيك للصباح سرير
فدعيني في جو عينيك اسمو ... او مثلي على السماء كثير؟

(۳)

مما جادت به يداك فاني آخذه
ولا استزيد،
كذلك كذلك انا اعرفك ايها الشحاذ
المحتشم (القنوع)، انك لتسأل كل شئ في يد الناس
ذاكان لديك زهرة ما (ضائعة سدى)
فانني اجعلها في قلبي
والاشواك؟
احتملها

"جو کچھ تمہارے (رضامند) ہاتھوں سے ملے ہین
اس سے زیادہ کچھ نہین مانگتا"
ہان ہان! مین تمہین جانتی ہون، اے قانع فقیر!
جو کچھ کسی کے پاس ہے تم وہ سب مانگتے ہو"
اگر میرے لئے ایک آوارہ شاخ پھول ہی ہو تو مین
اسکو بھی اپنے دل مین رکھونگا"
"لیکن اگر کانٹے ہون؟"
"مین انکو بھی برداشت کرونگا"

كذلك كذلك انا اعرف ايها الشحاذ القنوع	"ہاں! ہاں! میں نہیں جانتی ہوں، قانع فقیر! الخ"
ولو انك ترفعين بصرك الى وجهي ولو مرة	"اگر صرف ایکبار تم اپنی محبت آمیز آنکھیں میرے
في الزمان فان تلك النظرة لتهب لحياتي حلاوة	چہرہ کی طرف اٹھا دو تو وہ میری حیات کو ایسا
ليس للموت اليها من سبيل واذا لم يكن لك	شیریں بنا دینگی کہ اسپر موت کا قابو نہ چل سکیگا"
مني الا نظرات قاسية فليخترقن فؤادي	"اور اگر وہ ستم آمیز نگاہیں ہوں؟" "میں انکو بھی
كذلك، كذلك انا اعرف ايها الشحاذ	اپنے دل کے پار ہونے دونگا"
القنوع۔	"ہاں! ہاں! میں نہیں جانتی ہوں، قانع فقیر الخ"

مترجم نے ایک اور التزام یہ کیا ہے کہ ہر نظم پر شروع میں تبصرہ کیا ہے، اسکے بعد ترجمۂ نثریہ اور پھر نظم، بقول مولانا ندوی "دیکھیں عربی چھوہاروں کی شیرینی کے عاشقوں کو اس نیشکر ہندی کی شاس کہاں تک پسند آتی ہے"!

قاضی احمد میاں اختر (جوناگڑھی)

مطبوعات جدیدہ

نماز: احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام نے "سلسلہ اسلامیہ" کے تحت مین چند رسائل لکھوائے ہین، جنمین نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تربیت اولاد پر قرآن مجید اور احادیث سے روشنی ڈالی گئی ہے، یہ رسالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اسمین جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے نے نماز کی حقیقت، اسکے فواید، وضو، طہارت، تیمم، اذان، تکبیر، جماعت، نماز کے اوقات، مسجد کے آداب، نماز کی ہیئت، جمعہ، امامت، فرائض، سنن، نوافل، نماز عیدین، نماز جنازہ، نماز سفر، غرض نماز کے تمام احکام اور اقسام کو بالتفصیل بیان کیا ہے، اور اخیر مین قرآن مجید کی چند سورتین بھی مع ترجمہ کے لکھی ہین،

زکوۃ:- یہ رسالہ بھی مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی۔ اے کا مرتب کیا ہوا ہے، اس مین اُنھون نے زکوۃ کی حقیقت، اُسکی غرض وغایت، احکام، نصاب، مصرف، اور عام صدقات پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اور یہ دکھلایا ہے کہ اسلام نے مواساۃ وہمدردی کا جو نظام قائم کیا تھا وہ فطرت کے بالکل مطابق تھا، بخلاف اسکے اشتراکیت فطرت کے منافی ہے اور اسی لئے ناقابل عمل ہے،

تربیت: اس رسالہ مین مولویصاحب موصوف نے بچون کی تعلیم وتربیت کے اصول قرآن مجید اور احادیث سے اخذ کر کے لکھے ہین، جن سے ہر مسلمان کو واقف ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک صحیح اسلامی نظام تربیت ہی ہمارے تنزل کا علاج ہو سکتا ہے، یہ تینون رسالے دفتر بُک ٹے لو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ملین گے قیمت حسب ذیل ہے، نماز ۱۰/، زکوۃ ۲/، تربیت ۵/،

دیوان غالب اردو: مرزا غالب کا کلام اگرچہ اُنکی زندگی مین ایک خاص طبقہ تک محدود رہا، تاہم ان کا خیال تھا کہ آیندہ زمانہ مین اُسکو عام مقبولیت حاصل ہوگی، چنانچہ خود کہتے ہین،

نازد یوانم کہ سرمستِ سخن خواہد شدن ۔۔۔ این می از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن

کوکبم را در عدم اوج قبولے بودہ است ۔۔۔ شہرتِ شعرم بگیتی بعد من خواہد شدن

یہ پیشینگوئی ۴۰، ۵۰ برس کے بعد پوری ہوئی، چنانچہ آج اُنکی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے اور علمی دنیا اُن کے ایک ایک شعر پر سر دُھن رہی ہے، انکے کلام کی نسبت جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے جو خیالات ہین، ان کا اندازہ ڈاکٹر محمود کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے،

"اس ہیچمیرز کی راے مین غالب، شیلی کی پرواز، کیٹس کی فصاحت، گوئٹے کی عمیق النظری، شلر کی بلند خیالی، فرانسس ٹامسن کے تخیل، مومن کے درد، سودا کی ظرافت اور میر کی سادگی کا مجموعہ ہے۔"

اسی عقیدت کی بنا پر سید راس مسعود صاحب بی، اے (آکسن) ناظم تعلیمات سرکار نظام کی تحریک سے نظامی پریس بدایون نے اسکو نہایت اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، ابتدا مین مرزا کی تصویر، اور ایک غیر مطبوعہ عکسی خط ہے، پھر ڈاکٹر محمود صاحب پی، ایچ، ڈی (پٹنہ) کا ایک مقدمہ ہے جسمین کسیقدر مرزا کے کلام پر تنقید کیگئی ہے، اور ان اشعار کو زیادہ نمایان کیا گیا ہے، جنمین اخلاقی، سیاسی، یا فلسفیانہ مسائل آئے ہین یا جنمین انسان کے دلی جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچی گئی ہے، اسکے بعد مولوی نظامی صاحب کے دو دیباچے ہین، جنمین دیوان کی ترتیب کے متعلق کچھ خیالات ظاہر کئے گئے ہین، پھر مرزا کی مختصر سوانح عمری ہے، اسکے بعد وہ دیباچہ درج کیا گیا ہی جسکو مرزا نے دیوان مرتب ہونے کے بعد فارسی زبان مین لکھا تھا، پھر دیوان شروع ہوتا ہی جسکے ساتھ مولوی نظامی صاحب کی ایک مختصر شرح بھی شامل ہے، یہ شرح دیکھنے کے قابل ہی آ ہین

انھون نے نہایت اختصار کے ساتھ اشعار کا مطلب بیان کیا ہے، اور کوشش کی ہے کہ خود غالب کی زبان سے اس مطلب کو ادا کیا جائے، چنانچہ اس مقصد کے لئے انھون نے رقعات غالب کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے، اس دیوان مین قدیم دیوان سے زیادہ اشعار ملین گے جو مختلف ماخذون سے حاصل کئے گئے ہین، لیکن تعجب ہے کہ الہلال مین جو بعض قصاید اور غزلین شایع ہوئی تھین انکو اس دیوان مین جگہ نہین دیگئی، مثلاً یہ غزل بممکن نہین کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہون، یا یہ قصیدہ :-

کرتا ہے چرخ روز بصد گونہ احترام . فرمانروائے کشور پنجاب کو سلام

حالانکہ ان نظمون کے قالب مین صاف طور پر مرزا غالب کی رُوح جھلک رہی ہے بہرحال اب تک مرزا غالب کے جسقدر دیوان شایع ہوئے، یہ ایڈیشن مجموعی حیثیت سے ان سب سے بہتر ہے اور ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہین کہ اُسکی ایک خوشنما جلد خرید کر اپنے کتبخانہ کی زیب و زینت مین اضافہ کرین، دیوان کی قیمت عہ؍ ہے اور نظامی پریس بدایون سے مل سکتا ہے۔

المذہب : قاری عباس حسین صاحب کی ایڈیٹری مین دار السلطنت دہلی سے یہ رسالہ جاری ہوا ہے، اسکا موضوع جیسا کہ اُسکے نام سے ظاہر ہے، مذہب ہے، اسی بنا پر اُسکی نظم و نثر دونون مذہبی رنگ مین ڈوبی ہوئی ہین، روح اور مادّہ پر گنیش پرشاد صاحب نے عالمانہ مضمون لکھا ہے، رسالہ کا حجم ۴۸ صفحات کا ہے، قیمت سے (۳) رسالانہ، پتہ مٹیا محل دہلی،

الادب :- یہ رسالہ کانپور کے حلقۂ ادبیہ سے مولوی احسن سہمی کے ایڈیٹری مین نکلنا شروع ہوا ہے، اسکا مقصد اُردو علم ادب کی خدمت ہے، اور یہ مقصد اسکے متعدد مضامین مین نمایان طور پر نظر آتا ہے، بادۂ کہن کے عنوان سے مولوی حامد حسن صاحب قادری نے اچھا مضمون لکھا ہے، البتہ صفحہ ۱۹ مین جو فحاشی لکھی گئی ہے اس سے قطعاً احتراز کرنا چاہیئے، حجم ۶۵ صفحہ قیمت سالانہ للعہ (۴) پتہ حلقۂ ادبیہ مین گنج کانپور،

مجلد پنجم | ماہ رمضان ۳۸ھ مطابق جون ۲۰ء | عدد ششم

مضامین

ایک ضروری اطلاع

چونکہ معارف کے اکثر معاونین کا سال خریداری ماہ جون میں ختم ہو جاتا ہی اسلئے جو صاحب ایندہ سال معارف کی خریداری کا ارادہ نہ رکھتے ہوں مطلع فرما دیں ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ وی پی روانہ ہوگا

"منیجر"

شذرات

قومی تعصبات کی نہایت ہی افسوسناک شکل وہ ہوتی ہے، جب وہ علمی مسایل کی راہ مین حایل ہونے لگتے ہین، سر جے، سی، بوس کے اجتہادات واکتشافات کی عالمگیر شہرت دیکھکر ایک انگریز عالم پروفیسر والر سے ضبط نہو سکا، انھون نے اخبارات مین یہ بیان شایع کرایا کہ "بوس جن آلات کی مدد سے اپنے نظریات کا علمی ثبوت بہم پہنچاتے ہین، اُنکی شہادت بہت ہی مشتبہ ہے، اور مین بعینہ وہی نتایج دوسرے ذرایع سے پیدا کرسکتا ہون" ریوٹر نے فوراً یہ خبر ہندوستان پہنچائی، اور یہان کے بعض انگریزی اخبارات نے اسے نہایت مسرت کے ساتھ شایع کیا کہ ہندوستانی دماغ کی نااہلی کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ملیگا، لیکن یہ مسرت بہت ہی عارضی ثابت ہوئی، کیونکہ انگلستان سے عدل وراستی ابھی بالکل رخصت نہین ہوئی ہے متعدد اساتذہ سائنس نے جنمین سے ہر ایک اپنی جگہ پر امام فن ہے، دوسرے ہی روز پروفیسر والر کے بیان کی تردید شایع کرائی، اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر بوس کے ایجاد کردہ آلات کے قابل اعتماد ہونیکی تصدیق کی، چند روز کے بعد بوس نے علماء فن کے بھرے مجمع مین اپنے آلات کو امتحان کے لئے پیش کیا، اور اس روز معترض کو بھی ساکت ہونا پڑا، بالآخر بوس کا انتخاب رایل سوسائٹی کے فیلو کی حیثیت سے ہوا جو برطانیہ کی ممتاز ترین سائنٹفک انجمن ہے -

---

اسوقت دنیا کا سب سے بڑا ریاضی دان ایک ہندوستانی تھا، مسٹر رامانجم کی بابت

جنکے کمالات ریاضیہ کا ذکر آج سے ٹہیک ایک سال قبل معارف مین آچکا ہے، بعض علماء فن کا خیال تہا کہ نیوٹن کے بعد سے دنیا مین اس دماغ کا ریاضی دان نہین پیدا ہوا ہے، اور اسکا تو سب کو اعتراف تہا کہ اُنہون نے بعض وہ مسائل حل کر دیئے جو پوری ایک صدی سے لاینحل چلے آرہے تھے، سخت افسوس ہے کہ ماہ گذشتہ مین اسی ہستی نے دق مین مبتلا ہو کر دنیا کو اپنے فیض سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا، مرحوم کا سن کل ۳۲ سال کا تہا،

خوش درخشید دلے دولت مستعجل بود

یورپ اپنی عملی زندگی مین اگرچہ خدا کا منکر ہے تاہم اُس نے پرستش و تعبد کے لئے چند تمدنی دیوتا یا معبود پیدا کر لئے ہین، جنکی عبادت مین وہ پورے خلوص و عقیدتمندی کے ساتہہ منہمک رہتا ہے، ان دیوتاؤن مین سب سے بلند مرتبہ اشتہارات کا ہے، راحت و رنج، شادی و غم کے ہر موقع، اور علم و تعلیم، تجارت و زراعت، صنعت و حرفت، اخلاق و سیاست کی ہر ضرورت پر وہ بے اختیار اشتہارات کی جانب رجوع کرتا ہے، بالکل اسی اخلاص، اسی تضرع، اسی آرزومندی اور اسی خضوع و خشوع کے ساتہہ کہ جس طرح ایک سچا مومن ہر امر مین اپنے معبود حقیقی کو یاد کرتا ہے، چنانچہ حال مین مانچسٹر یونیورسٹی کو پانچ لاکہہ پونڈ (۷۵ لاکہہ روپیہ) کے سرمایہ کی ضرورت ہوئی، اور اسکے لئے اسی معبود سے استعانت کیگئی،

پورا ایک مہینہ اسی کام کے لئے وقف کیا گیا، مہینہ بھر شہر کے در و دیوار سے سرمایۂ یونیورسٹی کی صدائین آتی رہین، ہر چوراہہ پر، ہر سڑک پر، ہر بڑی عمارت پر، ہر شفاخانہ، اسٹیشن، سرکاری دفتر، ہوٹل، گرجا، ڈاکخانہ، قبرستان، ہر بڑے کارخانہ، اور ہر نمایان مقام پر

جلی قلم سے یہ اشتہار آویزان تھا کہ "یونیورسٹی مین روپیہ لگاؤ" تاکہ سفر حضر، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر وقت یہی نقش دماغ پر قائم ہوتا رہے، شہر کے ہر بائسکوپ، تھیٹر، ناچ گھر، غرض ہر تماشہ گاہ مین ہر شب کو دوران تماشہ مین پانچ منٹ کا وقت محض اسی موضوع پر ایڈرس کے لئے نکالا گیا، ایک روز شہر مین بڑے اہتمام سے جلوس اسی غرض کے لئے نکالا گیا، اور ایک روز اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ یونیورسٹی کا لباس پہنکر گھر گھر طلب زر کے لئے پہنچے، مسٹر بالفور نے "ایوان تجارت" کے اولعزم شرکا کے سامنے تقریرین کین، اور مسٹر رابرٹ ہارن نے "مجلس اہل صنائع" کے دولتمند ارکان کے سامنے، لیکن انگریزی قوم چونکہ اپنی سرشت سے خوب واقف ہے، اسلئے ان تمام مواقع پر بجائے "چندہ" یا "عطیہ" کے "قرض" و "شرکت سرمایہ" ہی کے الفاظ استعمال کئے گئے، یہانتک کہ جن کاغذات کو دیکر رقم وصول کیجاتی ہے، ان پر لفظ "تمسک" درج ہے، اور اہل شہر کو ہر ممکن ذریعہ سے یہ یقین دلانے کی کوشش کیگئی ہے کہ سرمایۂ یونیورسٹی مین شرکت سے خود اہل شہر ہی کی فلاح مادی و بہبود مالی مقصود ہے، اور تو اور، جن اعلانات مین ضروریات یونیورسٹی کی تصریح کیگئی ہے، ان مین عنوانات مضامین کے ذیل مین چُن چُن کر ایسی ہی چیزین درج کیگئی ہین جو جذبۂ قومیت و زر پرستی کو تحریک دے سکین، مثلاً فن نباتات و عضویات نباتی وغیرہ کے تحت مین یہ دکھایا گیا ہے کہ ان سے ملک مین نباتی پیداوار کو کس حد تک ترقی ہوسکتی ہے، یا عربی زبان کی تحصیل سے یہ فائدہ بتایا گیا ہے کہ اس سے عراق مین انگریزی حکومت کو مدد ملیگی!

ان کوششون کے نتائج کا علم ہنوز نہین ہوا، لیکن قیاس کہتا ہے کہ یقیناً خاطرخواہ ہوئے ہونگے، بعض صوفیہ کا قول ہے کہ انسان اگر خلوص قلب کے ساتھ ایک تودۂ خاک کی

پرستش کرنے لگے تو وہی تودۂ خاک اُسکا خدا ہے حاجت روا ہو جاتا ہے، کیا اشتہارات کی قوت، تودۂ خاک سے بھی گئی گذری ہے ؟

امریکہ کی آزاد خیالی کا غلغلہ اسوقت تمام دنیا مین بلند ہے، اسکی وسیع المشربی کو مسلّم سمجھا جاتا ہے، اور اُسکی فراخدلی دوسرون کے سامنے نظیر کی حیثیت سے پیش کیجاتی ہے، حال مین اس نے اپنی آزاد خیالی، وسیع المشربی، و فراخدلی کا ثبوت یہ دیا کہ احمدی مسلمانون کے ایک مشنری نے جب اس ملک مین قدم رکھا تو اس سے یہ شرط کرالی گئی کہ اشاعت اسلام کے متعلق وہ ایک تقریر بھی نہ کرسکیگا![1] فراخدلی و رواداری کے جذبات عالیہ سے قطع نظر کرکے کہ مغرب کے بازارون مین اس جنس کا اکثر قحط رہتا ہے، اگر محض معاوضہ اور داد و ستد کے اصول سے دیکھا جائے تو بھی امریکہ کے اس فعل کے کوئی معنی ہوسکتے ہین ؟ اور کون امریکہ ؟ وہ امریکہ، جسکے مشنری کالج اور اسکول ہندوستان کے اکثر بڑے شہرون مین مدت سے موجود ہین، (صرف لکھنؤ مین امریکی مشن کے قائم کردہ چار کالج اور اسکول ہین، اسی طرح الہ آباد و لاہور وغیرہ مین بھی ہین) جسکی تبلیغی انجمنین ہندوستان مین بکثرت قائم ہین، اور جسکے واعظین ہندوستان کی گلی گلی مین اپنے عقاید کی آزادانہ منادی کرتے پھرتے ہین!

لیکن نفس امتناع سے زیادہ دلچسپ بناء امتناع ہے، ارشاد یہ ہوتا ہے کہ "چونکہ اسلام مین تعدد ازواج جائز ہے، اسلئے امریکہ مین اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی اجازت نہین مل سکتی، خواہ مسئلہ تعدد ازواج کو موضوع تبلیغ سے الگ ہی رکھا جائے" بیشک وہ قوم جسکے

---

[1] بعد کو اطلاع موصول ہوئی کہ جد و جہد کے بعد بالآخر یہ حکم مسترد ہوا۔

قانون مین زناکاری کوئی جرم ہنین، جسکے فرہنگ اخلاق مین عصمت وعفت کے الفاظ یکسر بے معنی ہین، اور جسکا آئین معاشرت، نیم برہنہ وضع ولباس، نخش تصاویر ومناظر، اور ہر ممکن ذریعہ ووسیلہ سے جذبات شہوانی کو تحریک دیتے رہنا باعث فخر سمجھے، وہ قوم اگر اسلام کے سایہ سے بھی جھجکے جسکے ہان بدچلنی بدترین معصیت ہے، اور جسکے قانون مین اس جرم کی شدید ترین سزا رکھی گئی ہے، تو اسکی جھجک بالکل قدرتی ہے۔

البتہ یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ خود امریکہ کے بعض مشاہیر، بیحیائی وعصمت فروشی کی اس افراط سے تنگ آچلے ہین، اور علانیہ اس صورت حال پر لفرین کرنے لگے ہین، علاقہ الی نویس کے ہائیکورٹ کے ایک قدیم جج مسٹر جوزف ڈیوڈ کی حال مین انکی ایک تحریر شائع ہوئی ہے کہ "مین سالہا سال سے طلاق کے مقدمات کی سماعت کرتے کرتے عاجز آگیا ہون، رفتہ رفتہ حالت یہ پہنچ گئی ہے کہ جو عورت جتنی جلد جلد اور جس کثرت کے ساتھ طلاق حاصل کرتی ہے وہ اسی قدر معزز اور محبوب ہوجاتی ہے، میرے نزدیک شادی کی رسم تو ملک مین اب بالکل بے معنی رہ گئی ہے" یہ ہے اس قوم کی اندرونی زندگی جو تعدد ازدواج کا نام سننا بھی تہذیب وشائستگی کے منافی سمجھتی ہے! شاعر نے اسی موقع کے لئے کہا ہے، ؎

کب مد مقابل آئینہ تھا ۔۔۔ تم نے اپنی طرف نظر کی

مسلمانون کے دماغ وقلم کی بیشمار یادگارین صرف اسلئے تلف ہوچکی ہین اور ہوتی جاتی ہین کہ انکی ملکیت کا حق رکھنے والے نہ خود انکی قدر کرسکتے ہین، اور نہ قدر دان ہاتھون تک پہونچنے دیتے ہین، ہندوستان مین ایک نہین ہزارون پرانے خاندان ہین جنکے ان قلمی کتابون کے

صندوق کے صندوق کیڑون کی غذا بن رہے ہین،

کسی ایسے کتبخانہ کی نذر کر دینا تو الگ رہا، جہان استفادہ و استعمال صحیح کے ساتھ حفاظت کی بھی ضمانت ہو جائے، قیمتہً دینا بلکہ دکھلانا تک گوارا نہین کیا جاتا، یہ تلخ تجربہ ہمکو بذات خود بارہا ہو چکا ہے،

لیکن آنسو پونچھنے کے لئے حافظ صاحب علی صاحب سنگاپوری کے سے بعض بزرگ بھی موجود ہین، جنھون نے بے منت و التجا عربی فارسی کی نصف درجن قلمی کتابین کتبخانۂ دار المصنفین کو بھیجدی ہین، جنمین بعض کمیاب وغیر مطبوع ہین، یہ رشحات کرم کا پہلا چھینٹا نہین ہے، پچھلے سال بھی آپ اسی طرح کی متعدد کتابین عنایت فرما چکے ہین، شکر مزید بہ کرم مزید!

اس دوسری قسط مین شرح حکمت العین، حاشیہ عبد الحکیم بر ملا عبد الغفور کے علاوہ مسلم الثبوت کا ایک جلی خط نسخہ ہے، جو اصول فقہ مین مولوی محب اللہ بہاری کی مشہور تصنیف ہے، ایک "مجموعۂ رسایل" ہے، جسمین ابن سینا و ملا جامی وغیرہ کے بعض غیر معروف رسالے شامل ہین، ایک فارسی مثنوی ہے جو غالبًا ابتک طبع نہین ہوئی ہے، مصنف کا نام باقر علیخان ہے، اسمین مثنوی مولانا روم کے اسرار و مطالب کو تسہیل و اختصار کے ساتھ بیان کی کوشش کیگئی ہے،

بہاؤ الدین عاملی کی مشہور و مقبول عام کتاب خلاصۃ الحساب کی ایک عربی شرح بھی ہے، عصمت اللہ سہارنپوری کی، اس کتاب کی فارسی مین کئی شرحین لکھی گئی ہین جنمین سے ایک مولوی روشن علی جونپوری کی فورٹ ولیم کالج کی طرف سے ۱۸۱۲ء مین چھپی تھی، خود اصل کتاب بھی ایران مین چھپ چکی ہے، لیکن یہ عربی شرح غالبًا ابتک کہین نہین چھپی ہے، اصل تصنیف سے کم و بیش ایک صدی بعد ۱۰۸۶ھ مین لکھی گئی ہے،

مقالات

انڈیا آفس لائبریری
مین
اُردو کا خزانہ

مین اسوقت ناظرین معارف سے سات ہزار میل دور ہون، بار بار جی چاہا کہ ناظرین معارف کے لیے اس عجائبستان عالم سے اونکے لائق کوئی تحفہ بھیجون مگر واقعہ یہ ہے کہ ۲۶- فروری (یعنی جس دن سے ہمارا وفد ساحل انگلستان پر اوترا) آج ۲۷- اپریل تک شاید ہی کوئی دن ایسا گذرا ہو جو آمد و رفت و ملاقات سے خالی گذرا ہو، لندن چھوڑکر کبھی پیرس کبھی اور کہین جانا پڑتا ہے، اور اب اطراف انگلستان کا دورہ شروع ہوتا ہے کل شب کو اڈنبرا وہان سے منچسٹر، ۳- مئی کو کیمبرج اور واپسی کے بعد ۵ کو عزم پیرس، غرض

ایک چکر ہے میرے پانون مین زنجیر نہین

گو میری مصروفیت، دیگر ارکان وفد، محترم محمد علی و سید حسین صاحب سے بہت کم ہے تاہم عدم ایفاے عہد کے لیے معذرت خواہ ہون، اس دوران مین اوس ایوان حکومت مین جسکا نام انڈیا آفس ہے، تین چار دفعہ جانے کا اتفاق ہوا، اس عمارت مین جہان سینکڑون حقیقی و مجازی زیارت گاہین ہین، ایک زیارتگاہ کا نام انڈیا آفس لائبریری ہے، یہ لائبریری ایک گوشۂ عمارت مین واقع ہے، اور ہندوستان کی علمی تاریخ کا مجسمہ ہے، ایک گول ریڈنگ روم (مطالعہ کا کمرہ) ہے اوسکے ایک پہلو مین کتبخانہ ہے دوسرے

پہلو مین متعدد چھوٹے چھوٹے کمرے ہین جو مہتممین کتبخانہ کے دفتر ہین، مسٹر اسٹوری جو پہلے علی گڈھ کالج مین عربی پروفیسر تھے، وہ اسسٹنٹ لائبریرین ہین، ڈاکٹر آرنلڈ جو کسی زمانہ مین علی گڈھ کے گذشتہ علمی دور کے ایک ممبر تھے وہ گو لائبریری سے تعلق نہین رکھتے، لیکن انڈیا آفس سے متعلق ہین، مین ان دونون بزرگون کا ممنون ہون کہ اونھون نے لائبریری کے دیکھنے مین ہر طرح مدد دی۔

اس لائبریری مین عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، بنگالی، گجراتی، ہندی کتابون کا عظیم الشان ذخیرہ ہے، عربی اور فارسی کی بعض نادر قلمی کتابین نظر سے گذرین، ایک نادر مجموعۂ قطعات ملکۂ ممتاز محل بیگم، یہان دیکھا، وہی ممتاز محل جن کے غیر فانی نام کو تاج محل ہمیشہ زندہ رکھے گا،

ایک مرقع تصاویر مجھے دکھایا گیا جو دارا شکوہ کی ملکیت مین تھا، اسمین شہزادہ کے مختلف عہد کی، بچپن، تعلیم، جوانی، کی تصویرین ہین، ایک خط کوفی مین لکھا ہوا قرآنمجید یہان دیکھا جو نہایت عتیق نسخہ تھا، یہ نسخہ قدیم عربی خط کے مطابق زیر وزبر اور نقطون سے خالی ہے، تاریخ شیر شاہی کی مجھے ہندوستان مین تلاش تھی، یہان اوسکے متعدد نسخے دیکھے، مگر افسوس کہ کتاب کی نوعیت کی نسبت جو ذہن مین خیال تھا وہ صحیح نہین نکلا،

اسوقت سرسری طور سے مین کتبخانہ کی اردو کتابون کے ذخیرہ کا ذکر کرنا چاہتا ہون انڈیا آفس لائبریری تقریبًا اوسی وقت سے قائم ہے، جب سے اردو نے اپنی ترقی کا آغاز کیا ہے، اور اگلے انگریزون کو چونکہ اپنی جدید حکومت کی تازہ ترین زبان سے غیر معمولی دلچسپی تھی اسلیے اس لائبریری کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اردو کی قدیم ترین کتابین جو ہندوستان مین ناپید ہین وہ یہان موجود ہین، اردو کی مطبوعہ کتابونکی فہرست ایک جلد مین

جو ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، چھپی ہے، اس فہرست کو بلوم ہارٹ J.H.BLUMHARDT نے مرتب کیا ہے، یہ اُردو کے فاضل ہین اور کسی زمانہ مین ہندوستان بہی رہ چکے ہین، قلمی کتابونکی فہرست بہی اونکے زیر تحریر ہے مسٹر اسٹوری نے اوسکا مسودہ خاص طور سے منگواکر دکھلایا، مگر چونکہ بلوم ہارٹ صاحب خود موجود نہ تھے، اسلیے اونکے بلا اجازت اس مسودہ سے فائدہ نہ اُٹھاسکا،

بہرحال مطبوعہ اُردو کتابون کی اہمیت بہی یہان میری نگاہ مین کچھ کم نظر نہ آئی، اور تھوڑی دیر کے لیے مجھے مغرور ہونا پڑا کہ اللہ اللہ ہماری زبان بھی اسقدر ترقی یافتہ ہے کہ ۴۰۰ صفحہ مین اوسکی فہرست تمام ہوئی ہے، یہ فہرست ۱۸۸۹ء مین چھپی ہے اسلیے موجودہ بیسوین عہد کی کتابین اس فہرست مین شامل نہین ہین، اس فہرست کو دیکھکر یہ تعجب ہوا کہ اردو زبان غدر کے پہلے ہی سے ایک علمی زبان بن رہی تھی، دوسری بات یہ نظر آئی کہ اس زبان کو علمی زبان بنانے مین مسلمان اور ہندو دونون اہل قلم کا برابر کا ساجھا ہے، یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستانی یونیورسٹیون کی تاریخ نے ہندوؤن اور مسلمانون کو دو حصون مین منقسم نہین کیا تہا، بلکہ جب صرف ایک سالم اور متحد ہندوستان دنیا مین موجود تہا،

بہرحال اردو کتابون کی یہ فہرست، جو صرف مطبوعات پر مشتمل ہے۔ چھ عنوانون پر منقسم ہے، علوم و فنون، تاریخ و جغرافیہ، ادبیات، کتب تعلیمی، الٰہیات، متفرقات، ہر ایک عنوان کے تحت مین حسب ذیل تقسیمات ہین۔

۱۔ علوم و فنون

۱۔ زراعت و نباتات — ۳۔ ہیئت و نجوم

۲۔ صنعت و حرفت — ۴۔ علم الطبخ

۵ نیرنگ وطلسمات	۲۴ طب حیوانات
۶ علم المنزل وقواعد صحت	۲۔ تاریخ وجغرافیہ
۷ نقشہ کشی	۲۵ عام سوانح عمریاں
۸ اخلاق	۲۶ سوانح محمد صلعم
۹ ورزش وسپہگری۔	۲۷ سوانح ائمہ
۱۰ قانون	۲۸ حالات قبائل وفرق
۱۱ انگریزی قانون	۲۹ علم الانساب
۱۲ ہندو قانون	۳۰ جغرافیہ وتقویم البلدان (ٹاپوگرافی)
۱۳ اسلامی قانون	۳۱ عام تاریخ
۱۴ منطق وفلسفہ	۳۲ مقامی تاریخ
۱۵ طب وتشریح	۳۳ سفرنامہ
۱۶ علم الحرب	۳۔ ادبیات
۱۷ موسیقی	۳۴ دواوین
۱۸ لغت	۳۵ ڈراما
۱۹ علم السنہ	۳۶ خطوط ومکاتیب
۲۰ طبعیات	۳۷ انتقادات ادبیہ
۲۱ معاشیات	۳۸ شاعری
۲۲ علم المعانی والبیان	۳۹ عام شاعری
۲۳ اجتماعیات	۴۰ تذکرہ شعراء

۴۱	مذہبی شاعری	۵۹	علم الحساب
۴۲	مذہبی ہندو شاعری	۶۰	علم حساب الکلیات والجزئیات
۴۳	مذہبی اسلامی شاعری	۶۱	اقلیدس
۴۴	محاورات و امثال	۶۲	علم المساحۃ
۴۵	قصص و افسانہ	۶۳	علم وزن و پیمائش
۴۶	قصص منظومہ	۶۴	علم المخروطات والاشکال
۴۷	قصص منثورہ	۶۵	علم المثلثات
	۴۔ کتب تعلیمی	۶۶	کتب ابتدائیہ (ریڈرس)
۴۸	قواعد	۶۷	انتخابات
۴۹	قواعد عربی		۵۔ الٰہیات دینیہ
۵۰	قواعد برگسنا (پشتو)	۶۸	برہمنی اور لامذہبی
۵۱	قواعد انگریزی	۶۹	بودھی
۵۲	قواعد ہندی	۷۰	عیسائی
۵۳	قواعد ہندوستانی (اردو)	۷۱	بائبل
۵۴	قواعد کشمیری	۷۲	بائبل لٹریچر
۵۵	قواعد فارسی	۷۳	تاریخ کلیسا
۵۶	علم الخط	۷۴	تعلیمات
۵۷	ریاضیات	۷۵	ادعیہ و مزامیر
۵۸	علم الجبر والمقابلہ	۷۶	قصص

۷۷	مناظرہ و موازنۂ ادیان	۸۵	سکھ مذہب
۷۸	ہندو مذہب		۶۔ متفرقات
۷۹	جینی مذہب	۸۶	تعلیمات
۸۰	اسلام	۸۷	تعلیم النسوان
۸۱	عبادات	۸۸	تعلیم الصبیان
۸۲	عقائد	۸۹	مجموعہ ہاے تقریر و مضامین
۸۳	قرانیات	۹۰	رسائل موقت الشیوع
۸۴	حدیث	۹۱	روداد مجالس

ذیل مین، ہر عنوانات ستہ مین سے چند کتابون کے نام، بقید نام مصنف، و تاریخ طبع و مقام طبع لکھے جاتے ہین، اس انتخاب مین قصداً صرف وہی کتابین لی ہین جو غدر سے پہلے یا اوسکے بعد کسی قریب زمانہ مین لکھی گئی ہین، قصص و منظومات کو ہاتھ نہین لگایا ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ اردو مین اسکا بڑا ذخیرہ ہے، صرف علمی کتابین لی ہین، ان پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علوم جدیدہ کی مختلف شاخون مین کس سرعت سے اردو اوسوقت تک ترقی کر رہی تھی، جب تک وہ تمام ملک کی مسلم زبان تھی، اور نفاق قومی سے ناآشنا تھی،

فن زراعت

۱ چاے لگانے کی کتاب، ۱۷ صفحہ، مطبوعہ لاہور ۱۸۵۴ء

۲ گنگا کی نہر، مترجمہ سداسکھ لال از انگریزی صفحہ ۴۸ ۱۸۵۴ء مطبوعہ آگرہ۔

۳ کھیت کرم، مصنفہ کالی راے، تین حصے، دہلی، ۱۸۴۶ء و ۱۸۴۹ء و ۱۸۵۰ء

۴ پندنامۂ کاشتکاری، مصنفہ موتی لال، آگرہ ۱۸۵۲ء

۵ علم الفلاحۃ، رابرٹ اسکاٹ برن، صفحہ ۲۵۲، علی گڈھ ۱۸۶۵ء

۶ علم الفلاحۃ، میجر کاربرٹ، الہ آباد ۱۸۶۹ء

۷ ریشم کا کیڑا، موتی لال، لاہور ۱۸۵۳ء

۸ تجربۂ ملخ، غلام نبی، میرٹھ ۱۸۶۵ء

۹ توصیف زراعت، کلب حسین خان، آگرہ، ۱۸۴۳ء

کتب حکمت

۱ بحر الحکمۃ، (اسٹیم انجن کا بیان) ریورنڈ پارکن، ۱۸۴۷ء، لکھنؤ

۲ بخار کی کل، " ایشوری لال ۱۸۵۵ء بنارس

۳ نور النواظر، احمد علی کانپور ۱۸۵۴ء

۴ علم تعمیر، کالی پرشاد اور سید علی، ۱۸۷۳ء پٹنہ

۵ قانونِ انطباع (چھاپہ) سیتل سنگہ دہلی ۱۸۴۳ء

کتب نجوم و ہیئت

۱ خلاصۂ نظام آسمانی، پنڈت داسی دہیرا۔ آگرہ، ۱۸۵۲ء

۲ مفتاح الافلاک، عبد السلام، کلکتہ، ۱۸۳۲ء صفحہ ۲۷۲

۳ نظام آسمانی (انگریزی مع ترجمہ ہندوستانی) کلکتہ ۱۸۳۶ء

۴ مختصر احوال نظام آسمانی، ۱۸۴۰ء آگرہ

۵ مختصر دقائق النجوم، بڑے صاحب گھماے، مدراس ۱۸۴۳ء

۶ اصول علم ہیئت، رام چندر، دہلی ۱۸۴۴ء، صفحہ ۳۲۵

۷ علم ہیئت مترجمہ لفٹنٹ میلس، لکھنؤ ۱۸۳۲ء

جغرافیہ

۱ ترجمۂ مراصد الاطلاع (عربی) در اردو، عبد المومن ۱۸۶۱-۶۲ء پورٹ بلیر، ۳ جلد

۲ فتح گڈھ نامہ، (احوال ضلع فتح گڈھ) کالی رائے، دہلی ۱۸۴۹ء، صفحہ ۲۰۴

۳ علم جغرافیہ مترجمۂ میر غلام علی، کلکتہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۲۲۰

۴ جغرافیۂ عالم۔ دہلی، ۱۸۵۳ء صفحہ ۱۰۹

۵ خلاصۂ علم الارض، (مع انگریزی) کلکتہ ۱۸۲۴ء

۶ خلاصۃ الجغرافیہ، آگرہ، ۱۸۵۴ء

۷ مرآۃ الاقالیم، کلکتہ، ۱۸۳۶ء صفحہ ۱۸۰

۸ مختصر بیان جغرافیۂ ہند، پنڈت چنتامنی کانپور ۱۸۶۷ء

۹ جغرافیہ کا پہلا رسالہ، مترجم از انگریزی، میر غلام علی، مدراس، ۱۸۵۳ء

۱۰ جغرافیۂ ہند از انگریزی، پنڈت سوار وپ نراین وسیوا روپ نراین دہلی ۱۸۴۸ء، صفحہ ۱۲۲

طبعیات

۱ عجائب روزگار۔ رام چندر۔ دہلی ۱۸۴۷ء

۲ بجلی کی ڈاک، بجے، ڈبلو، بیل، آگرہ، ۱۸۵۴ء

۳ ہوا کا بیان، بدری لال، بنارس ۱۸۵۴ء

۴ علم حکمت (میکنکس) چالیس فنک، کلکتہ ۱۸۴۳ء، صفحہ ۱۰۳

۵ معدنیات، جواہر لال، آگرہ ۱۸۵۵ء

۶ خلاصۃ الصنائع، (ترجمہ از انگریزی) بھولا ناتھ، آگرہ، ۱۸۵۴ء، صفحہ ۱۱۲

۷ مرآۃ العلوم، ہری درمن لال، بنارس ۱۸۴۹ء

۸ رسالۂ مقناطیس، ترجمہ از انگریزی، سید کمال الدین، دہلی ۱۸۵۰ء، صفحہ ۱۲۷

۹ تحصیل فی جر اثقیل، سید احمد خان، آگرہ، ۱۸۴۴ء

۱۰ اصول علم طبعی ترجمہ از انگریزی، اجودھیا پرشاد و سیوا پرشاد، دہلی ۱۸۴۳ء، صفحہ ۱۶۹

۱۱ اصول جر اثقیل، محمد احسن، بنارس ۱۸۵۴ء

۱۲ اصول قواعد مائیات، ترجمہ انگریزی، اجودھیا پرشاد، دہلی ۱۸۵۰ء، صفحہ ۲۶۴

۱۳ مقاصد العلوم ترجمۂ انگریزی، سید محمد میر ۱۸۴۱ء کلکتہ،

۱۴ دائرۂ علم (نیچرل فلاسفی) محمد کرم بخش، لکھنؤ ۱۸۶۶ء

معاشیات (پولٹیکل اکانومی)

۱ ترجمہ معاشیات مل۔ وزیر علی، دہلی ۱۸۴۴ء، صفحہ ۴۱۸۰

۲۔ اصول علم انتظام مدن۔ ترجمہ انگریزی دھرم نراین۔ دہلی، ۱۸۴۶ء،

۳ اصول سیاست مدن، دھرم سہا، علی گڈھ ۱۸۶۹ء،

۴۔ علم انتظام مدن۔ ترجمہ انگریزی، ناسو ولیم سینیر، علی گڈھ ۱۸۶۴ء

علم المعاشرت

۱ اقبال فرنگ، بیان عادات و آداب و احوال فرنگ، نواب اقبال الدولہ بہادر کلکتہ ۱۸۳۴ء

۲ دستور عمل امورات شادی و غمی، چراغ شاہ ملتانی ۱۸۶۸ء

۳ اشتہار کمیٹی، درباب تخفیف مصارف شادی، آگرہ ۱۸۶۸ء

۴ ترمیم ضوابط شادی۔ آگرہ ۱۸۶۸ء

۸ ضوابط شادی آرہ ۱۸۶۸ء ایضاً پٹنہ ۱۸۶۸ء

منطق

۱ ترجمۂ شمسیہ مولوی سید محمد، دہلی سنہ ۱۸۴۴ء

۲ میزان العلوم، سید عبد العلی، پٹنہ سنہ ۱۸۶۹ء

۳ خلاصۃ المنطق، دیوی پرشاد، بدایون سنہ ۱۸۶۹ء

لائبریری کے بند ہونے کا وقت آگیا اسلیے مجبورًا یہ فہرست تمام ہوتی ہے، ورنہ جی تو یہ چاہتا تھا کہ اس تمام ذخیرہ کا ایک سرسری جائزہ ناظرین معارف کے پیشکش کرسکتا،

سید سلیمان ندوی

۲۷- اپریل سنہ ۲۰ء

البرٹ ہال منشن، لندن

حقیقت علم

(۳)

یہ صورت ان احساسات مرکبہ کی ہے جنکا تعلق اشیاء جزئیہ کے احساس سے ہی لیکن دوسری صورت ترکیب احساسات کی وہ ہے جسمین اشیاء و اشخاص جزئیہ کا ادراک ہمین نہین ہوتا بلکہ جسکے ذریعہ سے ہم واقعات وحوادث کا ادراک کرتے ہین، ان دونون مین فرق جو کچھ ہی وہ صرف یہ یہ ہے کہ جزئیات و اشخاص کے ادراک و احساس مین مختلف احساسات بیک وقت ذہن کے اندر مجتمع ہوتے ہین، بخلاف اسکے واقعات کے ادراک کے وقت مختلف احساسات پے درپے ذہن کے اندر مجتمع ہوتے جاتے ہین، پہلے ذہن کے اندر ایک احساس پیدا ہوتا ہے، پھر دوسرا اسکے بعد تیسرا غرض اسی طرح پے درپے ذہن کے اندر مختلف احساسات آتے رہتے ہین اور جب ذہن مین ان سب کا اجتماع تدریجا ہوجاتا ہے تو نفس مین انکے مجموعہ سے ایک واقعہ کا خیال پیدا ہوتا ہے، انمین سے پہلی قسم کے احساسات کو جزئیات کا احساس اور دوسری قسم کے احساسات کو واقعات کا احساس کہتے ہین، لیکن بحیثیت مجموعی دونون قسم کے احساسات احساسات مرکبہ کہلاتے ہین، انہین احساسات مرکبہ پر ہمارے تمام علوم حسیہ کا مدار ہوتا ہی کیونکہ دنیا مین جتنی باتین ہمارے حواس کے سامنے گذرتی ہین انکا بیشتر حصہ احساسات مرکبہ کی شکل مین ہمارے ذہن کے اندر آتا ہے، اور احساس بسیط یا احساس مفرد علم طبعیات کے سالمہ کی طرح محض ایک وہمی شے ہی جسکا تجربہ ہمین اپنی روزانہ زندگی کے لمحون مین بہت کم ہوتا ہے پس جہانتک ممکن ہوا پنے احساسات

مرکبہ کو غلطی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے ورنہ احساسات کی غلطی سے تمام علوم غلط ہوجائینگے۔

(۲۶) تصور کی حقیقت

صفحات بالا مین کیفیت حس، اسکے تفرعات، اور حس کی غلطیون اور انکے اسباب سے بالاجمال بحث کی گئی جس سے کیفیت حس کی حقیقت اور علم وحس کے باہمی تعلق کی کافی وضاحت ہوگئی، لیکن شروع مضمون مین ہمنے بیان کیا تھا کہ انسان کے علم بسیط کے تین درجے ہین، حس ۱، تصور ۲، تجرید ذہنی ۳ اور ان تین مدارج کے بعد علم مرکب یعنی تجربہ، استقرا، اور استدلال کے حدود شروع ہوتے ہین، پس اب کیفیت حس کی تشریح سے فارغ ہونے کے بعد ہم تصور کی حقیقت بیان کرتے ہین۔

حس کی طرح تصور بھی چونکہ ایک کیفیت نفسی ہو اس لئے اسکی بھی کوئی منطقی تعریف نہین کیجاسکتی اور اصل یہ ہے کہ دیگر مبادی کی طرح جنکا تعلق انسان کے علوم اولیہ کے ساتھ ہو، ان کوائف نفسانی کی بھی واقعی منطقی حقیقت بیان کرنا مشکل ہی، تصور کی تعریف قدما نے یہ کی تھی کہ ذہن مین کسی چیز کے آنے یا منقش ہوجانے کا نام علم ہے، انکے نزدیک علم و تصور دونون مرادف ہین اور علم وتصور کی دو صورتین ہین، اگر مجرد تصور بلا حکم ہو تو اُسکو تصور ساذج کہتے ہین، مثلاً زید کے علم کے وقت زید کی تصویر جو تمام اوصاف و احکام خارجیہ سے مجرد ہوکر ذہن مین آئی ہے وہ قدما کے نزدیک تصور ساذج ہی لیکن اگر زید کی اس تصویر کے ساتھ ذہن مین زید کے کسی خارجی وصف کا بھی تصور ہوا مثلاً ہم بجائے زید کا تصور کرنے کے یہ تصور کرین کہ زید مرگیا یا زید بیٹھا ہے تو اس صورت کو انکے نزدیک تصدیق کہتے ہین، قدما کا خیال ہے کہ تصدیق کے لئے کیفیت اذعانی ضروری ہے مگر تصور حالت شک مین بھی ہوسکتا ہے، یہ قدما کے خیالات ہین لیکن یہ خیالات بوجوہ غلط ہین۔

اولاً اسلئے کہ علم کی کوئی ایسی صورت نہین جسمین کیفیت اذعانی نہ پائی جاتی ہو کیفیت حس کی تشریح اوپر گذر چکی ہی جو گویا تمام علوم انسانی کی اصل و بنیاد ہے، لیکن کیفیت حس کی تشریح مین تمہین خیال ہوگا یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کیفیت کا آخری جز، جو اصل احساس ہی ارتعاش مادی کا کیفیت نفسی مین تبدیل ہونا ہے اور اس کیفیت کی حقیقت بجز اسکے کچھ نہین ہے کہ نفس مین اس شے خارجی کا ایک ایسا پائدار نقش پیدا ہوجاتا ہی جسکے باعث نفس اس شی کے وجود خارجی کا حس کرلیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شک و وہم علم کی حد سے خارج ہین، دوسری غلطی تصور کی اس تعریف مین یہ ہی کہ نفس کوئی ایسا ظرف نہین جسمین حروف کندہ ہوتے ہون جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہی، تیسری غلطی اس تعریف مین یہ ہے کہ تصور کی نفسانی کیفیت جسکا ہر شخص اپنی روزانہ زندگی مین تجربہ کرتا ہے اس تعریف کی غلطی پر شاہد ہی اور کوائف نفسانی کی حقیقت کے متعلق خود انسان کے ذاتی تجربہ سے بڑھکر کوئی شہادت نہین ہوسکتی، یہ بات ہمارے تجربہ کے بالکل خلاف ہی کہ تصور کرتے وقت کوئی نئی تصویر کسی شئی کی ہمارے ذہن مین آتی ہے، گویا اس تعریف کا یہ مطلب ہے کہ تصور کے پہلے انسانکو واقعہ خارجی کا علم ہی نہین ہوتا حالانکہ یہ سراسر ہمارے ذہنی تجربہ کے خلاف ہی بلکہ ہمارا ذہنی تجربہ اسکے خلاف اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جس بات کا ہمکو پہلے سے علم نہ ہو اسکا تصور بھی نہین کرسکتے ہین پس وجوہ بالا کی بنا پر ہمارے نزدیک قدما کی تعریف صحیح نہین ہی،

تصور کی واقعی حقیقت دریافت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے باطن کا دقیق مشاہدہ کیاجائے، احساس کی طرح کیفیت تصور کسی خارجی ہیج کی محتاج نہین ہے بلکہ جیسا ہم بیان کرچکے ہین اس کیفیت کا تعلق ان ادراکات انسانی سے ہے جو نفس اپنے ذہنی قوانین کی بنا پر اپنی اندرونی ترتیب سے حاصل کرتا ہے پس اس کی حقیقت کی تشریح بھی محض اس ذہنی ترکیب کی

حقیقت دریافت کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اس اصول کی بنا پر جب ہم اپنے باطن پر غور کرتے ہین تو نظر آتا ہے کہ انسان کے ادراکات دو طرح کے ہوتے ہین بعض ادراکات کا ظہور تو اُسوقت ہوتا ہے جب ہمارے حاسکے سامنے کوئی شے موجود ہو اور ہمارا حاسہ اس شے کا ادراک کر رہا ہو، بالفاظ دیگر جب اشیاء خارجی کی موجودگی سے ہمارا نفس بذریعہ حواس مختلف کیفیات نفسیہ سے متحسس ہوتا ہے، مثلاً جب ہم براہ راست سخت گرمی کا احساس کرتے ہین، یا مثلاً جب ہم آگ کو چھو کر اسکی اذیت محسوس کرتے ہین، لیکن بعض ادراکات وہ ہین جنمین گو بالفعل ان مختلف کیفیات نفسیہ کا احساس تو نفس کو نہین ہوتا البتہ ان ادراکات کے ذریعہ سے ذہن مین ان کیفیات نفسیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جو مختلف اوقات مین ہمارے ذہن مین پیدا ہوئی تھین مثلاً اگر ہم اس گرمی اور سردی کی کیفیت کی یاد اپنے ذہن مین تازہ کرین جسکا کسیوقت بذریعہ حواس ہمنے احساس کیا تھا تو یہ ادراک پہلے ادراک سے جو بذریعہ حواس حاصل ہوا تھا مختلف ہوگا۔

پھر ادراکات کی یہ دوسری صورت صرف ان محسوسات کے ساتھ خاص نہین ہی جنکا حس حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے بلکہ چونکہ یہ ادراکات ذہن کی اندرونی ترتیب سے پیدا ہوتے ہین اسلئے انکا دائرہ محسوسات کی حد سے متجاوز ہوکر جذبات کو بھی محیط ہوتا ہی جسطرح ہم کبھی کبھی اپنے ذہن مین ان کیفیات نفسیہ کی یاد تازہ کرتے ہین جنسے ہم اسوقت متحسس ہوئے تھے جب ہمارے حاسہ کے ساتھ کسی شے خارجی کو تعلق مقارنت یا تعلق علت و معلولیت پیدا ہوا تھا اسی طرح ہم ان کوائف نفسانی کی یاد بھی اپنے ذہن مین تازہ کرسکتے ہین، جنکی پیدائش کے لئے حواس کے ساتھ کسی شے کو تعلق پیدا ہونے کی ضرورت نہین ہوتی مثلاً اگر ہم کسی وقت غصہ سے بیتاب ہوئے تھے تو یہ ممکن ہے کہ اس غصہ کے زوال کے بعد

ہمارے ذہن مین اس کیفیت کا تصور پیدا ہو غرض ادراکات کی یہ صورت محسوسات ہی کیسا خاص نہین ہے بلکہ اسکا تعلق انسان کے تمام کوائف نفسانی کے ساتھ یکسان ہے نیز ان دو صورتون مین باہم اسقدر تمائز ہے کہ اگر مثلاً تم مجھسے یہ کہو کہ فلان شخص کو فلان شخص کے ساتھ محبت ہے تو مین تمہارا مطلب صاف سمجھونگا اور میرے ذہن مین یہ شبہہ ہرگز نہ پیدا ہوگا کہ شاید اس شخص کو محبت نہ ہو بلکہ وہ صرف محبت کا تصور کر رہا ہو،

غرض انسان کے ادراکات کی یہ دو قسمین ہین جنمین سے ایک کا تعلق ہیجات بیرونی کے ساتھ ہی اور دوسری قسم کا کوائف نفسانی کی اندرونی ترتیب سے ان دو قسم کے ادراکات مین سے پہلی قسم کے ادراکات کو احساس کہتے ہین جسکی تشریح صفحات بالا مین گذر چکی ہی اور دوسری قسم کے ادراکات کو تصورات کہتے ہین، پس تقریر بالا کی بنا پر اگر تم تصور کی منطقی تعریف کرنا چاہو تو تصور کی اس خاص حالت کو جسکے باعث تصور و احساس مین باہم فرق پیدا ہوتا ہے فصل قرار دیکر تصور کی یہ تعریف کرسکتے ہو کہ وہ ادراک کی وہ کیفیت ہی جو کسی بیرونی ہیج کی محتاج نہین ہوتی بلکہ جو اُسوقت پیدا ہوتی ہے جب ہم کسی گذشتہ احساس کی یاد تازہ کررہے ہون لیکن چونکہ اس کیفیت کی پیدایش ایک دوسری کیفیت نفسانی پر موقوف ہوتی ہے جسکو اصطلاح مین ہم توجہ کہتے ہین، اسلئے دوسرے الفاظ مین تصور کی تعریف یہ بھی کیجا سکتی ہے کہ تصور وہ کیفیت ادراکی ہے جو اسوقت پیدا ہوتی ہے جب ہمارے توجہ کا انعطاف کسی خاص گذشتہ احساس کی جانب ہوتا ہے پس اس تعریف سے واضح ہوا کہ جس طرح کیفیت حس کی بنا ہیجات بیرونی پر ہے اسی طرح کیفیت تصور کی پیدائش ایک ہیج اندرونی پر موقوف ہے جسکو ہم توجہ کہتے ہین یہی وجہ ہے کہ بلا توجہ کے ہم اپنے ذہن مین کسی گذشتہ احساس کی یاد نہین تازہ کرسکتے ہین،

تصور اور وجود ذہنی کی بحث (۱۲۷)

تقریر بالا مین تصور کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ احساس کے ذریعہ سے ذہن مین جو معلومات حاصل ہوئے ہین انمین کیفیت حس کے مٹجانے کے بعد رنگ آمیزی کرنے اور انکو دوبارہ نفس کے سامنے لانے کا نام تصور ہے گویا یہ کیفیت حس کے توابع مین سے ہے لیکن نفس کے اس طلسمی راز کو دیکھکر کہ حس کے مٹنے کے بعد محسوسات ذہنی کی پیدائش پھر دوبارہ کس طرح ہوتی ہے قدما مین یہ بحث پیدا ہوئی کہ آیا ان مدرکات ذہنی کا وجود ذہن کے اندر ہوتا ہے یا نہین ؟ اسی مسئلہ کو اصطلاح مین وجود ذہنی کہتے ہین جو دیگر مسائل فلسفہ کیطرح ارسطو کی ایجاد ہے، اور ارسطو کے بعد از منہ متوسطہ مین اس مسئلہ کو عرب فلاسفہ نے گویا اپنے نزدیک عقلی دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ ان لوگون کا خیال تھا کہ اشیار خارجی کا وجود ذہنی بھی ہوتا ہے یعنی یہ کہ شئے خارجی ذہن کے اندر خود موجود ہوتی ہے لیکن ان لوگونکے علاوہ عرب فلاسفہ مین اشاعرہ متکلمین کا ایک ایسا گروہ بھی تھا جسنے وجود ذہنی کا شد ومد کے ساتھ انکار کیا اور اسکے بعد بہت کلے کے نظریہ اسمیت کے ذریعہ سے جو در اصل اشاعرہ متکلمین کی آواز بازگشت تھی وجود ذہنی کا پورا ابطال ہو گیا اور اب موجودہ زمانہ مین جبکہ علم النفس کی بنیاد علم تشریح اور وظائف الاعضا پر رکھی گئی ہے اس بات کا کسی کے ذہن مین شبہہ بھی نہین گذر سکتا کہ جو چیزین خارج مین موجود ہین وہ تصور کے ذریعہ سے کبھی ہمارے ذہن کے اندر بھی رسائی حاصل کر سکتی ہین، ہمکو فلاسفہ قدیم کے دلائل سے کوئی بحث نہین کیونکہ انکے دیگر دلائل کیطرح اس دعوی کے دلائل بھی لفظی مباحث اور سطحی نظریہ پر مبنی ہین جنکی اس زمانۂ ترقی مین کوئی قدر وقیمت نہین لیکن ہم اسجگہ صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین کہ ان فلاسفہ کو وجود ذہنی کا خیال جو پیدا ہوا اسکی بنا، صرف یہ ہے کہ ہمارے حس کے مٹنے کے بعد بھی ہمارے ذہن مین اشیار غائبہ کا تصور باقی رہتا ہے

اسلیے اونہون نے خیال کیا کہ تصور کے لیے وجود ذہنی ضروری ہے لیکن حس و تصور کا باہمی مقابلہ کرکے ہم نے اوپر کیفیت تصور کی جو تشریح کی ہے اوسکے واضح ہوجانے کے بعد اس بات مین کوئی شبہہ نہین باقی رہتا کہ تصور محض اس احساس بسیط کے ترکیب پانے کا نام ہے جسکا تجربہ اپنی بسیط اور اصلی حالت مین انسان کو بہت کم ہوتا ہے اور وہ کیفیت نفسی جو ارتعاش مادی کی منقلب شدہ صورت ہے جب کیفیت حس کے مٹنے کے بعد نفس مین دوبارہ پیدا ہوتی ہے تو اسی کو ہم تصور کہتے ہین، گویا عدم فنا، مادہ اور قانون ارتقار جو دیگر مظاہر کائنات پر عامل ہین وہ کوائف نفسانی مین ارتعاش مادی کی منقلب شدہ صورتون پر بھی عامل ہوتے ہین پس حس کے ذریعہ سے نفس مین جو ایک اثر پیدا ہوتا ہے اوسکو اصل شئے خارجی سے کوئی نسبت نہین ہوتی اسکی حالت بالکل ویسی ہی ہے جسطرح خارج مین آکسیجن اور ہائیڈروجن کے ملنے سے پانی پیدا ہوتا ہے مگر آکسیجن اور ہائیڈروجن کے امتزاج کو پانی کی پیدائش سے کوئی نسبت نہین اسیطرح حواس کے سامنے شئے خارجی کے آنے سے جو احساس پیدا ہوتا ہے اوسکو بھی اس شئے خارجی سے کوئی نسبت نہین ہوتی اور چونکہ تصور کی حقیقت بجز اسکے کچھ نہین ہے کہ وہ مٹا ہوا احساس ہی جسمین عوامل نفسانی سے حرکت پیدا ہوگئی ہے اور تصور کی حالت مین جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف یہی ہے کہ وہ اثر جو حس کے وقت ذہن مین قوت کے ساتھ پیدا ہوا تھا اسمین اس کیفیت کے مٹتے ہی جو جمود پیدا ہوتا ہے تصور اس جمود کو مٹا کر اسکی تجدید کرتا ہے گویا وہ نقش جو پہلے زنگ آلود ہوگیا تھا وہ اب ابھر آتا ہے اس لیے یہ ظاہر ہے کہ کیفیت تصور مین ذہن کے اندر کسی شئے کے آنے کا گمان بھی کسی طرح نہین ہوسکتا حس کی صورت مین آگ کی گرمی پہاڑ کی بلندی، اور اونٹ کے طول قامت کی تصویر کس کے ذہن مین آتی ہے؟ اسی طرح تصور کرتے وقت پہاڑ کی بلندی کا وجود کس کے ذہن مین ہوتا ہے

ذہن یا کاسۂ سر مین تحیز کی صلاحیت بھی نہین ہے تعجب ہے کہ فلاسفہ نفس کو غیر متحیز اور غیر ممتد مانکر کسطرح اس بات کے قائل ہوگئے کہ اس غیر متحیز اور غیر ممتد جوہر کے اندر متحیز اور ممتد چیزونکا حصول یا حلول ہوتا ہے[1]. حقیقت یہ ہے کہ ہمکو اس سے بحث نہین کہ نفس ایک جوہر غیر ممتد ہے یا جوہر ممتد البتہ ہم نفس کی حقیقت سے ناواقف رہکر اسقدر جانتے ہین کہ اعمال نفس فکر و شعور پر مشتمل ہین اور ان مشاعر و افکار کی وہ صفت جو نفس کی اندرونی ترتیب سے پیدا ہوتی ہے یعنی جسکے پیدا کرنے مین مہیجات بیرونی کو دخل نہین ہوتا اسکی پیدائش ذہن مین چند نفسانی قوانین کی بنا پر ہوتی ہے انہین نفسانی قوانین مین سے نفس کا ایک قانون یہ ہے کہ حس کے ذریعہ سے جو نقش ذہن انسانی مین پیدا ہوتا ہے اسمین ایک دوسرے عامل نفسانی یعنی توجہ کے ذریعہ سے کیفیت حس کے مٹنے کے بعد رنگ آمیزی کیجا سکتی ہے اس قانون کو ہیوم کے الفاظ مین تم یون بھی ادا کر سکتے ہو کہ جس طرح خارج مین ہر وہ شئ جو کسیوقت پیدا ہوتی ہے معدوم ہونے کے بعد اپنا ایک پائدار نقش چھوڑ جاتی ہے اسی طرح اعصاب انسانی مین بھی یہ ایک عجیب خاصیت ہے کہ انکے سامنے کسی شئے خارجی کے آنے سے لوح اعصاب پر ایک نقش سا جو

---

[1] متصورات کا وجود ذہنی مان لینے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حصول یا دخول ذہنی کے کیا معنی ہین محض تعلق یا مقارنت کافی نہین ہے فلاسفۂ قدیم کا میلان زیادہ تر اس جانب معلوم ہوتا ہے کہ حصول اصل مین حلول ذہنی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ حکمائے قدیم حلول ہی کی تعریف متعین نہین کر سکتے ہین اسکے علاوہ حلول ذہنی کی بنا پر فلاسفہ نے بساطت نفس کو ثابت کیا ہے اور اس کمزور بنیاد پر اپنے مابعد الطبیعات کی ایک بہت بڑی عمارت کھڑی کر دی ہے لیکن اصل ہی کمزور ہے یہ تعمیر کیا کام دیگی ہم نے وجود ذہنی کے متعلق فلاسفہ و متکلمین کے کل مشاجرات کو پڑھکر خود بھی غور کیا لیکن ہمکو دونون مین سے کسی کے دلائل مین بھی محض تجریدات ذہنیہ اور الفاظ کی مبہم پیچیدگیونکے سوا کچھ نظر نہ آیا ۱۲

بنجاتا ہے وہ نقش یا اثر کبھی زائل نہین ہوتا بلکہ ایک دوسرے عامل نفسی یعنی توجہ کی وساطت سے اسکے ذرات مین ہر وقت انتشار پیدا ہوتا رہتا ہے اسی انتشار وافتراق کی بسیط کیفیت کا نام اصطلاح مین تصور ہے یہ کیفیت انسانون کی طرح حیوانون مین بھی پیدا ہوتی ہے۔ غرض کیفیت تصور کی پیدائش نفس کے صرف اس قانون پر مبنی ہے جسکا تجربہ انسان کو روزانہ زندگی مین برابر ہوتا رہتا ہے لفظ "قانون" کا منشا صرف یہ ہے کہ ہم اپنی روزانہ زندگی مین صرف یہ پاتے ہین کہ جب ہم اپنے کسی گذشتہ احساس کی جانب توجہ کرتے ہین تو وہ احساس ہمارے ذہن مین دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن ہم یہ نہین جانتے کہ ایسا کیون ہوتا ہے اور اس واقعہ کی لم کیا ہے؟ اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ کیفیت تصور کی پیدائش کی علت توجہ ہے پس تصور کرتے وقت توجہ اور اس کیفیت کے علاوہ ہمین کسی ایسی چیز کا تجربہ کبھی نہین ہوتا جو ہمارے ذہن کے اندر موجود ہوتی ہو اور اس بنا پر وجود ذہنی کا خیال ہمکو فلاسفہ کے ان دیگر خیالات سے زیادہ دقیع نظر نہین آتا جو محض سطحیت اور مبہم الفاظ کی پیچیدگیون پر مبنی ہین۔

(۲۸) تصور و حس کا فرق اور دونون کا باہمی تعلق

لیکن چونکہ کیفیت توجہ کی نفسانی تشریح اور اس کے قوانین نفسی سے ہمارے زیر بحث موضوع کو کوئی تعلق نہین اسلیے ہم ان مباحث سے یہان قطع نظر کرتے ہین البتہ کیفیت تصور کی مزید تشریح کی غرض سے یہان صرف اتنا جان لینا چاہیے کہ چونکہ انسان کے ذہن کو کبھی اس شئے کی جانب توجہ نہین ہوسکتی جسکا علم پہلے سے انسان کو نہ ہوچکا ہو اسلیے توجہ کی طرح تصور بھی اپنی پیدائش مین اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ پہلے سے ذہن مین زیر توجہ امر کے متعلق معلومات حاصل ہوچکے ہون اور چونکہ تصور کے پہلے معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ بجز احساس کے اور کوئی نہین ہے اسلیے جب کبھی ہمارے ذہن مین تصور کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس سے پہلے ہمارے ذہن مین احساس کے ذریعہ سے معلومات

حاصل ہو چکے ہوتے ہین کیفیت حس کی تشریح کے بیان مین یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حس کا آخری جزء جو اصل احساس ہے ارتعاش مادی کا کیفیت نفسی مین تبدیل ہو جانا ہے احساس کے ذریعہ سے ذہن مین یہ کیفیات نفسیہ جب پیدا ہوتی ہین تو گو حاسہ کے سامنے سے مہیج حس کے ہٹتے ہی اصل احساس کی کیفیت مٹ جاتی ہے مگر احساس کے ذریعہ ذہن انسانی پر جو ایک نقش سا بنجاتا ہے وہ اب بھی باقی رہتا ہے اور پھر جب کبھی ہماری توجہ اس مٹے ہوے نقش کی جانب منعطف ہوتی ہے تو ہمارے ذہن مین پھر وہی اگلی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اصل احساس کیوقت پیدا ہوئی تھی۔ پس تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ تصور کی پیدائش ہمیشہ احساس کے بعد ہوتی ہے نیز یہ کہ تصور محض ذہن کی اس کیفیت کا نام ہے جسمین ذہن توانین توجہ کی بنا پر احساس کے مٹے ہوے نقوش مین رنگ آمیزی کرتا ہے یا یون کہو کہ حاسہ کے سامنے کسی شئے خارجی کے آنے سے لوح ذہن پر جو ایک نقش کندہ ہوتا ہے اسمین حاسہ کے سامنے سے اس شئے خارجی کے ہٹتے ہی زنگ پیدا ہو جاتا ہے کیفیت تصور اس زنگ کے دفع کرنے کا نام ہے گویا حسیات کے زنگ آلود نقوش کا تصور کے ذریعہ سے صیقل ہو جانا ہے غرض تصور اور حس کی نفسانی تشریح سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ تصور و احساس مین قبلیت و بعدیت کی نسبت ہے اگر ہمکو کسی چیز کا حس نہ ہوا ہو تو اس چیز کا تصور بھی ہم نہین کر سکتے ہین (اس دعوی کے تفصیلی دلائل سے ہم آگے چلکر مفصل بحث کرینگے) لیکن اب ان دونون کیفیتون کا باہمی تعلق دریافت کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون کے باہمی فروق بھی مفصل بتا دیے جائین،

کیا قرآن مجید مین شاعری نہین ہی؟

ازمولانا عبدالسلام ندوی

کفار عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جو خطابات دیے تھے اون مین ایک یہ تھا کہ آپ شاعر ہین، لیکن خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین ہر موقع پر اس سے تبری و تحاشی ظاہر کی، ایک موقع پر فرمایا۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی له

ہم نے اوسکو نہ شاعری کی تعلیم دی اور نہ شاعری اوسکے لئے موزون ہے

دوسری جگہ ارشاد ہوا

وما ھو بقول شاعر

یہ شاعر کا کلام نہین

ایک جگہ نہایت تہدیدی الفاظ مین فرمایا۔

ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون قل تربصوا فانی معکم من المتربصین۔

کیا وہ لوگ کہتے ہین کہ وہ ایک شاعر ہے جس کی بربادی کے لیے ہم حوادث زمانہ کا انتظار کررہے ہین، کہہ کہ انتظار کرو ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہین،

ان آیات کے علاوہ روایات سے بھی ثابت ہی کہ بعض نیکدل لوگ آپ کی خدمت مین آئے، اور شہادت دی کہ آپ جو کلام اہل عرب کے سامنے پیش کررہے ہین وہ شاعرانہ کلام سے بالکل مختلف ہے، صحیح مسلم مین ہے کہ جب انیسؓ (جو شاعر بھی تھے) آپ کی خدمت مین حاضر ہوے تو اونھون نے پلٹ کر اپنے بھائی حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا،

یقولون شاعر، کاھن، ساحر لقد سمعت قول الکھنۃ فما ھو بقولھم

کفار کہتے ہین کہ وہ شاعر ہے، کاہن ہے، ساحر ہے، لیکن مینے کاہنون کا کلام سنا ہے

ولقد وضعت قوله علی اقراء الشعر فما	وہ اونکا قول نہین، مینے اوسکے کلام کو شاعری
یلتئم علی لسان احد بعدی انہ شعر واللہ	کی ترازو مین تولا تو اب میرے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ
انہ لصادق وانہم لکاذبون	وہ شعر ہے، خدا کی قسم وہ سچا ہے اور وہ لوگ جھوٹے ہین

اب سوال یہ ہے کہ ان دونون اقوال مین کسکو ترجیح دیجائے ؟

یہ بالکل سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہ تھے، اور آپ نے اہل عرب کے سامنے جس کلام کو تحدی کے ساتھ پیش کیا تھا وہ شعر نہ تھا، تاہم ایک جم غفیر جو عرب کے شاعرانہ مذاق سے کامل واقفیت رکھتا تھا محض بغض وعناد کیوجہ سے آپ کو شاعر کا خطاب نہین دیسکتا تھا۔

آپ غیب کی خبرین دیتے تھے تو اہل عرب آپ کو کاہن کہتے تھے، آپ معجزات دکھاتے تھے تو وہ لوگ آپ کو ساحر کہتے تھے، آپ اگرچہ کاہن یا ساحر نہ تھے تاہم آپ مین اور ان لوگون مین اسقدر مابہ الاشتراک ضرور تھا کہ کاہن بھی اسی قسم کی پیشینگوئیان کرتے تھے اور جادوگرون کی شعبدہ بازیان بھی معجزات سے مشابہ ہوتی تھین، اور کفار نے اسی مماثلت کو پیش نظر رکھکر آپ کو ساحر اور کاہن کا خطاب دیا تھا، اس بنا پر اونھون نے آپکو شاعر کا خطاب بھی کسی نہ کسی مناسبت کی وجہ سے دیا ہوگا، لیکن اسکے ساتھ ایک ایسے شخص کی شہادت کو بھی جو خود شاعر تھا، نظرانداز نہین کیا جاسکتا، وہ آپکے کلام کو شاعری کی میزان مین رکھتا ہے تو وہ شعر سے بالکل مختلف نظر آتا ہے، اور وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ خدا کی قسم وہ سچا ہے اور وہ لوگ جھوٹے ہین۔

شعر کی حقیقت کے متعلق اہل ادب کی جو تصریحات ہین وہ بھی باہم متعارض ہین، ادب کی عام کتابون مین شعر کے لیے صرف وزن، قافیہ اور ارادہ متکلم کو ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن ابن رشیق نے کتاب العمدہ مین شاعری کی حقیقت کے متعلق محققین اہل ادب کے جو اقوال نقل کیے ہین اون سے ثابت ہوتا ہے کہ وزن، بحر اور قافیہ بالکل عرضی چیزین ہین، اور شعر کے

اصلی عناصر ان سے بالکل الگ ہین، اونکے نزدیک شعر کی بنیاد چار چیزون پر قائم ہے، ترغیب وترہیب، خوشی ومسرت، رنج وغصہ، اور شاعری کے تمام انواع کی صورت ترکیبی انہی عناصر اربعہ سے وجود مین آتی ہی، ترغیب سے مدح وشکر کے جذبات کی تولید ہوتی ہے، ترہیب سے اعتذار واستعطاف کے جذبات پیدا ہوتے ہین، خوشی ومسرت سے تشبیب وغزل کا خاکہ تیار ہوتا ہے، اور رنج وغصہ سے، ہجو، اور دھمکی کے جذبات کو اشتعال ہوتا ہے، چنانچہ ایکبار عبد الملک بن مروان نے ارطاۃ بن سمیہ سے کہا کہ آج تم شعر کہہ سکتے ہو؟ اوس نے کہا مین نہ خوش ہون، نہ مجھے غصہ آیا ہے، نہ مین نے شراب پی ہے، اور نہ میرے دل مین کسی چیز کی خواہش ہے، اور شعر انہی حالات مین کہا جاتا ہے، ایک ادیب نے شاعری کو صرف دو قسم یعنی مدح وذم مین محدود کردیا ہے، اور اوسکے نزدیک شاعری کے بقیہ انواع انہی دونون کی فرعین ہین، مرثیہ، فخریہ، تشبیب، غزل، حکم، مواعظ، زہد وقناعت غرض تمام محاسن اخلاق مدح مین داخل ہین، اور ہجو بالکل اسکے برعکس ہے، ایک ادیب کا قول ہے کہ شعر بالکل ایک گھر کے مشابہ ہے، اوسکی بنیاد طبیعت ہے، اوسکی چھت روایت ہے، اوس کا ستون علم ہے، اوسکا دروازہ تجربہ ہے اور اوس کا رہنے والا معنے ہے، وزن وقوافی بالکل ایسے ہی ہین جیسے خیمے کے لیے کھونٹیان،

ان محققین نے شاعری کے پانچ مقصد قرار دیے ہین، تغزل، مدح گستری، ہجو گوئی محاکات (یعنی کسی چیز کی تصویر کھینچنا) جس مین تشبیہ واستعارہ بھی داخل ہے،

اب ان اقوال کو پیش نظر رکھکر غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید شاعر سے بھرا ہوا ہے، عبادات اور معاملات کے متعلق قرآن مجید مین جو آئتین ہین، اون مین اگرچہ شاعرانہ عناصر نہین پائے جاتے، لیکن یہ تمام آئتین مدنی ہین، اور کفار کا اصلی مقابلہ

مکہ مین تھا، اور مکی آیتین تمامتر شاعرانہ عناصر سے لبریز ہین، مکی آیتون مین عموماً حشر ونشر، عذاب وثواب اور دوزخ وجنت کا ذکر کیا گیا ہے، مسلمانون کی مدح، اور کفار کی ہجو کی گئی ہے، اوران تمام مضامین کو نہایت پرجوش اور شاعرانہ انداز مین ادا کیا گیا ہے، مثلاً واقعات قیامت کا بیان جن آیات مین کیا گیا ہے، اون مین کسقدر اعلیٰ درجہ کی محاکات پائی جاتی ہے

کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا،	ہرگز نہین جب زمین ریزہ ریزہ کر دیجائیگی، اور خدا اور فرشتے پرے باندھے ہوے آئینگے،
فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر، کلا لا وزر الی ربک یومئذ المستقر،	جبکہ نگاہ چوندھیا جائیگی، اور چاند گہنا جائیگا اور چاند اور سورج جمع کردیے جائینگے، توانسان کہیگا کہ اب جائے گریز کہان ہے، ہرگز نہین، کوئی جا پناہ نہین، فرو تر خدا ہی کے پاس ٹھکانا ہے
وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ، ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بہا فاقرۃ کلا اذا بلغت التراقی، وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق، الی ربک یومئذ المساق	بہت سے چہرے آج تر وتازہ نظر آئینگے، اور اپنے خدا کی طرف دیکھتے ہونگے، بہت سے چہرے غمگین نظر آئینگے اور انکا خیال ہو گا کہ اون پر سخت عذاب آئیگا، ہرگز نہین، جب سانس حلق مین آکر اٹک جائیگا اور کہا جائیگا کہ اب کون جھاڑ پھونک کرنیوالا ہے اور وہ گمان کریگا کہ فراق کا وقت آگیا، اور ٹانگ سے ٹانگ لپٹنے لگی، اب خدا ہی کی طرف یہ ہنکا دا ہے
یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا	لوگو خدا سے ڈرو، کیونکہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے، اوس دن ہر دودھ پلانیوالی عورت اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائیگی، اور ہر حاملہ کا حمل

وتری الناس سکری وماھم بسکری ولکن عذاب اللہ شدید

ساقط ہوجائیگا، تم لوگون کو دیکھوگے کہ وہ متوالے ہین، حالانکہ وہ متوالے نہین، لیکن خدا کا عذاب سخت ہے

اہل جنت کی مدح مین کسقدر شاہانہ جاہ وجلال کا اظہار کیا گیا ہے،

وجوہ یومئذ ناعمۃ لسعیہا راضیۃ فی جنۃ عالیۃ لا تسمع فیہا لاغیۃ فیہا عین جاریۃ فیہا سرر مرفوعۃ واکواب موضوعۃ ونمارق مصفوفۃ وزرابی مبثوثۃ۔

بہت سے چہرے آج کے دن تروتازہ اپنی کمائی کر خوش، جنت عالیہ مین ہونگے جس مین لغو باتین نہ سنینگے، اوس مین نہرین جاری ہونگی اوسمین بلند تخت ہونگے، پیالے رکھے ہوئے ہونگے، اور صف بصف پردے اور بچھے ہوے بستر ہونگے،

کفار کی ہجو کسقدر سخت الفاظ مین کی گئی ہے،

ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین۔

اور اوس شخص کے کہنے مین نہ آنا جو بات بات مین قسم کھاتا ہے آبرو باختہ ہے طاعن ہے چغلیان کھاتا ہے لوگونکو اچھے کامون سے روکتا ہے حد سے بڑھ گیا ہے بدکار ہے تندخو ہے اور ان سب باتون کے ساتھ بدنسب بھی ہے اسلیے کہ وہ مالدار اور بیٹون والا ہے

قرآن مجید کا شاعرانہ زور زیادہ تر تشبیہات واستعارات مین صرف ہوا ہے، لیکن وہ اسقدر کثیر، متنوع، اور مختلف المقاصد ہین کہ اس مختصر مضمون مین اونکا استقصا نہین کیا جاسکتا،

موجودہ زمانہ مین شعر کی حقیقت کے متعلق جو موشگافیان ہوئی ہین، اوس نے اس مسئلہ کو اور بھی واضح کر دیا ہے، قدیم اہل ادب کے نزدیک شعر کم از کم الفاظ کا پابند تھا، لیکن جدید تحقیقات کی بنا پر شعر کے لیے الفاظ کی بھی ضرورت نہین، چنانچہ مل صاحب فرماتے ہین،

"شاعری مین ایک خاص کیفیت پائی جاتی ہے جسکا وجود نظم ونثر دونون مین یکسان طور سے ہوسکتا ہے، بلکہ جو اپنے وجود کے لیے سرے سے الفاظ ہی کی محتاج نہین"[۱]

ایک یورپین مصنف لکھتا ہے کہ

"ہر چیز جو دل پر استعجاب یا حیرت، یا جوش یا اور کسی قسم کا اثر پیدا کرتی ہے شعر ہے"

اس بنا پر فلک نیلگون، نجم درخشان، نسیم سحر گلگونہ شفق، تبسم گل، خرام صبا، نالۂ بلبل، ویرانی دشت، شادابی چمن، غرض تمام عالم شعر ہے، یہ آجکل کا خیال ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے آج سے چھ سو برس پہلے کہا تھا۔

پس جہان شاعر بود چون دیگران[۲]"

لیکن کیا قرآن مجید مین یہ خاص کیفیت نہین پائی جاتی، ؟ کیا کسی شاعر نے قرآن مجید سے زیادہ مناظر قدرت کی نیرنگیون، اور مظاہر فطرت کی بوقلمونیون کو نمایان کیا ہے ؟ اگر قرآن مجید مین یہ خاص کیفیت پائی جاتی ہے اگر قرآن مجید مین روحانی و مادی دونون عالم کی نیرنگیان نظر آتی ہین تو کیا وہ مجسم شعر نہین ہوسکتا ؟ اگر حسان بن ثابت نے اپنے بچے کی زبان سے ایک عمدہ تشبیہ سنکر بے اختیار کہہ دیا تھا کہ واللہ میرا لڑکا شاعر ہوگیا، تو اہل عرب نے قرآن کی ہزارون لطیف تشبیہات اور بدیع استعارات کو سنکر اگر اوسے شعر کہا تو کیا مذاق صحیح اونکو مجرم قرار دیسکتا ہے ؟

اس موقع پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید خطیبانہ انداز کی کتاب ہے، اور خطابت مین بھی اگرچہ شاعری کے تمام عناصر پائے جاتے ہین، باینہمہ دونون کے حدود بالکل الگ الگ ہین،

---

[۱] الندوہ جلد ۸ نمبر ۶ [۲] شعر العجم جلد چہارم صفحہ ۲ ـــــ

"خطابت کا مقصود حاضرین سے خطاب کرنا ہوتا ہے، اسپیکر حاضرین کے مذاق معتقدات اور میلان طبع کی جستجو کرتا ہے تاکہ اسکے لحاظ سے تقریر کا ایسا پیرایہ اختیار کرے جس سے ان کے جذبات کو برانگیختہ کرسکے اور اپنے کام مین لاے، بخلاف اسکے شاعر کو دوسرے غرض نہین ہوتی وہ یہ نہین جانتا کہ کوئی اسکے سامنے ہے بھی یا نہین[۱]؟"

قرآن مجید کے ذریعہ سے بھی دوسرون ہی کے معتقدات و خیالات پر اثر ڈالا جاتا تھا، اسلیے اوسکا انداز خطیبانہ تھا، شاعرانہ نہ تھا، اہل عرب کی یہ غلطی تھی کہ وہ ایک خطیبانہ کلام کو شاعرانہ کلام سمجھتے تھے، لیکن عرب مین خطابت اور شاعری کے حدود بالکل ملے جلے ہوے تھے، شاعر اور خطیب دونون اہل عرب کی قوت تھے اور دونون کی آتش بیانیان قبیلے کے قبیلے مین آگ لگایا کرتی تھین، لیکن باایہمہ اشتراک و اتحاد اہل عرب نے ہمیشہ خطبہ کو خطبہ اور شعر کو شعر سمجھا، پھر قرآن مجید کے متعلق اونھون نے ایسی بدیہی غلطی کیون کی؟ مل صاحب کے نزدیک بھی شاعری کو منصہ عام پر لایا جاسکتا ہے، کیونکہ

"ہر شاعری گویا ایک خلوت نشین شخص کی گفتگو ہوتی ہے اور کسی خلوت نشین کی گفتگو کے شائع ہوجانے مین کوئی استحالہ نہین، یہ بالکل ممکن ہے کہ جو گفتگو ہم نے کسی وقت صرف اپنے نفس کو مخاطب کرکے کی ہو وہی بعد کو دوسرون سے بھی کرین یا جو اقوال و افعال ہم سے تنہائی مین سرزد ہوے ہون اونکا اعادہ منظر عام پر بھی کردین[۲]"

لیکن اس حالت مین بھی شاعری شاعری ہی رہتی ہے، خطبہ نہین بن جاتی اسلیے کہ

"شاعری ثمرہ ہے عزلت گزینی اور غور و فکر کا، اور خطابت لوگون سے میل جول اور راہ و رسم کا، جس شخص کے اندرونی احساسات قوی ہوتے ہین اسکو اگر دماغی تعلیم کافی

---

[۱] شعر العجم جلد ۴ صفحہ ۵۲ الندوہ جلد ۸ نمبر ۴،

طور سے مل جائے تو اوس مین اعلیٰ درجہ کے شاعر بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے
بہ خلاف اسکے جو شخص دوسرون کے مزاج و جذبات سے پوری واقفیت رکھتا ہے
وہ اعلیٰ درجہ کا خطیب ہوتا ہے[۱]"

قرآن مجید کی ابتدائی آیتین بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزلت گزینی اور گوشہ نشینی کا نتیجہ تھین اور خدا کا پہلا پیغام آپ کو غار حرا کے ایک تاریک گوشے مین دیا گیا تھا نبوت کے بعد اہل مکہ سے آپ کی رسم و راہ بہت کم ہو گئی تھی، قرآن مجید کا ابتدائی حصہ جو نازل ہوتا تھا وہ اہل مکہ کے معتقدات و خیالات کے بالکل متبائن تھا، اس لیے مل صاحب کے نظریہ کے مطابق قرآن مجید کو بہ نسبت خطابت کے شاعری سے زیادہ مشابہت تھی، اور اسی مشابہت کی بنا پر اہل عرب اوسکو شاعرانہ کلام سمجھتے تھے، اس نظریہ سے قطع نظر کرنے کے بعد بھی اگر قرآن مجید اور خطبات عرب مین باہم مطابقت کی جائے تو دونون کی تشبیہات مین، دونون کے استعارات مین، دونون کی سلاست مین، دونون کی روانی مین محسوس فرق نمایان ہوگا قس بن ساعدہ کے خطبات اگرچہ قرآن مجید سے بہت کچھ مشابہ ہین، لیکن وہ بالکل مصنوعی ہین، اور قرآن مجید کی آیات کو پیش نظر رکھکر بنائے گئے ہین، ان کے علاوہ اہل عرب کے جو خطبے ہین، اون سے قرآن مجید ہر حیثیت سے مختلف ہے، اور اس اختلاف کی بنا پر اگر اہل عرب نے اوسکو خطبات سے الگ رکھا تو یہ کوئی انشاپردازانہ غلطی نہین تھی،

ایک اور حیثیت سے بھی قرآن مجید کو شاعری سے الگ کیا جاسکتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اہل ادب نے مضامین شعر کی دو قسمین کی ہین، تخئیلی اور عقلی، عقلی مضامین اصولاً بالکل صحیح ہوتے ہین، اور حدیث، قرآن، آثار صحابہ اور اقوال حکما سے اونکی تائید کی جاسکتی ہے، اشاعر

[۱] الندوہ جلد ۲ نمبر ۴

ادن مین کوئی تصرف نہین کرتا، بلکہ صرف اون کو موزون کر دیتا ہے، مثلاً ایک شاعر کہتا ہے

انی وان کنت ابن سید عامر وفی السر منہا والصریح المھذب

مین اگرچہ قبیلہ عامر کے سردار کا بیٹا ہون

لما سودتنی عامر عن وراثۃ ابی اللہ ان اسمو بام ولااب

لیکن مجھکو عامر سے وراثۃ سرداری نہین ملی، خدا نہ کرے کہ مین باپ ماں کی وجہ سے بلند بنتا ہون

لیکن یہ مضمون بالکل صحیح ہے اور قرآن وحدیث مین بہ تصریح مذکور ہے، قرآن مجید مین ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم مین خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے

زیادہ پرہیزگار ہے،

حدیث شریف مین ہے،

یا بنی ھاشم لا تجئنی الناس بالاعمال اے بنی ہاشم ایسا نہو کہ لوگ میرے پاس اعمال

وتجیئونی بالانساب لیکر آئین اور تم نسب لیکر آؤ،

شاعر نے اس مین اس سے زیادہ کوئی تصرف نہین کیا ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث مین مذکور

تھا اوسکو نظم کر دیا ہے، اہل ادب مین جو لوگ

خیر الشعر اصدقہ سب سے اچھا شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ سچا ہو

کے مدعی ہین اونکے دعوی کی بنیاد اسی قسم کے مضامین پر قائم ہے اور حضرت حسان بن ثابت رضی

نے انہی مضامین کی نسبت فرمایا ہے،

وان احسن بیت انت قائلہ بیت یقال اذا انشدتہ صدقا

بہترین شعر جو تم نے کہا ہے وہ ہے جسکے پڑھنے کے ساتھ لوگ بول اوٹھین کہ سچ کہا ہے

لیکن ان کے بالکل برعکس تخییلی مضامین مین کسی قسم کی صداقت نہین پائی جاتی، شاعر صرف

اپنی قوت متخیلہ سے اونکو ثابت کرکے تمام دنیا سے منوا لیتا ہے، مثلاً ایک شاعر جوانی پر بڑھاپے کی فضیلت اسطرح ثابت کرتا ہے

والصارم المصقول احسن حالة　　یوم الوغی من صارم لم یصقل

صیقل شدہ تلوار لڑائی کے دن　　زنگ آلود تلوار سے بہتر ہوتی ہے

ایک اور شاعر اسی دعوی کو اسطرح ثابت کرتا ہے،

وبیاض البازی اصدق حسنا　　ان تاملت من سواد الغراب

باز کی سفیدی اگر غور کرو　　تو کوے کی سیاہی سے زیادہ خوشنما ہوتی ہے

ان دونون شاعرون نے صرف بال کی سفیدی اور سیاہی کا مقابلہ کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ بڑھاپے کو جوانی پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ بال کی سفیدی صیقل کردہ تلوار اور باز کے پر سے، اور اوس کی سیاہی زنگ آلود تلوار اور کوے کے پر سے مشابہ ہے، اور صیقل شدہ تلوار اور باز کے پر کی سفیدی، زنگ آلود تلوار اور کوے کے پر کی سیاہی سے بہرحال بہتر ہوتی ہے، اسلیے بڑھاپے کو جوانی پر ترجیح حاصل ہے، لیکن بڑھاپا درحقیقت جن اسباب سے مبغوض ہوتا ہے، اور جن اسباب کی بنا پر جوانی محبوب خیال کی جاتی ہے اونکو ان دونون اشعار مین نظر انداز کر دیا گیا ہے، بڑھاپے مین آدمی سے صرف اس بنا پر نفرت نہین ہوتی کہ اوسکے بال سفید ہو گئے ہین، بلکہ اس بنا پر کہ اوسکے چہرے کا رنگ و روغن جاتا رہا ہے، اور جوانی مین انسان صرف اسلیے محبوب نہین ہوتا کہ اوسکے بال سیاہ ہین بلکہ اسلیے کہ اوس کے چہرے پر شباب کی رونق پائی جاتی ہے لیکن ان دونون شاعرون کی قوت متخیلہ نے تہ کی بات چھوڑدی، اور صرف سفیدی اور سیاہی کا مقابلہ کرکے ایک تشبیہ کے ذریعہ سے اپنے فرضی دعوے کو ثابت کر دیا،

شعرا کو تعمل و تصرف کا موقع انہی مضامین مین ملتا ہے، اور انہی کے ذریعہ سے اونکی قوت متخیلہ اپنی جولانیان دکھاتی ہے، مبالغہ، غلو، اور اغراق سب کا محل یہی مضامین ہوتے ہین، اور جو لوگ

خیر الشعر اکذبہ بہترین شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہو

کے مدعی ہین وہ اپنے دعوے کے ثبوت مین اسی قسم کے اشعار کو پیش کرتے ہین، کذب صریح انکے نزدیک بھی شاعری کے موضوع سے خارج ہے۔[۱]

بہرحال شاعر کا اصلی کمال انہی مضامین کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے، اور قرآن مجید چونکہ ہمہ تن صداقت ہے، اسلیے اوس مین اس قسم کے مضامین نہین پائے جاتے اور ہمارے مفسرین کے نزدیک خداوند تعالیٰ نے انہی مضامین کی بنا پر شاعری سے برأت ظاہر کی ہے اور شاعرانہ طرز ادا کے اختیار کرنے سے اجتناب کیا ہے، چنانچہ علامہ راغب اصفہانی اپنے مقدمہ تفسیر[۲] مین لکھتے ہین؛

اگر یہ کہا جاے کہ قرآن مجید کی نظم عبارت مین وزن کا کیون لحاظ نہین کیا گیا جو شعر کا ہر اور یہ معلوم ہے کہ کلام موزون، کلام غیر موزون سے بلند رتبہ ہوتا ہے، کیونکہ ہر موزون کلام منظوم ہے، اور ہر منظوم موزون نہین ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے نظم شعر اور اوسکے وزن سے اسلیے احتراز کیا کہ شعر مین ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے، جو حکمت آلٰہیہ کے منافی ہے، کیونکہ قرآن مجید صداقت کا سرچشمہ ہے، اور شاعر کا منتہاے کمال یہ ہے کہ وہ باطل کو حق کی صورت مین نمایان کرے، اور مدح و ذم مین حد سے تجاوز کر جاے، صداقت و حقانیت شاعر کا مقصود نہین ہوتا، اوسکے

[۱] اسرار البلاغہ فصل فی الاخذ والسرقہ [۲] تنزیہ القرآن عن المطاعن صفحہ ۴۴۳

کلام مین اگر سچائی پائی بھی جاتی ہے تو بالعرض پائی جاتی ہے، اسلیے یہ کہا جاتا ہے کہ جس شخص مین قوت خیالی زیادہ ہوتی ہے، اوس مین شاعرانہ قوت زیادہ موجود ہوتی ہے، اور جس شخص مین قوت عاقلہ زیادہ پائی جاتی ہے، وہ شعر کہنے کی بہت کم قدرت رکھتا ہے،،

ہمارے اہل ادب نے بھی قرآن مجید کو اس قسم کے مضامین کی آمیزش سے پاک رکھا ہے، یہان تک کہ جن اسباب کی بنا پر قرآن مجید مین ان مضامین کا شبہہ بھی پیدا ہو سکتا ہے اونکی نفی کی ہے، مثلاً قرآن مجید مین بہ کثرت استعارات موجود ہین، جنکی نسبت تخئیلی ہونیکا اشتباہ ہو سکتا ہے، لیکن علامہ عبد القاہر جرجانی نے اسرار البلاغۃ[1] مین لکھا ہے کہ

"استعارہ تخئیل مین داخل نہین ہے، کیونکہ استعارہ کرنے والے کا یہ مقصد نہین ہوتا کہ وہ مستعار لہ مین لفظ مستعار کے حقیقی معنے کا اثبات کرے، وہ صرف دونون مین مشابہت ثابت کرنا چاہتا ہے، اور اس مین کوئی کیونکر شبہہ کر سکتا ہے، حالانکہ قرآن مجید مین بکثرت استعارات موجود ہین، مثلاً خداوند تعالی فرماتا ہے،

واشتعل الراس شیبا، سر بڑھاپے سے بھڑک اوٹھا،

لیکن یہ مقصد نہین ہے کہ سر درحقیقت بھڑک اوٹھا، بلکہ مقصد اوس مشابہت کا ثابت کرنا ہے جو سر کی سفیدی اور آگ کی روشنی مین پائی جاتی ہے"

لیکن اس تقریر سے بھی اصل عقدہ حل نہین ہوتا، یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید مین تخئیلی مضامین نہین پائے جاتے، یہ بھی سچ ہے کہ اہل ادب کی ایک جماعت تخئیلی شاعری کو شاعرانہ قوت کا اصلی جولانگاہ قرار دیتی ہے، لیکن اصل حقیقت کے لحاظ سے جیسا کہ اہل

---

[1] اسرار البلاغۃ صفحہ ۲۲۲

اور ارسطو کا خیال ہے شاعری صرف محاکات کا نام ہے، اور قدیم شعرے عرب کی شاعری کا میدان صرف یہی محاکات ہے، تخئیلی مضامین اونکے یہان بہت کم پائے جاتے ہین، متاخرین نے بے شبہہ تخئیلی مضامین بہ کثرت پیدا کیے ہین، اور ابو تمام اور بحتری نے اس زمین سے ایک ایک ذرے کو آسمان بنا دیا ہے، لیکن قدیم شعراے عرب کے یہان اس قسم کے گورکھ دھندے نہین پائے جاتے، جو لوگ تخئیلی شاعری کو ترجیح دیتے ہین، اونھون نے صرف متاخرین کے کلام کو پیش نظر رکھا ہے، لیکن جن لوگون نے قدیم شعراے عرب کے کلام کا کافی مطالعہ کیا ہے، اون کے نزدیک شاعری کی اصلی کائنات یہی محاکات ہے، چنانچہ ابن رشیق کتاب العمدہ مین لکھتے ہین،

شعر کا زیادہ تر حصہ اسی محاکات پر مشتمل ہے[1]،

تخئیل نے اگرچہ بظاہر شاعری کا میدان بہت کچھ وسیع کردیا ہے، تاہم اصل نتائج کے لحاظ سے تخئیل اور محاکات دونون کے حدود کی وسعت تقریبًا یکسان ہے، تخئیل کے ذریعہ سے ایک ہی مضمون کو مختلف قالب مین ادا کیا جاسکتا ہے، اسلیے ایک نقطہ پھیل کر دائرہ بن جاتا ہے، لیکن یہی مقصد محاکات کے ذریعہ سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، ابن قدامہ نے نقد الشعر مین لکھا ہے کہ

"محاکات کے معنے یہ ہین کہ کسی چیز کے تمام عوارض و اوصاف کا ذکر کیا جاے اور چونکہ اکثر شعرا اون چیزون کی محاکات کرتے ہین، جن مین بہت سے عوارض و اوصاف ہوتے ہین، اسلیے وہی شاعر عمدہ محاکات کرسکتا ہے جو ان چیزون کے اکثر اوصاف کا احاطہ کرے پھر اونکو ایسے واضح الفاظ مین ظاہر کرے کہ وہ ہماری نگاہ کے سامنے آجائین بعض متاخرین کا خیال ہے کہ عمدہ محاکات وہ ہے جو کان کو آنکھ بنادے،"

[1] کتاب العمدہ جلد دوم باب الوصف ص ۵ ،،

اور اس حیثیت سے شاعری قوت متخیلہ کو ایک وسیع میدان مل جاتا ہے، وہ ایک چیز کے عوارض واوصاف کی تحلیل کرتی ہے، اور . . . .

. . . . ان اجزا کے بکھیرنے مین کافی وسعت اور توافق وتناسب سے کام لیتی ہے، بعض اجزا کو بکھیرتی ہے اور بعض اجزا کو جمع کرتی ہے،

غرض قوت متخیلہ کے عمل کے لیے فرضی مضامین کی ضرورت نہین، وہ حقیقی اور واقعی مضامین مین بھی اپنا عمل کرسکتی ہے، شاعری کا ایک جزو استعارات اور تشبیہات ہین، اور وہ محاکات ہی مین داخل ہین، لیکن کیا استعارات وتشبیہات کی بوقلمونیان، عالم تخئیل کی نیرنگیون سے کچھ کم دلاویز ہین؟ علامہ عبد القاہر جرجانی قرآن وحدیث سے چند بدیع استعارات نقل کرکے لکھتے ہین؛

"اور جب ان استعارون کی یہ حالت ہے تو اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سچائی کی پابندی کے ساتھ بھی تمھارے لیے وسیع میدان، اور کشادہ فضا موجود ہے اور جیسا کہ اغراق اور تخئیل کے حامیون کا خیال ہے کلام مین تفنن، بوقلمونی اور شاعرانہ صناعی صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص نہین ہے کہ دعوے کی باگ ڈھیلی کردیجاے، اور ایسا دعویٰ کیا جاے جو صحیح نہو اور ایسی بات ثابت کی جاے جسکا عقل انکار کرے[1]"

بہرحال شاعری کے لیے محاکات کا وسیع میدان موجود ہے. اور قرآن مجید مین اگرچہ تخئیلی شاعری موجود نہین ہے، لیکن وہ تشبیہات، استعارات، تمثیلات، اور محاکات سے بھرا ہوا ہے؛ اہل عرب کے نزدیک انھی چیزون کا نام شاعری تھا، اور اسی بنا پر وہ قرآن پاک کو شاعرانہ کلام سمجھتے تھے، اور ادبی حیثیت سے انکا یہ سمجھنا غلط نہ تھا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قرآن مجید شعر وسخن کی کتاب ہے، شعر وشاعری دو مختلف چیزین ہین، اور خود اہل عرب نے بھی قرآن مجید کی

---

[1] اسرار البلاغۃ باب لا اخذ والسرقہ

نسبت کبھی یہ دعویٰ نہین کیا کہ وہ بعینہ شعر ہے، اسلیے خدا وند تعالیٰ کو اس دعوی کی تردید کرنے کی ضرورت بھی نہین پیش آئی چنانچہ علامہ راغب اصفہانی مقدمہ تفسیر[1] مین لکھتے ہین،

وقال تعالیٰ وما ھو بقول شاعر ای لیس بقول کاذب ولم یعن ان ذلک لیس بشعر فان وزن الشعر اظھر من ان یشتبہ علیھم، خدا کے اس قول کا کہ یہ شاعر کا قول نہین ہے یہ مطلب ہے کہ وہ کاذب کا قول نہین، یہ مطلب نہین کہ وہ شعر نہین ہے کیونکہ وزن شعر کے متعلق اہل عرب کو کوئی اشتباہ نہین ہو سکتا تھا،

خدا نے دوسرے موقع پر بے شبہہ یہ فرمایا ہے،

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ہم نے اوسکو شعر کی تعلیم نہین دی اور نہ یہ اوسکے لیے سزاوار ہے

لیکن اس آیت مین بھی شعر کی نفی نہین کی ہے، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ شعر پیغمبر کے لیے سزاوار نہین، البتہ باوجود شعر نہونے کے اون لوگون کو قرآن مجید مین تمام شاعرانہ خصوصیات نظر آتی تہین، اور اگر وہ اسی پر قناعت کرتے تو خداوند تعالیٰ اسکی تردید نکرتا لیکن ان شاعرانہ خصوصیات کی بنا پر وہ غلطی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے، اور قرآن پاک نے اسی خیال، اور اسی لقب کی تردید کی ہے،

ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین، تنزل علی کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرھم کذبون والشعراء یتبعھم الغاون الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون، کیا مین تمھین بتاؤن کہ شیطان کسپر اترتے ہین؟ ہر تہمت لگانیوالے گنہگار پر جو اپنی کان لگائے رکھتے ہین اور انمین اکثر جھوٹے ہین شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہین، کیا تو نہین دیکھتا کہ وہ ہر میدان مین سرگشتہ پھرتے ہین، اور وہ جو کچھ کہتے ہین اوسپر عمل نہین کرتے

اور جن اسباب کی بنا پر کی ہے خود اس آیت مین اونکی تصریح کر دی ہے، اہل عرب کا خیال تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے جو اوسپر شاعرانہ مضامین کا القا کرتا ہے، اور قرآن مجید بھی اسی قسم کے

---

[1] تنزیہ القرآن عن المطاعن صفحہ ۴۳۱

مضامین کا مجموعہ ہے، عملاً عرب مین شعرا کی اخلاقی حالت نہایت ابتر ہوتی تھی، اونکے اتباع عموماً اوباش اور شہدے لوگ ہوتے تھے، اونکا کوئی خاص مقصد نہین ہوتا تھا، وہ ہر چیز پر طبع آزمائی کرتے تھے، اور یہی تفنن اونکا اصلی کمال تھا، وہ جو کچھ کہتے تھے اوسپر عمل نہین کرتے تھے لیکن ایک پیغمبر کی حالت بالکل اس سے مختلف ہوتی ہے، وہ ملہم من اللہ اور طاہرالاخلاق ہوتا ہے، اوسکے متبعین نیک خو ہوتے ہین، اوسکی زندگی کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے، اوسکے قول و فعل مین مطابقت ہوتی ہے، اسلیے اگر ایک پیغمبر کو شاعر تسلیم کرلیا جاے تو سرے سے اوسکی نبوت ہی کا خاتمہ ہوجاے، یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالی نے شدت سے اسکا انکار کیا، البتہ قرآنمجید مین جو شاعرانہ خصوصیات موجود ہین، اونکی بناء پر اہل عرب قرآنمجید کو بالکل بجا طور پر شاعرانہ کلام سمجھتے تھے، اسلیے خداوند تعالی نے اسکی تردید نہین کی، حضرت انیس کی یہ غلطی تھی کہ وہ شعر اور شاعری دونوں کو ایک چیز سمجھے اور جب اونکو نظر آیا کہ قرآن پاک اوزان شعر پر منطبق نہین ہوتا تو اونکی زبان سے یہ الفاظ نکلے،

ولقد وضعت قولہ علی اقراء الشعر فما یلتئم مینے اوسکے قول کو اوزان شعر پر رکھا تو اب کوئی یہ علی لسان احد بعدی انہ شعر نہ کہے کہ وہ شعر ہے،

لیکن خود اہل عرب بھی یہ نہین کہتے تھے کہ قرآن مجید بعینہ شعر ہے، اونکا صرف یہ دعوی تھا کہ قرآنمجید مین شاعری پائی جاتی ہے، اور یہ دعوی بالکل صحیح تھا، البتہ اونکی یہ غلطی تھی کہ صرف شاعری کی بناء پر ایک پیغمبر کو شاعر کہتے تھے، حالانکہ ل صاحب کے نزدیک

"یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص شاعر نہو مگر اوسکا کلام شاعری ہو"[1]

اور قرآن مجید اسی قسم کے ... کا کلام تھا۔

---

[1] الندوہ جلد ۵ نمبر ۴،

نامۂ کیمبرج

از مسٹر معین الدین انصاری

(مارچ کے معارف مین کیمبرج یونیورسٹی کی تاریخ اور موجودہ نظام ترکیبی ایک مضمون درج ہوچکا ہے، امید ہے کہ اس قسم کے سہ ماہی سلسلۂ مضامین سے ناظرین معارف کو برعادتہ کے مشہور ترین تعلیمی مرکز کے حالات حاضرہ سے تازہ و صحیح واقفیت حاصل ہوتی رہیگی (ایڈیٹر)

تعلیمی سال کا دوسرا ٹرم (لینٹ ٹرم) ۱۶ر جنوری سے آغاز ہوا، اور ۱۵ر مارچ کو ختم ہوگیا، اس ٹرم مین بہ نسبت پچھلے ٹرم کے تعلیمی اور ورزشی سرگرمیان نمایان طور پر زیادہ ہین، نئے طلبہ اس زندگی کے عادی ہو چلے تھے، اور اپنے اپنے شعبون مین زیادہ مصروف نظر آتے تھے، یہی ٹرم ہوتا جسمین آکسفرڈ اور کیمبرج کے لوگ ہر قسم کے ورزشی کھیلون مین باہم مقابلہ کرتے ہین، اور یونیورسٹی کے لوگون کے ماسوا عوام مین بھی طرفداری کے سبب سے بڑے جوش کا اظہار ہوتا ہے، اس مرتبہ اکثر کھیلون مین کیمبرج ہارتا رہا، کشتی رانی مین دونون یونیورسٹیون کا مقابلہ شہر لندن مین ہوتا ہے، اسلئے یہ سب سے بڑی عام دلچسپی کی شے شمار ہوتی ہے، ۱۹۱۴ء کے بعد اس مرتبہ پھر کیمبرج نے آکسفورڈ کو بہت بڑی شکست دی، جانبین کے طرفدارون مین یکسان جوش وخروش کے مناظر دیکھے گئے،

طلبہ کی کثرت کے متعلق مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ اس ٹرم مین بجز چار یا پانچ طالبعلمون کے کسی کا داخلہ نہین ہوسکا، اور یہ طلبہ بھی وہ ہین جنکے لئے پیشتر سے جگہ محفوظ تھی، یا انکے غیر معمولی حالات یونیورسٹی کو شریک کرنے پر مجبور کر رہے تھے، یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ

جو طلبہ گذشتہ اکتوبر مین نہ داخل ہوسکے تھے اور اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء مین داخل ہونیکی امید مین بیٹھے ہوئے تھے، ان مین سے اکثر کو پوری طور پر آیندہ اکتوبر مین بھی داخلہ کی طرف سے مایوس کر دیا گیا ان بدقسمتون کی فہرست مین بعض ہندوستانی طلبہ کا نام بھی ہے،

کیمبرج کے ہندوستانی طلبہ کو انڈین ایڈوئیزری کمیٹی کے سکریٹری کی ہمدردی پر بجا طور پر بہت کچھ اعتماد ہے، مگر ناممکنات کا حل کوئی نہین کرسکتا، قدرتی طور پر اس تنگی کے زمانہ مین ہندوستانی طلبہ کے لئے شرائط بڑہائے جا رہے ہین، اور افضلیت اُنکو دیجاتی ہے جو ہندوستان سے بڑی بڑی سندین لائے ہین، بار بار اس امر کا اعلان کیا جاچکا ہے کہ جو طلبہ ہندوستان چھوڑنے سے قبل اپنے داخلہ کی کوشش نہین کرتے اور دفعتاً وارد ہوجاتے ہین، اُنکے لئے موجودہ حالات مین کوئی توقع نہین کیجا سکتی، لیکن تقریباً ہر ماہ مین طلبہ بغیر ان اعلانات کی پروا کئے وارد ہوتے چلے جاتے ہین جسکا تلخ نتیجہ افسوس ہے کہ اُنکو بھگتنا ہوگا، سکریٹری ایڈوئیزری کمیٹی نے حال مین اعلان کیا ہے کہ اکتوبر سنہ ۲۰ء مین داخلہ کے لئے اب کسی عرضی پر غور بھی نہین ہوسکتا، اور سنہ ۱۹۲۱ء کے لئے داخل ہونے والون کی فہرست بھی تقریباً پُر ہوگئی ہے، کیونکہ اب سے تین سال تک (بوجوہ جنگ) ایسے طلبہ کی تعداد بہت ہی کم ہوگی جو فارغ التحصیل ہوکر نئے آنیوالون کے لئے جگہ خالی کرین، آکسفرڈ سے بھی اسی قسم کی مایوس کن خبرین موصول ہوئی ہین، اور جو طلبہ یہان محروم ہوچکے ہین اُن کے لئے صرف دو راہین رہ گئی ہین یا تو کسی چھوٹی یونیورسٹی مین نام لکھائین یا وطن واپس ہون،

پریویس کے امتحانات حسب معمول جنوری اور مارچ مین منعقد ہوئے، مگر داخلہ کی مشکلات کے باعث سے طلبہ کی تعداد پہلے ٹرم کے مقابلہ مین بہت کم تھی، اور عموماً ان طلبہ کو شامل رکھتی تھی جو ابتدائے سال کے امتحان مین ناکامیاب رہے تھے، کہا جاتا ہے کہ اس ٹرم کے یہ امتحانات

غیر معمولی طور پر سخت تھے، خصوصاً لاطینی زبان کے پرچے جنمین ہندوستانی طلبہ کی تعداد
ناکامیاب طلبہ کی فہرست مین ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے، مقامی رسائل وجرائد اس
سختی کو "بچون پر ظلم" سے تعبیر کرتے ہین اور خواہشمند ہین کہ آکسفورڈ کے "رحمدل" حکام کی طرح
(جنھون نے ابتدائی امتحانات مین حال مین بہت کچھ آسانیان پیدا کردی ہین) کیمبرج کے
ذمہ دار لوگ ان مظالم سے باز آئین، چنانچہ اب یہ امید پیدا ہورہی ہے کہ اس طرز عمل سے
آیندہ پرہیز کیا جائیگا، لیکن بعض اہل کار اندیشہ کر رہے ہین کہ کہین اس سختی سے منشار امتحان
کے معیار کو بلند کرنا نہو،

اس زمانہ مین انگلستان کی اقتصادی خبرون پر غور کرنے سے طلبہ کے اخراجات کا بھی
کافی اندازہ ہوسکتا ہے، روز افزون گرانی کا اثر گذشتہ سہ ماہی مین اسقدر ہوا ہے کہ
بلا استثناء ہر طالب العلم اپنے کو عجیب مشکلات مین پاتا ہے، بعض کالجون نے فیس مین بھی تقریباً ۲۵
فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے اور دوسرے شعبہ جات زندگی مین جو مصارف بڑھے اور بڑھ
رہے ہین وہ بہت ہی حیرتناک ہین، پونڈ کی قیمت کا ہندوستان مین ۱۳ سے بھی کم رہجانا
گذشتہ سہ ماہی مین بیشک ہندوستانیون کے لئے ایک حد تک خوش قسمتی کہا جاسکتا ہی لیکن
وزیر ہند کے اس ارادہ کا اعلان کہ پونڈ ہمیشہ کے لئے قانوناً ۱۰ کا کر دیا جاے گا، از بس
مایوس کن ہے، اور موجودہ حالات کے دیکھتے ہوے اس صورت مین تین سو روپیہ ماہوار
مین بھی طلبہ یونیورسٹی کی زندگی بسر کرنا غیر ممکن پائین گے، گو یہ تجویز بعض لوگون کے نزدیک
ناممکن العمل ہے، لیکن قانون نے بہت سے محالات کو ممکن کر دیا ہے، اور اس امر کے پیش
آجانے کے تصور سے بہت سے غریب ہندوستانی پریشان ہورہے ہین، انڈین سول سروس
کے انگریز ممبرون کے لئے جو عموماً آکسفورڈ یا کیمبرج سے جاتے ہین، یہ تجویز بہت خوش آیند

ہو گی جیسا کہ کیمبرج ریویو کی ایک تازہ اشاعت مین سر جمیس ولسن، کے، سی، بی نے ایک مضمون لکھکر حوالہ دیا ہے، لیکن ایسی کوشش جو دنیا بھر کے اقتصادی نظام کے خلاف ایک جنگ سے کم ہنین ہے، ان صدہا ہندوستانی طلبہ کے لئے ایک حسرتناک حادثہ ہے

حکومت نے یونیورسٹی کو جو مالی امداد دینا منظور کیا تہا اُسکے متعلق ناظرین کو یقیناً معلوم ہوچکا ہوگا کہ عملاً وہ رقم لیلی گئی، مگر وائس چانسلر نے بعد کو یہ تجویز سنیٹ مین پیش کی ہے کہ یہ امداد بطور مستقل سالانہ وظیفہ کے نہ لی جائے، بلکہ وقتی امداد کی طرح منظور کر لیجائے، اور آیندہ اخراجات کی کفالت کے لئے قوم سے اپیل کیجائے، ہنوز اس تحریک کے متعلق کوئی معلومات شایع ہنین ہوئے، مگر یونیورسٹی کے حکام کی وضعداری سے اُمید کیجارہی ہے کہ اس خوددارانہ تحریک کے کامیاب بنانے مین پوری سرگرمی دکھائینگے، یونیورسٹی کے بعض فرضے ایسے ہین جنکی ادائی کے لئے طلبہ اپنی جیب سے چندہ جمع کر رہے ہین، ان نوجوانون نے جس سرعت کے ساتھ یونیورسٹی کے لئے ایک وسیع قطعہ اراضی کے خریدنے مین چندہ جمع کیا وہ انکی خودداری کی ایک نمایان دلیل ہے،

اس ٹرم مین گرٹن (زنانہ کالج) کو کسی گمنام شخص نے دس ہزار پونڈ کا عطیہ بھیجا ہے، جس سے منشا صنف اناث کو سائنس اور ریاضی کی طرف ترغیب دلانا ہے، یونیورسٹی کی طرف سے تین سو پونڈ سالانہ کے ایک وظیفہ کا اعلان ہوا ہے جو سیام گورنمنٹ اپنے کسی قابل طالبعلم زرعیات کو دینا چاہتی ہے،

یونیورسٹی کے نصابی لکچرون کا پروگرام اس ٹرم مین بھی وہی رہا جو پچھلے ٹرم مین تہا، البتہ اس مرتبہ ایسے لکچر تعداد مین زیادہ تھے جنمین طلبہ شوقیہ شرکت کرتے ہین، ڈاکٹر میکٹگرٹ بدستور اپنے فلسفہ کے عظیم الشان لکچر دیتے رہے، اور پیشتر کے بہ نسبت سامعین اور بھی

زیادہ نظر آتے تھے، مگر بالکل خلاف امید پروفیسر سورلے کے درس اخلاقیات مین شرکار کی تعداد گھٹتی رہی، کیونکہ موصوف اس ٹرم مین بہت دقیق مسائل اور مصطلحات پر پہنچ چکے تھے، پروفیسر سورلے نے اس مرتبہ فلوسافیکل سوسائٹی کی دعوت پر تین ہفتہ تک ہر جمعرات کو (Cambridge Platonists) کے متعلق اپنے فراہم کردہ معلومات ایک مضمون کی صورت مین لکھکر سنائے، اور اس حیثیت سے کہا جا سکتا ہے کہ فلوسافیکل سوسائٹی اس ٹرم مین بہت دلچسپی کی جگہ تھی، جس نے متعدد دور افتادہ مضامین کے طلبہ کے لئے بھی کشش کا کام کیا، لیکن کیمبرج کے متعدد رسائل مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جسکو اس علمی صحبت مین کسی طرح کی دلکشی نظر آئی ہوتی، یا کم از کم کسی نے اس سرگرمی کی خبر درج کردی ہوتی، ماورا اسکے ایک بہت اہم مضمون پروفیسر مسٹر جگدیش چندر بوس نے باٹنی اسکول مین ایک خاصی تعداد شرکار کا جلسہ کرکے سنایا مضمون مین نہایت مدلل بحث اُن انکشافات پر کیگئی تھی جو موصوف کو ذاتی تحقیقات کی بناپر "نباتات اور قوت نامیہ" کے متعلق معلوم ہوئے ہین، کیمبرج کے سائنس والون نے اس مجسمۂ فضل وکمال کا خیر مقدم جس گرمجوشی سے کیا ہے شاید ہی کسی ہندوستانی کا اس سے پیشتر کیا گیا ہو،

وائس چانسلر کے زیر صدارت ہفتہ بھر کے لئے ایک اور لکچرون کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا، جسمین مختلف عنوانات (مثلاً کیمبرج جدید وقدیم، آواز کیونکر منتقل ہوتی ہے، یونان کا علمی قرض، برطانیہ والے کون ہین، وغیرہ وغیرہ) پر مختلف ماہرین کے لکچر ہوتے رہے مگر یہ جلسے کسی حیثیت سے بھی کامیاب نہین کہے جا سکتے، اسی طرح کیمبرج یونیورسٹی مشن کے مذہبی لکچرون اور مواعظ کا سلسلہ تھا، جسمین بجز ان چند لوگون کے جو اپنے کو عیسائی کہنا بُرا سمجھتے ہین، اور سب شریک ہوتے تھے، علمی نقطۂ نظر سے ان دینی صحبتون مین کوئی دلچسپی تھی،

اکتوبر ٹرم مین لارڈ رابرٹ سیسل کی تشریف آوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ٹرم مین باقاعدہ لیگ آف نیشنس یونین کے نام سے ایک انجمن قائم ہوگئی ہے جسمین لیگ کے موافقین اور مخالفین دونون شرکت کر رہے ہین، تاکہ اگر ایک فرقہ لیگ کی حمایت کرے تو مخالفین خود انہین لوگون مین شامل ہو کر اُسکی مخالفت کرین، ان حالات کے ساتھ ایسی انجمن کا رونما ہونا ایک عجیب و غریب واقعہ خیال کیا جاتا ہے، اس ٹرم کے اہم حالات مین مسٹر چرچل اور مسٹر ایسکویتھ کا ورود بھی ہے، ہر دو اصحاب نے اپنے اپنے موقع پر قوت بیانیہ کے جوہر دکہائے، مسٹر چرچل نے اپنے سیاسی خیالات دنیا کی موجودہ حالت پر ظاہر کئے اور مشکلات کا حل اُنھون نے اپنے منصوبون کے پورے کئے جانے ہی پر منحصر بتایا، موصوف کا موضوع بحث زیادہ تر روس کی اصلاح اور روسی ریاستون مین برطانوی دخل اندازی تہا جسکے وہ حامی ہین، مسٹر ایسکویتھ کی تقریر کا خلاصہ مقامی رسالون نے ایک جملہ مین ادا کیا ہی؛ یعنی لبرل ازم چھوٹی جماعتون کے لئے نہین بلکہ بڑی جماعتون کے لئے ہے۔" کہا جاتا ہے کہ ان الفاظ کا مفہوم خود موصوف نے بھی واضح نہین کیا، تاہم یونیورسٹی لبرل کلب کے ارکان نے مسٹر ایسکویتھ کا خیر مقدم کیا، کیونکہ اسی زمانہ مین وہ اپنی رکنیت پارلیمنٹ کیلئے کھڑے ہوئے تھے اور بالآخر کامیاب ہوئے،

کیمبرج یونین سوسائٹی کے دو مرتبہ کے مباحثے قابل ذکر ہین، اول وہ جو ۱۴ فروری کو منعقد ہوا جسمین آکسفورڈ یونین کے ایک ممبر کی تحریک زیر بحث تھی کہ "اب وقت آگیا ہی کہ انگلستان مین لیبر گورنمنٹ قائم ہوجائے،" غلبۂ آرا سے یہ تحریک مسترد ہوگئی مگر مقررین اور سامعین مین بہت جوش پھیلا ہوا تہا، اسی طرح جنوری مین ایک موقع پر بہت پر جوش تقریرون کے بعد یونین نے اس تحریک کو پاس کیا تہا، "گورنمنٹ آئرلینڈ کے بارہ مین

جو کوشش کر رہی ہے وہ قابل آفرین ہین" خلاف معمول اس ٹرم کے جلسون مین ہندوستانی طلبہ کی تعداد نسبتہً کم ہوتی تھی جسکا بظاہر کوئی معقول سبب نظر نہین آتا،

"انڈین مجلس" کے جلسے اس ٹرم مین بہت کامیاب رہے، مجلس کی طرف سے اس ٹرم مین ہر سال سالانہ ضیافت ہوا کرتی ہے جسمین تقریباً تمام ہندی طلبہ اور متعدد مہمان شریک ہوتے ہین، خاص مہمانون مین مسز رائے کلکتہ کی ایک رئیس اور تعلیمیافتہ بزرگ خاتون لندن سے مدعو ہوئی تھین، جنھون نے ڈنر مین اور مجلس کے جلسہ مین بھی نوجوانون کو بہت کچھ مادرانہ پند و نصائح سے مشکور کیا، اور شرکا انکی تقریر سے بہت متاثر ہوئے، موصوفہ نے جلسہ کے سامنے ان مشکلات کا ذکر کیا جو بعض ہندوستانی نووارد متعلمات کو اسوقت لندن مین جائے قیام تلاش کرنے مین پیش آتی ہین، اور بعض متعصب لوگ جن زحمتون مین انکو مبتلا کرتے ہین ان پر اظہار افسوس کیا، تحریک کا منشاء یہ تھا کہ ہندوستانی لوگ چندہ کرکے لڑکیون کے ٹھہرنے کے لئے لندن مین کوئی مستقل انتظام کرین، جلسہ مین بمبئی کی ایک مسلمان نژاد خاتون مسز حمید بھی شریک تھین، مگر انھون نے کوئی تقریر نہین فرمائی، لندن اور کیمبرج یونیورسٹی کی بعض متعلمات موجود تھین، اور اس روز کے مباحثہ مین انھون نے طلبہ کی طرح حصہ لیا مس ٹاٹا جو لندن سے آئی تھین انکی تقریرین بہت دلچسپ سمجھی گئین۔

مسلم ایسوسی ایشن کے جلسون مین زیادہ تر وہ اسلامی سیاسی مباحث پیش رہے جو آجکل مسلمانون کے لئے اہم سمجھے جاتے ہین، اسی زمانہ مین ہندوستان سے وفد خلافت کے آنے کی خبر موصول ہوئی جسکے استقبال کے لئے بہت سے ارکان مسلم ایسوسی ایشن لندن گئے، آخری جلسہ مین طے کیا گیا ہے کہ ارکان وفد کے لئے ایک عظیم الشان ضیافت کا اہتمام کیا جائے اور مئی کے پہلے ہفتہ مین وفد کے اصحاب کے ماسوا کثیر تعداد مین وہ انگریز سربرآوردہ اصحاب بھی مدعو

کئے جائین جو اسلامی مسائل سے کسی حیثیت سے بھی دلچسپی رکھتے ہین تاکہ باہم تبادلۂ خیالات کا بہت اچھا موقع پیدا ہو، پیمانۂ اہتمام اور فراہم شدہ چندہ کی رقم کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہی کہ مسلمانان کیمبرج صحیح معنون مین وفد کا عملی خیر مقدم کرنا چاہتے ہین، وفد نے یہ دعوت قبول کرلی ہے اور اُمید کیجاتی ہے کہ وفد کے کارنامون مین اس ضیافت کا ذکر بہت اہمیت کے ساتھہ کیا جائیگا -

کیمبرج کا پچھلا مشاعرہ امید سے بھی زیادہ کامیاب رہا، آکسفورڈ لندن اور اڈنبرا کے بعض طلبہ بھی اسمین شریک ہونیکی غرض سے آئے تھے اور جو نہین آسکے اُنکی ہم طرح غزلین اہل بزم کے سامنے پڑہی گیئن، نیز غیر طرح کلام سے بھی حاضرین محظوظ کئے گئے، جلسہ کی ترتیب واہتمام مین حتی الوسع مشاعرہ کی روایات کا خاص لحاظ رکھا گیا تہا، دلچسپی لینے والون کی سرگرمی اس خبر سے ظاہر ہوگی کہ اسی زمانہ مین "انجمن ادب اردو" کے نام سے ایک انجمن کا باقاعدہ افتتاح عمل مین آیا جسکے قواعد وضوابط مرتب کرنے کے لئے ایک مجلس انتظامیہ قائم کردیگئی، انجمن کے مقاصد تین سے زیادہ نہین ہین، (۱) ہر ٹرم مین ایک مرتبہ بزم مشاعرہ منعقد کرنا (۲) ہندوستانی طلبہ مین اُردو کا مذاق پیدا کرانا اور باقی رکھنا (۳) اور ٹرم وار ایک خالص ادبی رسالہ شایع کرنا (جسکا نام نوائے کیمبرج رکھا گیا ہی) کوشش ہورہی ہی کہ یہ رسالہ اسی طریقہ پر چلایا جائے، جس طرح کیمبرج کے بعض پرچے محض طلبہ کے زیر ذمہ داری رہکر سالہا سال سے جاری ہین، اُمید کیجاتی ہی کہ پہلا پرچہ جون مین شایع ہوگا، جسکے لئے ہندوستان سے متعدد اہل قلم حضرات سے مضامین نظم ونثر حاصل کئے جارہے ہین، انجمن مین کیمبرج کے علاوہ باہر کے طلبہ بھی شریک کئے گئے ہین، اور رسالہ کی اشاعت ہندوستان مین بھی ہوا کریگی اس سال کے لئے انجمن کے سکریٹری پنجاب کے ایک لائق ہندو گریجوئٹ ہین جو یہان سے بھی ڈگری لے چکے ہین، موصوف کی سنجیدہ مزاجی اور استقلال پر طلبہ اعتماد رکھتے ہین، اور بدین وجہ امید ہوسکتی ہی کہ ہندوستانیون کی یہ پہلی متحدہ ادبی جدید تحریک کامیاب ہوجائے -

تلخیص و تبصرہ

چین کی تمدنی عظمت

چین کے سفیر متعینہ لندن نے چند روز ہوئے اپنی ایک تقریر مین بیان کیا تھا کہ اسوقت چینی طلبہ ۲۶۰۰ کی تعداد مین امریکہ مین ہین، اور ۱۹۰ کی تعداد مین برطانیہ مین، اسپر ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ لکھتا ہے کہ چینی طلبہ کی تعداد مین یہ تناسب انگلستان کے لئے باعثِ شرم ہے ۔

"امریکہ ہم سے زیادہ چین کی اہمیت پر نظر رکھتا ہے، نہ صرف اس حیثیت سے کہ اس ملک سے دولت خوب کھینچی جا سکتی ہے، یا یہ کہ وہان حقوق خوب حاصل کئے جا سکتے ہین، بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اہل چین انسانیت کے اولین معلمین سے ہین، تقریباً ساڑھے چھ سو برس سے ان پر ادبار ہے، لیکن انکی طویل تاریخ کو دیکھتے ہوے یہ مدت بہت ہی مختصر ہے اور اسمین کوئی شک نہین کہ اس قوم کو اپنے قدیم شعایر پر قائم رہنے اور حوادث دہر کے باوجود اپنی سیرت برقرار رکھنے پر جو قدرت حاصل ہے، اتنی کسی دوسری قوم کو نہین،

یاد رکھنا چاہیئے کہ ولادت مسیح سے لیکر تیرھوین صدی تک اس قوم کا تمدن دنیا مین بہترین رہا ہے، قدیم لیکن غیر فرسودہ، اور مغربی تمدنون سے کہین زیادہ پائدار، اور اسی تمدن کے اصلی خصوصیات ابتک قائم ہین"

ایسی حالت مین

"مغرب کا فرض ہے کہ تعلیم اور ہر دوسرے طریقہ سے اہل چین کو دوبارہ حصول عروج مین مدد دے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اگر ہم بر خود غلط نہین تو انہین سکھانے کے علاوہ ہم

اُن سے سیکھ ہی بہت کچھ سکتے ہین، اسمین شبہہ نہین کہ ان مین بہت سی چیزون مین انحطاط ہوا ہے، خصوصاً صنائع عالیہ مین، تاہم اُن کا انحطاط ہمارے انحطاط سے زاید نہین،"

اسکے آگے ٹائمز لکھتا ہے کہ خوش مذاقی مین وہ مغرب سے بہت آگے ہین، اور لطافت و نفاست معاشرت مین مغرب ان سے برسون سبق لے سکتا ہے، چنانچہ جو لباس چینی خواتین پہنتی ہین، وہ یورپ کی اعلیٰ ترین خواتین کو خواب مین بھی نصیب نہین، بجز اسکے کہ اس قسم کے کپڑے چین ہی سے منگائے جائین، اور رنگ سے متعلق جو قوت امتیازی چین کی دہقانی مستورات کو ہوتی ہے، اسکی عشر عشیر بھی پیرس کے ماہرین رنگ کو نصیب نہین، حصول مسرت، مغربی تمدن کا نصب العین ہے، لیکن متعدد ذرائع حصول مسرت مین چین کا قدم ہم سے آگے ہے، اور اگر یہ صحیح ہے تو تسلیم کرنا چاہیئے کہ تہذیب و شائستگی مین ہم چین سے فروتر ہین،

"بہتر ہوتا اگر ہم ان ۱۹۰ چینی طلبہ سے ذرا اپنے تمدن کے متعلق صاف اور بے لاگ راے دریافت کرتے، وہ یقیناً ہماری حالت کو پوری طرح سمجھ رہے ہین، البتہ وہ اتنے غیر مہذب نہین کہ خواہ مخواہ اس راے کا اظہار بھی کرنے لگین، تا وقتیکہ ہم ان سے خاص اصرار کے ساتھ دریافت نہ کرین۔

اسمین شبہہ نہین کہ ان کے ہان سیلاب اور وبائین آتی رہتی ہین، اور قزاقیان اور بغاوتین ہوتی رہتی ہین، لیکن خود ہمارے ہان بھی تو جنگ عظیم ہو چکی ہے، ان پر مصائب جو کچھ آتے ہین، غفلت، ناواقفیت و جہالت کے باعث آتے ہین، لیکن ہمارے ہان کے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہوتے ہین ان کے ہان بیشک ایسی دشواریان ہین، جنکے حل کرنے سے وہ عاجز ہین، لیکن ہم تو اپنی خود بینی سے خود یہ مشکلات پیدا

کرتے ہین، ہمارا دعوی ہے کہ ہم نے فطرت کو مسخر کرلیا ہے، لیکن جتنا ضبط نفس ان مین ہی اس سے ہم ابھی بمراحل دُور ہین"

اُن مین خودداری اتنی ہے کہ وہ انقلابات زمانہ کا ابتک برابر کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہین، انکی حکومتین پامال ہوچکین، لیکن اُنکا نظام معاشرت بدستور قائم ہے، وہ رومی سلطنت کی طرح نہین کہ حکومت کے جانے کے ساتھ ہی قومیت بھی مٹ گئی، چینی قومیت کی بنیاد اس سے کہین زیادہ مستحکم و پائدار ہے،

آخر مین ٹائمز کہتا ہے کہ ضرورت اسکی ہے کہ ۱۹۰ اسے بدرجہا زاید چینی طلبہ انگلستان مین ہون، اور بکثرت اہل انگلستان چین مین سیکھنے کی غرض سے مقیم ہون،

یورپ اور ریویونگاری

یورپ مین ریویونگاری ایک مستقل پیشہ ہے، صدہا کاملین ادب و ارباب قلم کا مستقل ذریعہ معاش بھی مشغلہ ریویونگاری ہے، جنگ کے ہمہ گیر اثرات سے جس طرح ہر شعبۂ حیات متاثر ہوا، یہ صیغہ بھی ہوا، انگلستان کے مشہور ادبی پرچہ اتھنیم نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہی اسکے مطالب کو ہم اپنی زبان مین لکھتے ہین،

وہ کہتا ہے کہ ۱۳ء مین جس ریویونگار کو پانچ پونڈ فی ہفتہ کی آمدنی ہوجاتی تھی وہ خوش قسمت و خوشحال خیال کیا جاتا تھا، لیکن ۲۰ء مین اس آمدنی پر فراغت کے ساتھ تو کیا معمولی طور پر بھی گذر کرنا دشوار ہے، غریب ریویونگار اسپر بھی قناعت کرنے کو آمادہ ہے، لیکن اقل مرتبہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اتنی اجرت تو اسے بہرحال ملتی رہنا چاہیئے، لیکن یہ بھی ممکن نہین اسلئے کہ گو شرح بدستور ہے، تاہم کوئی ایڈیٹر اب ریویو کے لئے سابق کی برابر گنجائش نہین نکال سکتا

اور اسمین ایڈیٹر کا قصور نہین، اس بیچارہ کے پاس اتنی جگہ ہے کہان جو ریویو کے لئے اتنی گنجائش نکال سکے؟

سنہ۱۹۱۳ءمین روزانہ و ہفتہ دار اخبارات ریویوز کیلئے جتنی جگہ دیتے تھے، اب صرف اسکی نصف دیتے ہین، اسکے معنی یہ ہین کہ پانچ پونڈ پانیوالون کا معاوضہ اب کل ڈہائی پونڈ رہجاتا ہے! ایسی حالت مین آج جس ریویونگار کی آمدنی چار پونڈ فی ہفتہ ہے، اسی خوش قسمت سمجہنا چاہیئے، لیکن اسکے یہ معنی نہین کہ اسے محنت کم پڑتی ہے، کتابین اسے اتنی ہی پڑہنی پڑتی ہین، ان پر دیدہ ریزی ویسی ہی کرنا ہوتی ہے، ریویوز تعداد مین اُتنے ہی ہوتے ہین، فرق صرف انکی ضخامت مین ہے، پہلے بہت مفصل و طویل ریویو نکلا کرتے تھے، اب ایڈیٹرون کی تاکید ہے کہ انہین حتی الامکان نہایت مختصر ہونا چاہیئے، لیکن جو شخص اس کام کا ذرا بھی تجربہ رکھتا ہے، وہ جان سکتا ہے کہ ریویو کی طوالت و اختصار سے ریویونگار کی محنت پر کچھ اثر نہین پڑتا، اگر کتابون کی تعداد کم ہوتی تو بیشک محنت مین تخفیف ہوسکتی تھی۔

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ فن مٹ جائیگا، کوئی فن اسوقت تک زندہ نہین رہ سکتا، جب تک ارباب فن اُسے ترقی نہ دیتے رہین، اور ظاہر ہے کہ فاقہ کشی ارباب فن کو زندہ نہین رکھہ سکتی،

موجودہ ریویونگارون کے لئے صرف دو راستے کہلے ہوئے ہین، یا ان کا معاوضہ مضاعف کردیا جائے، جیساکہ اور ہر پیشہ مین ہو رہا ہے، اور یا وہ کوئی دوسرا پُر منفعت علمی مشغلہ اختیار کرین، لیکن بحالات موجودہ یہ دونون صورتین ناقابل عمل ہین،

عام خیال یہ ہوگا کہ پہلی صورت بہت آسان ہے، اِسلئے کہ اخبار کا مالک علی العموم ایک باثروت شخص سمجہا جاتا ہے، اور اسمین شبہہ نہین کہ ایک خاص طرز کے مالکان اخبارات کے

متعلق یہ خیال بالکل صحیح ہے، لیکن علمی و تنقیدی جراید و رسایل کے نصیب مین ہمیشہ افلاس رہتا ہے، مصارف بالعموم تمام اخبارات کے بڑھ گئے ہین، کاغذ کی قیمت چہار چند ہوگئی ہے طباعت کی اجرت دوچند سے زاید، اور مشینری کی قیمت ششش چند، لیکن اسکے مقابلہ مین دوسری طرف اخبارات نے اپنی قیمت بھی دوچند کردی ہے، اور اشتہارات کی اجرت بقدر پچاس فیصدی کے بڑہادی، اور اس طرح مصارف مین اضافہ بمقابلۂ اضافہ مداخل کے صرف دوچند رہ گیا ہے،

لیکن ایسا صرف روزانہ و سیاسی اخبارات ہی کرسکتے ہین، ایک علمی پرچہ کے خریدار ہی کتنے ہوتے ہین، زیادہ سے زیادہ انکی تعداد پچاس ہزار ہوسکتی ہے[1] لیکن اگر پرچہ کی قیمت بڑہادیجاے تو بھی تعداد ٹوٹ کر دس ہزار کے لگ بھگ پہنچ جائیگی، ان پرچون کیلئے اضافۂ قیمت، اضافۂ اجرتِ اشتہارات و کثرتِ اشاعت کے الفاظ بےمعنی ہین،

اخبار مین ادبی و تنقیدی کالم رکھنا، جیسا کہ ہر ایڈیٹر اپنے تجربہ سے کہہ سکتا ہے، پرچہ کی مالی ترقی مین خواہ مخواہ ایک رکاوٹ پیدا کرنا ہے، "جدید" ایڈیٹر فوراً اس بیکار کالم کو اڑاکر اسکے بجاے گھوڑدوڑ کے نتایج، طلاق کے مقدمات، اور مشہور کرتب بازون کے حالات درج کریگا، جس سے مالک کی آمدنی اور ایڈیٹر کی تنخواہ دونون مین اضافہ ہوسکیگا، لیکن ابھی ہر ایڈیٹر اس جدید طرز کا نہین، گو آیندہ نسل اسی کے لئے تیار ہورہی ہے، ابھی تو یہ کہنہ خیال ایڈیٹر ایسا سودا فروخت کرنے نکلا ہے، جسکی بازار مین مطلق مانگ نہین، پھر کس منہ سے وہ اضافۂ تنخواہ کا مطالبہ کرسکتا ہے؟

اسکے بعد دوسری صورت تنقید نگار کے لئے یہی باقی رہجاتی ہے کہ وہ ناول نویسی کا

---

[1] سبحان اللہ! یورپ کے رسالے اس عظیم الشان تعداد کو انتہائی قلت کی مثال مین پیش کرتے ہین! (معارف)

نفع بخش مشغلہ شروع کرے، لیکن اسے اپنی ناقدانہ زندگی مین نادلون کے جو تجربات ہو چکے ہین، وہ یقیناً اسکا قلم اس موضوع پر نہ اٹھنے دینگے، لیکن تنقید نگاری کی موت خود علم و ادب کی موت ہے اسلئے کہ بغیر صحیح تنقید کے کوئی لٹریچر زندہ نہین رہ سکتا۔

اس مصیبت کا علاج صرف جماعت کے ہاتھ مین ہے، جب تک جماعت مین مذاق سلیم نہ پیدا ہوگا، اور تنقید کی قدر شناسی نہوگی، اس فن کا رفتہ رفتہ مٹ جانا یقینی ہے، اور ہمارے جس موجودہ تمدن پر اسقدر فخر و ناز کیا جاتا ہے، اسکے متعلق تاریخ مین یہ ہمیشہ درج رہیگا کہ اسمین جو لوگ خون جگر کھا کر لٹریچر کی آبیاری کرتے تھے، اُنکی قیمت اتنی بھی نہ تھی جتنی مطبع کے کمپوزیٹرون کی ہوتی تھی!

صحتِ دماغی اور تصوف

مسٹر اڈمنڈ ہومس، جنکے بعض خیالات و افکار سے ناظرین معارف روشناس ہو چکے ہین، انھون نے ہبرٹ جرنل کے تازہ نمبر مین ایک مضمون "نفسیات صحتِ نفس" پر شایع کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ مدت سے ایک جدید سائنس، تشریح نفسی (Psycho-Analysis) کا مین اسقدر شہرہ سن رہا تھا کہ بالآخر مین نے اُسکے مطالعہ کرنے کا قصد کر لیا، چنانچہ اس فن کی ایک ابتدائی کتاب "نفسیات اختلال نفس" مصنفہ ڈاکٹر برنارڈ ہارٹ مین نے اُٹھائی، اور اسے ایک سے زاید بار دلچسپی کے ساتھ پڑھا،

اس جدید فن کے بانیون کا دعوی ہے کہ اسکے ذریعہ سے دیوانگی کا علاج بخوبی ہو سکتا ہے لیکن جب اس حد تک کامیابی ہو چکی ہے تو کیون نہ ایک قدم آگے بڑھا کر اس فن سے انسداد جنون مین مدد لیجائے، اور اسکی بنیادون پر صحت نفس، ثباتِ عقل و سلامتیٔ دماغ کے کلیات

قائم کیے جائین ؟

اس فن کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ دماغ ایک مجموعہ کا نام ہے، جسکے ماتحت بیشمار اجزاء ایک دوسرے سے الگ، لیکن ایک دوسرے سے متحد رہ کر مشترک زندگی کو پورا کرتے رہتے ہین، لیکن کبھی ان مین تناقض پیدا ہوجاتا ہے، یعنی ایک مرکز ذرّات نفسی دوسرے مراکز ذرات نفسی سے بیگانہ ہوکر ان سے برسرپیکار ہوجاتا ہے، اسی وقت سے نفس مین اختلال پیدا ہوجاتا ہے، شیرازۂ دماغ بکھر جاتا ہے، توازن درہم برہم ہوجاتا ہے، اور اجتماع کے بجاے افتراق و انتشار کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے، یہی افتراق بڑھکر جنون و دیوانگی کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے،

جس طرح سلطنت مین جب مرکز اصلی کی اطاعت چھوٹے چھوٹے مراکز ترک کردیتے ہین اور اپنی خودمختاری کا اعلان کرنے لگتے ہین، اور اسی وقت سے سلطنت مین طوائف الملوکی و خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، اسی طرح دماغ کے تمام مراکز کو اصلی مرکز نفس یا شخصیت کے تابع رہنا چاہیئے، اور جسوقت وہ تابع نہین رہتے اسیوقت سے اختلال دماغی شروع ہوجاتا ہے،

فرض کرو ایک شخص کو روپیہ جمع کرنے کا شوق ہے، اس شوق کا ایک مرکز اس کے دماغ مین قائم ہوگا، اور وہ شخص اپنے شوق کو پورا کرنیکی کوشش کریگا، لیکن روپیہ فراہم کرنیکے بھی حدود ہین، ایک دوسرا مرکز دوسرون کے حقوق کی پاسداری و نگہداشت کا بھی ہوتا ہے، اگران حدود کو ملحوظ رکھکر مرکز تحصیل زر کام کر رہا ہے تو صحت دماغی درست ہے، لیکن فرض کرو کہ یہ مرکز اپنے سامنے دوسرے مراکز کو پامال کردینا چاہتا ہے، روپیہ جمع کرنیکی دھن مین اس شخص کو کچھ خیال نہین کہ دوسرون کی عزت، دولت و جان کو کتنا نقصان پہنچیگا اور وہ اپنی اس دھن کی تکمیل مین دوسرون کی عزت لے لیتا ہے، دوسرون کا سارا مال غصب کرلیتا ہے، اور دوسرون کو قتل کرڈالتا ہے، تو اس شوق کو خبط بلکہ جنون کہا جائیگا،

مسٹر ہومس کہتے ہین کہ تشریح نفسی کے یہ اصول بجائے خود بالکل صحیح ہین، لیکن تحقیقات کاقدم یہانتک پہنچکر رُک کیون جاتا ہے؟ یہ صحیح ہے کہ مختلف مراکز دماغ، نفس یاذات کے ماتحت ہین، اور اسکے خلاف اُنکی خود مختاری کا اعلان ہی جنون ہے، لیکن خود یہ نفس، کیا قائم بالذات و خود مختار رہے؟

فاضل مقالہ نگار کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مختلف مراکز دماغ نفس ذاتی کے ماتحت ومحکوم ہین، اسی طرح یہ نفس ذاتی بھی مطلق العنان نہین، بلکہ اسکے علاوہ اور بھی برابر درجہ کے نفوس ہین مثلاً نفس وطنی، نفس ملی، نفس معاشری وغیرہ، اور نفس ذاتی ان سب کے مجموعہ یا نفس کل کے ماتحت ہے،

تشریح نفسی کے عام علما، اختلال نفس کا سبب مراکز دماغ کی بغاوت کو بیان کرکے رُک جاتے ہین، لیکن محض دفع مرض، صحت کامل کے مرادف نہین، اور محض دیوانگی کا فقدان اس امر کے لئے کافی نہین کہ انسان دماغی صحت کے لحاظ سے اسیقدر بہتر حالت مین ہو جسمین اسکو ہونا چاہیئے، انسان کا فرض یہ ہے کہ کمال انسانیت تک پہنچے، اور اس مرتبہ سے کچھ بھی فروتر رہجانا اسکے لئے باعث شرم ہے، اور اُسی کو اصطلاح اخلاق و شریعت مین معصیت کہتے ہین، فرض کرو ایک بدمزاج و بداخلاق شخص ہے، وہ اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے اپنے اہل وعیال کو تکلیف دیتا ہے، اپنے ہمسایون سے خواہ مخواہ لڑتا ہے، اور کسی کے درد دکھ مین شرکت نہین کرتا، ایسا شخص نہ قانونی حیثیت سے مجرم ہے، نہ کوئی اسے دیوانہ کہہ سکتا ہے، پھر بھی کیا اُسکی حالت قابل رشک ہے؟ کیا اسکی ذات مین کافی نقائص موجود نہین، یا ایک دولتمند بخیل ہے، اسکے پاس لاکھون روپیہ نقد ہے، اور لاکھون کی جائداد ہے لیکن وہ اسمین سے ایک پیسہ بھی کسی مفید کام مین خرچ نہین کرتا، صدہا محتاج اُسکے

دروازہ پر آتے ہین، اور دھکے دیکے نکلوا دیئے جاتے ہین، اُسکے غریب اعزہ اور ہمسایون کے ہان فاقے ہوتے ہین، لیکن اُسے کوئی پروا نہین ہوتی، ایسے شخص پر بھی نہ مجرم کا اطلاق ہوسکتا ہے نہ مجنون کا پھر بھی اسے کامل انسان کون کہیگا؟

ان مثالون مین مراکز دماغ مین باہم کوئی تناقض و تنازع نہین بلکہ تمام مراکز کی فعلیت ان اشخاص کی حیات ذاتی مین معین ہو رہی ہے، یہان جو کچھ نزاع ہے، وہ نفس ذاتی اور نفس اجتماعی کے درمیان ہے، انسان کی خود غرضی اس طرز زندگی مین کوئی عیب نہین دیکھتی، لیکن ایک اور بالاتر قانون ہے جو اس طرز زندگی کو سخت ناقص پاتا ہے، اور اسکا فتویٰ یہ ہے کہ انسانیت کی تکمیل اسی صورت مین ہو سکتی ہے، جب نفس ذاتی اپنے سے وسیع تر نفس کے ماتحت رہے، گویا جس طرح اختلال نفس، دماغ کے عدم توازن سے پیدا ہوتا ہے، اُسی طرح انسانیت کی تکمیل، توازن نفس سے ہوتی ہے،

لیکن اس مقصد کے حصول کی عملی تدبیر کیا ہے؟ بادشاہ اگر قوی ہے تو صوبہ دارون کی بغاوت یقیناً ناکام رہیگی، یہی حال سلطنت نفس کا ہے، انسان کا "نفس کل" اگر قوی ہے تو اُسکے ماتحت نفوس یقیناً مغلوب رہین گے، پس اگر "نفس کل" کا غلبہ و اقتدار برقرار رکھنا منظور ہے تو لازمی ہے کہ اُسے پرقوت بنایا جائے، اور اُسے پرقوت رکھنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو، اپنی نفس ذاتی، اپنی شخصیت انفرادی، اپنی خودی کو مٹایا جاے اور اسے یہانتک مٹایا جائے کہ اسکا کوئی مستقل وجود ہی نہ باقی رہجائے، بلکہ یہ اپنی تئین اُسی نفس کل مین ضم و جذب کر دے، ہستی کی تمام کشمکش اسیوقت تک ہے جبتک ہستی مین تعینات و تشخصات ہین، لیکن جب وہ اپنی تئین ہستی کل مین غائب کر دے، اور وجود محدود و متناہی اپنے تئین وجود مطلق و غیر متناہی مین فنا کردے تو ہر طرح کا سکون حاصل ہوجاتا ہے اور یہی مرتبۂ انسانیت کی تکمیل ہے ع عشرتِ قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا۔

بہ الفاظ دیگر، عرفان نفس کا اصلی زینہ نفس کشی ہے،

اخبار علمیہ

نائٹروجن کا عنصر بسیط ہونا ڈیڑھ صدی سے مسلّم چلا آتا ہے، لیکن حال مین بعض محققین طبعیات نے اپنا خیال یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ بسیط نہین بلکہ ہائڈروجن اور ہیلیم سے مرکب ہے، علماء فن ابھی کسی قطعی نتیجہ تک نہین پہنچ سکے ہین،

ڈاکٹر آگسٹن والراسوقت انگلستان مین فن طبعیات کے ایک نامور عالم ہین، حال مین انھون نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے، جسکے متعلق اُن کا دعوی ہے کہ اسکے لگا دینے سے کسی شخص کا جھوٹ نہین چھپ سکتا، فرض کرو کہ ایک ملزم عدالت کے سامنے اظہار دے رہا ہے، اور یہ غلط بیانی کررہا ہے کہ وہ موقعِ واردات پر کبھی گیا ہی نہین ہے، اسوقت عدالت کو چاہیئے کہ اسکے سامنے چند نامانوس مقامات کی تصویرین پیش کرے، جنمین سے ایک اس موقعِ واردات کی تصویر بھی ہو، اور وہ برقی آلہ ملزم کے ہاتھ مین لگا دیا جاے، اس تصویر کو دیکھکر ملزم کے نظام عصبی پر جو اثر پڑیگا وہ ان اثرات سے بالکل مختلف ہوگا جو دوسری تصاویر سے ہوگا، اور اس اختلاف اثر کے نقوش فی الفور اس آیئنہ صفت آلہ مین منعکس ہوآئین گے، جنکا روکنا کسی طرح امکان انسانی مین نہین، اور اس طرح فوراً جھوٹ کھل جائیگا، گویا اس آلہ کے رواج پاجانے کے بعد عدالتون مین دروغ بیانی کا سدِ باب ہوجائیگا،

ڈاکٹر رابرٹ بل نے جو گلاسگو کے ایک مشہور طبیب ہین، اور مرض سرطان کے علاج مین

خاص شہرت رکہتے ہین، اعلان کیا ہے کہ انسان اگر شروع سے صرف نباتات خور رہے اور نباتات بھی غیر مطبوخ تو ایک سو ساٹہہ سال تک کی عمر حاصل کرسکتا ہے، ڈاکٹر موصوف کہتی ہین کہ کہانا پکانے کا طریقہ طول حیات انسانی کا سب سے بڑا دشمن ہے، غذا مین جس حد تک پختگی وطبخ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ حرارت آفتاب سے کہیتون اور باغون مین ازخود ہو جاتی ہے اسکے بعد پھر آگ مین پکانا غذا کی اصلی قوت کو سوختہ کر دیتا ہی،

پروفیسر میکسول لی فراے نے رایل انسٹیٹیوشن کے سامنے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا ہی کہ آیندہ جنگ مین خانگی حشرات الارض اور کیڑے مکوڑون شلاً مکہی، مچہر، کہٹمل وغیرہ کو خاص اہمیت حاصل ہوگی کہ انکے ذریعہ سے دشمن کی فوج وملک مین جراثیم امراض پہیلا دینا بہت آسان ہے پروفیسر موصوف نے اظہار تعجب کیا کہ گذشتہ جنگ مین جرمنی کا ذہن اس تدبیر کی طرف کیون نہ منتقل ہوا، یہ حربہ ایسا ہے جسکا کوئی توڑ نہین،

مجالس مباحثہ ومناظرہ کا انعقاد ہندوستان کے ساتہہ مخصوص نہین، کبھی کبھی اسکی نظیرین یورپ مین بھی مل جاتی ہین، چنانچہ حال مین ایک معرکۃ الآرا مناظرہ کوئنس ہال (لندن) مین اسپریچولزم کے موضوع پر منعقد ہوا، اسپریچولزم کی موافقت وحمایت مین بولنے والے سر آرتہر کینن ڈوایل نے جو ادبی حلقہ مین بحیثیت ایک ممتاز افسانہ نویس کے خاص شہرت رکہتے ہین، اور جماعت منکرین کے سرگروہ مسٹر جوزف میکیب تھے جو مشہور ملحد ہین، ایک نامور بیرسٹر سر مارشل ہل صدر جلسہ تھے مقررین کو پہلی تقریر کے لئے چالیس چالیس، اور جوابی تقریر کے لئے پندرہ پندرہ منٹ کا وقت دیا گیا تہا، مناظرہ پورے جوش وسرگرمی کے ساتہہ ہوا،

لیکن کوئی فریق دوسرے کو مطمئن نہ کرسکا بلکہ ہر فریق اپنی اپنی جماعت کے اخبارات مین یہی شایع کرار ہا ہے کہ دلایل کی قوت اسکی جانب تھی،

ٹائمز کا طبی نامہ نگار لکھتا ہے کہ آجکل یورپ کے طبی حلقون مین غیرارادی نظام عصبی کے وظایف اور معمولی نظام عصبی سے اُسکے تعلقات پر سرگرمی سے بحث ہو رہی ہے اس غیرارادی یا اضطراری نظام عصبی سے مراد اُن اعصاب و مراکز اعصاب کا مجموعہ ہے جو ارادہ کے تصرف و اختیار کے بغیر اضطراراً اپنی فعلیت مین مشغول رہتے ہین، تازہ تحقیقات سے اس نظام عصبی کے افعال بہت زیادہ اہم ثابت ہو رہے ہین، خصوصاً قلب، جگر و معدہ اور اُن کے حوالی مین، مقالہ نگار کو توقع ہے کہ تحقیقات کے مکمل ہونے پر مسایل طب و اصول علاج مین بہت کچھ تغیر کرنا ہوگا،

جذبات و احساسات ابتک وزن و پیمائش کی چیز نہ تھے، لیکن ڈاکٹر والر جنکا ذکر چند سطر مین اُوپر آچکا ہے، انھون نے ایسے آلات ایجاد کئے ہین جنمین برقی قوت کی مدد سے رنج و غم، راحت و مسرت، غیظ و غضب، حیرت و تعجب، ہر قسم کے احساسات و واردات قلب کے نقوش مع فرق مدارج رجسٹر مین درج ہوسکین گے، اور اس طرح ذہنیات و غیر مرئیات کی مساحت کا ایک جدید فن مدوّن ہوسکیگا،

کچھ روز سے جرمنی کے ان علاقون مین جہان انگریزی فوجین ابتک موجود ہین انگلستان سے ٹیلیفون کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے، اور صدہا میل کی اس مسافت کو ٹیلیفون کے پیامات برابر

سے کرتے رہتے ہین، اس ضمن مین اسکا بھی تجربہ ہوا کہ فی منٹ (سو) الفاظ باسانی منتقل کیے جا سکتے ہین، اور توقع ہے کہ عنقریب ڈیڑہ سو الفاظ تک کی فی منٹ آمد و رفت ہو سکے۔

یورپ مین بکثرت مشاہدہ مین آچکا ہے کہ جو ڈاکٹر اکسریز کے چالج مین رہتے ہین انہین جلد یا بدیر خود ہی اسکے مضر اثرات کا شکار ہونا پڑتا ہے، چنانچہ حال مین ایک فرنچ ڈاکٹر مسیو دیلیان کو سرطان مین مبتلا ہو کر اپنا پورا بایان ہاتھ قطع کرنا پڑا ہے، ڈاکٹر موصوف پچیس برس سے زاید سے رونٹجن شعاعون کے ذریعہ سے علاج کرتے ہین، لیکن اس طریق علاج کو اختیار کرنے کے کچھ ہی روز کے بعد سے انہین اس خاص قسم کے سرطان کے علامات معلوم ہونے لگے، جو اکسریز کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے، یعنی . . . . . . RADIOGRAPHIC CANCER چنانچہ سنہ ۱۹۰۰ مین انہین اپنے اوپر عمل جراحی کرنا پڑا، اسوقت سے لیکر ابتک پورے دس بار انہین اپریشن کی ضرورت پڑ چکی ہے، اور ہر مرتبہ بعد صحت انھون نے پھر اسی مشغلہ کو اختیار کیا ہے، اکی مرتبہ کا اپریشن بہت ہی سخت تھا، جسمین ڈاکٹر موصوف کو نہ صرف شانہ سے اپنا پورا بایان ہاتھ قطع کرنا پڑا ہے بلکہ ہنسلی کی کچھ ہڈی بھی، ڈاکٹر موصوف کی سالانہ تنخواہ کل ایک سو ساٹھ پونڈ ہے جو ہندوستان کے سکہ مین موجودہ شرح زر کے لحاظ سے سو روپیہ ماہوار سے کچھ اوپر ہوتی ہے فرانس کے اخبارات اپنی حکومت سے مطالبہ کر رہے ہین کہ اسقدر قلیل مشاہرہ پر کیون ایک شخص کو دوسرون کے لئے اپنی جان کو خطرہ مین ڈالنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، فرانس مین چونکہ اس قسم کے واقعات بکثرت واقع ہوتے رہتے ہین، اخبارات کی تجویز ہے کہ ان شہیدان فرض کے لئے پہلے حادثہ کے بعد معقول وظیفہ مقرر ہو جانا چاہیئے تاکہ انہین پھر ملازمت کی

ضرورت باقی نہ رہے، اور خدمتِ خلق کے لئے اپنی جان خطرہ مین ڈالنے کا کچھ تو معاوضہ اُن کو مل جائے،

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جسکا گیارہوان اڈیشن ۱۹۱۱ء مین کیمبرج یونیورسٹی پریس کی جانب سے شایع ہوا تھا، حال مین اسکے چیف اڈیٹر مسٹر جیز ہوم نے ایک اخبار کے نمایندہ سے بیان کیا کہ جنگ نے دنیا کی کایا پلٹ کردی ہے، اس بنا پر انسائیکلوپیڈیا کا جدید اڈیشن جلد شایع کرنا ناگزیر ہوگیا ہے، عنقریب اسپر نظرِ ثانی شروع ہوگی، اور کام شروع ہونے پر دو برس کے عرصہ مین امید ہے کہ طبعِ جدید شائقین کے ہاتھون تک پہنچ جائے، آیندہ اڈیشن مین جو جدید معلومات درج ہونگے اُنکا دو ثلث حصہ جنگ و متعلقات جنگ کی نذر ہوگا، باقی ایک ثلث مین عام اضافۂ معلومات ہوگا -

---

نیویارک میڈیکل سوسائٹی (امریکہ) کے روبرو اسکے صدر نشین ڈاکٹر فیبسک نے لکچر دیتے ہوئے بیان کیا کہ سائنس کی مدد سے بعض کیڑون کی عمر اُنکے عام اوسط عمر کے مقابلہ مین نَو صد چند (۹۰۰ گنی) بڑہائی جاچکی ہے، ایسی حالت مین یہ امید کرنا بیجا نہین کہ انسان کی عمر بھی سائنٹفک تدابیر سے ۱۹۰۰ سال تک کی ہوسکے! لیکن آخر مین ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا کہ جب تک سائنس اس حد تک ترقی کرے کرے اُسوقت تک ممکن ہے کہ سطحِ ارض پر حیات کا نشان بھی نہ باقی رہجائے،

ایک سائنٹفک مضمون نگار لکھتا ہے کہ بعض اشخاص سے متعلق یہ بات متواتر

تجربہ مین آئی ہے کہ اُنکے پاس گھڑی کام ہنین دیتی، بہتر سے بہتر نئی گھڑی لاکر اُنہین دیجاتی ہے، اور انہین ابھی دو ہی ایک دن اسے جیب مین رکھے یا کلائی مین لگائے ہوئے ہوتے ہین کہ وہ بند ہو جاتی ہے اور ہزار مرمت پر بھی درست ہنین ہوتی، لیکن اگر وہی گھڑی کسی دوسرے شخص کو دیدیجاتی ہے تو معاً چلنے لگتی ہے، اسی طرح بعض اشخاص ایسے بھی تجربہ مین آئے ہین جنکے ہاتھہ مین پہنچکر ہیرے اور یاقوت ماند پڑجاتے ہین، بخلاف اسکے بعض لوگ ایسے ہوتے ہین جنکے ہاتھہ مین پہنچکر اُن کی چمک دمک بدرجہا بڑہجاتی ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہر انسان کے جسم سے مقناطیسی ذرات، مثل ریڈیم کی شعاعون کے خارج ہوتے رہتے ہین، اور گھڑیان، ہیرے، یاقوت وغیرہ ان سے متاثر ہوتے ہین، پھر چونکہ ہر شخص کا مزاج وطبیعت دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، اِسلئے قدرتاً ان ذرات مقناطیسی کا اخراج بھی مختلف طریقون اور صورتون سے ہوتا ہے، اور اسی سلئے اسکے اثرات مین بھی اختلاف پایاجاتا ہے۔

متعدد انگریزی اخبارات مین یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ کریم گنج (احاطۂ بنگال) مین ایک ہندو فقیر سادہو سوامی سچدانند وارد ہوا ہے، جسکی عمر ساڑہے تین سو سال سے متجاوز ہے! یہ شخص مرہٹی نسل کا ہے مگر گفتگو ہندی مین کرتا ہے، جنگ پانی پت (۱۵۲۶ء) کو وہ اپنا چشمدید واقعہ بیان کرتا ہے، اور جنگ پلاسی (۱۷۵۷ء) کو "کل کی بات" بتاتا ہے کھانے پینے مین وہ چھوت چھات کا پابند ہے، اور بجز گوشت اور مچھلی کے ہر شے کھالیتا ہے وہ اپنا مسکن کوہستان ہمالیہ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دربار نیپال اُسکو اپنا مرشد ایکسو گیارہ سال سے بنائے ہوئے ہے، اسکے ساتھہ اسکا ایک چیلا بھی ہے جسکو وہ ابھی بالکل بچہ بتاتا ہے، اور اسکی عمر ۸۲ سال کی ہے، یہ سادہو گیروے رنگ کے جوگیانہ

کپڑے پہنے ہوے ہے، اور اپنی ناقابل تعیین درازعمری کا سبب محض یوگ کی پابندی اور باطنی وظاہری پاکیزگی واحتیاط قرار دیتا ہے،

کرۂ ارض وکرۂ مریخ دونون ہروقت گردش مین مصروف رہتے ہین، اس دائمی گردش مین کبھی کبھی وہ ایک دوسرے کے قریب ہوجاتے ہین، اور کبھی کبھی اُن کا درمیانی فاصلہ بڑھجاتا ہے، قریب ہونے کی صورت مین درمیانی فاصلہ ساڑھے تین کرور میل رہجاتا ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے پندرہ یا سترہ سال کی مدت مین یہ فاصلہ چھہ کرور تیس لاکھہ میل تک پہنچ جاتا ہے، ۲۱- اپریل گذشتہ کو یہ فاصلہ پانچ کرور چالیس لاکھہ میل رہ گیا تھا اور چونکہ آیندہ کئی سال تک اسقدر قرب ممکن نہ تھا، اِسلئے سائنس دان طبقہ کو خیال پیدا ہوا کہ اس تاریخ کو مریخ تک پیام رسانی کی کوشش کرنا چاہیئے،

ڈاکٹر ٹلیز، جو اس تجویز کے سب سے بڑے موید اور کامیابی کے سب سے زیادہ متوقع تھے، انھون نے نیویارک (امریکہ) کے قریب ایک خاص رصدخانہ بڑے اہتمام سے اس غرض کے لئے تیار کرایا اور اس تاریخ کو تمام شب انتہائی قوت کے لاسلکی پیامات فضا مین روانہ کرتے رہے، برقی امواج کی سب سے بڑی قوت جو ابتک استعمال ہوئی تھی وہ ۱۶ ہزار میٹر کی تھی، ڈاکٹر موصوف نے اس سے کام لیا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ سطح ارض کا کوئی قطعہ ایسا باقی نہین رہا جہان کی آوازین اُنکے رصدخانہ مین نہ پہنچی ہون. لندن، پیرس برلن وغیرہ بعید سے بعید مقامات کی خفیف ترین آوازین بھی غیرمسموع نہ ہین، لیکن مریخ ابتک خاموش رہا،

ڈاکٹر موصوف نے محیر العقول ہمت و عزم سے کام لیکر برقی قوت کے ذخیرہ کو اور زیادہ پر قوت بنایا، یہانتک کہ انھون نے امواج لاسلکی کی قوت تین لاکھ میٹر ٹنک پہنچادی جو چشم فلک پیر نے بھی کبھی نہین دیکھی تھی، اس طلسم بندی نے زمین کے قلابے آسمان سے ملا دیئے، "بعد مسافت" ایک بے معنی لفظ رہ گیا، اور کائنات فضائی کی ہر ادنی سی ادنی جنبش کا بھی عکس صاحب رصدخانہ کے آئینۂ نظر پر پڑنے لگا، لیکن فضائے مریخ پر اب بھی عالم ہو طاری رہا، یہانتک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوگیا، اور چہرۂ مریخ پر حجاب پر پڑ گیا، ڈاکٹر ملینز نے اپنی کامل ناکامی کا صاف صاف اعتراف کیا ہے، لیکن اُنھون نے ہمت نہین ہاری ہے بلکہ آیندہ بھی اپنی تحقیقات جاری رکھنے کا وعدہ کیا ہے،

مریخ ہمیشہ سے اہل تنجیم کی توجہ کا مرکز رہا ہے، جوتش و نجوم کے علما اسکے عجیب عجیب خواص و افعال بتاتے آئے ہین، لیکن مغرب کے علمائے فلکیات کے بیان کے مطابق وہ بھی منجملہ اور سیارون کے ایک سیارہ ہے جو اپنے محور پر ۲۴ گھنٹہ، ۳۷ منٹ ۲۳ سکنڈ مین گردش کرتا رہتا ہے (گویا اسکے ہان کا دن ہمارے ہان کے دن سے کچھ ہی بڑا ہوتا ہے) اور گردش مداری ۶۸۷ دن مین کرتا ہے، ۱۹۱۸ء مین وہ زمین کے مقابل ۱۵ مارچ کو آیا تھا، اور رابکی ۲۱ اپریل کو، لیکن اس تقاطع کی اوسط مدت ۷۸۰ دن بیان کیجاتی ہے، آجکل وہ کرۂ ارض کے خطِ استوا کے نیچے ہے، اسلئے بمقابلہ شمالی ممالک کے جنوبی ممالک مین اسکے مشاہدات زیادہ سہولت و صحت کے ساتھ ہو سکتے ہین،

باب التقریظ والانتقاد

تاریخ اخلاق یورپ

از

مولوی عبد الماجد بی اے، ایم، آر، اے، ایس،

"انجمن ترقی اردو" کے ترجمے بہترین تصانیف سے بہتر ہوتے ہین، ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جو کتاب ترجمہ کے لئے انتخاب کیجاتی ہے، اپنے موضوع پر مستند اور بہترین کتابون مین شمار ہوتی ہے، لیکی کی مشہور تصنیف "ہسٹری آف یوروپین مارلس" جسکا اردو نام درج عنوان ہے انجمن کے اس سلسلۂ فیض کی سب سے آخری، یعنی تازہ ترین اشاعت ہے،

اس کتاب کے دو حصے ہین، حصۂ اول ۱۹۱۳ء مین شایع ہوچکا تھا، حصۂ دوم ۱۹۱۹ء مین نکلا، لیکن ریویو کے لئے ۱۹۲۰ء کی پوری سہ ماہی گذر جانے کے بعد موصول ہوا ہے، لکھائی چھپائی مین حصۂ اول سے ہر طرح بہتر ہے، ضخامت ۲۲۶ صفحے ہے، پہلے حصہ سے قریبًا پونے دو سو صفحے کم، مجلد کی قیمت تین روپیہ ہے، تجلید بھی حصۂ اول سے نفاست مین بڑھی ہوئی ہے،

فلسفۂ اخلاق کی بنیاد دو سوالون پر ہے، ایک یہ کہ اچھے برے، نیک و بد کی پہچان کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ اچھائیون کے کرنے اور برائیون سے بچنے کا محرک کیا ہے؟ دوسرے سوال کا جواب کسی نہ کسی طرح پہلے ہی کے جواب مین آجاتا ہے، اور اخلاقیات کا اصلی مسئلہ معیار خیر و شر کی تعیین ہی ہے،

اس معیار کی نسبت دو ہزار سال کے اندر فلسفہ کی دنیا مین جتنے نظریات قائم ہوئے ہین، ان کے فرعی اختلافات کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو اصولی طور پر صرف دو ہی مذہب نکلتے ہین:-

۱- ایک کے نزدیک ازلاً اور قدرتی طور پر خود انسان کے اندر ایک ایسا حاسہ موجود ہے جو نیک و بد کی تمیز کر لیتا ہے، دل و ضمیر آپ ہی بول اٹھتا ہے کہ فلان چیز بری ہے اور فلان بھلی، بس یہی آواز ضمیر اور شہادت باطن معیار خیر و شر ہے،

اس مذہب کا نام **ضمیریت** ہے،

۲- دوسرا کہتا ہے کہ نہین جس طرح انسان تجربہ سے یہ جانتا ہے کہ زہر مہلک اور تریاق اسکا توڑ ہے، اسی طرح یہ بھی تجربہ ہی سے معلوم ہوا ہے کہ فلان قسم کے عادات و خصایل نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے مضر اور فلان مفید ہین، یعنی اخلاق کے خیر و شر کا معیار افادہ ہے، جو چیز سعادت انسانی کے لئے جتنی ہی فائدہ رسان ہے اتنی ہی خیر ہے،

اسی بنا پر یہ نظریہ **افادیت** کے نام سے موسوم ہے،

مصنف نے پہلے تاریخ اخلاق یورپ کے باب اول مین انہی دو مذاہب پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، ضمیریت کی حمایت کی ہے، اور افادیت کی تردید "افادیت پر اعتراضات" کی ایک مستقل فصل باندھی ہے،

انگلستان کے نامور فلسفی جان لاک نے اپنی کتاب "فہم انسانی" مین دعوی کیا ہے کہ انسان کا سارا علم حصولی و اکتسابی ہے، وہ جو کچھ بھی جانتا ہے اسکی بنیاد براہ راست یا بالواسطہ تجربہ ہی ہوتا ہے، اسکا سب سے بڑا ثبوت اس نے یہ قرار دیا ہے کہ معلومات انسانی کے اصولی طور پر جتنے اصناف ممکن ہین انکو ایک ایک کر کے بتا دیا کہ کس تجربہ و احساس سے ماخوذ ہین،

اگر کسی دعوی کے لئے یہ طریق اثبات صحیح ہے تو زیر تبصرہ کتاب آپ اپنی تردید ٹھہرتی ہے

اِسلئے کہ بقول مصنف کے اسکی "موجودہ تصنیف کا مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ خارجی حالات اخلاق پر کہانتک موثر ہوتے رہے، ہر عہد مین کیا کیا اخلاقی سانچے قائم ہوئے ہین، عملاً انکی کہانتک مطابقت ہوتی رہی ہے، اور کن کن اسباب سے ان مین تغیر و ترمیم ہوا کی ہے"،

جب خارجی حالات و اسباب جزئیات اخلاق کو اس حد تک بدلدیتے ہین کہ ایک بات جو کسی ایک عہد، قوم، یا ملک مین محمود ہے، وہی دوسرے عہد، قوم، یا ملک مین قبیح سمجھی جانے لگتی ہے یہانتک کہ انہی اختلافات کی بنا پر "تاریخ اخلاق" لکھی جاسکتی ہے تو پھر بغیر افلاطون کا عالم مثال مانے یہ سمجھ مین آنا مشکل ہے کہ افراد و جزئیات سے قطع نظر کرکے معیار اخلاق کی کوئی ایسی مجرد و کلی حقیقت موجود ہے جو حالات و تجربات کے اثر سے قطعاً آزاد ہے،

یہ اعتراض خود مصنف کو جا بجا کھٹکا ہے جسکا جواب بھی دیا ہے کہ جزئیات اخلاق کو چھوڑکر نفس خیر و شر کا امتیاز شہادت ضمیر اور بصیرت باطن ہی سے حاصل ہوتا ہے، اس دفع دخل کا جو کچھ وزن ہے ظاہر ہے،

اگرچہ کتاب مذکور کی یہ بحث علم النفس کی گہرائی اور فلسفیانہ ژرف نگاہی سے خالی ہے تاہم جو لوگ اخلاقیات کے اس اہم مسئلہ سے بالکل ناآشنا ہین، اور خالص و خشک علمی حیثیت سے اسکا مطالعہ نہین کرنا چاہتے، انکو اس باب مین بھی عام واقفیت کا کافی اور دلچسپ ذخیرہ ملیگا، نہایت آسان اور قریب الفہم طریقہ سے دونون مذاہب کی تشریح کیگئی ہے۔

کتاب کے اصل موضوع یعنی "تاریخ اخلاق" کا آغاز باب دوم سے ہوتا ہے جہان سے مصنف نے بتانا شروع کیا ہے کہ مختلف حالات و اسباب کا اثر عملاً اخلاق و عادات پر کیا پڑا، اسکے لئے دو دور قائم کئے ہین، ایک "قبول مسیحیت" سے قبل کا، اور ایک اسکے بعد کا،

دوراول باب دوم پرختم ہوجاتاہے، باقی دو باب دوسرے دور سے متعلق ہین، اورآخری باب
مین "مرتبہ عورت" پر گفتگو ہے،

اگرچہ مصنف نے نام کے لئے دامن بحث کو اٹھارہوین صدی تک دراز کیاہے، اور
"تاریخ اخلاق یورپ" کے نام سے خیال ہوتاہے کہ یورپ بھر کی تاریخ اخلاق اسمین آگئی ہوگی،
لیکن اصل یہ ہے کہ پوراحق صرف یونان و رومہ ہی کاادا کیاگیاہے، عام تاریخون مین بھی
تغلیباً "یورپ قدیم" سے یہی دو ملک مراد ہوتے ہین،

انہی کی اخلاقی تاریخ کے تمام پہلوؤن کو دو جلدون کی وسعت مین خوب پھیل کر لکھا ہے
اور سچ یہ ہے کہ حق ادا کردیا ہے، ایک مسلسل رشتۂ بیان مین معلومات کا نہایت ہی دلچسپ
و دلاٰویز سرمایہ جمع ہوگیاہے،

پردہ مسلمانون کی بدعت سمجھا جاتا ہے. لیکن اصل مین یہ یونان قدیم کی ایجاد ہے، اور
اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتاہے کہ یہ معمولی پردہ نہ تھا، بلکہ ہندوستان ورسمین بھی شرفاے
اودھ کاسخت ترین پردہ تھا، جو ہمارے گھرون کی تصویر کھینچ دیتاہے۔

"گھر والیان سخت پردہ کے اندر رہتی تھین، ان کے رہنے کے لئے مکان کاایک
پردہ دار حصہ مخصوص ہوتا تھا، اور ان کے مشاغل یہ ہوتے تھے، چرخہ کاتنا، سینا پرونا،
خانہ داری کا انتظام... عام مجالس و ملاعب مین کبھی شریک نہین ہوتی تھین ... انکی
یہ طرز زندگی گوایک طرف اُنکی عصمت و ناموس کی سب سے بڑی محافظ رہی، لیکن
دوسری طرف اسکا یہ اثر بھی ہوا کہ ان کے قواے ذہنی کی تربیت نہو سکی، اور ہر وقت
لونڈیون باندیون مین گھرے رہنے سے انکی نظرین لازمی طور پر تنگ وپست ہوگئین،
گھروالیون کی خوبی کا بڑا معیار یہ تھا کہ انکی بابت نیک یا بد کسی حیثیت سے بھی

سوسائٹی مین ذکر نہ آنے پائے" (صفحہ ۱۸۰- باب ۵)

"..... اپنے شوہرون کی غیر معتدل بدچلنیون پر یہ عموماً صابر رہتی تھین گھر کے اندر جوآداب واخلاق رائج تھے وہ بہت ہی شریفانہ تھے، بیویون پرکسی طرح کے مظالم کا پتہ نہ تھا شوہر زیادہ تر باہر رہا کرتے تھے جس سے بیویون کو رشک و رقابت کے مواقع بہت کم ملتے تھے وہ ان کے ساتھ دلی الفت ومحبت رکھتی تھین،..... لونڈی غلامون کو اُنکے کام پر مقرر کرنا، خانگی مصارف مین کفایت مدنظر رکھنا، اسباب خانہ داری، کپڑے، جوتے، ظروف وغیرہ کو قرینہ سے رکھنا یہ سب بیوی کے فرائض ہین"

اس ضمن مین بعض اور باتین بھی مسلمانون ہی کے گھر کا بھید کھولتی ہین،

"باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ نہایت پست تھا، اسکی زندگی مدت العمر غلامی مین بسر ہوتی تھی، لڑکپن مین اپنے والدین کی، جوانی مین شوہر، اور بیوگی مین فرزندون کی، وراثت مین اسکے مقابلہ مین اسکے مرد اعزہ کا حق ہمیشہ راجح سمجھا جاتا تھا، طلاق کا حق اسے قانوناً ضرور حاصل تھا، تاہم عملاً وہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہین اُٹھا سکتی تھی کہ عدالت مین اسکا اظہار یونانی ناموس حیا کے منافی تھا، البتہ وہ اپنے ساتھ جہیز ضرور لاتی تھی، اور اپنی لڑکیون کو بھی شادی کے وقت جہیز دینا اُسکے فرائض مین داخل تھا"

یہ کتاب گوکہ یورپ مین بیٹھکر لکھی گئی ہے، اور اسکے دائرہ بحث مین صرف یورپ ہی کی "تاریخ اخلاق" داخل ہے، لیکن سیکڑون اختلافات کے باوجود بھی فطرت انسانی ہمیشہ اور ہر جگہ اپنی یک رنگیون کو ظاہر کردیتی ہے، اِسلئے اقتباس بالا کے علاوہ اور بھی جابجا دلچسپی کا ایسا سامان ملیگا کہ گویا ہم ہندوستان کا حال پڑھ رہے ہین،

البتہ کہین کہین مصنف کے مبالغہ آمیز اور غیر محتاط بیانات سے شبہہ ہوتا ہے کہ وہ

یورپ سے باہر کی دنیا سے اچھی طرح واقف نہین مثلاً یہ کہ "کنواریون کی عصمت شعاری اور بیاہیون کی شوہر پرستی تو یونان قدیم کی سی کہین دنیا مین کبھی پائی نہین گئی" (باب پنجم صفحہ ۲۷۰) اس دعوی پر متعدد جگہ زور دیا گیا ہے، لیکن کیا "عصمت شعاری اور شوہر پرستی" کی ہندو روایات کا مرتبہ یونان سے بھی بلند تر نہین رہا ہے،

ایک موقع پر اسلام کا ذکر اس تقریب سے آگیا ہے کہ "سب سے بڑھ چڑھکر جو سبب مسیحیون مین عسکریت کی روح ہوسکنے کا ہوا وہ اسلام کی تقلید تھی کہ اسی نے درحقیقت مسیحیون کی سی نرم و آشتی سرشت جماعت کو محاربات صلیبی کا پرجوش مجاہد بنا دیا" (صفحہ ۱۰۵ حصہ دوم) "بجز اسلام کے اور کسی مذہب کے نام سے دنیا مین اتنا کشت و خون نہین ہوا، جتنا مسیحیت سے ہوا" (صفحہ ۱۶۱) اس گذشتہ جنگ کے بعد اب جب "تاریخ اخلاق یورپ" لکھی جائیگی تو یقیناً اس فضیلت مین بھی مسیحیت کو اسلام کے سامنے "سرنگون" نہ ہونا پڑیگا!

ترجمہ کا سب سے بڑا وصف یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ترجمہ نہ معلوم ہو۔ "تاریخ اخلاق یورپ" مین یہ وصف جس کمال کی حد تک پایا جاتا ہے، اسکا اندازہ اوپر کے اقتباسات سے ہوا ہوگا، لیکن سچ یہ ہے کہ ترجمہ لاکھہ با محاورہ ہو پھر بھی ترجمہ ہی رہتا ہے اور اصل تصنیف کی سلاست و بے تکلفی کو پہنچنا قریباً ناممکن ہے، خصوصاً کسی علمی اور سنجیدہ تصنیف مین،

اسلئے "ہسٹری آف یورپین مارلس" کو اردو ملبوس مین پیش کرنے کیلئے تعبیر مطالب کے سوا باقی ترجمے کی پابندیون کو اٹھا دیا گیا ہے، حذف و اضافہ اور ہر طرح کے تصرفات کی نوعیت و وسعت کا دیباچہ مترجم مین ذکر بھی کردیا گیا ہے کہ غلط فہمی نہ واقع ہو،

کتاب کے پڑھتے وقت جولیس سیزر و نپولین کے پہلو بہ پہلو تیمور، یزید، و چنگیز کے نام

ملین گے، معتزلی اور وہابی فرقون کا بھی ذکر آجائیگا، کہین کہین اردو فارسی کے اشعار بھی نظر پڑین گے، لیکن ان باتون سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ اڈورڈلیکی نے گلستان بوستان پڑھی تھی، یا یورپ مین عبدالوہاب نجدی کے پیرو موجود ہین، اور یزید پر ماتم گساران کربلا دہان بھی لعنت بھیجتے ہین،

ان تصرفات کی غرض فقط اتنی ہی ہے کہ اردو خوانون کے لئے ایک بالکل اجنبی ملک کی باتون مین جو اجنبیت و وحشت ہوگی وہ کچھ نہ کچھ مانوسیت و دلچسپی سے بدلجائے،

ان تصرفات اور سلاست وروانی کی عام خصوصیت کے ساتھ بھی کہین کہین ترجمہ کی ٹھوکر لگ ہی جاتی ہے، خود ترجمہ نگار نے اسکا احساس کرکے دیباچہ مین تصریح کردی ہے لیکن نقش ثانی (حصۂ دوم) اس داغ سے بھی بالکل پاک نظر آتا ہے،

اگرچہ دوچار جگہ "بعض مشاہیر اشخاص کے نامون پر فٹ نوٹ کا اضافہ کردیا گیا ہے" لیکن بہت بڑی تعداد ایسے نامون، اصطلاحات اور تلمیحات کی دوسرے ایڈیشن مین قطعاً محتاج توضیح ہے جو عام اردو دانون کے لئے چیستان کی حد تک نامانوس ہین، مثلاً

"کلرلیشیا وورجینا سے زیادہ کس نے دنیا مین ناموس شوہری کی حفاظت مین جانبازی سے کام لیا ہے؟... یا صابی عورتون اور کوریولینس سے بڑھکر کون حب وطن کا ثبوت دیسکتا ہے؟" (صفحہ ۱۹۰)

تاریخ اخلاق یورپ، موضوع بحث کی اہمیت، معلومات کی دلچسپی، واقفیت کی افزائش، اور لباس اردو کی زیبائش کے لحاظ سے ہماری زبان مین ایک گرانقدر اضافہ ہے،

عبدالباری

ادبیات

افاداتِ اکبر

ہے دو روزہ قیام سرائے فنا، نہ بہت کی خوشی ہے نہ کم کا گلا
یہ کہاں کا فسانۂ سود و زیاں جو گیا وہ گیا جو ملا وہ ملا

نہ بہار جمی نہ خزاں ہی رہی کسی اہل نظر نے یہ خوب کہی
یہ کرشمۂ شان ظہور ہے سب کبھی خاک اُڑی کبھی پھول کھلا

نہیں رکھتا میں خواہشِ عیش و طرب، یہی ساقی دہر سے بس ہے طلب
مجھے طاعتِ حق کا چکھا دے مزا نہ شراب پلا نہ کباب کھلا

ہے فضول یہ قصۂ زید و بکر، ہر ایک اپنے عمل کا چکھیگا ثمر
کہو ذہن سے فرصتِ عمر ہے کم جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

کروں کیا غم کہ دنیا سے ملا کیا
کسی کو کیا ملا دنیا میں تھا کیا

یہ دونوں مسئلے ہیں سخت مشکل
نہ پوچھو تم کہ میں کیا اور خدا کیا

رہا مرنے کی تیاری میں مصروف
مرا کام اور اس دنیا میں تھا کیا

دہی صدمہ رہا فرقت کا دل پر
بہت روئے مگر اس سے ہوا کیا

وہاں قالوا بلیٰ یاں بت پرستی
ذرا سوچو کہا کیا تھا کیا کیا

تمہارے حکم کے تابع ہیں ہم سب
نہیں سمجھو برا کیا اور بھلا کیا

الہیٰ اکبرِ بیکس کی ہو خیر　　یہ چرچے ہو رہے ہین جا بجا کیا

اسکی باتون سے سمجھ رکھا ہی تمنے اُسے خضر

اسکے پاؤن کو تو دیکھو کدہر جاتے ہین

کلامِ ثاقب لکھنوی

شامِ فراق کچھ نہین آتا نظر مجھے　　چھپکر جلائین کیون مرے داغِ جگر مجھے

چپ رہنا قیدِ غم مین مگر میرے ہمصفیر　　کرتے ہین محوِ نالہ کشی چھیڑ کر سب مجھے

تم دُور ہو تو کس لئے دل مین مقام ہے　　مین پاس ہون تو کیون نہین اپنی خبر مجھے

بگڑا ہے حُسن و عشق کے ہاتھون نظامِ دہر　　بیجا خیال ہے اُدہر اُنکو اِدہر مجھے

نقشِ قدم مین نقشِ وفا دیکھہ دیکھکر　　کرتی ہے یاد کہہ کے مری رہگذر مجھے

قائل ہون مین کہ محفلِ تقدیر تھی جواد　　حصہ ملا سبھون کو خوشی کا مگر مجھے

پردے سے باہر آگیا اب زندگی کا راز　　دیکھو تو دیکھہ جاؤ کبھی اک نظر مجھے

شوقِ بہار باغ مین تنکے چُنے تو ہین　　دیکھون جو دیکھنے دے اسیری کا ڈر مجھے

دل والے جانتے ہین مگر کہہ رہا ہون مین　　تڑپا رہی ہے شدتِ دردِ جگر مجھے

کیا قبر پر جلائے ہین احباب نے چراغ　　اس سمت سے تو کچھ نہین آتا نظر مجھے

نالون نے کر دیا مری غربت کا راز فاش　　اب شب کو بھی چھپا نہین سکتا ہی گھر مجھے

دربان کی نظر مین ہون مین اجنبی تو کیا　　مدت سے جانتا ہے ترا سنگِ در مجھے

دنیا نئی قفس کی ہے اپنے سوا جہان　　ڈھونڈہے سے بھی ملا نہ کوئی نوحہ گر مجھے

کیا جانون کوئی کند چھری تھی کہ اور کچھ　　اک چیز ذبح کرتی رہی رات بھر مجھے

غربت مین راہ کٹتی ہے ثاقب مرے سبب　　قصہ سمجھ رہا ہے مرا ہم سفر مجھے

غزل

کیفی چریاکوٹی سابق ایڈیٹر العلم

دستِ وحشت بگریبان وکشیدن نتوان　　ہمچو گل جامۂ خوشرنگ دریدن نتوان

شمع سوزان منم و صبح جہانتاب توئی　　شوقِ دیدار ہمی دارم و دیدن نتوان

شمع در صحبتِ بیگانہ نظر میدارد　　خوش ہمی سوزد و از درد تپیدن نتوان

جان بہ لب آمد و با تارِ نفس پابنداست　　نازک این رشتۂ جان نالہ کشیدن نتوان

لطفِ ساقی کہ بہر تشنہ نگاہے دارد　　من چنین میرم و در بزم رسیدن نتوان

منکہ امروز سخنہاے جہانے دارم　　بشنو اینک کہ چنین باز شنیدن نتوان

چشم از بیخودیٔ شوق چنان مالیدم　　خارِ مژگان زکفِ پاے تو چیدن نتوان

اُنس با دام و دو دم حلقۂ زنجیر بپاست　　کہ ز صحرا بسوے شہر رمیدن نتوان

چارہ سازان بہواداری دردم کیفی
دل برآشفتہ کہ از خویش بریدن نتوان

مطبوعات جدیدہ

سرگذشت مرد خسیس: ڈرامے کا فن اگرچہ نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے تاہم اس زمانہ مین اہل یورپ نے اسکو جو ترقی دی ہے وہ گذشتہ ترقیون سے کچھ مناسبت نہین رکھتی، یورپ مین ہر ملک، ہر صوبہ، اور ہر شہر مین نہایت کثرت سے تھیٹر گھر قایم ہین، جنمین شادی و مسرت، اور رنج و غم کے مناظر دکھا کر اخلاق انسانی کی تہذیب و تکمیل کیجاتی ہے، اور چونکہ انکے اسٹیج پر نازنینان فرنگ کی متحرک تصویرین بھی نظر آتی ہین، اسلئے اہل ایشیا کی نظر للچا للچا کر انکی طرف اٹھتی ہے، اور وہ اسپر نشتر لگاتی ہین، کپتان فتح علی بھی انہین بدقسمت لوگون مین تھا جنکی نگاہین تھیٹر کی برقی روشنی اور ایکٹرس کی جلوہ افروزیون سے خیرہ ہوگئی ہین، اسلئے اس نے اپنے ملک مین وہ تمام سامان بہم پہنچانا چاہا جس نے اہل یورپ کی آنکھون کو خیرہ کردیا ہے، چنانچہ اس نے آذری ترکی زبان مین چہ ڈرامے تیار کئے جنمین ایک زیر ریویو ڈراما بھی ہے، اسکو مرزا جعفر قراجہ داغی نے جدید فارسی زبان مین ترجمہ کیا ہے، جو نہایت سلیس اور عام فہم ہے، ڈرامے کے ابتدا مین قاضی فضل حق صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا ایک مقدمہ ہے جسمین ڈرامے کی تعریف اور اسکی مختصر تاریخ بیان کیگئی ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ عرب اور تمام سامی اقوام مین ڈرامے کا مطلق رواج نہ تھا، اور اسلام مین چونکہ لہو و لعب کی ممانعت آئی ہے اسلئے مسلمانون نے بھی اسکی طرف توجہ نہین کی،

یہ ڈراما نہایت دلچسپ ہے اور قاضی صاحب موصوف نے مقدمہ اور حل لغات کی فہرست سے اسکی دلچسپی مین اور بھی اضافہ کردیا ہے، ہمکو امید ہے کہ جو لوگ جدید فارسی زبان

سیکھنا چاہتے ہین انکے لئے اسکا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ اسکی قیمت ۱۲ہے، اور مبارک علی کتب فروش اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے مل سکتا ہے،

القرآن: یہ ایک رسالہ ہے جسمین جناب عبد اللہ خان بہادر پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ محکمہ تفتیش جرائم لاہور نے وہ آیات قرانی درج کی ہین، جنمین تعلقات زناشوئی کا ذکر آیا ہے، افسوس ہے کہ انھون نے طرز بیان اسقدر مغلق اور پیچیدہ اختیار کیا ہے کہ اس سے عام مسلمانونکو کوئی فائدہ نہین پہنچ سکتا، قرآن مجید ہر مضمون کو نہایت صاف شستہ اور واضح عبارت مین بیان کرتا ہے جسکو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے، اسلئے قرآن کے مفسر اور شارح کا بھی یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اسکے تمام مضامین کو نہایت صاف اور سادہ طریقہ سے ادا کرے لیکن اسکے برعکس اس کتاب مین قرآن مجید کو بالکل ایک معما اور چیستان بنادیا گیا ہے جس سے اصل مقصد فوت ہوگیا ہے، اسکے علاوہ تمام آیتون کا ترجمہ بالکل جدید انداز سے کیا گیا ہے جو قدیم ترجمہ سے کچھ واسطہ نہین رکھتا، اور ہم اسکو بالکل غلط سمجھتے ہین، افسوس ہے کہ اصلاح پسند مسلمان تحریف کی طرف مایل ہوتے جاتے ہین، اور قرآن کے وہ معنی بیان کرتے ہین، جن سے احادیث آثار صحابہ، اور مفسرین کی تفسیرین بالکل خالی ہین، رسالہ کی قیمت ۸ ہے اور مصنف سے ملسکتا ہی

دلکش: اوتار کرشن صاحب اگروال کی ایڈیٹری مین مرادآباد سے یہ رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے، اسکے تمام مضامین ادبی اور تاریخی ہین، جو نہایت دلچسپ پیرایہ مین لکھے گئے ہین رسالہ کو دلکش اور دلچسپ بنانے کے لئے تصاویر بھی شامل کیگئی ہین، قیمت سالانہ چار روپیہ نمونہ کا پرچہ ۶؍